جلد دوم

فتنۂ قادیانیت کے خلاف

عدالتی فیصلے

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

(جلد دوم)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486

نام کتاب	فتنۂ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے (جلد دوم)
مصنف	محمد متین خالد
ناشر	عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت حضوری باغ روڈ، ملتان۔
مطبع	آر۔آر پرنٹرز، لاہور
قانونی مشیر	محمد نوید شاہین ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
سرورق	محمد طیب محبوب
کمپوزنگ	طاہر علی، ظفر اقبال
سنِ اشاعت	2023ء

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486

ترتیب عنوانات

اِنتساب

اسلام اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے حقیقی محافظین

اُن تمام عزت مآب جسٹس صاحبان

کے نام

جنہوں نے آئین و قانون پر مبنی اور دلائل و براہین سے مزین تاریخ ساز فیصلے صادر کر کے ثابت کیا کہ تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا سب سے بڑا اثاثہ اور قابل فخر سرمایہ ہے۔

ملت اسلامیہ آپ کی ثابت قدمی اور سرخروئی کے لیے دعا گو ہے۔
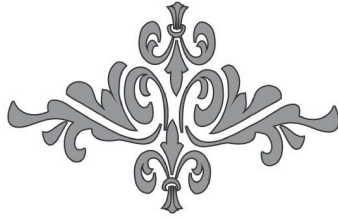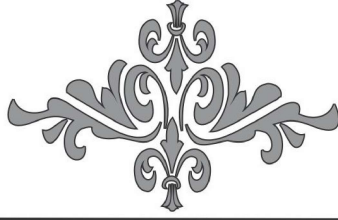
فتنۂ قادیانیت کے خلاف
عدالتی فیصلے
(جلد دوم)

1993 SCMR 1718

سپریم کورٹ آف پاکستان

ظہیر الدین بنام حکومت پاکستان

- ...... جناب جسٹس شفیع الرحمٰن
- ...... جناب جسٹس عبد القدیر چودھری
- ...... جناب جسٹس محمد افضل لون
- ...... جناب جسٹس ولی محمد خان
- ...... جناب جسٹس سلیم اختر

شعائر اسلام استعمال کرنے پر قادیانیوں کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان کا

تاریخ ساز اور فکر انگیز فیصلہ

جس نے قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

''اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ''رشدی'' تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان' مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے؟ اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں' حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا۔ (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جا سکتی ہے) ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ' بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں پر یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسولِ اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے' جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے' جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔''

......ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات' مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب' القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں۔''

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

آنجہانی مرزا قادیانی نے 23 مارچ 1889ء کو دعویٰ ماموریت کیا اور بعد میں دعویٰ مسیحیت و نبوت کے علاوہ نہ معلوم کیا کیا گل کھلائے۔ مرزا قادیانی کے الحاد و زنادقہ کے خلاف علمائے لدھیانہ نے پہلا فتویٰ جاری کیا۔ بعد میں متحدہ ہندوستان کے تمام مکاتب فکر، درس گاہوں کے شیوخ، خانقاہوں کے علماء کرام اور سجادہ نشین حضرات نے ایک متفقہ فتویٰ کی رُو سے اسے اور اس کے ماننے والوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ 1935ء میں بہاولپور کی عدالت نے اور بعد میں دوسری عدالتوں نے قادیانیت کے کفر کو طشت از بام کیا۔ 1973ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے ریٹائرڈ میجر محمد ایوب صاحب کی پیش کردہ قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، جبکہ اس سے قبل عرب ممالک، شام، مصر وغیرہ میں قادیانیت کے کفر پر سرکاری مُہر لگ چکی تھی۔ اپریل 1974ء میں رابطہ عالم اسلامی کے منعقدہ اجلاس مکہ مکرمہ میں، دنیائے اسلام کی 144 تنظیموں کے نمائندگان نے ان کے کفر کا اعلان کیا۔

7 ستمبر 1974ء کو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ بعد ازاں جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے 26 اپریل 1984ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے قادیانی اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتے، خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتے اور شعائر اسلامی کا استعمال نہیں کر سکتے۔ قادیانیوں نے

پورے ملک میں اس قانون کی خلاف ورزی کی اور صریحاً آئین شکنی پر اتر آئے۔ سول عدالتوں سے معاملہ ہائی کورٹس تک پہنچا۔ قادیانیوں کے کفر پر ہائی کورٹس نے بھی مُہر تصدیق ثبت کی۔ قادیانیوں نے ہائی کورٹس کے ان فیصلوں کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیلیں دائر کیں۔ جوں جوں فیصلے ان کے خلاف ہوتے گئے، وہ سپریم کورٹ سے رجوع کرتے رہے۔ 1988ء سے 1992ء تک کل اپیلوں یا رٹ پٹیشنز کی تعداد آٹھ ہوگئی۔

آج سے سالہا سال قبل کراچی میں سپریم کورٹ میں اس کیس کی سماعت شروع ہوئی تو قادیانیوں نے آئیں بائیں شائیں کرنا شروع کر دی۔ سپریم کورٹ بنچ کے معزز جج صاحبان نے مقدمات' چیف جسٹس صاحب کو بھجوا دیئے کہ ان کی سماعت کے لیے بڑا بنچ تشکیل دیا جائے۔ ان دنوں چیف جسٹس آف پاکستان جناب جسٹس محمد افضل ظلہ تھے۔ انہوں نے ان کیسوں کی سماعت کے لیے پانچ رکنی بنچ تشکیل دیا۔

1991ء کے اواخر میں ان کیسوں کی سماعت کے لیے تاریخ مقرر ہوئی۔ قادیانیوں نے سماعت کے روز' وکیل کی مصروفیت کا عذر داغ دیا۔ سماعت ملتوی ہوگئی۔ جناب جسٹس محمد افضل ظلہ 1992ء میں کئی ماہ کے لیے امریکہ و برطانیہ کے دورہ پر گئے تو قادیانی حلقوں میں یہ صدا گونجنے لگی کہ قادیانی لیڈران اور تحفظ حقوق انسانی کمیشن کے ارکان کی' چیف جسٹس صاحب سے قادیانی مقصد براری کے لیے ملاقاتوں کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ قادیانی اس قسم کے مذموم پروپیگنڈے سے جو مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے' ہم اس سے بے خبر نہ تھے۔ چیف جسٹس صاحب واپس تشریف لائے' بنچ تشکیل دیا' جو جسٹس شفیع الرحمٰن' جسٹس عبدالقدیر چودھری' جسٹس محمد افضل لون' جسٹس ولی محمد اور جسٹس سلیم اختر پر مشتمل تھا۔ مقدم الذکر اس بنچ کے سربراہ مقرر ہوئے۔ کیس کی سماعت کے لیے تاریخ مقرر ہوئی۔ سماعت کے روز عدالت میں مسلمانوں کے آنے سے قبل قادیانی اپنے وکیلوں کے ہمراہ براجمان تھے۔ ہمارا ماتھا ٹھنکا کہ اس دفعہ یہ پھرتیاں کیسی اور کیوں؟ ربوہ میں ہونے والا پروپیگنڈہ بھی ہمارے سامنے تھا۔ قادیانیوں کی طرف

سے سابق چیف الیکشن کمشنر فخر الدین جی ابراہیم بوہری ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔

حکومت کی طرف سے اٹارنی جنرل جناب عزیز اے منشی کے علاوہ چاروں صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرل اور وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے ماہر قانون دان جناب ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے جناب راجہ حق نواز صاحب وائس چیئرمین پاکستان بار کونسل اور فدائے ختم نبوت' محافظ ناموس مصطفیٰ جناب محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پیش ہوئے۔ قادیانی اپنے حکومتی اثر ورسوخ اور مال و دولت پر نازاں تھے اور مسلمان حضور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے امتی ہونے کے ناتے رب کریم کے حضور اس کی رحمت کے طلب گار تھے۔ حق و باطل کا معرکہ ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' ان تمام کیسوں میں فریق رہی۔ سپریم کورٹ میں سماعت کی تاریخ کا اعلان ہوتے ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما مولانا احمد میاں حمادی اور مولانا اللہ وسایا راولپنڈی پہنچ گئے۔ ان کی معاونت کے لیے مولانا محمد عبداللہ، قاری محمد امین، حکیم قاری محمد یونس، مولانا عبدالرؤف الازہری اور مولانا محمد علی صدیقی کمر بستہ ہوگئے۔ مولانا قاری احسان الحق' مولانا محمد شریف ہزاروی' شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف' مولانا نذیر احمد فاروقی' اسلام آباد کے جناب کے۔ ایم۔ سلیم' مولانا قاری زرین احمد اور دوسرے حضرات راولپنڈی سے (جن حضرات کے نام یاد نہیں ان سے معذرت) اپنے رفقاء سمیت ہر روز عدالت عظمیٰ میں تشریف لاتے۔ کارروائی کے آغاز سے عدالت کا ہال اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ناکافی ہوتا۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب بھی سماعت کے دوران اسلام آباد تشریف لائے اور مولانا اللہ وسایا صاحب سے ناصرف کیس کی تفصیلات دریافت فرمائیں' بلکہ ہر قسم کی سرپرستی واعانت سے نوازا۔ کیس کی پانچ روز (30 تا 31 جنوری یکم تا 2 فروری اور تین مارچ 1993ء) سماعت راولپنڈی بنچ میں ہوئی۔ میجر ریٹائرڈ میر افضل اور میجر ریٹائرڈ محمد امین منہاس نے بھی مسلمانوں کی طرف سے اپنا بیان ریکارڈ کرایا۔

قادیانیوں کی بحث مکمل ہوگئی تو جناب سیّد ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ نے

دلائل دینے شروع کیے۔ بڑے معتدل، جامع واضح اور ایمان پرور دلائل تھے۔ جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے اپنی ایمانی جرأت سے عدالت عظمیٰ کے در و دیوار کو مسحور کیا۔ ان کے بیان کا ہر ہر لفظ اہل اسلام کے جذبات کی ترجمانی کر رہا تھا۔ جناب عزیز اے منشی اٹارنی جنرل آف پاکستان نے سپریم کورٹ کے متعدد فیصلہ جات کے علاوہ امریکہ، بھارت، آسٹریلیا اور فرانس کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کے حوالے دے کر قانونی لحاظ سے جنگ جیت لی۔ آخری دن پھر قادیانی جماعت کے وکیل فخر الدین جی ابراہیم بوہری نے بحث کو سمیٹا۔ عدالت عظمیٰ نے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص عدالت کی معاونت کے لیے اپنا تحریری بیان داخل کرانا چاہے، تو اجازت ہے۔ عزت مآب جناب راجہ حق نواز اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر اول، مفکر ختم نبوت، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے علیحدہ علیحدہ اپنے تحریری بیانات عدالت میں جمع کروائے۔ راجہ صاحب نے قانونی طور پر اور حضرت لدھیانویؒ نے شرعی اور عقلی دلائل سے جہاں اہل اسلام کی بھرپور وکالت فرمائی، وہاں عدالت عظمیٰ کے لیے بھی یہ دونوں بیانات بڑی ہی قانونی اہمیت کے حامل ہیں۔ حضرات المخدوم مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا بیان ''عدالت عظمیٰ کی خدمت میں'' کے نام سے عالمی مجلس کے مرکزی دفتر نے شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا۔

3 مارچ 1993ء کو عدالت نے مقدمہ کی سماعت مکمل کر کے فیصلہ محفوظ کر لیا۔ فیصلہ کے صادر ہونے میں تاخیر ہو رہی تھی جس سے قادیانی لابی فائدہ اٹھا کر منفی پروپیگنڈا میں مصروف ہوگئی۔ اس طرح مسلمانوں میں پریشانی اور اضطراب پیدا ہونے لگا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ حضرت مخدوم المشائخ مولانا خواجہ خان محمدؒ عمرہ کے لیے حجاز مقدس کے سفر پر تھے۔ وہ سماعت کی کارروائی سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مسلسل فون کرتے رہے۔ حضرت لدھیانویؒ کے حکم پر ملک بھر کے دینی مدارس کے تحفیظ القرآن کے مدارس کو اجتماعی دعاؤں کے لیے متوجہ کیا گیا۔ رحمت حق جوش میں آئی اور 3 جولائی 1993ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ

دیا' جس کی رو سے تمام قادیانی درخواستیں اور اپیلیں وغیرہ میرٹ پر خارج کر دی گئیں۔ یوں سپریم کورٹ نے بھی قادیانیوں کے کفر پر مُہر لگا دی۔ قادیانیت رسوا ہوئی' اسلام اور مسلمان جیت گئے۔ **فلحمد للّٰہ حمداً کثیرا طیباً مبار کاً فیه.**

پانچ جج حضرات میں سے چار نے متفقہ طور پر قادیانی موقف کو مسترد کیا اور عزت مآب جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری کے مبارک ہاتھوں سے لکھے ہوئے فیصلہ سے اتفاق کیا۔ ایک جج، جو بنچ کے سربراہ بھی تھے، انہوں نے جزوی طور پر امتناع قادیانیت آرڈیننس کی بعض شقوں کو آئین سے متصادم قرار دیا۔ گویا انہوں نے بھی اس آرڈیننس کو اسلامی احکامات کے خلاف قرار نہیں دیا، بلکہ پیرا گراف نمبر **24** میں واضح طور پر لکھا:

❑ جہاں تک دفعہ **298**۔سی کی شق (ای) کا تعلق ہے، اس کی زد سے کسی خاص گروہ یا عام لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا قابل تعزیر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ مذہبی آزادی یا آزادیِ تقریر کے بنیادی حق کے منافی نہیں ہے۔ کسی شخص کو یہ بنیادی حق حاصل نہیں' نہ ہی ایسا حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مذہب یا عقیدہ کی تبلیغ کرتے وقت دوسروں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرے' پس دفعہ **298**۔سی تعزیراتِ پاکستان کی شق (الف) (ب) اور (ہ) دستور کے آرٹیکل کے **19**' **20** اور **260 (3)** میں شامل احکام کے عین مطابق ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ ہمارا قادیانیوں سے یہی اختلاف ہے کہ جب وہ اپنے مذہب کو عین اسلام قرار دے کر پیش کرتے ہیں تو اس سے نا صرف یہ کہ اسلام کی توہین ہوتی ہے' بلکہ مسلمانوں کا تشخص اور جذبات بھی مجروح ہوتے ہیں۔

البتہ جسٹس موصوف نے تحریر کیا کہ

❑ ''کسی قادیانی کا ایسا بیج لگانا' جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہو' نہ تو مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرنے کے مترادف ہے' نہ ہی خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے برابر۔''

(ملاحظہ ہو فیصلے کا پیرا گراف نمبر 26)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خاں صاحب' اپنے

فیصلہ (PLD 1992 Lahore 1) میں قرار دے چکے ہیں کہ قادیانی جب ''محمد رسول اللہ'' کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد 'مرزا غلام قادیانی' ہوتا ہے جیسا کہ ان کے بنیادی لٹریچر سے ثابت ہے۔ پوچھا جا سکتا ہے کہ ایک شخص شراب کی بوتل پر آبِ زمزم کا بورڈ لگا دے یا بکرے کے گوشت کا بورڈ لگا کر خنزیر کا گوشت فروخت کرے' تو کیا یہ قابل اعتراض و قابل گرفت ہے یا نہیں؟ کفر کے سینہ پر کلمہ طیبہ کا بورڈ لگا دینا بھی اسی طرح ہی ہے۔ نہ معلوم اتنی عام فہم بات ہمارے جج صاحب کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ جسٹس شفیع الرحمٰن صاحب سے درخواست ہے کہ یہ آپ کا پہلا اعتراض نہیں' آپ سے پہلے آپ کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے جسٹس منیر بھی یہ سوال کر چکے ہیں اور اس کا اہل اسلام کی طرف سے جواب بھی دیا جا چکا ہے۔ اگر قادیانی اسلامی شعائر اور مخصوص اصطلاحات استعمال کریں تو کیوں نا قابل برداشت ہے؟ اس سلسلہ میں قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمایا:

- ''تحقیقاتی عدالت میں یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ مسلمان لوگ مرزائیوں کی تقریروں اور تحریروں سے اس لیے بھی مشتعل ہوتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں کی مخصوص اصطلاحات کو استعمال کرتے ہیں' مثلاً یہ لوگ مرزا قادیانی کی بیوی کو سیدة النساء کہتے ہیں۔ اس پر جسٹس منیر نے مرزائی وکیل سے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ سیدة النساء کا معنی ہے' ''عورتوں کی سردار'' اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ، اپنے فرقہ کی عورتوں کی سردار تھیں۔ اس پر منیر نے میری طرف دیکھا تو میں نے کھڑے ہو کر کہا: جناب اگر چماروں کی کوئی پنچایت ہو اور ان کا سرپنچ کسی معاملہ کا فیصلہ کرے اور پھر ان چماروں میں سے کوئی آدمی سرپنچ کی جگہ چیف جسٹس کا لفظ بولے اور یوں کہے کہ ہمارے چیف جسٹس نے یوں فیصلہ دیا ہے تو کیا اس طرح کہنا جائز ہوگا؟ منیر نے کہا: ''Never'' یعنی ہرگز نہیں۔ قانوناً اس طرح کہنا جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ لفظ عدالت عالیہ کے ججوں کے لیے مخصوص ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ یہ لوگ ہم مسلمانوں کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں اور مرزا صاحب کی بیوی کو

سیدۃ النساء کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ کسی نبی کی زوجہ کے لیے نہیں بولا گیا' خود حضور نبی اکرم ﷺ کی ازدواج کے لیے نہیں بولا گیا' بلکہ حضور ﷺ کی تین بیٹیوں کے لیے بھی نہیں بولا گیا۔ یہ لفظ صرف حضور ﷺ کی چوتھی بیٹی آبروئے کائنات سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مخصوص ہے' جس کو اب یہ لوگ بلا تکلف استعمال کرتے اور مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں' چنانچہ میں نے قادیانی اخبار ''الفضل'' نکال کر دکھایا جس میں مرزا قادیانی کی بیوی کے انتقال کے موقع پر پہلے صفحہ پر جلی حروف میں یہ سرخی دی گئی تھی ''سیدۃ النساء کا انتقال''۔ اس پر ججوں نے کہا تھا کہ اس پر مسلمانوں کا مشتعل ہونا حق بجانب ہے۔'' (''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' از مولانا اللہ وسایا ص 183-184)

جسٹس منیر ایسا قادیانی نواز شخص تو اس جواب پر مطمئن ہو گیا تھا' نہ معلوم جسٹس شفیع صاحب مطمئن ہوئے یا نہیں' تاہم یہ ان کا معاملہ ہے لیکن اتنی درخواست ضرور ہے کہ وہ جسٹس منیر کے انجام کو ضرور سامنے رکھیں کہ آج بھی پارلیمنٹ سے لے کر عدالت تک ہر شخص اس پر پھٹکار بھیجتا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ بنچ کے سربراہ کے فیصلہ کے خلاف چاروں معزز اراکین بنچ کا متفق ہو جانا' ہمارے خیال میں حق کی فتح ہے۔ جسٹس شفیع الرحمٰن کے تمام خدشاتِ مذعومہ کا جواب عزت مآب جسٹس عبدالقدیر چودھری صاحب کے گرانقدر دلائل و براہین سے بھرپور تاریخی فیصلہ میں آ گیا ہے۔

معزز عدالت نے اپنے تاریخی فیصلہ میں لکھا:

- سادہ الفاظ میں جو لوگ دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں' ان کی حوصلہ شکنی کی جا رہی ہے' خواہ ان کی حرکت سے پہنچنے والے نقصان کی مالیت چند کوڑیوں کے برابر ہو۔ ہمارے ہاں قائداعظم اور اس کے مماثل لقب کی حفاظت کے لیے قانون وضع کیا گیا ہے جسے کسی حلقے نے چیلنج نہیں کیا۔ بہرحال پاکستان جیسی نظریاتی ریاست میں اپیل کنندگان جو کہ غیر مسلم ہیں' اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کر کے دھوکا دینا چاہتے ہیں؟ یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں عقیدہ آج بھی

مسلمان کے لیے سب سے قیمتی متاع ہے' وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دسیسہ کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔

❑ دوسری طرف اپیل کنندگان اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں نا صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم و مقدس شخصیات کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان گستاخ غیر مسلموں کے ناموں کے ساتھ چسپاں کیا جائے' جو مسلم شخصیات کی جوتی کے برابر بھی نہیں۔ حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں۔ پس اپیل کنندگان اور ان کی برادری کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنے دیتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں' جو نا صرف ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکا دہی و فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلبگار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ

"Cantwell Vs. Connecticut (310 US 296 at 306)"

نامی مقدمہ میں قرار دے چکی ہے کہ

''مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو' عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا۔''

❑ علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا ان کی برادری دوسروں کو دھوکا دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لیے نئے القاب وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر' مخصوص نشانات' علامات اور اعمال پر انحصار کر کے' وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب' اپنی طاقت' میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا بلکہ اسے جعل سازی و فریب پر انحصار کرنا پڑ رہا

ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا' بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں' اور اپنے ہیروز کی' اپنے طریقہ سے مدح وستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو قادیانیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کے ساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو نیز ان کے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

❑ جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے' عدالت نے قرار دیا کہ اسلامی شعائر کسی غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کیے بغیر' ان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے' تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے' غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکے باز غیر مسلموں کو اسلام کی مخصوص ونمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب نہ کرسکیں بلکہ اپنے مذہب کی آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ مزید قرار دیا گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

❑ اپیل کنندگان بلاشبہ احمدی ہیں اور ازروئے آئین غیر مسلم ہیں۔ پس ان کی طرف سے شعائر اسلامی کا استعمال یا تو خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف ہے یا توہین وتضحیک کرنے کے برابر...... بہرصورت اس حقیقت کو واضح طور پر ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ خود کو اسی طرح پیش کررہے تھے۔ پس انہوں نے اس مسئلہ کو نہیں لیا' محض ایسے تنازعہ کو اٹھارہے ہیں جو ٹھوس بنیاد نہیں رکھتا۔ یہ بات بلا شک وشبہ کہی جاسکتی ہے کہ قانون میں سرے سے کوئی ابہام نہیں ہے۔

❑ جہاں تک رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے' مسلمانوں کو ہدایت کی

گئی ہے: ”ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو لازم ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دُنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔“ (صحیح بخاری کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو موردِ الزام ٹھہرا سکتا ہے، اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا قادیانی نے تخلیق کیا ہے، سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

☐ ہمیں اس پس منظر میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر قادیانیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور (سلمان) رُشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر قادیانیوں کو گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں، حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جاسکتی ہے)۔ ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے، یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں

احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن وامان برقرار رکھا جا سکے اور جان و مال خصوصاً احمدیوں کے نقصان سے بچا جا سکے۔ اس صورت حال میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے' یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کر سکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہیں تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔

❑ اپیل کنندگان (قادیانی) جس حق کا مطالبہ کر رہے ہیں' اسے اعلانیہ استعمال کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی' کیونکہ ایسا کرنا اسلامی عقیدہ کے لیے ضرر رساں اور تباہ کن ہوتا۔ مزید برآں آرٹیکل 20 میں جس چیز کی ضمانت دی گئی' وہ آدمی کے اپنے مذہب کی تبلیغ وتشہیر ہے' کسی دوسرے کے مذہب کی تباہی اور اتلاف کی اجازت نہیں۔ اپیل کنندگان اپنے معمولات کے ذریعے' جن پر وہ اب بھی عمل پیرا ہیں اور ایسا کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں' پاکستان میں بسنے والے دوسروں لوگوں کے مذہب کو خراب کر رہے ہیں اور اسے نقصان پہنچا رہے ہیں۔

❑ ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں (قادیانیوں) کو اپنی شخصیات' مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب' القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار' امن وامان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پرامن طور پر مناتے ہیں۔ انتظامیہ جو امن وامان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت و آبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے' بہر حال مذکورہ بالا اقدار میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی۔

یہ فیصلہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ یہ سپریم کورٹ کے لارجر بنچ نے دیا ہے جس میں پانچ ججز شامل تھے اور اس بنچ نے یہ فیصلہ ایک کے مقابلے میں چار کی اکثریت سے دیا ہے۔ چنانچہ اس فیصلے کو تبدیل کرنے کا اختیار صرف اس بنچ کو حاصل ہے جس میں پانچ یا اس سے زائد ججز ہوں اور ان میں کم از کم پانچ ججز اس کے خلاف فیصلہ دیں اور یہ امر بظاہر کم از کم تاحال ناممکن نظر آتا ہے۔ اس لیے پاکستان کے دستور اور قانون کی

رو سے یہ امر طے شدہ ہے کہ **مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعات 298۔بی اور 298۔سی** نہ تو اسلامی احکام سے اور نہ ہی دستور میں مذکور بنیادی حقوق سے متصادم ہیں۔

ترجمہ میں بعض حوالہ جات کے صفحات' نیز فیصلہ میں حوالہ کے طور پر دی گئی کتب کے ایڈیشن تبدیل ہو جانے کے باعث صفحات کے ردوبدل کے خدشہ کے پیش نظر ہم نے بین القوسین مرزا قادیانی کی کتب کے سیٹ ''روحانی خزائن'' طبع جدید کے حوالہ جات دے دیئے ہیں تا کہ قارئین کو کتابوں کے حوالہ جات تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ بین القوسین اس لیے کہ وہ فیصلہ کا حصہ بھی شمار نہ ہوں۔ ان معروضات کے بعد اب فیصلہ پڑھئے۔ جس طرح اہل اسلام کے موقف کی عدالت عظمیٰ سے قدرت نے تصدیق کرا دی ہے' خدا کرے اسی طرح یہ اہل اسلام کے ایمان کی زیادتی اور قادیانیوں کی ہدایت ایمانی کا باعث ثابت ہو۔ **آمین بحرمة النبی الامی الکریم۔**

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر

محمد متین خالد

لاہور

1993 SCMR 1718

سپریم کورٹ آف پاکستان

ظہیر الدین بنام حکومت پاکستان

فیصلہ کے اہم نکات:

-1 دوسری طرف اپیل کنندگان اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں نا صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم و مقدس شخصیات کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان گستاخ غیر مسلموں کے ناموں کے ساتھ چسپاں کیا جائے، جو مسلم شخصیات کی جوتی کے برابر بھی نہیں۔ حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں۔ پس اپیل کنندگان اور ان کی برادری کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنے دیتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں، جو نا صرف ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکا دہی و فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلبگار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ "Cantwell Vs. Connecticut (310 US 296 at 306)" نامی مقدمہ میں قرار دے چکی ہے کہ ''مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو، عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا۔''

2- علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا ان کی برادری دوسروں کو دھوکا دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لیے نئے القاب وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر، مخصوص نشانات، علامات اور اعمال پر انحصار کر کے، وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب، اپنی طاقت، میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا بلکہ اسے جعل سازی وفریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا، بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں، اور اپنے ہیروز کی، اپنے طریقہ سے مدح وستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو قادیانیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کے ساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو نیز ان کے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

3- مسلمان ''صحابی'' اور ''اہل بیت'' کی اصطلاحات بالترتیب رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں اور ان کے ارکانِ خاندان کے لیے استعمال کرتے ہیں، جو سب کے سب اعلیٰ ترین مسلمان تھے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں، ازواج النبیؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے افرادِ خاندان کے لیے مخصوص القابات کا مرزائیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کے ساتھیوں، اس کی بیویوں اور گھر والوں کے لیے استعمال، ان (صحابہؓ واہل بیتؓ) کی بے حرمتی (اور گستاخی) کے مترادف ہے، جس سے مسلمان یہ دھوکا کھا سکتے ہیں کہ ایسے القابات کے حامل افراد بہتر مسلمان ہیں۔ مزید عرض کیا گیا کہ اذان دینا اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا اس کی یقینی علامت ہے کہ اذان دینے اور مسجد میں

نماز پڑھنے والے افراد مسلمان ہیں۔ اس لیے قرار دیا گیا کہ ان القابات و اصطلاحات کے استعمال کی ممانعت اور اس نوع کی پابندیاں عائد کرنے والے آرڈیننس کے احکام کہ قادیانی خود کو بطور مسلمان پیش نہیں کر سکتے' آئین کے مقاصد پر عمل درآمد کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔

-4 جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے' عدالت نے قرار دیا کہ اسلامی شعائر کسی غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کیے بغیر' ان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے' تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے' غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکے باز غیر مسلموں کو اسلام کی مخصوص و نمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب نہ کر سکیں بلکہ اپنے مذہب کی آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ مزید قرار دیا گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

-5 قادیانیوں کی اس خواہش نے' کہ مسلمانوں کی جملہ قابل احترام شعائر پر کسی نہ کسی طرح قبضہ کر لیا جائے' اس لیے جنم لیا' کہ وہ اپنے مذہب کو مشکوک انداز اور پیغام کی صورت میں اسلام کے طور پر پھیلانا چاہتے تھے' اس مقصد کے لیے ان کی طرف سے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی مخالفت و مزاحمت بالکل قابل فہم بات ہے' بہرحال آئین بھی ان کے راستہ میں حائل ہے کیونکہ آرڈیننس تو محض دستور کے منشاء اور مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اندریں حالات کسی قادیانی کے بارے میں پہلے اس کے عقیدہ کی ملامت کیے بغیر' یہ

دعویٰ کرنا' اسے غور و خوض کے لیے پیش کرنا' ظاہر کرنا یا قرار دینا کہ وہ مسلمان ہے، نا صرف آرڈیننس کی صریح خلاف ورزی ہے بلکہ دستور کے بھی منافی ہے۔ اس طرح کے واقعات ماضی میں رونما ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہو سکتے ہیں اور وہ ماضی کی طرح امن و امان کی سنگین صورتحال پیدا کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔

-6 ڈکشنری کے مطابق ''Pose'' کے معنی ہیں ''دعویٰ کرنا'' یا کوئی تجویز غور و خوض کے لیے پیش کرنا' موجودہ معاملہ میں قانون کے مخاطب قادیانی یا لاہوری گروپ کے ارکان ہیں۔ وہ عقائد کے حوالہ سے امت مسلمہ کے بڑے حصہ کے ساتھ سنگین اختلافات و تنازعات کا طویل پس منظر رکھتے ہیں۔ .... مجیب الرحمٰن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگران (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ اور قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی سے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں کسی قدر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب خود نبی تھے اور جو ان کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ کافر ہیں۔ قادیانی، مرزا صاحب کے متعلقین کے لیے مذکورہ بالا اسماء والقابات وغیرہ' استعمال کا حق محض اس تعلق کی بناء پر جتاتے ہیں اور اسے اسی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ پس یہ شہادتوں کے ذریعے ثابت کیا جانے والا سوال ہے کہ ملزمان نے فی الواقع ایسے القابات و اصطلاحات کا استعمال کیا یا اس کا رویہ اور طرز عمل اس کے مترادف تھا' جو کچھ قانون کا منشاء ہے' اپیل کنندگان بلاشبہ قادیانی ہیں اور ازروئے آئین غیر مسلم ہیں۔ پس ان کی طرف سے شعائر اسلامی کا استعمال یا تو خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف ہے یا توہین و تضحیک کرنے کے برابر...... بہرصورت اس حقیقت کو واضح طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہ خود کو اسی طرح پیش کر رہے تھے۔ پس انہوں نے اس مسئلہ کو نہیں لیا' محض

ایسے تنازعہ کو اٹھا رہے ہیں جو ٹھوس بنیاد نہیں رکھتا۔ یہ بات بلا شک وشبہ کہی جا سکتی ہے کہ قانون میں سرے سے کوئی ابہام نہیں ہے۔

-7 متنازعہ آرڈیننس میں وہ اصل القاب' خطابات اور اصطلاحیں دی گئی ہیں' جن کا تحفظ کرنا مقصود ہے نیز اس سلسلے میں عائد کردہ پابندیاں بیان کی گئی ہیں۔ آرڈیننس میں یہ صراحت بھی کر دی گئی ہے کہ انہیں صرف ایسے افراد یا مواقع کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے' جن کے لیے وہ مقرر ومخصوص ہیں' کسی اور کے لیے نہیں۔ احمدی ان شعائر کی بے حرمتی کرتے رہے ہیں اور اپنے قائدین ومعمولات پر ان کا اطلاق کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ دھوکا دے سکیں کہ وہ بھی اسی مقام ومرتبہ اور صلاحیت کے حامل ہیں۔ احمدیوں کے اس عمل نے نا صرف معصوم' سادہ اور بے خبر لوگوں کو گمراہ کیا بلکہ پوری مدت کے دوران امن وامان کا مسئلہ پیدا کرتے رہے۔ اس لیے قانون سازی ضروری تھی جو کسی بھی لحاظ سے قادیانیوں کی مذہبی آزادی میں دخل نہیں دیتی۔ یہ قانون محض انہیں ایسے القابات وخطابات استعمال کرنے سے روکتا ہے جن پر ان کا کسی قسم کا حق نہیں' از روئے قانون ان پر نئے القابات واصطلاحات وضع کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

-8 یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ دستور کے آرٹیکل 19 میں استعمال کردہ ترکیب ''اسلام کی عظمت'' سے آرٹیکل 20 کی رُو سے دیئے گئے بنیادی حقوق کے بارے میں فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ آرٹیکل 19 جس میں تقریر اور اظہارِ خیال اور پریس کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے' انہیں معقول پابندیوں کے تابع بناتا ہے جو عظمت اسلام' تہذیب وشائستگی یا اخلاق کے مفاد میں از روئے قانون عائد کی گئی ہیں۔ وہاں جو پابندیاں لگائی گئی ہیں' انہیں کسی دوسرے بنیادی حق پر لاگو نہیں کیا جا سکتا اس لیے کسی بنیادی حق میں شامل کوئی چیز جس سے احکام اسلام کی خلاف ورزی ہوتی ہو' لازماً اس کے منافی

ہونی چاہیے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلامی احکام' جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں منضبط ہیں' اقلیتوں کے حقوق کی بھی ایسے تسلی بخش طریقہ سے ضمانت دیتے ہیں کہ کوئی نظام قانون اس کے برابر کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔مزید یہ کہ کوئی قانون ان میں زبردستی مداخلت نہیں کرسکتا۔

-9 مسلمانوں میں اس بات پرعمومی اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا قادیانی ایسا نبی ہے' جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا' وہ بے دین ہے۔ بصورتِ دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی تضحیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات' صورتحال کی راہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لیے جیسی بھی صورتحال ہو' ارتکابِ جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

-10 جہاں تک رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے' مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے:

''ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو' لازم ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں' خاندان' والدین اور دُنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔'' (صحیح بخاری کتاب الایمان' باب حب الرسول من الایمان)

-11 کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو موردِ الزام ٹھہرا سکتا ہے، اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا قادیانی نے تخلیق کیا ہے، سننے' پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

-12 ہمیں اس پس منظر میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر قادیانیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے' جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا۔ اس لیے اگر

کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور (سلمان) رُشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر قادیانیوں کو گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں، حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جا سکتی ہے)۔ ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے، یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن وامان برقرار رکھا جا سکے اور جان و مال خصوصاً قادیانیوں کے نقصان سے بچا جا سکے۔ اس صورت حال میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے، یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کر سکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہیں تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔

13- اپیل کنندگان کی طرف سے کہا گیا ہے کہ وہ احمدیہ تحریک کی صد سالہ سالگرہ کی تقریبات میں دوسری باتوں کے علاوہ شکرانہ کی خصوصی نمازیں ادا کر کے،

بچوں میں مٹھائیاں بانٹ کر اور غرباء و مساکین میں کھانا تقسیم کر کے پرامن اور بے ضرر طریقے سے منانا چاہتے تھے' ہمارے سامنے ایسی سرگرمیوں کو نجی طور پر انجام دینے سے روکنے والا کوئی حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قادیانی دوسری اقلیتوں کی طرح اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہیں اور ان کے اس حق کو قانون یا انتظامی احکام کے ذریعے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بہرحال ان پر لازم ہے کہ وہ آئین و قانون کا احترام کریں اور انہیں اسلام سمیت کسی دوسرے مذہب کی مقدس ہستیوں کی بے حرمتی یا توہین نہیں کرنی چاہیے' نہ ہی ان کے مخصوص خطابات' القابات و اصطلاحات استعمال کرنے چاہئیں نیز مخصوص نام مثلاً مسجد اور مذہبی عمل مثلاً اذان وغیرہ کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے اور لوگوں کو عقیدہ کے بارے میں گمراہ نہ کیا جائے یا دھوکا نہ دیا جائے۔

-14 ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں (قادیانیوں) کو اپنی شخصیات' مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب' القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخرکار ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار' امن و امان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پرامن طور پر مناتے ہیں۔ انتظامیہ جو امن و امان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت و آبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے' بہرحال مذکورہ بالا اقدار میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی۔

1993 SCMR 1718
NLR 1993 SD 624

سپریم کورٹ آف پاکستان

(بصیغہ اپیل)

سماعت کنندہ فل بنچ

- جسٹس شفیع الرحمٰن
- جسٹس عبدالقدیر چودھری
- جسٹس محمد افضل لون
- جسٹس ولی محمد خاں
- جسٹس سلیم اختر

فوجداری اپیل نمبر K-31 تا K - 35 لغایت 1988ء

(بلوچستان ہائیکورٹ کوئٹہ کے فیصلہ مورخہ **22/12/1987** کے خلاف اپیل جو کہ فوجداری (نظر ثانی کی) درخواست ہائے نمبر **38/1987** تا **42/1987** میں سنایا گیا تھا)

فوجداری اپیل نمبر 31-K/1988

ظہیر الدین..................اپیلانٹ

بنام

سرکار..................مسئول الیہ

فوجداری اپیل نمبر 32-K/1988

رفیع احمد............اپیلانٹ

بنام

سرکار...........مسئول الیہ

فوجداری اپیل نمبر 33-K/1988

عبدالمجید...........اپیل کنندہ

بنام

سرکار...........مسئول الیہ

فوجداری اپیل نمبر 34-K/1988

عبدالرحمٰن خاں...........اپیل کنندہ

بنام

سرکار...........مسئول الیہ

فوجداری اپیل نمبر 35-K/1988

چودھری محمد حیات...........اپیلانٹ

بنام

سرکار...........مسئول الیہ

دیوانی اپیل نمبر 149 اور 150 لغایت 1989ء

(لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ مورخہ 25/9/1984 کے خلاف اپیل جو بین العدالت اپیل نمبر 158/1984 اور نمبر 160/1984 میں سنایا گیا تھا)

دیوانی اپیل نمبر 149/1989

مجیب الرحمٰن درد...........اپیلانٹ

بنام

حکومت پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون و پارلیمانی امور اسلام آباد......مسئول الیہ

دیوانی اپیل نمبر 150/1989

1- شیخ محمد اسلم

2- شیخ محمد یوسف...............................اپیل کنندگان

-3 نور محمد ہاشمی

بنام

-1 حکومت پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارتِ قانون و پارلیمانی امور اسلام آباد

-2 سرکار......................مسئول الیہان

دیوانی اپیل نمبر 412 لغایت 1992ء

(لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ مورخہ 17/9/1991 کے خلاف اپیل جو رٹ پٹیشن نمبر 2089/1989 میں سنایا گیا تھا)

-1 مرزا خورشید احمد

-2 حکیم خورشید احمد.................اپیلانٹس

بنام

-1 حکومتِ پنجاب معرفت سیکرٹری، محکمہ داخلہ لاہور

-2 ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ

-3 ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ.......................مسئول الیہان

-4 مولانا منظور احمد چنیوٹی

-5 عبدالناصر گل

پیروی:

فوجداری اپیل نمبر K-31 تا K-35 لغایت 1988ء میں اپیل کنندگان کی طرف سے فخر الدین جی ابراہیم سینئر ایڈووکیٹ، مجیب الرحمٰن، مرزا عبدالرشید اور ایس علی احمد طارق ایڈووکیٹ پیش ہوئے جبکہ سرکار کی پیروی اعجاز یوسف، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان، نے کی۔

فوجداری اپیل نمبر 31-K/1988 میں مستغیث کی پیروی راجہ حق نواز ایڈووکیٹ اور ایم اے آئی قرنی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ (غیر حاضر) نے کی۔

دیوانی اپیل نمبر 149 اور 150 لغایت 1988ء میں اپیل کنندگان کی

طرف سے فخر الدین جی ابراہیم سینئر ایڈووکیٹ' عزیز احمد باجوہ' چودھری اے وحید سلیم سینئر ایڈووکیٹ' مجیب الرحمٰن اور حمید اسلم قریشی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

دیوانی اپیل نمبر 412/1992 میں اپیل کنندگان کی پیروی چودھری عزیز احمد باجوہ' سی اے رحمان اور حمید اسلم قریشی' ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے کی۔

دیوانی اپیل نمبر 149 اور 150 لغایت 1989ء اور 412/1992 میں وفاقی حکومت کی طرف سے ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی (صرف یکم فروری 1993ء اور 2 فروری 1993ء کو) سید عنایت حسین ایڈووکیٹ آن ریکارڈ (صرف 3 فروری 1993ء کو) گلزار حسن' ایڈووکیٹ آن ریکارڈ (غیر حاضر) اور چودھری اختر علی' ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

دیوانی اپیل نمبر 412/1992 میں مسئول الیہ نمبر 1 تا 3 کی پیروی مقبول الٰہی ملک' ایڈووکیٹ جنرل پنجاب' ایم ایم سعید بیگ' راؤ محمد یوسف خاں ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے کی۔

دیوانی اپیل نمبر 412/1992 میں مسئول الیہ نمبر 4 کی طرف سے ایم اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ اور سید عبدالعاصم جعفری ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

عدالت کے نوٹس پر عزیز اے منشی اٹارنی جنرل' ممتاز علی مرزا ڈپٹی اٹارنی جنرل' اعجاز یوسف ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان' ایم سردار خاں ایڈووکیٹ جنرل صوبہ سرحد' مقبول الٰہی ملک ایڈووکیٹ جنرل پنجاب' عبدالغفور منگی ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل سندھ پیش ہوئے۔

جبکہ عام لوگوں کی نمائندگی میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل خان اور میجر (ریٹائرڈ) امین منہاس نے کی۔

تاریخ ہائے سماعت : 30 تا 31 جنوری' یکم تا دو فروری اور تین مارچ 1993ء بمقام راولپنڈی

تاریخ فیصلہ : 3 جولائی 1993ء

فیصلہ

جسٹس شفیع الرحمٰن

-1 ان تمام اپیلوں میں عوامی اہمیت کا یہ قانونی مسئلہ قابل غور ہے کہ آیا قادیانیوں، لاہوری گروپ واحمدی گروپ کی خلاف اسلام سرگرمیوں (ممانعت اور سزا) کا آرڈیننس نمبر 20 مجریہ 1984ء جسے مختصراً امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کہا جاتا ہے' آئین کے دائرہ سے خارج ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا زیر غور پانچوں فوجداری اپیلوں میں دی گئی سزائیں مذکورہ بالا آرڈیننس کی دفعہ 5 کے مطابق ہیں؟

-2 سن وار ترتیب کے لحاظ سے غور کیا جائے تو آئینی درخواست نمبر 2591/1984 جو دیوانی اپیل نمبر 149/1989 کو جب بنی' سب سے پہلے دائر کی گئی تھی۔ یہ اپیل آرڈیننس کے نفاذ کی تاریخ (26 اپریل 1984ء) کے صرف ڈیڑھ ماہ بعد یعنی 30-5-1984 کو دائر کی گئی' جس میں حسب ذیل دادرسی کی التجا کی گئی تھی۔

-1 یہ کہ متنازعہ آرڈیننس خلافِ قانون اور اسی تاریخ سے باطل ہے جب اس کا نفاذ عمل میں آیا۔

-2 یہ کہ یہ آئین کے عبوری حکم مجریہ 1981ء کے دائرہ اثر سے خارج ہے۔

یہ آئینی درخواست 12-6-1984 کو ابتدائی سماعت کے دوران ہی اس بناء پر خارج کر دی گئی کہ آرٹیکل 203۔ ڈی اس کی راہ میں مانع ہے۔ ایک بین العدالتی اپیل بھی 25-9-1984 کو اس میں مذکور وجوہات پر غور کرتے ہوئے ابتدائی سماعت کے دوران خارج کر دی گئی۔ بہر حال 28-2-1989 کو سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی تا کہ متنازع آرڈیننس نمبر 20 مجریہ 1984ء

کا' بنیادی حقوق (آرٹیکل 19، اظہار خیال کی آزادی آرٹیکل 20' مذہبی آزادی' آرٹیکل 25 شہریوں کی قانون کی نظر میں برابری) کی کسوٹی پر جائزہ لیا جا سکے۔

-3 1984ء میں آئینی درخواست نمبر 2309/1984 ہائیکورٹ میں دائر کی گئی جو دیوانی اپیل نمبر 150/1989 کا موجب بنی جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس اپیل میں 6-6-1984 کو بعض تبدیلیاں کی گئیں۔ اس درخواست میں حسب ذیل درخواست کی گئی تھی۔

(i) متنازعہ آرڈیننس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔

(ii) درخواست گزار کو مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔

(iii) مزید گزارش ہے کہ مسئول الیہ کو ہدایت کی جائے کہ اس درخواست کا حتمی فیصلہ ہونے تک آرڈیننس کے تحت درخواست گزار کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔

یہ درخواست بھی 12-6-1984 کو ابتدائی سماعت کے دوران اس بناء پر خارج کر دی گئی کہ آرٹیکل 203 ڈی اس کی سماعت میں مانع ہے۔ بین العدالتی اپیل بھی 25-9-1984 کو تمام وجوہات پر بحث کرنے کے بعد اور آرٹیکل 203 ڈی کو قابل تائید قرار دیئے بغیر خارج کر دی گئی۔ جہاں تک بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کا تعلق ہے' اس کے بارے میں اپیل بنچ نے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا۔

''اگر 1973ء کا دستور مکمل حالت میں نافذ ہوتا تو درخواست گزار کی دلیل پر غور کیا جا سکتا تھا' لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ جولائی 1977ء سے اب تک تین ماورائے آئین دستاویزات نے اس کی آب و تاب چھین لی ہے اور وہ اس پر سایہ فگن ہو گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی دستاویز مارشل لاء کے نفاذ کا صدارتی فرمان ہے' جو 5 جولائی 77ء سے نفاذ پذیر ہوا اور اس کی رو سے آئین کو معطل کر دیا گیا۔ دوسرا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا حکم 1 مجریہ 1977ء ہے جو قوانین کے تسلسل کا حکم مجریہ 1977ء بھی کہلاتا ہے۔

اگر چہ اس حکم کی دفعہ 2 (i) میں منجملہ دیگر باتوں کے' یہ کہا گیا تھا کہ پاکستان پر جہاں تک ممکن ہوگا' دستور کے مطابق حکومت کی جائے گی لیکن اسی دفعہ کی شق (iii) نے تمام بنیادی حقوق کو معطل کر دیا۔ تیسری دستاویز عبوری دستور کا حکم مجریہ 1981ء ہے جو 24 مارچ 1981ء سے نافذ العمل ہوا۔ اس حکم کی دفعہ 2 میں 1973ء کے دستور کے متعدد احکام کو اپنا لیا گیا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اختیار کردہ احکام میں آرٹیکل 20 (مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کا حق) سمیت کوئی بنیادی حق شامل نہیں ہے۔ اپیل کنندگان کا تمام تر انحصار آرٹیکل 20 پر ہے' جو کہ دیگر تمام بنیادی حقوق کی طرح سر دست قابل نفاذ نہیں ہے۔ لہذا یہ اپیل گزاروں کے اس دعویٰ کے بارے میں خاموش ہے کہ محولہ بالا آرٹیکل آرڈیننس پر حاوی ہے اور صدر کے اختیار کا حصہ ہے۔ پس ہم اپیل کنندگان کے اس موقف کو مسترد کرتے ہیں کہ موجودہ آئینی پوزیشن کے تحت بھی آرڈیننس جاری کرتے وقت صدر پر ان پابندیوں کا اطلاق ہوتا ہے جو بنیادی حقوق میں مذکور ہیں۔''

28-2-1989 کو اپیل کی اجازت دے دی گئی جس کے نتیجہ میں دیوانی اپیل نمبر 149 لغایت 1989ء دائر کی گئی۔

-4 نذیر احمد تونسوی نے جو کہ (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ......مترجم) ایک سرگرم مبلغ ہے۔ 17 مارچ 1985ء کو 6 بج کر 20 منٹ پر کوئٹہ کے سٹی پولیس سٹیشن میں رپورٹ درج کرائی کہ کسی کے اطلاع دینے پر وہ بازار میں پہنچا تو اس نے محمد حیات کو' جو کہ فوجداری اپیل نمبر 35 کے لغایت 1988ء میں اپیل کنندہ ہے اور عقیدہ کے لحاظ سے قادیانی ہے' کلمہ طیبہ کا بیج لگائے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے دیکھا۔ اس کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا اور ملزم قرار دیتے ہوئے تا برخاست عدالت قید کی سزا اور تین ہزار روپے جرمانہ کیا گیا۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں اسے تین ماہ قید سادہ کی سزا بھگتنا تھی۔ اس حکم کے خلاف اپیل اور نظر ثانی کی درخواست بھی خارج کر دی گئی۔ تاہم 12-9-1988 کو

سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی تا کہ درج ذیل تنقیحات کا جائزہ لیا جاسکے۔

''(1) آیا کسی احمدی کا کلمہ طیبہ پر مشتمل بیج لگانا خود کو مسلمان ''ظاہر کرنے'' کے مترادف ہے اور اسے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298 سی کے تحت قابل گرفت قرار دیا جاسکتا ہے؟

(2) آیا درخواست گزاروں پر لگایا گیا الزام قانون کے مطابق ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا اثر کیا ہوگا؟

(3) آیا مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی بنیادی حق 19، 20 اور 25 سے متصادم ہے؟''

5- نذیر احمد تونسوی نے ایسی ہی دو اور رپورٹیں مورخہ 27 مارچ 1985ء کو درج کرائیں۔ ایف آئی آر نمبر 49/85 میں ظہیر الدین کے خلاف (جو کہ فوجداری اپیل نمبر 31 کے لغایت 1988ء میں مدعی ہے) جو شکایت کی گئی' اس میں کہا گیا ہے کہ ظہیر الدین کے ساتھ ایک بجے بعد دوپہر بازار میں مڈھ بھیڑ ہوئی تو وہ کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے خود کو مسلمان ظاہر کر رہا تھا۔ اس کے خلاف زیر دفعہ 298-سی (تعزیرات پاکستان) کارروائی کی گئی' اور ایک سال قید بامشقت نیز ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں اسے ایک مہینے کی قید بامشقت بھگتنا پڑتی۔ سزایابی اور قید کے خلاف اس کی اپیل نیز نظر ثانی کی درخواست خارج کر دی گئی۔ دوسری ایف آئی آر نمبر 50/85 ایسے ہی حقائق پر مبنی عبدالرحمٰن نامی شخص کے خلاف درج کرائی گئی جو کہ فوجداری اپیل نمبر 34 کے لغایت 1988ء میں درخواست گزار ہے۔ وہ نذیر احمد تونسوی کو 3 بج کر 30 منٹ پر بازار میں ملا تھا۔ اسے بھی قصور وار قرار دے کر ایک سال قید بامشقت' ایک ہزار روپیہ عدم ادائیگی کی صورت میں ایک ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ اس کی اپیل اور نظر ثانی کی درخواست بھی مسترد کر دی گئی۔ ان دونوں مقدموں میں سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے

دی گئی جیسا کہ فوجداری اپیل نمبر 35 کے 1988ء میں کیا گیا تھا۔

6- مورخہ 11-4-1985 کو ایک دکاندار حاجی باز محمد نے رپورٹ درج کرائی (ایف آئی آر نمبر 59/85 سٹی پولیس سٹیشن کوئٹہ) جس میں شکایت کی گئی تھی کہ اس کی دکان پر کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے ایک گاہک آیا۔ جس نے اپنا نام مجید بتایا (جو فوجداری اپیل نمبر 33 کے 88ء میں مدعی ہے) اور قادیانی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے خلاف زیر دفعہ 298 سی تعزیرات پاکستان مقدمہ چلایا گیا اور ایک سال قید با مشقت کے ساتھ ایک ہزار روپیہ جرمانہ (عدم ادائیگی کی صورت میں ایک مہینہ قید بامشقت) کی سزا دی گئی۔ اس کی اپیل اور نظر ثانی کی درخواست ناکام ہوگئی۔ سپریم کورٹ نے اسے اپیل کی اجازت دی، جس پر فوجداری اپیل نمبر 35 کے لغایت 88ء دائر کی گئی۔

7- مورخہ 8-5-1985 کو ایک اور دکاندار محمد عظیم نے سٹی پولیس سٹیشن کوئٹہ میں رپورٹ درج کرائی (ابتدائی رپورٹ نمبر 74/85) اس میں شکایت کی گئی تھی کہ رفیع احمد (فوجداری اپیل نمبر 32 کے 88ء میں اپیل گزار) کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر اس کی دکان پر آیا حالانکہ وہ قادیانی تھا۔ اسے زیر دفعہ 298 سی تعزیرات پاکستان ایک برس کی قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ (عدم ادائیگی کی صورت میں ایک مہینے کی قید) کی سزا دی گئی۔ اپیل اور نظر ثانی کی درخواست نامنظور ہونے پر اس نے سپریم کورٹ میں فوجداری اپیل نمبر 35 کے 88 دائر کی۔

8- 12 اپریل 1989ء کو ایک آئینی درخواست (نمبر 2089/1989) دائر کی گئی، جس میں حکومت پنجاب کے صادر کردہ مورخہ 20-3-1989 کے فیصلہ اور اس پر عملدرآمد کے لیے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے حکم 21-3-1989 نیز ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ کے حکم مجریہ 25-3-1989 کو جس کی رُو سے تا حکم ثانی اس میں توسیع کی گئی تھی، چیلنج کیا گیا تھا۔ ان فیصلوں اور احکام کے نتیجہ میں ضلع جھنگ کے قادیانیوں کو درجِ ذیل سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے منع کیا گیا تھا۔

"(i) عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں

(ii)　آرائشی دروازوں کی تعمیر و تنصیب

(iii)　جلوس اور جلسوں کا انعقاد

(iv)　لاؤڈ سپیکر یا میگا فون کا استعمال

(v)　نعرہ بازی

(vi)　بیجوں، جھنڈیوں اور بینروں وغیرہ کی نمائش

(vii)　پمفلٹوں کی تقسیم، دیواروں پر پوسٹر چسپاں کرنا اور اشتہارات لکھنا

(viii)　مٹھائیاں تقسیم کرنا اور کھانا کھلانا وغیرہ

(ix)　کوئی دیگر سرگرمی جو براہِ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل یا مجروح کرنے کا موجب بنے۔''

ہائیکورٹ نے ایک جامع فیصلہ کے ذریعے اس پٹیشن کو خارج کر دیا۔ بعد ازاں سپریم کورٹ میں دیوانی اپیل نمبر 412/1992 دائر کی گئی۔

-9　پانچوں فوجداری اپیلوں (نمبر 31 کے تا 35 کے لغایت 1988ء) میں اپیل گزاران کے فاضل وکیل فخر الدین جی ابراہیم، سینئر ایڈووکیٹ نے 1984ء کے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس نمبر 20 کی آئینی حیثیت کو زیادہ نشانۂ تنقید بنایا ہے۔ ان کے نزدیک یہ آرڈیننس غیر معقول حد تک نا منصفانہ، قابل نفرت انداز میں مبہم و بے معنیٰ، انصاف کی راہ سے بھٹکا ہوا، امتیاز برتنے والا، متعصب ذہن کی پیداوار، بدنیتی پر مبنی اور سراسر غیر آئینی ہے، جس سے دستور کے آرٹیکل 19 ، 20 اور 25 کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ فاضل وکیل کے مطابق دستور میں دوسری ترمیم کی رو سے قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ آرٹیکل 260 کی شق (3) کے تحت قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلموں سے ممیّز کرتے ہوئے ان کے مذہبی معمولات، تقاریر اور عقائد پر امتناعی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ 1992ء تک اس خاص اقلیت کے خلاف (امتناع قادیانیت آرڈیننس کی خلاف ورزی پر) 1790 فوجداری مقدمات قائم ہوئے۔ 84 مقدمات پنج وقتہ نماز کی ادائیگی کے سلسلہ میں، 691 مقدمات کلمہ طیبہ کے استعمال پر۔

36 مقدمات اذان دینے کی بابت' 251 مقدمات قادیانیت کی تبلیغ کے بارے میں' 676 مقدمات خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے خلاف اور 52 مقدمات عربی جملے السلام علیکم' نصر من اللہ اور میلاد النبی وغیرہ کے استعمال کے حوالہ سے درج ہو چکے ہیں جو کہ ان کے اظہارِ خیال کی آزادی اور مذہب کی پیروی نیز اس پر عمل کرنے کے حق پر سنگین حملہ کے مترادف ہیں۔ اس سے ان کے ساتھ روا رکھا گیا امتیازی سلوک ظاہر ہوتا ہے۔ وہ معمولات جن کی ادائیگی پر ان کے خلاف مقدمے درج کیے گئے ہیں' از رُوئے آئین اقلیت کے مذہبی معمولات قرار دیئے جا چکے ہیں۔ جیسا کہ عبدالرحمٰن مبشر' 3 دیگران بنام سید امیر علی شاہ بخاری و 4 دیگران (پی ایل ڈی 1978 لاہور 113)' مجیب الرحمٰن 3 دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان' (پی ایل ڈی 1985' ایف ایس سی 8) (دیکھئے صفحہ 89' 93)۔ مزید برآں نفاذِ شریعت ایکٹ 1991ء بھی غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کا حق دیتا ہے۔ انہوں نے ہماری توجہ دستور کے آرٹیکل 233 کی طرف مبذول کراتے ہوئے زور دے کر یہ بات کہی کہ آرٹیکل 20 دستور کی ان دفعات میں سے ہے' جنہیں ہنگامی حالت کے دوران بھی معطل نہیں کیا جا سکتا۔ اس سوال پر کہ مذہب سے کیا مراد ہے؟ فاضل وکیل نے درج ذیل مقدمات کا حوالہ دیا:

1- **The Commissioner, Hindu Religious Endowments Madras vs. Sri Lakshmindra Thirtha Swamiar of Sri Shirur Mutt. (AIR 1954 S.C. 282)**

2- **Ratilal Panachad Gandhi and others vs. State of Bombay and Others (AIR. 1954 S.C. 388)**

3- **Ramanasramam by its Secretary G. Sambasiva Rao and others vs. The Commissioner for Hindu Religious and Charitiable Endowments Madras. (AIR. 1961 Madras. 265)**

انہوں نے شریف الدین پیرزادہ کی تصنیف **Fundamental Rights & Consitutional Remedies in Pakistan." (Page 319)** کا

بھی حوالہ دیا جس کا تعلق دستور کے سابقہ آرٹیکل 10 (مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کے حق) سے ہے۔ نیز آرٹیکل 20 کے بارے میں جسٹس تنزیل الرحمٰن کے موقف کا بھی ذکر کیا جو'' Constitution and the Freedom of Religion '' کے زیر عنوان'' پی ایل ڈی 1989ء جرنل 17 میں شائع ہو چکا ہے۔ انہوں نے ہماری توجہ اے کے بروہی کی کتاب

''Fundamental Law of Pakistan'' . (P.317)

اور جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ کے مضمون

''Quaid-e-Azam`s Contribution to the Cause of Human Rights (PLD. 1977, Journal 13, Paras 617)

کی طرف بھی مبذول کرائی' جن میں دستور کے آرٹیکل 20 کے دائرہ میں آنے والے بنیادی حقوق سے بحث کی گئی ہے۔

فاضل وکیل نے ان محدود معانی کی وضاحت بھی کی جو آرٹیکل 20 میں استعمال کی گئی ترکیب''Subject to Law'' (قانون کے تابع رہتے ہوئے) کو سپریم کورٹ نے درج ذیل مقدمات میں پہنائے ہیں۔

1- جیبندرا کشور اچاریہ چودھری و 58 دیگران بنام صوبہ مشرقی پاکستان اور سیکرٹری محکمہ فنانس و ریونیو' حکومت مشرقی پاکستان (پی ایل ڈی 1957 ایس سی 9' ص 41)

2- میسرز ایسٹ اینڈ ویسٹ سٹیم شپ کمپنی بنام پاکستان (پی ایل ڈی 1958 ایس سی 41)

3- سرفراز حسین بخاری بنام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ قصور و دیگران (پی ایل ڈی 1983 ایس سی 172)

قانونی ابہام اور مخصوص معانی جو ترکیب ''خود کو مسلمان ظاہر کرنا'' کو پہنائے جا سکتے ہیں' کے سوال پر فاضل وکیل نے کرافورڈ کی تالیف

"Statutory Construction-Interpretation of Statutes" (P.339)
نیز حاجی غلام ضامن و دیگر بنام اے بی خوند کر و دیگران (پی ایل ڈی 1965 ڈھاکہ 156 ص180) کے اے عباس بنام یونین آف انڈیا و دیگر (اے آئی آر 1971 ایس سی 481 ص497) اور سٹیٹ آف مدھیہ پردیش و دیگر بنام بلدیو پرشاد (اے آئی آر 1961 ایس سی 293) کا حوالہ بھی دیا۔

آخر میں فاضل وکیل نے اس رائے کا حوالہ دیا جو اس قانون کے بارے میں بین الاقوامی برادری نے رپورٹوں کی صورت میں قائم کی ہے اور ماہرین قانون کی بین الاقوامی کمیٹی نے ایسی رپورٹیں 1987ء میں جبکہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 1991ء میں پیش کی تھیں۔

10- فوجداری اپیلوں میں اپیل کنندگان کے فاضل وکیل مجیب الرحمٰن نے 1984ء کے زیر بحث آرڈیننس کی دفعات کی تعبیر وتشریح اس غرض سے کی ہے کہ ان فوجداری مقدمات کو جو کلمہ طیبہ کے بیج پہننے پر درج کیے گئے تھے' اس آرڈیننس کے دائرہ اثر سے خارج کیا جائے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ یہ قانون لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ کے پس منظر میں نافذ کیا گیا جو اس نے عبدالرحمٰن مبشر کے مقدمہ (پی ایل ڈی 1978 لاہور 113) میں سنایا تھا۔ کلمہ طیبہ پڑھنے یا اس غرض سے کلمہ طیبہ والا بیج لگانے کو قادیانیوں کے جائز معمولات میں سے ایک سمجھا گیا اور اسے زیر بحث قانون میں واضح طور پر خارج نہیں کیا گیا۔ انہوں ے اس اصول کا سہارا لیا کہ بعض فوجداری قوانین میں بعض معمولات کو جرم قرار دینے کی غرض سے ان کا صریح ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیگر تمام معمولات اس سے خارج ہیں' جن کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔ اس اصول کی تائید میں انہوں نے "Maxwell on the Interpretation of Statutes" by P.St. J.Langan (بارھواں ایڈیشن صفحہ 293) کرافورڈز کی کتاب "Statutory Construction" (صفحہ 334) کا حوالہ دیا۔ دوسرا اصول جس پر انہوں نے انحصار کیا' یہ ہے کہ یہ

آرڈیننس ایک تعزیری قانون ہے اس لیے اس کی تعبیر احتیاط سے کرنی چاہیے اور اسے دیگر قوانین پر سبقت نہیں دینی چاہیے۔ اس غرض کے لیے انہوں نے رحمت اسلم بنام دی کراؤن (پی ایل ڈی 1952 لاہور 578) مظہر علی خان' پرنٹر و پبلشر روزنامہ ''امروز'' بنام گورنر پنجاب (پی ایل ڈی 1954 لاہور 14) خضر حیات و 5 دیگران بنام کمشنر سرگودھا ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر سرگودھا (پی ایل ڈی 1965 لاہور 349) قاسو و 2 دیگران بنام سرکار (پی ایل ڈی 1969 لاہور 48) میسرز ہر جینا اینڈ کمپنی (پاکستان) لمیٹڈ' کراچی بنام کمشنر سیلز ٹیکس سنٹری' کراچی (1971 ایس سی ایم آر 128) اور محمد علی بنام سٹیٹ بنک آف پاکستان' کراچی و دیگر (1973 ایس سی ایم آر 140) پر انحصار کیا۔

فاضل وکیل مجیب الرحمٰن نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ لفظ "Oath" (حلف) کو اس کے سیاق وسباق میں لینا چاہیے اور یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کسی لفظ کے معنی اس کے ساتھ آنے والے الفاظ کی مدد سے معلوم کیے جاتے ہیں۔ اس وسعت کو کوئی ایسی چیز شامل کر کے جس کا ذکر اس میں موجود نہ ہو' پھیلایا نہیں جا سکتا۔ انہوں نے اس کی تشریح کی اور Ejusdem Generis کے اصول (جس سے مراد یہ ہے کہ قوانین کی تشریح کرتے وقت جہاں افراد یا اشیاء کی گنتی میں عام الفاظ آتے ہوں تو خصوصی الفاظ کے ذریعے ان عام الفاظ کا وسیع تر مفہوم مراد نہ لیا جائے) کا اطلاق کر کے قانون کے دائرہ عمل کو اس چیز تک محدود کر دیا ہے جس کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لفظ "Or" کے بعد جو کچھ مذکور ہے' وہ گنتی کرنے والا' وضاحت کرنے والا' صراحت کنندہ اور جامع ہے۔ ان کے استدلال کی رو سے اس واجباتی پوزیشن کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ وہ قادیانی تھے اور کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوئے تھے' کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے۔

11- دیوانی اپیل نمبر 412/1992 میں اپیل کنندگان کی پیروی کرتے ہوئے عزیز احمد باجوہ ایڈووکیٹ نے اپنے کیس کی تائید میں دلائل کو عبوری آئین کے حکم مجریہ

1981ء کی دفعات تک محدود رکھا تا کہ مس بے نظیر بھٹو بنام وفاق پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1988 ایس سی 416) کے حوالہ سے یہ ثابت کر سکیں کہ 1984 کے آرڈیننس کے اثرات کو چیلنج کرنے کے لیے بنیادی حقوق کا سہارا نہیں لیا جا سکتا کیونکہ یہ دستور کے آرٹیکل 20 کے خلاف نہیں ہوئے' جسے عارضی طور پر معطل کر دیا گیا تھا۔ سپریم کورٹ نے مس عاصمہ جیلانی بنام حکومت پنجاب و دیگر (پی ایل ڈی 1972 ایس سی 139) میں چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا محدود حق تسلیم کرتے ہوئے اسے ایسا قانون بنانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس کے علاوہ یہ دستور کے آرٹیکل 227 کی کلاز (3) کے تحت قادیانیوں کے احوالِ شخصیہ کے خلاف ہے۔ فاضل وکیل کے مطابق متنازعہ آرڈیننس عداوت و کینہ پر مبنی ہونے کے باعث پاکستان معرفت سیکرٹری کیبنٹ ڈویژن' اسلام آباد و دیگران بنام نواب زادہ محمد عمر خاں (مرحوم) جن کی نمائندگی خواجہ محمد خاں آف ہوتی و دیگر نے کی (1992 ایس سی ایم آر صفحہ 2450) میں عدالت ہذا کے صادر کردہ فیصلہ کے پیش نظر بھی درست قانون نہیں ہے۔

12- وفاقی حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے سید ریاض الحسن گیلانی نے ایک ابتدائی اعتراض کیا' جس کی بنیاد فیڈرل شریعت کورٹ اور عدالت ہذا کے شریعت اپیلٹ بنچ کے صادر کردہ فیصلوں یعنی مجیب الرحمٰن و 3 دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) اور کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد و 4 دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان (پی ایل ڈی 1988 ایس سی 167) پر تھی۔ ان کے نزدیک متنازعہ آرڈیننس کو اس بناء پر براہ راست وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا گیا تھا کہ یہ اسلامی احکام سے متصادم اور بنیادی حقوق کے منافی ہے۔ شرعی عدالت نے اس موقف کو رد کر دیا البتہ سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ نے اپیل کو واپس لینے کی اجازت دیتے ہوئے قرار دیا کہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رہے گا۔ سپریم کورٹ نے مسماۃ عزیز بیگم و دیگران بنام وفاق پاکستان و دیگران (پی ایل ڈی 1990 ایس سی 899) نامی مقدمہ میں جو فیصلہ سنایا' اس کے پیش نظر شریعت اپیلٹ بنچ کا فیصلہ برقرار

ہے اور سپریم کورٹ اس کا از سر نو جائزہ یا اس پر نظر ثانی نہیں کر سکتی۔ اپیل کنندگان کے لیے واحد راستہ یہ رہ گیا تھا کہ شریعت بنچ جس سوال کا فیصلہ کر چکا تھا، اسے از سر نو اٹھانے کے بجائے اس پر نظر ثانی کی درخواست کرے۔

وفاقی حکومت کے فاضل وکیل نے ہماری توجہ سید عبدالواحد کی ایڈٹ کردہ کتاب "Thoughts and Reflections of Iqbal" کی طرف مبذول کرائی تاکہ یہ حقیقت اُجاگر کر سکیں کہ توحید اور ختم نبوت اسلام کے دو بنیادی عقیدے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار اس بات کو جائز ٹھہراتا ہے کہ نفی کرنے والے کو اسلامی برادری سے خارج کر دیا جائے۔ اس چیز نے دستور کے آرٹیکل 260 کی کلاز (3) میں اتفاق رائے سے ہونے والی ترمیم کو جواز فراہم کر دیا۔ اسی اصول پر 1984ء کے متنازعہ آرڈیننس کے ذریعے حفاظتی اقدامات آئینی ترمیم کا قانونی نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ ترمیم باقی ہے تو اس کے نتیجہ میں کیے جانے والے جملہ اقدامات بھی بشمول زیر بحث آرڈیننس کی دفعات قائم و برقرار رہیں گے۔

بحث جاری رکھتے ہوئے فاضل وکیل نے کہا کہ دستور کے آرٹیکل 20 میں استعمال کردہ ترکیب ''قانون کے تابع رہتے ہوئے'' کا اطلاق اسلامی احکام پر لازماً ہوتا ہے۔ اس آرٹیکل میں درج بنیادی حقوق کی نگرانی اور ان کا احاطہ اسلامی احکام سے کیا جائے گا۔ مذہب کے ان پہلوؤں کی بابت احکام کا دستور کے آرٹیکل 260 (3) میں صراحتاً ذکر کیا گیا ہے اور انہیں مذکورہ آرٹیکل میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اپیل کنندگان (قادیانی) جس حق کا مطالبہ کر رہے ہیں، اسے اعلانیہ استعمال کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ ایسا کرنا اسلامی عقیدہ کے لیے ضرر رساں اور تباہ کن ہوتا۔ مزید برآں آرٹیکل 20 میں جس چیز کی ضمانت دی گئی، وہ آدمی کے اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر ہے، کسی دوسرے کے مذہب کی تباہی اور اتلاف کی اجازت نہیں۔ اپیل کنندگان اپنے معمولات کے ذریعے، جن پر وہ اب بھی عمل پیرا ہیں اور ایسا کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں، پاکستان میں بسنے والے دوسروں لوگوں کے مذہب کو خراب کر رہے ہیں اور اسے

نقصان پہنچا رہے ہیں' حقیقتاً یہ لوگ اپنے مذہب کی پیروی نہیں کرتے۔ فاضل وکیل کے نزدیک آرٹیکل 31 کے تحت حکومت کا فرض ہے کہ دیگر تمام نظریات کے مقابلہ میں اسلامی نظریہ کے تحفظ اور استحکام کا اہتمام کرے۔

انہوں نے مزید دلیل پیش کی کہ مذہب کے معاملہ میں نظریات کے ٹکراؤ کو روکنے کے لیے ریاستی قوت کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور ریاست ایسے لوگوں کو باز رکھنے کے لیے طاقت سے کام لے سکتی ہے جو اس معاملہ میں ناجائز مداخلت کریں۔ ان معمولات کے بعض حصوں پر' جن سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہونے کا خدشہ ہو' پابندی لگا سکتی ہے۔

وفاقی حکومت کے فاضل وکیل نے آخر میں واضح کیا کہ متنازعہ آرڈیننس سے جو کچھ منشاء ہے' وہ اسلامی احکام کے عین مطابق ہے۔ یہ آرڈیننس رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے متعلق عقیدہ کا اثبات کرتا اور اسے تقویت پہنچاتا ہے۔ یہ نمازوں اور مسجدوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ الحاد یا مذہب سے انحراف کی روک تھام کرتا ہے' اور ان لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح ہونے سے بچاتا ہے جو اکثریت میں ہیں۔ یہ سب ایسے قابل تحسین مقاصد ہیں جو اسلامی احکام کی رو سے مسلم ہیں اور اسلامی ریاست کے آئینی احکام میں انہیں جائز ٹھہرایا گیا ہے۔ اس پس منظر میں آئینی لحاظ سے نیز امن عامہ اور اخلاقی نقطۂ نظر سے متنازعہ آرڈیننس کے احکام اپیل کنندگان کے حقوق کے خلاف نہیں ہیں۔ انہوں نے مذکورہ آرڈیننس کے نمایاں خدوخال اور آرٹیکل 20 پر بھی روشنی ڈالی تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ افراد کی طرف سے مذہبی رسوم کی تعمیل اور مذہبی اداروں کا تحفظ دونوں آرٹیکل 20 کے دائرہ اثر میں آتے ہیں۔ متنازعہ آرڈیننس نے اس تحفظ کو بعض تصریحات' بیانات اور ترتیب وار شمار کر کے واضح کر دیا ہے۔ اس کی صراحت کی ہے اور اسے یقینی بنایا ہے۔

13- تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی کرتے ہوئے اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے دلیل پیش کی کہ دستور کے آرٹیکل 260 (3) کی رُو سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے

اور ان کی طرف سے خود کو مسلمان ظاہر کرنے کی ہر کوشش آئین کے خلاف ہے۔ اور یہی وہ عملی فریب کاری یا تلبیس ہے، جس کا تدارک کرنے کی غرض سے 1984ء کا مذکورہ بالا آرڈیننس نافذ کیا گیا۔ آرٹیکل 20 مذہب کی پیروی کا مطلق اور لا محدود حق نہیں دیتا، بلکہ حق کا یہ استعمال دوسرے احکام اور اخلاقِ عامہ کے تقاضوں کے تابع ہونا چاہیے۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو متنازعہ آرڈیننس اس چیز کو آگے بڑھاتا ہے جس کا اہتمام دستور کے آرٹیکل 260 کی شق (3) میں کیا گیا ہے اور اکثریت نیز اعلان کردہ اقلیت دونوں کے مذہب کو تسلیم اور ان کا تحفظ کرتا ہے۔ اس سیاق وسباق میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 144 کے تحت کی گئی کارروائی درست اور قانون کے مطابق تھی۔ علاوہ ازیں زیر دفعہ 144 تعزیراتِ پاکستان جاری کردہ حکم، ایک ہفتہ سے بھی کم عرصہ کی مدت کے لیے تھا اور اس پر انحصار کر کے کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

14- زیر غور آئینی درخواستوں کو ترتیب زمانی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واضح تاثر ملتا ہے کہ بجز درخواست نمبر 2089/1989 (ہمارے زیر غور موجود دیوانی اپیل 412/1992) دیگر تمام مقدمات میں جن کا تعلق 1984ء اور اوائل 1985ء میں رونما ہونے والے واقعات سے ہے، اس وقت کسی کارروائی کو چیلنج کرنے کے لیے بنیادی حقوق کا سہارا نہیں لیا جا سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے مقدمہ (دیوانی اپیل نمبر 149/1989 میں متنازعہ آرڈیننس کو چیلنج کرنے کے لیے عبوری دستور کے حکم مجریہ 1981ء کا سہارا لیا گیا۔ بہر حال فوجداری مقدمات میں سزائیں جولائی 1986ء میں دی جا چکی تھیں، اس وقت بنیادی حقوق پورے طور پر نافذ ہو چکے تھے اور اس امر کے باوجود کہ واقعات کا تعلق ایسے دور سے تھا، جب بنیادی حقوق نافذ نہیں تھے، ان سے مدد لی جا سکتی تھی۔ بہر صورت ان معاملات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور انہیں ان احکام کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے جو بحال شدہ دستور میں شامل ہیں، نیز ان بنیادی حقوق سے مدد لینی چاہیے جو آئین میں درج ہیں۔

15- جہاں تک دیوانی اپیل نمبر 412/1992 کا تعلق ہے (جو آئینی درخواست

نمبر 2089/1989 کے نتیجہ میں دائر کی گئی) یہ بڑی حد تک ایک عبوری معاملہ یعنی مورخہ 21-3-1989 کو زیر دفعہ 144 تعزیراتِ پاکستان صادر کردہ حکم کے بارے میں ہے جسے مورخہ 25-3-1989 تک موثر رہنا تھا۔ اس کے علاوہ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے حکم مجریہ 25-3-1989 کو چیلنج کیا گیا ہے جس کے تحت اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ کی ہدایت پر 21-3-1989 کے حکم میں تاحکم ثانی توسیع کی گئی تھی۔ ان دونوں احکام اور انہیں چیلنج کرنے کا ذکر مرزا خورشید احمد و دیگر بنام حکومت پنجاب و دیگر (پی ایل ڈی 1992 لاہور 1) میں موجود ہے۔ مورخہ 21-3-1989 کو جاری کیے گئے حکم کو زیر غور لانے کے بعد اس کے جواز کو بحال رکھا گیا۔ جہاں تک ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے حکم کا تعلق ہے' اسے اس توجہ کا مستحق نہیں گردانا گیا' جو از روئے قانون اس پر دی جانی چاہیے تھی۔ اسسٹنٹ کمشنر' ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ' ریذیڈنٹ مجسٹریٹ یا ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کو زیر دفعہ 144 تعزیراتِ پاکستان صادر شدہ حکم میں تاحکم ثانی توسیع کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ حکم کا وہ حصہ جسے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے اسسٹنٹ کمشنر کے ایک حکم کا حوالہ دے کر قلمبند کیا تھا' اس لائق تھا کہ اسے قانونی اختیار کے بغیر اور از روئے قانون غیر موثر قرار دے دیا جاتا۔ سماعت کے دوران پیش ہونے والے وکلا میں سے کسی ایک حتیٰ کہ ایڈووکیٹ جنرل نے بھی اس حکم کا دفاع نہیں کیا' اس لیے زیر نظر اپیل (دیوانی اپیل 412/92) اس حد تک منظور کی جاتی ہے اور اخراجات کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا جا رہا۔

-16 اب ان آئینی دفعات کو لیتے ہیں جو زیر غور موضوع سے متعلقہ ہیں۔ دستور کے آرٹیکل 260 کی شق (3) خاص اہمیت کی حامل ہے' وہ پوری کی پوری ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

''260۔ تعریفات'':

(1) ....

(2) ....

(3) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین نیز دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو'

(الف) ''مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اللہ تعالیٰ قادر مطلق کی توحید اور وحدت نیز رسولِ اکرم ﷺ کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو' اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کی حیثیت میں کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو' جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو نبی ہونے کا مدعی ہو' اور

(ب) ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو' اور اس میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص' قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی فرد' جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتا ہو یا کوئی بہائی اور شیڈولڈ ذاتوں میں سے کسی ذات سے تعلق رکھنے والا شخص شامل ہے۔''

آرٹیکل 20 بھی جو کہ بنیادی حقوق کا ایک جزو اور خصوصی توجہ کا مستحق ہے' ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

''20۔ مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی'':

قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع رہتے ہوئے۔

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے' برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔''

آرٹیکل 19 اور 25' جن کا حوالہ آرٹیکل 20 میں شامل بنیادی حق کے مفہوم اور اثر کو تقویت پہنچانے کے لیے دیا گیا ہے۔ اظہارِ خیال کی آزادی وغیرہ (آرٹیکل 19) اور قانون کی نظر میں شہریوں کی مساوات (آرٹیکل 25) سے تعلق رکھتے ہیں۔

-17 دستور کے آرٹیکل 2-اے کی بنیاد پر جسے دستور کا مستقل جزو بنا دیا گیا ہے' یہ

دلیل دی گئی کہ دستور کی دیگر تمام دفعات کو اس طرح پڑھنا' ان کی تعبیر و توضیح کرنا اور اطلاق کرنا چاہیے۔ گویا وہ ضمنی طور پر اسلامی احکام کے تابع ہیں اور اسلامی احکام انہیں کنٹرول کرتے ہیں' حتیٰ کہ بنیادی حقوق کی بھی' جن کا ان اپیلوں میں سہارا لیا گیا ہے اور دوسرے جو زیر بحث نہیں ہیں' تعبیر و توضیح اس طرح کرنی چاہیئے' جیسے وہ اسلامی احکام کے تابع ہیں۔ مزید یہ دلیل دی گئی کہ مجیب الرحمٰن و 3 دیگر بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ میں وفاقی شرعی عدالت قرار دے چکی ہے کہ اسلامی احکام ان معمولات کی واضح طور پر ممانعت کرتے ہیں' جنہیں مبینہ طور پر اپیل گزاران مذہبی رسم یا معمول کے طور پر مناتے ہیں یا ادا کرتے ہیں۔ اس دلیل سے دعویداروں کے بقول یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ متنازعہ فیہ قانون نہ تو کسی آئینی حکم کے منافی ہے نہ ہی ان بنیادی حقوق کے خلاف ہے' جن پر ان مقدمات میں انحصار کیا گیا ہے۔

18- آرٹیکل 2۔اے کے نفاذ پر اور آئین کا مستقل جزو قرار دینے کا جو نتیجہ نکلا' اس پر حاکم خاں و تین دیگران بنام حکومت پاکستان معرفت سیکرٹری داخلہ و دیگران (پی ایل ڈی 1992 ایس سی 595) نامی مقدمہ میں بڑی تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ دستور کی دیگر دفعات پر اس کے اثر اور کنٹرول و نگرانی کرنے والی دفعہ کے طور پر اس کی حیثیت کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر نسیم حسن شاہ (اس وقت چیف جسٹس) نے کہا تھا:

''تعبیر کے اس اصول نے بظاہر ہائیکورٹ کے فیصلہ میں پائے جانے والے اس نقطۂ نظر کو قطعاً متاثر نہیں کیا کہ آرٹیکل 2۔اے دستور سے بالاتر ہے۔ اگر آرٹیکل اس صحیح مقام و مرتبہ کا حامل ہوتا تو اوپر نقل کردہ شق تقاضا کرتی کہ ایک بالکل نیا دستور مرتب کیا جائے اور اگر آرٹیکل 2۔اے کا واقعی یہ مفہوم ہوتا کہ آئین میں شامل ہونے کے بعد وہ دستور کی دیگر دفعات کے تابع ہو جائے گی تو موجودہ دستور کے اکثر آرٹیکل اس بناء پر قابل چیلنج ٹھہرتے کہ وہ قرارداد مقاصد کے مندرجات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ...... پس 1973ء کے دستور کو زیادہ کارآمد بنانے کے بجائے

آرٹیکل 2۔اے کی ایسی تعبیر کرنا کہ دستور کی جملہ دفعات کے تابع ہے' اس کی جڑ کاٹنے کے مترادف ہے جو انجام کار اس کی تباہی کی راہ ہموار کرے گی یا کم از کم اسے موجودہ شکل میں برقرار رکھنے کا سبب بنے گی۔ میری ناچیز رائے کے مطابق قرار داد مقاصد کا کردار آرٹیکل 2۔اے کو آئین کا مستقل حصہ بنانے کے باوجود بنیادی طور پر اس کردار میں نہیں ڈھالا گیا جو ابتداء میں اس کے لیے رکھا گیا تھا یعنی یہ کہ اسے وہ دستور وضع کرنے والوں کے لیے مشعل راہ کا کام دے گی اور دستور کی ایسی دفعات وضع کرنے میں اُن کی راہنمائی کرے گی جو دستور میں درج تصورات اور مقاصد کی مظہر ہوں۔ بدلے ہوئے سیاق وسباق میں اس سے عملاً یہی مفہوم نکلتا ہے کہ دستور کی متنازعہ دفعات میں اسی طریقہ سے ترمیم کر کے اس کی تصحیح کی جائے گی جیسا کہ خود دستور میں ترمیم کا طریق کار درج ہے۔''

جہاں تک جسٹس شفیع الرحمٰن کا تعلق ہے، انہوں نے اس بارے میں ذیل کی رائے ظاہر کی تھی:

''آرٹیکل 2۔ اے کے احکام کا ہرگز منشاء نہیں تھا کہ وہ کسی مرحلے پر نافذ بالذات (جسے نافذ کرنے کے لیے کسی قانون سازی کی ضرورت نہ ہو) ہوں گے یا انہیں مخالفت یا مخالف کے ٹیسٹ کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ یہ چیز عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر تھی کہ دستور کی کسی دوسری دفعہ کو کالعدم قرار دینے کے لیے آرٹیکل 2۔اے کا سہارا لے کر مخالفت وتضاد کے ٹیسٹ کا اطلاق کرتی۔''

19- ایک اور ابتدائی قانونی دلیل جو اپیل کنندگان نے دعویٰ کی مخالفت میں پیش کی' یہ تھی کہ بنیادی حق 20 قانون کے تابع رہتے ہوئے بجائے خود حاصل ہو جاتا ہے اور 1984ء کا آرڈیننس آرٹیکل 20 کی اغراض کے لیے قانون ہونے کی شرائط پوری کرتا ہے۔ اس لیے اس کی متنازعہ فیہ دفعات آرٹیکل 2۔ اے احکام کے ساتھ بظاہر بڑے اختلاف کے باوجود موثر ہیں۔ اس دلیل یا اسی طرح کی دلیل پر سپریم کورٹ نے بہت پہلے یعنی جنوری 1956ء میں جبند را کشور اچاریہ چودھری و58 دیگران بنام صوبہ مشرقی پاکستان اور سیکرٹری محکمہ فنانس و ریونیو' حکومت مشرقی پاکستان (پی ایل ڈی

1957 ایس سی 9' ص 41) نامی مقدمہ میں بڑی شرح و بسط سے غور کر کے ذیل کی رائے ظاہر کی تھی۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ایکٹ کے یہ انتہا پسندانہ احکام مذہبی اداروں کی جڑوں پر ضرب لگاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ احکام اپنا اثر رکھتے ہوئے اس بنیادی حق میں رکاوٹ بنتے ہیں' جس کی ضمانت دستور کے آرٹیکل 18 میں دی گئی ہے؟ ہائیکورٹ نے روہی کے اس جرات مندانہ اور دوٹوک اعلان کو درست قرار دیا کہ آرٹیکل 18 میں' جن حقوق کا حوالہ دیا گیا ہے' وہ ''قانون کے تابع'' ہیں' اس لیے انہیں بذریعہ قانون واپس لیا جا سکتا ہے۔ اسی دعویٰ کو ہمارے سامنے دہرایا گیا ہے لیکن اسے مسترد کرنے میں مجھے ذرہ بھی تامل نہیں۔ بنیادی حق کا تصور ہی یہ ہے کہ اس کی ضمانت دستور میں دی جاتی ہے' اس لیے اسے قانون کے ذریعے چھینا نہیں جا سکتا۔ اور یہ بات نا صرف ٹیکنیکل لحاظ سے اصولِ فن کے خلاف ہے بلکہ یہ کہنا دستور وضع کرنے والوں کی طرف سے شہریوں کے ساتھ روا رکھا گیا بہت بڑا فریب ہوگا کہ فلاں حق بنیادی تو ہے تاہم اسے قانون کے ذریعے واپس لیا جا سکتا ہے۔ میں قانون وضع کرنے والوں کے ساتھ ایسی کوئی نیت منسوب کرنے سے قاصر ہوں۔ مسلمانانِ پاکستان کی زندگیاں قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کی تگ و دو میں وہ ممکنہ طور پر مجلس قانون ساز کو یہ اختیار دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے کہ وہ مسلمانوں سے اپنے مذہب کی پیروی' اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کرنے نیز دینی اداروں کے قیام' دیکھ بھال اور انتظام و انصرام کا حق چھین لے' جبکہ انہوں نے ایک آزاد' معتدل اور جمہوری معاشرہ کے مثالی تصور کے تحت ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو' ایسے ہی حق سے محروم نہیں کیا۔ اگر بروہی کی دلیل ٹھوس اور مضبوط ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے اور انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آج پارلیمنٹ اس پوزیشن میں ہے کہ شہریوں کی طرف سے اسلام کی پیروی پر پابندی لگا دے کیونکہ آرٹیکل کے تحت مذہب کی پیروی' اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق اسی طرح قانون کے تابع ہے' جیسے مذہبی ادارے قائم کرنے' ان کی دیکھ بھال

اور انتظام کرنے کا حق۔ میں زیر بحث آرٹیکل سے ایسا ضابطہ پرستانہ، فنی اور تنگ و محدود مفہوم مراد لینے سے انکار کرتا ہوں کیونکہ میرے خیال میں کسی قانون کی تعبیر کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دستور کی تعبیر فراخدلی سے شہری کے حق میں کرنی چاہیے، خصوصاً ان احکام کے سلسلے میں جو ضمیر اور مذہب کی آزادی کے تحفظ سے تعلق رکھتے ہوں۔ استعمال کردہ زبان کی مطابقت میں دستوری ہدایت کی تعبیر، قانون کے مقابلہ میں اور بھی زیادہ وسیع اور فراخدلانہ کرنی چاہیے کیونکہ اول الذکر صورت میں جس اختیار پر بحث کی گئی ہو، فطری اور لامحدود ہے اور آخر الذکر صورت میں وہ محدود ہے اور آئینی حقوق کو محض مکارانہ زبانی تنقید کے بل پر اس دستاویز اور اصولوں کی بنیادی غرض و غایت کو پیش نظر رکھے بغیر، جس پر اس کی اساس ہو، سلب کرنے یا ان سے پہلوتہی کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اگر اس کی زبان صاف و سادہ نہ ہو یا اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہو تو فرض کر لینا چاہیے کہ وہ دفعہ انصاف و حرمت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق بنانے کی نیت تھی۔ چنانچہ مشکوک صورتوں میں اس خاص تعبیر کو ترجیح دینی چاہیے جو ان اصولوں کی خلاف ورزی نہ کرتی ہو۔ آئینی دستاویزات کی تعبیر و توضیح کے ان قواعد کی روشنی میں مجھے ایسا لگتا ہے کہ آرٹیکل 18 کا مفہوم و منشا یہ ہے کہ ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل پیرا ہونے اور اُس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے اور ہر مذہبی گروہ کے فرقہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور اس کی دیکھ بھال کرنے اور انتظام کرنے کا حق ہے البتہ قانون اس طریق کار کا تعین کرسکتا ہے کہ مذہب کی پیروی، اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کیسے کی جائے گی اور مذہبی ادارے کس طرح قائم کیے جائیں گے، ان کی دیکھ بھال کیسے کی جائے گی اور انتظام کیسے چلایا جائے گا۔ الفاظ ''مذہبی اداروں کا قیام قانون کے تابع ہوگا'' کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا نہ ہی ہے کہ ایسے اداروں کو قانون کی مدد سے یکسر ختم کیا جا سکتا ہے۔''

20- 1984ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس، جس کا جائزہ لیا جا رہا ہے، صدر نے 26 اپریل 1984ء کو نافذ کیا تھا۔ اس آرڈیننس کو وضع اور نافذ کرنے میں اس وقت

کے صدر کو بنیادی حقوق یا دوسری دفعات کے باعث کسی آئینی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کی اپنی مرضی سب سے بالا (سپریم) تھی۔ اس کارروائی میں پورے آرڈیننس کو چھان بین کا ہدف نہیں بنایا گیا۔ جن اجزاء کو توجہ کا مرکز بنایا گیا اور قابل چیلنج سمجھا گیا' وہ دفعہ 3 سے تعلق رکھتے ہیں جس کے ذریعے مجموعہ تعزیرات پاکستان میں نئی دفعات 298۔بی اور 298۔سی کا اضافہ کیا گیا ہے جنہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے:

298۔ب: بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب' اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

1۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے' خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف۔ حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین' خلیفۃ المومنین' خلیفۃ المسلمین' صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجۂ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے' تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

2۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

298۔ج: قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے، اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

دفعہ 298۔سی، کو توڑ کر شقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تا کہ اس کا اثر، جائزہ اور جانچ پڑتال آسان تر ہو جائے۔

21- زیر نظر آرڈیننس کی دفعہ 2 میں کہا گیا ہے کہ ''اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے حکم یا فیصلہ کے باوجود موثر ہوں گے۔'' اس دفعہ کا پس منظر اور حوالہ عبدالرحمٰن مبشر و تین دیگران بنام سید امیر علی شاہ بخاری و چار دیگران (پی ایل ڈی 1978 لاہور 113) نامی مقدمہ سے وابستہ ہے جس میں قادیانی یا احمدی مذہب کے احکام کا بڑی تفصیل سے جائزہ لیا گیا تھا تا کہ اس بات کا تعین کیا جا سکے کہ دوسروں کو اس بارے میں کیا حقوق حاصل ہیں کہ وہ احمدیوں کو ان کے حقوق سے باز رکھ سکیں، روک سکیں اور منع کر سکیں۔ تاہم چونکہ آرڈیننس ان پر سبقت لے گیا اور اس کا ٹیسٹ بنیادی حق یعنی آئینی دفعہ سے لیا جا سکتا ہے، کسی دیوانی حق سے نہیں، جو اس مقدمہ میں متنازعہ فیہ معاملہ تھا۔ بایں ہمہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ اپنے موضوع پر، یہ ایک بہت ہی جامع اور بصیرت افروز فیصلہ ہے۔

22- اپیل کنندگان کے فاضل وکیل نے آرڈیننس کی رُو سے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں شامل کی گئی دفعہ 298۔بی کی ذیلی دفعہ (2) اور شق (ڈی) پر اعتراض کیا

ہے' جس کا تعلق احمدیوں کی طرف سے ان کی عبادت گاہ کا نام ''مسجد'' رکھنے اور ''اذان'' دینے سے ہے۔ تاریخی لحاظ سے لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں' اسے احمدیوں کے عقیدہ یا عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے' جس کا آغاز حالیہ برسوں میں نہیں ہوا۔ نہ ہی اس عمل کو غیر احمدیوں کے احساسات و جذبات کو مشتعل کرنے کی نیت سے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ ان کے عقیدہ کا ایک لازمی جزو ہے جس کا مقصد ان دونوں چیزوں کے استعمال پر لگائی گئی پابندی پر حملہ کرنا نہیں' عائد کردہ پابندی کے مطابق ان دونوں باتوں کو قابل گرفت قرار دیا گیا ہے' جس پر 3 برس تک قید اور جرمانہ کی سزا ہوسکتی ہے جو کہ مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے اور احمدیوں کی حد تک اس سے قانون کی نظر میں شہریوں کی مساوات سے بنیادی حق سے بھی متصادم ہے کیونکہ اُن کے علاوہ کسی دوسری اقلیت پر ایسی پابندیاں نہیں لگائی گئیں۔ ''اذان'' دینے یا عبادت گاہ کا نام ''مسجد'' رکھنے کو از روئے قانون جرم قرار نہیں دیا گیا بلکہ قادیانیوں کی طرف سے ان افعال کے ارتکاب کو قابل اعتراض ٹھہرایا گیا ہے۔

-23 انہوں نے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298۔سی کی شق (الف) پر زبردست گرفت کرتے ہوئے کہا کہ لفظ "posing" (ظاہر کرنا' پیش کرنا) نفرت انگیز طور پر مبہم اور غیر واضح ہے اور عدالت کی طرف سے نفاذ کے لائق نہیں۔ ہمیں ان کی دلیل سے اتفاق نہیں کیونکہ قانون کی زبان میں پہلے سے "Fraud" "Deception", "Misrepresentation". اور "Cheating" جیسے الفاظ موجود ہیں جو وسیع اور غیر معین مفہوم رکھتے ہیں اور "Posing" کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اپنے پس منظر میں یہ آئینی فیصلہ رکھتے ہوئے کہ قانون و آئین کی اغراض کے لیے احمدی غیر مسلم شمار ہوں گے' وہ خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتے۔ یہ دفعہ محولہ بالا آئینی فیصلہ کو آگے بڑھانے کے لیے رکھی گئی ہے' اس کی تنقیص کرنے یا قدر گھٹانے کے لیے نہیں۔ پس اگر کوئی احمدی یا قادیانی خود کو

مسلمان ظاہر کرتا ہے یا اعلانیہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دستور کے آرٹیکل 260 (3) کے آئینی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس فعل کو دستور اور بنیادی حقوق کے فریم ورک کے اندر یقیناً جرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس دلیل کا اطلاق تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298۔سی کی شق (ب) پر اسی طرح ہوتا ہے۔

24- جہاں تک دفعہ 298۔سی کی شق (ای) کا تعلق ہے، اس کی زد سے کسی خاص گروہ یا عام لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا قابل تعزیر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ مذہبی آزادی یا آزادیِ تقریر کے بنیادی حق کے منافی نہیں ہے۔ کسی شخص کو یہ بنیادی حق حاصل نہیں، نہ ہی ایسا حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مذہب یا عقیدہ کی تبلیغ کرتے وقت دوسروں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرے، پس دفعہ 298۔سی تعزیراتِ پاکستان کی شق (الف) (ب) اور (ہ) دستور کے آرٹیکل کے 19، 20 اور 260 (3) میں شامل احکام کے عین مطابق ہیں۔

25- اس استدلال کی بنیاد پر جو دستور کے ان متعلقہ آرٹیکلز کی تشریح و توضیح کرتے وقت اختیار کیا گیا ہے، دفعہ 298۔سی، تعزیراتِ پاکستان کی شق ہائے (ج)، (د) جیسا کہ انہیں پیچھے نقل کیا گیا، جداگانہ حیثیت میں یا دونوں مل کر اس حد تک مذہبی آزادی، آزادی تقریر اور قانون کی نظر میں برابری کے حق کے منافی ہوں گی کہ وہ صرف احمدیوں اور قادیانیوں کو تحریری یا زبانی الفاظ یا نظر آنے والی حرکات کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر کرنے سے روکتی ہیں۔ کسی کو اپنے عقیدہ کی دعوت دینا جبکہ اس کے ساتھ کوئی قابل اعتراض فعل وابستہ نہ ہو، لائق مذمت نہیں ہوسکتا، بہرحال اگر شق (ج)، (د) میں مذکورہ افعال کے ساتھ شق (ہ) میں درج فعل کا ارتکاب کیا جائے یا اس سے شق (الف)، (ب) کا نتیجہ حاصل ہو تو وہ فعل ان متعلقہ شقوں کے تحت قابل تعزیر ہوگا۔ شق (ج) اور (د) کے تحت نہیں۔ دفعہ 298۔سی تعزیراتِ پاکستان کی شق ہائے (ج)، (د) اس حد تک دستور سے ماورا سمجھی جائیں گی۔

26- جہاں تک فوجداری اپیل ہائے نمبر 31۔ کے تا نمبر 35۔ کے سے پیدا

ہونے والی پانچ اپیلوں کا تعلق ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے تین کی ابتداء نذیر احمد تونسوی کے استغاثہ سے ہوئی، جس کا تعلق براہ راست تحریک ختم نبوت سے ہے، جس نے اس امر کی شکایت کی کہ بعض افراد اپنی چھاتی پر کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر بازار میں گھوم رہے تھے۔ ان کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ قادیانی تھے۔ لیکن جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے خود کو مسلمان ظاہر کیا۔ ان کی طرف سے کلمہ طیبہ کے بیج لگانے کا فعل خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے مترادف سمجھا گیا۔ یہ اثباتِ جرم ناقص ہے کیونکہ ان مباحث اور اخذ کردہ نتائج کی روشنی میں جو پہلے ہی قلمبند کیے جا چکے ہیں، کسی احمدی کا ایسا بیج لگانا، جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہو، نہ تو مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرنے کے مترادف ہے، نہ ہی خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے برابر۔ یہ تسلیم کیا گیا اور عام طور سے معلوم ہے کہ مسلمان لوگ اپنا مذہب ثابت کرنے کے لیے کلمہ طیبہ والے بیج نہیں لگاتے، ایسا وہ لوگ کرتے ہیں، جنہیں آئینی لحاظ سے غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ اس لیے موجودہ صورتحال میں غیر مسلموں کا کلمہ طیبہ والے بیج لگانا خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا مسلمان کے طور پر پیش کرنے کے مترادف نہیں۔

27- جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ سوال کرنے اور پوچھنے پر انہوں نے خود کو مسلمان بتایا، جبکہ حقیقتاً وہ قادیانی تھے، وہ بھی قانون کی نظر میں جرم نہیں ہے۔ ظاہر کرنے میں اپنی مرضی سے پیش کرنا شامل ہوتا ہے۔ کسی سوال کا جواب دیتے وقت آدمی اپنی مرضی سے جواب نہیں دے رہا ہوتا، بلکہ جیسا کہ ان مقدمات کے حالات سے ظاہر ہوگا، دھمکی یا دباؤ کے تحت ایسا کرتا ہے۔ آدمی عام لوگوں سے اپنا مذہب پوشیدہ رکھ سکتا ہے تاکہ فوجداری مقدمہ بازی کی کمتر برائی قبول کرتے ہوئے جسمانی لحاظ سے خود کو محفوظ رکھ سکے یا وہ سوال سے پہلو تہی کرتے ہوئے گول مول جواب دے سکتا ہے۔ ایسا رویہ قابل ملامت نہیں خصوصاً جب سوال کرنے والے شخص کو قانون کے تحت ایسا سوال پوچھنے یا صحیح جواب اگلوانے کا کوئی اختیار نہ ہو۔ نہ ہی وہ بیان اقرارِ صالح کے ساتھ دیا جا رہا ہو۔

28- دوسری دو فوجداری اپیلوں (نمبر 32۔ کے اور نمبر 33۔ کے لغایت 1988)

کا تعلق ان رپورٹوں سے ہے جو کسی مذہبی تنظیم سے ناوابستہ افراد نے درج کرائیں۔ وہ محض اس بات پر خفا ہوئے اور انہوں نے اپنی توہین محسوس کی کہ کلمہ طیبہ والے بیج ایسے لوگوں نے لگا رکھے تھے جو احمدی یا قادیانی کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔ کلمہ طیبہ کے بیج لگانے والے افراد نے منہ سے الفاظ ادا کر کے یا بصورت دیگر یہ نہیں کہا کہ وہ مسلمان ہیں' قادیانی یا احمدی نہیں ہیں۔

کلمہ طیبہ کی نمائش یا استعمال کو جبکہ اسے صحیح طریقے سے پیش کیا جائے اور ٹھیک طرح نیز احترام کے ساتھ اس کی نمائش کی جائے تو استعمال کنندگان کے خلاف کارروائی کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ اگر اس کے مخصوص مفہوم اور نتیجہ کی تصدیق کی غرض سے آدمی کو اس شخص کے ذہن کے امدادی حصوں میں جھانکنا پڑے جو کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے ہو یا اسے استعمال کرتا ہو اور عقیدہ کے مطابق اسے جرم قرار دینا چاہتا ہو' ایسی صورت میں اس شخص کے لیے عقیدہ کے بارے میں ریاضت اور اس کے معانی نیز کلمہ طیبہ کے استعمال اور نمائش کا مقصد قانون کی حدود سے باہر ہوگا اور وہ براہ راست اس مذہبی آزادی میں مداخلت متصور ہوگی' جس کی ضمانت از روئے قانون ہر شخص کو دی گئی ہے۔ جہاں محض عقیدہ پر جس سے ناقابل اعتراض رویہ کے باعث غفلت برتی گئی ہو' اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

29- ان اپیلوں کو نمٹانے میں ہمارے لیے یہ دقت رہی کہ مسئول الیہان نے بڑی حد تک معاملہ پر اس طرح اعتراض کیے گویا متنازعہ آرڈیننس کے احکام کو اسلامی احکام کے ساتھ ان کی عدم موافقت سے زیادہ بنیادی حقوق کے ساتھ عدم مدافعت کے لیے موافقت پر کیا جا رہا ہو' اس چیز نے علمائے کرام کو عدالت کی رضاکارانہ مدد کرنے پر ابھارا جس سے بحث کے دوران اور بحث کے مابعد مرحلہ پر خاصی گرما گرمی دیکھنے میں آئی۔

30- گزشتہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ فوجداری اپیلیں (نمبر 31۔ کے تا نمبر 35۔ کے) قبول کی جاتی ہیں۔ اپیل کنندگان کو دی گئی سزائیں ختم کی جاتی ہیں۔ مزید برآں دفعہ 298۔ بی (تعزیرات پاکستان) کی شق (د) اور ذیلی دفعہ (2) کے احکام کے پیرا

نمبر 20 میں نقل کیے گئے بنیادی حقوق 20 اور 25 کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔

31- دیوانی اپیل نمبر 149/89 اور 150/89 بھی جزوی طور پر اس حد تک منظور کی جاتی ہے کہ 1984ء کے 20 ویں آرڈیننس کے بعض حصوں کو بنیادی حقوق 19، 20 اور 25 کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔ مقدمہ بازی کے اخراجات کی بابت کوئی حکم نہیں دیا گیا۔

دستخط

(جسٹس شفیع الرحمٰن)

جسٹس عبدالقدیر چودھری

1- میں نے اپنے فاضل بھائی جسٹس شفیع الرحمٰن کے اس فیصلہ کا مسودہ پڑھا ہے جو وہ صادر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تاہم میں پورے احترام سے عرض کروں گا کہ مجھے ان کی رائے سے اتفاق نہیں ہے۔

2- ان اپیلوں کے حقائق، مجوزہ فیصلے میں بڑی تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں، اس لیے میں انہیں دُہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جہاں تک موجودہ اپیل کا تعلق ہے، وہ حقائق جو اس کارروائی کا سبب بنے، اس طرح ہیں کہ اپیل کنندگان احمدیہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ (جنہیں قادیانی بھی کہا جاتا ہے) جو کہ ایک غیر مسلم مذہبی گروہ ہے۔ احمدیوں نے 23 مارچ 1989ء کو دنیا بھر میں شایانِ شان طریقہ سے اپنے مذہب کی 100 سالہ سالگرہ منانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان تقریبات کا آغاز 23 مارچ 1989ء سے ہونا تھا۔

3- 20 مارچ 1989ء کو ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب نے، دفعہ 144 ضابطہ فوجداری کے تحت ایک حکم نافذ کیا، جس کی رُو سے صوبہ پنجاب میں قادیانیوں کے جشن منانے پر پابندی لگا دی گئی۔ 21 مارچ 1989ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے بھی ایک حکم کے ذریعے ضلع بھر کے قادیانیوں کو درج ذیل سرگرمیوں سے باز رہنے کی ہدایت کی۔

”(i) عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں

(ii) آرائشی دروازوں کی تنصیب وتعمیر

(iii) جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا

(iv) لاؤڈ سپیکر اور میگا فون کا استعمال

(v) نعرے لگانا

(vi) بیجوں، جھنڈیوں اور بینروں وغیرہ کی نمائش

(vii) پمفلٹوں کی تقسیم، دیواروں پر پوسٹر چسپاں کرنا اور دیواروں پر اشتہارات لکھنا

(viii) مٹھائیوں کی تقسیم اور غریبوں کو کھانا کھلانا

(ix) کوئی دیگر سرگرمی جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے جذبات مشتعل یا مجروح کرنے کا سبب بنے۔“

-4 یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ جن معمولات پر پابندی لگائی گئی، وہ ایسی سرگرمیاں تھیں، جنہیں اعلانیہ انجام دینا تھا یا لوگوں کے ردعمل کو مدنظر رکھ کر ایسا کیا گیا تا کہ امن عامہ میں نقص نہ پڑے اور امن وامان برقرار رہے۔

-5 ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے احمدیہ کمیونٹی کو مطلع کیا کہ وہ آرائشی دروازے ہٹالیں۔ بینرز اور روشنیاں اتارلیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ دیواروں پر مزید اشتہار نہیں لکھے جائیں گے۔اس نے مزید مطلع کیا کہ 21 مارچ کے حکم نامہ میں شامل پابندیوں میں تا حکم ثانی توسیع کر دی گئی ہے۔

-6 اپیل کنندگان نے محولہ بالا احکام کو بذریعہ رٹ پٹیشن نمبر 2089/1989 چیلنج کر دیا اور اس امر کا فیصلہ صادر کرنے کی استدعا کی کہ انہیں اپنی برادری کے گزشتہ 100 برسوں کے اہم واقعات کی یاد تازہ کرنے اور شایانِ شان طریقہ سے صد سالہ جشن منانے کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ رٹ میں کہا گیا کہ انہوں نے ایسی تقریبات منانے کے لیے نئے لباس پہننے، اظہار تشکر کے لیے نوافل دوگانہ ادا کرنے، بچوں میں شیرینی اور غربا و مساکین میں کھانا تقسیم کرنے، جلسے کرنے اور گزشتہ 100

سالوں میں ہونے والی عنایات پر خداوند تعالیٰ کا شکرادا کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ دعویٰ کیا گیا کہ یہ تمام سرگرمیاں ایسی تھیں، جن کی 1973ء کے دستور میں ضمانت دی گئی ہے اور آرٹیکل 20 میں شامل بنیادی حق کے تحت تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس لیے متنازعہ حکم غیر قانونی ہے۔ مزید کہا گیا کہ متنازعہ حکم جاری کرنے کے لیے دفعہ 144 کے اجزائے ترکیبی میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اپیل کنندگان میں سے ایک نے، جسے کلمہ طیبہ کا بیج لگانے اور اذان دینے پر زیر دفعہ 298۔سی سزا دی گئی تھی، علیحدہ رٹ دائر کی تھی۔ تعزیرات پاکستان میں 298۔ بی اور 298۔سی کا اضافہ 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت کیا گیا ہے۔

-7 اس مقدمہ کی سماعت لاہور ہائیکورٹ کے ایک فاضل جج نے کی۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں دورانِ سماعت اٹھائے گئے قانونی و دستوری سوالوں کا پوری طرح جائزہ لیا اور انتہائی متوازن فیصلہ سنایا۔ ہم اس بات کی دل سے قدر کرتے ہیں کہ فاضل جج نے اس معاملے میں ان ججوں کے صادر کردہ فیصلوں پر انحصار کیا جو یا تو سیکولر ہیں یا انسانی حقوق کے چیمپئن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ عدالت میں لایا گیا یہ معاملہ بلاشبہ بہت ہی حساس نوعیت کا ہے، جس کا تعلق انسان کے مذہب اورعقیدہ سے ہے اوراس کی بابت بڑے غیر جانبدارانہ اورمحتاط اندازفکر اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کے اعتماد کوتقویت ملے اوراس کے فیصلہ کوضروری آزادی میسر آسکے۔

-8 یہاں زیر غور اہم سوال یہ ہے کہ آیا دفعہ 144 تعزیرات پاکستان اور 1984ء کے 20ویں آرڈیننس کے تحت صادر کردہ حکم بنیادی حق (آرٹیکل 20) کے منافی ہے، جو 1973ء کے دستور کی رُو سے ہر شہری کو حاصل ہے؟

-9 اپیل کنندگان نے غور وخوض کے لیے درج ذیل تنقیحات وضع کیں۔

(الف) وفاقی شرعی عدالت کا یہ فیصلہ کہ متنازعہ آرڈیننس قرآن وسنت سے متصادم نہیں ہے، اس عدالت کے لیے بالکل غیر اہم اور بے وقعت ہے۔

(ب) آرڈیننس صریحاً اور یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی سے انکاری ہے جس کی

ضمانت پاکستان کے قادیانی شہریوں کو دستور کے آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے۔

(ج) یہ آرڈیننس مبہم، غیر واضح اور غیر یقینی ہونے کے ساتھ ساتھ ظالمانہ بھی ہے۔

(د) دستور کے آرٹیکل 20 کی ترکیب ''قانون کے تابع رہتے ہوئے'' میں مستعمل لفظ ''قانون'' سے مثبت قانون مراد ہے، اسلامی قانون نہیں۔

(ہ) دستور کے آرٹیکل 19 میں استعمال کردہ ترکیب ''اسلام کی عظمت'' سے آرٹیکل 20 میں دیئے گئے حقوق کے بارے میں استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔

(و) کلمہ طیبہ والے بیج کا استعمال اور اذان دینا متنازعہ آرڈیننس کے دائرہ اثر میں نہیں آتا۔

(ز) زیر دفعہ 144 تعزیرات پاکستان، جاری کردہ حکم اپیل کنندگان کے مذہب سے متعلق بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔ اس لیے وہ دستور کے آرٹیکل 20 کے منافی ہے۔

-10 ان نکات پر بحث کرنے سے پہلے یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر عام قانون، جس کا اب تک اطلاق کیا گیا ہے، ہر ایک کو کسی لفظ، نام یا خطاب کے استعمال کا حق دیتا ہے یا پہلے سے لگائی گئی مسلّمہ پابندیاں موجود ہیں؟ یہ بات قابل قدر ہے کہ بعض القابات، خطابات اور عنوانات، جیسا کہ وہ دفعہ 298۔ بی میں مذکور ہیں، قرآن حکیم میں مخصوص شخصیات کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ احزاب کی آیت نمبر 32 اور 54 (اہل بیت) اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر 100 (رضی اللہ عنہ) جبکہ دوسرے القابات گزشتہ 1400 برسوں سے، مسلمان ان شخصیات کے لیے استعمال کرتے آرہے ہیں، جن کے لیے وہ مخصوص ہیں۔ یہ القابات مخصوص معانی رکھتے ہیں، اسلامی عقیدہ کا جز ہیں اور اظہارِ عقیدت و احترام کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ کسی شخص کی طرف سے دوسروں کے لیے ایسے القابات کا اسی طریقہ سے استعمال، لوگوں کو یہ تاثر دینے کا موجب بن سکتا ہے کہ وہ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔

-11 یہ بات قابل غور ہے کہ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں قوانین، ایسے

الفاظ اور جملوں کے استعمال کا تحفظ کرتے ہیں، جن کا مخصوص مفہوم و معانی ہو اور اگر وہ دوسروں کے لیے استعمال کیے جائیں تو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ برطانیہ کے کمپنی لاء میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں رکھنا چاہیے جو مغالطہ پیدا کرے یا تاج، سرکاری محکمہ یا میونسپلٹی کے ساتھ کسی نوع کا تعلق ظاہر کرے اور صرف استثنائی صورتوں میں ایسے نام استعمال کرنے کی اجازت دی جائے گی، جن میں ''امپیریل'' کامن ویلتھ ''نیشنل'' یا ''انٹرنیشنل'' جیسے الفاظ شامل ہوں۔ الفاظ ''کوآپریٹو'' اور ''بلڈنگ سوسائٹی'' کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ سب سے اہم اصول یہ ہے کہ ایسے نام کا اندراج نہیں کیا جائے گا جو پہلے سے موجود کسی کمیٹی کے نام سے ملتا جلتا ہو، ان احکام کا بڑا سختی کے ساتھ اطلاق ہوتا رہا ہے جنہیں کسی عدالت، قانون یا پارلیمنٹ میں ہرگز چیلنج نہیں کیا گیا۔

12- بھارت کے کمپنی لاء کی دفعہ **20** میں بھی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ کسی کمپنی کو ایسے نام سے رجسٹر نہیں کیا جائے گا جو حکومت کے نزدیک ناپسندیدہ ہو یا اس نام کی کوئی کمپنی پہلے سے رجسٹر کی جا چکی ہو۔ بھارتی دستور میں اسی طرح کے بنیادی حقوق دیئے گئے ہیں، جیسے ہمارے آئین میں درج ہیں۔ لیکن ہم نے کسی عدالت کا ایک بھی فیصلہ ایسا نہیں دیکھا جس میں ایسی پابندی کو ان حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہو۔

13- تجارتی و کاروباری ناموں اور نشانات کے تحفظ کے لیے دنیا کے ہر قانونی نظام میں کوئی نہ کوئی قانون موجود ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی فرم یا کمپنی کا کوئی رجسٹرڈ تجارتی نام یا نشان دوسرا ادارہ استعمال نہیں کر سکتا اور اس کی خلاف ورزی پر نا صرف تجارتی نشان کا مالک خلاف ورزی کرنے والے سے ہرجانہ وصول کر سکتا ہے بلکہ یہ قانون کی نظر میں بھی جرم ہے۔

14- یہاں ہم انگریزی قانون کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ معروف مقدمہ

"J. Bollinger vs Costa Brava Wine Company Ltd. (1959), 3.W.L.R., 966"

میں قرار دیا گیا تھا کہ

''مسئول الیہ کو ایسا عمل جاری رکھنے سے روکنے کے لیے حکم امتناعی حاصل کیا جا سکتا تھا' جسے دھوکا دہی سمجھا گیا ہو' اگرچہ دھوکا دینے کی نیت کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا۔''

15- بھارت کے تجارتی و کاروباری نشانات کے قانون مجریہ 1958ء کے دسویں باب میں تجارتی نشانوں کی جعل سازی سے اور غلط طور پر' استعمال یا جعلی تجارتی نشانات' تجارتی علامات یا ایسے مال کی فروخت پر' جس پر جعلی تجارتی نشان یا علامت لگائی ہو' سزاؤں کا اہتمام کیا گیا ہے۔

16- بھارت اور پاکستان کے مجموعہ ہائے تعزیرات کے باب نمبر 18 ایسے جرائم سے تعلق رکھتے ہیں جن میں دستاویزات یا تجارتی و کاروباری نشانات میں جعل سازی سے کام لیا جائے' مجموعہ تعزیراتِ ہند کی دفعہ 481 میں کہا گیا ہے۔

''جو کوئی کسی منقولہ جائیداد' مال یا کسی پیکج' دیگر سامان پر جو منقولہ جائیداد یا مال پر مشتمل ہو' ایسا نشان لگائے یا کسی صندوق' پیکج' یا دیگر سامان کو جس پر کوئی تجارتی نشان لگا ہو' ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ معقول طور پر اس کی بابت یہ سمجھا جائے کہ اس کا مقصد یہ باور کرانا ہے کہ نشان رکھنے والی جائیداد یا مال یا کوئی دوسری جائیداد یا مال جو نشان رکھنے والے کسی سامان میں رکھا ہوا ہو' کسی شخص کی ملکیت ہے جبکہ حقیقت میں وہ اس کی ملکیت نہ ہو' تو کہا جائے گا کہ جعلی نشانِ ملکیت استعمال کیا گیا ہے۔'' یہ جرم فریب کاری ہے اور اس کے ارتکاب پر کسی ایک قسم کی سزا اتنی مدت کے لیے دی جا سکتی ہے' جو ایک برس تک ہو سکتی ہے یا اسے جرمانہ کیا جائے گا یا وہ دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔''

17- پاکستان میں بھی اس قسم کے قوانین نافذ ہیں' کسی نے کسی بناء پر انہیں چیلنج نہیں کیا۔ یہاں ہم تجارتی نشانات ایکٹ 1940ء کی دفعہ 69 کا حوالہ دے سکتے ہیں' جس کا اطلاق پورے برصغیر میں ہوتا رہا۔ اس کی ترمیم شدہ صورت جو اس وقت پاکستان میں نافذ العمل ہے' ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

''69۔ شاہی نشانات اور سرکاری علامات کے استعمال کی ممانعت' اگر کوئی

شخص جائز اختیار کے بغیر کسی تجارت' کاروبار' کسب یا پیشہ کے متعلق:

(الف) شاہی نشانات یا حکومتی نشانات (یا ایسے نشانات جو ان سے اتنی گہری مماثلت رکھتے ہوں کہ ان کے بارے میں یہ قیاس کیا جائے کہ ان کا مقصد دھوکا دینا ہے) اس طرح استعمال کرے کہ ان کی بابت قیاس کیا جائے کہ ان سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ وہ شاہی نشانات یا حکومتی علامات کو استعمال کرنے کا قانوناً مجاز ہے یا

(ب) قائداعظم محمد علی جناح کا نام' لقب یا اس کی مشابہت یا اس کی مختلف صورتوں میں سے کوئی ایک یا کوئی آلہ' علامت یا عنوان ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ اس کی بابت قیاس کیا جائے کہ اس کی منشاء یہ باور کرانا ہے کہ وہ ہز میجسٹی کی حکومت' یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا ایسی حکومت کے کسی محکمہ میں ملازم ہے' اسے مال فراہم کرتا ہے یا اس سے تعلق رکھتا ہے۔

(ج) ادارہ اقوام متحدہ یا اس کے قائم کردہ ذیلی ادارے عالمی ادارہ صحت کا نشان' سرکاری مُہر' نام یا نام کا کوئی مخفف ایسے طریقہ سے استعمال کرے' جس سے یہ باور کرانا مقصود ہو کہ اسے اقوام متحدہ کی صورت میں سیکرٹری جنرل نے یا عالمی ادارہ صحت کی صورت میں اس کے ڈائریکٹر جنرل نے وہ نشان' مُہر یا نام استعمال کرنے کا قانوناً اختیار دیا ہے۔

اسے کسی ایسے شخص کی طرف سے استغاثہ دائر کرنے پر جسے ایسے نشانات' آلات' علامات خطاب استعمال کرنے کا اختیار ہو یا رجسٹرار کی طرف سے مقدمہ دائر کرنے پر حکماً اس نام کا استعمال جاری رکھنے سے روک دیا جائے گا۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اس دفعہ میں شامل کسی چیز سے یہ مراد نہیں لی جائے گی کہ اس سے کسی تجارتی نشان کے مالک کا حق اگر کوئی ہو' متاثر ہو رہا ہے جس کے استعمال کو جاری رکھنے کا وہ قانوناً مجاز ہو۔''

18- پس واضح ہوا کہ دوسروں کے تجارتی ناموں' تجارتی نشانوں' ملکیتی نشانات یا

علامتوں کو اس نیت سے استعمال کرنا جس کا مقصد دوسروں کو یہ باور کرانا ہو کہ وہ استعمال کنندہ کی ملکیت ہیں' ایک جرم کے مترادف ہے۔ اس کے مرتکب کو نا صرف قید اور جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے بلکہ اس سے ہرجانہ بھی وصول کیا جا سکتا ہے اور اسے باز رکھنے کے لیے امتناعی حکم جاری کیا جا سکتا ہے۔ یہ معمولی مالیت کے مال کے بارے میں واقعی سچ ہے۔ مثال کے طور پر کوکا کولا کمپنی کسی کو یہ اجازت نہیں دے گی کہ اس کی مصنوعات کے چند اونس بھی اس کی اپنی بوتلوں یا دوسرے ظروف میں' جن پر کوکا کولا کا نشان لگا ہوا ہو' فروخت کرے خواہ اس کی قیمت چند سینٹ ہی کیوں نہ ہو۔ مزید برآں یہ ایک فوجداری جرم ہے جس پر قید و جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اس سے یہ اصول وابستہ ہیں کہ دھوکا نہ دو اور دوسروں کے حقوقِ ملکیت پامال نہ کرو۔

-19 سادہ الفاظ میں جو لوگ دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں' ان کی حوصلہ شکنی کی جا رہی ہے' خواہ ان کی حرکت سے پہنچنے والے نقصان کی مالیت چند کوڑیوں کے برابر ہو۔ ہمارے ہاں قائداعظم اور اس کے مماثل لقب کی حفاظت کے لیے قانون وضع کیا گیا ہے جسے کسی حلقے نے چیلنج نہیں کیا۔ بہرحال پاکستان جیسی نظریاتی ریاست میں اپیل کنندگان جو کہ غیر مسلم ہیں' اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کر کے دھوکا دینا چاہتے ہیں؟ یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں عقیدہ آج بھی مسلمان کے لیے سب سے قیمتی متاع ہے' وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دسیسہ کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔

-20 دوسری طرف اپیل کنندگان اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں نا صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم و مقدس شخصیات کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان گستاخ غیر مسلموں کے ناموں کے ساتھ چسپاں کیا جائے' جو مسلم شخصیات کی جوتی کے برابر بھی نہیں۔ حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں۔ پس اپیل کنندگان اور ان کی برادری کی طرف سے ممنوعہ

القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہنے دیتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں' جو ناصرف ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکا دہی و فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلبگار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ

"Cantwell Vs. Connecticut (310 US 296 at 306)"

نامی مقدمہ میں قرار دے چکی ہے کہ

''مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو' عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا۔''

21- علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا ان کی برادری دوسروں کو دھوکا دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لیے نئے القاب وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر' مخصوص نشانات' علامات اور اعمال پر انحصار کر کے' وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب' اپنی طاقت' میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا بلکہ اسے جعل سازی و فریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا' بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں' اور اپنے ہیروز کی' اپنے طریقہ سے مدح و ستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو قادیانیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کے ساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو نیز ان کے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

22- دلیل دی گئی کہ وفاقی شرعی عدالت کا یہ کہنا کہ امتناعِ قادیانیت آرڈیننس **1984**ء قرآن و سنت کے منافی نہیں ہے' اس عدالت کی حد تک قانونی لحاظ سے

درست نہیں ہے۔

23- بہر حال یہ ادعا اپنے اندر کوئی میرٹ نہیں رکھتا' قادیانیوں کو دستور کے آرٹیکل **260 (3)** (ب) کی رو سے غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور وفاقی شرعی عدالت' مجیب الرحمٰن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی **1985** ایف ایس سی **8**) نامی مقدمہ میں اس بناء پر اس فیصلہ کی تصدیق وتوثیق کر چکی ہے کہ قادیانی، رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور قرآنِ حکیم کی ایک واضح اور صاف آیت کی تاویل کے ذریعے اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اسلام میں ظل' بروز اور حلول جیسے مکاری پر مبنی تصورات کو فروغ دیتے ہیں۔ اس لیے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو بطور مسلمان پیش کرنے سے باز رہیں اور مسلمانوں کے قانونی حقوق کا مطالبہ کرنے سے باز آ جائیں۔

24- مسلمان ''صحابی'' اور ''اہل بیت'' کی اصطلاحات بالترتیب رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں اور ان کے ارکانِ خاندان کے لیے استعمال کرتے ہیں' جو سب کے سب اعلیٰ ترین مسلمان تھے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں' ازواج النبیؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین' اور ان کے افرادِ خاندان کے لیے مخصوص القابات کا مرزائیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کے ساتھیوں' اس کی بیویوں اور گھر والوں کے لیے استعمال' ان (صحابہؓ و اہل بیتؓ) کی بے حرمتی (اور گستاخی) کے مترادف ہے' جس سے مسلمان یہ دھوکا کھا سکتے ہیں کہ ایسے القابات کے حامل افراد بہتر مسلمان ہیں۔ مزید عرض کیا گیا کہ اذان دینا اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا اس کی یقینی علامت ہے کہ اذان دینے اور مسجد میں نماز پڑھنے والے افراد مسلمان ہیں۔ اس لیے قرار دیا گیا کہ ان القابات و اصطلاحات کے استعمال کی ممانعت اور اس نوع کی پابندیاں عائد کرنے والے آرڈیننس کے احکام کہ قادیانی خود کو بطور مسلمان پیش نہیں کر سکتے' آئین کے مقاصد پر عمل درآمد کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔

25- جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے' عدالت نے قرار دیا کہ اسلامی شعائر کسی

غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کیے بغیر' ان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے' تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے' غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکے باز غیر مسلموں کو اسلام کی مخصوص و نمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب نہ کرسکیں بلکہ اپنے مذہب کی آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ مزید قرار دیا گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

-26 یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجیب الرحمٰن و دیگران نے وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا حکم کو سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں آرٹیکل 203 ایف کے تحت چیلنج کیا تھا (دیکھیے پی ایل ڈی 1988 ایس سی (شریعت اپیلیٹ بنچ) 167) لیکن بعد میں نامعلوم وجوہات کی بناء پر اپیل واپس لے لی گئی۔ اس اپیل میں عدالت ھذا نے قرار دیا تھا کہ

''وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رہے گا۔''

پھر موجودہ اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت دستور کے آرٹیکل 185 کے تحت بصیغہ عمومی کی گئی۔

-27 باب 3۔ اے' 26 مئی 1980ء کو دستور میں شامل کیا گیا تھا۔ اس میں 203۔ الف سے 203۔ جے' تک آرٹیکلز شامل ہیں۔ آرٹیکل 203۔ الف' میں کہا گیا ہے کہ دستور میں شامل کسی امر کے باوجود اس باب کے احکام موثر ہوں گے۔ اس کے بعد آرٹیکل 203۔ جی' میں کہا گیا ہے۔ ''آرٹیکل 203۔ ایف' کے احکام کے سوا کوئی عدالت عظمیٰ و عدالت عالیہ کسی ایسے معاملہ کی نسبت کسی کارروائی پر غور نہیں کرے گی یا کسی اختیار یا اختیار سماعت کا استعمال نہیں کرے گی جو عدالت کے اختیار یا اختیار

سماعت کے دائرہ میں آتا ہو۔"

28- ان احکام کو یکجا کر کے پڑھا جائے تو اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا صادر کردہ کوئی فیصلہ' اگر اس کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں اپیل نہ کی جائے یا اپیل کرنے کی صورت میں فیصلہ کو بحال رکھا جائے' سپریم کورٹ کے لیے بھی واجب التعمیل ہوگا' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے محولہ بالا فیصلہ کو عدالت ھذا بھی نظر انداز نہیں کر سکتی۔

29- اگلا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ آیا امتناع قادیانیت آرڈیننس نمبر 20 بابت سال 1984ء صراحتاً اور بالکل یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی کی مکمل نفی کرتا ہے' جس کی ضمانت پاکستان کے قادیانی شہریوں کو دستور کے آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے؟ اس دعویٰ پر مزید غور کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ متعلقہ قانون اور حقائق کا مطالعہ کر لیا جائے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان قوانین نے اپیل کنندگان کو ان کی مذہبی آزادی سے محروم کر دیا ہے۔

تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298۔ب کی عبارت جو کہ اس مقدمہ سے متعلق ہے' درج ذیل ہے۔

298۔ب: بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب' اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

1۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو "احمدی" یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے' خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف۔ حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین' خلیفہ المومنین' خلیفہ المسلمین' صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجۂ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے، تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

2۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

298۔ج: قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے، اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

30- امتناع قادیانیت آرڈیننس نمبر 20 مجریہ 1984ء کے احکام اوپر نقل کر دیئے گئے ہیں، جو اپیل کنندگان کی برادری کو بعض القابات، اصطلاحات اور خطابات وغیرہ کے استعمال سے، جن کا ذکر ان احکام میں موجود ہے، منع کرتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اپیل کنندگان کے فاضل وکیل فخر الدین جی ابراہیم نے دفعہ 298 کی ذیلی دفعہ (الف) کو چیلنج نہیں کیا۔ ہوم سیکرٹری، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ریذیڈنٹ

مجسٹریٹ کے احکام کی رُو سے جن کا حوالہ درخواست کی ابتداء میں دیا جا چکا ہے' ان کی سالگرہ کی تقریبات پر صوبہ پنجاب میں پابندی لگا دی گئی تھی اور پیرا نمبر 3 میں درج سرگرمیوں کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اس حکم کی غرض و غایت' اس آخری ہدایت سے بھی ظاہر ہے جس میں کہا گیا تھا کہ قادیانی کسی ایسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہوں گے' جس سے براہِ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ محولہ بالا پابندیوں سے واضح طور پر ایسی سرگرمیاں مراد ہیں' جنہیں سرعام انجام دیا جانا تھا' نجی طور پر نہیں۔ اس کارروائی کو ایک رٹ پٹیشن کے ذریعے جس میں بنیادی حقوق کی پامالی کو بنیاد بنایا گیا تھا' ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ اس لیے ان حقائق کو جو خود اپیل کنندگان کی طرف سے بیان کیے گئے اور جن کی بنیاد پر احکام جاری کیے گئے' غیر متنازعہ سمجھا جائے گا۔

دستور کے آرٹیکل 20 کی عبارت اس طرح ہے۔

''20۔ مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی۔''

قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع رہتے ہوئے:

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا' اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے' برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔''

31- یہاں متعلقہ بنیادی حق ''مذہب کی پیروی کرنے کی آزادی'' ہے' تاہم یہ آزادی قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ دوسرے ممالک کی عدالتوں نے جہاں اسی طرح کے بنیادی حقوق دیئے ہیں' قرار دیا ہے کہ یہ حق دو تصورات پر مبنی ہے۔ ایک عقیدہ کی آزادی اور دوسرے عمل کی آزادی۔ ان میں سے بعض نے اول الذکر آزادی کو مطلق' لامحدود اور غیر مشروط قرار دیا ہے جبکہ بعض دوسروں کے خیال میں' وہ بھی قانون وغیرہ کے تابع ہے۔ بہرحال اس بات پر سب متفق ہیں کہ آخر الذکر آزادی'

اپنی نوعیت کے لحاظ سے مطلق اور لامحدود نہیں ہے' ان کے بقول افراد کا رویہ قواعد وضوابط کے تابع رکھا جاتا ہے تا کہ معاشرہ کی حفاظت کی جا سکے۔ پس اس تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے آزادی عمل کی تعریف کرنا لازمی ہے' اس کے برعکس ترکیب ''قانون کے تابع رہتے ہوئے'' نہ تو مقنّنہ کو یہ لامحدود اختیار دیتی ہے کہ وہ دستور میں دیئے گئے بنیادی حقوق پر ناروا پابندیاں لگائے یا انہیں سلب کر لے' نہ ہی انہیں معدوم سمجھ کر نظر انداز یا ترک کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں کے مابین ہر معاملہ کے خصوصی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے' معنوی تعبیر کا سہارا لے کر توازن قائم رکھنا ضروری ہے' دیکھئے۔

1- Jesse Cantwell etc. Vs. State of Connecticut 310 U.S. 296

نیز

2- Tikamdas and others Vs. Divisional Evacuee Trust Committee, Karachi, PLD, 1968 Kar, 703 (F.B)

امریکہ کی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان

Reynolds Vs United States 98. U.S. 145

میں قرار دیا تھا کہ

''کانگریس کو محض رائے کی بنیاد پر قانون سازی کے پورے اختیار سے محروم کر دیا گیا' تاہم کارروائی کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا جو معاشرتی فرائض کی خلاف ورزی اور اچھے امن و امان میں خرابی پیدا کرنے کے سلسلہ میں درکار ہوتی۔ قوانین' حکومت کے لیے کارروائی کرنے کی غرض سے وضع کیے جاتے ہیں' اور جہاں وہ محض مذہبی عقائد اور آراء میں مداخلت نہیں کر سکتے' اعمال میں یقیناً کر سکتے ہیں۔''

مذکورہ بالا نقطہ نظر اپنانے کے بعد سپریم کورٹ نے نارمنوں کے فرقہ میں مروج تعدد ازدواج پر اس بناء پر پابندی لگانے کو حق بجانب سمجھا کہ ان پر یہ فرض' مذہب کی طرف سے عائد ہوتا تھا' وہ کوئی مذہبی عقیدہ یا رائے نہیں تھی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا پیرا کے آخری حصہ میں ظاہر کی گئی رائے امریکیوں سے مخصوص ہے جہاں مقتدر اعلیٰ عوام ہیں' اللہ تعالیٰ نہیں۔

33- بھارتی سپریم کورٹ نے کمشنر ہندو مذہبی اوقاف مدراس بنام سری لکشمندرا وغیرہ (اے آئی آر 1954 ایس سی 282 صفحہ 291) میں مذکورہ بالا نقطۂ نظر سے ملتے جلتے موقف کو قبول کر لیا جیسا کہ آسٹریلیا کے چیف جسٹس لیتھم نے ایک فیصلہ میں کہا تھا:۔

''مذہب کی حفاظت کے لیے بنایا گیا حکم ایسا نہیں تھا کہ اس کی تعبیر میں اسے مطلق حفاظت سمجھا جاتا اور دستور کی دیگر دفعات سے الگ کر کے جداگانہ طور پر اس کا اطلاق کیا جاتا۔ ان مراعات کا ریاست کے اس اختیار سے سمجھوتہ ہونا چاہیے کہ وہ امن' سلامتی اور منظّم بود و ماند کو یقینی بنانے کے لیے قوت فرمانروائی کو استعمال کر سکے' جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی۔''

34- فیصلہ کے صفحہ 127 پر ذیل کی رائے کا اظہار کیا گیا ''ریاست ہائے متحدہ میں اس دفعہ سے جو مسائل پیدا ہوئے' انہیں بڑی حد تک یہ قرار دے کر حل کر دیا گیا کہ مذہب کی حفاظت کے لیے بنائی گئی دفعہ مطلق نہیں ہے' جس کی تعبیر اور اطلاق کو دستور کی دوسری دفعات سے الگ تھلگ کیا جا سکے۔'' سپریم کورٹ نے تقریر کی آزادی' پریس کی آزادی اور مذہبی آزادی کے متعلق دستور میں دی گئی ضمانت کے حوالہ سے Jones Vs. Opelika (1942) 316 U.S, 584 میں کہا تھا:

''یہ حقوق مطلق نہیں ہیں' جن کو ان دوسری پسندیدہ مراعات سے جدا کر کے استعمال کیا جا سکے' جن کی حفاظت کا اہتمام اسی دستاویز میں کیا گیا ہے۔'' مزید قرار دیا گیا کہ ''ان مراعات کو ریاست کے اس حق سے سمجھوتہ کر لینا چاہیے کہ وہ منظّم معاشرت کو یقینی بنانے کے لیے اقتدارِ اعلیٰ کو استعمال کر سکتی ہے جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی۔''

صفحہ 130 پر مزید کہا گیا تھا کہ:

''اس ریاست میں آنے کے بعد ہمیشہ کے لیے تمام انسانوں کو کسی امتیاز یا ترجیح کے بغیر مذہب کی پیروی اور عبادت کرنے کی آزادی حاصل ہوگی۔ تاہم شرط یہ

ہے کہ بذریعہ ہذا ضمیر کی جو آزادی عطا کی گئی ہے' اس سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا جائے گا کہ اسے عیاشی پر مبنی افعال کا بہانہ بنا لیا جائے یا ایسے کاموں کا جواز بنا لیا جائے جو ریاست کے امن یا سلامتی سے مطابقت نہ رکھتے ہوں۔''

اس سے آگے صفحہ 131 پر کہا گیا ہے:

''جان سٹورٹ بل نے اپنی کتاب "Essay on Liberty" میں آزادی سے متعلق افکار و نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اس موضوع پر اس کی بحث کو' اصول کے وقیع اور وزن رکھنے والے اظہار کے طور پر بڑے پیمانہ پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مصنف کو وہ امتیاز کرنا پڑا جو "Liberty" اور "Licence" کے الفاظ کے مابین اکثر کیا جاتا ہے' لیکن عملی طور پر اس کا اطلاق کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ آزادی سے یہ مراد نہیں کہ خود کو ہر وہ کام کرنے کی کھلی چھٹی ہے جو اس کے دل میں آئے کیونکہ ایسی آزادی کے معنی ہوں گے کہ امن وامان غارت ہو جائے گا اور آخر کار خود آزادی کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ اس نے آزادی کی حدود کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ واحد غرض' جس کے لیے انسانوں کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اپنا حق استعمال کرتے ہوئے کسی فرد کے عمل کی آزادی میں مداخلت کرنے کی اجازت دی گئی ہے' وہ ذاتی تحفظ ہے۔''

اسی صفحہ پر مزید کہا گیا ہے کہ:

''ایسے معمولات اور طرزِ عمل پر پابندی لگانا ریاست کی طرف سے مذہبی آزادی قائم رکھنے کے عین مطابق ہے جو سول حکومت کے قیام سے مطابقت نہ رکھتے ہوں یا معاشرہ کے مسلسل وجود کے لیے ضرر رساں ہوں۔''

35- مذکورہ بالا رائے کا اظہار دستور کی دفعہ 116 کی تعبیر و توضیح کرتے ہوئے کیا گیا تھا' جو کہ اس طرح ہے۔ ''کامن ویلتھ (ریاست ہائے آسٹریلیا کی مشترکہ حکومت) کسی مذہب کو سرکاری طور پر منوانے یا کسی مذہبی رسم کو نافذ کرنے یا کسی مذہب پر آزادی سے عمل کی ممانعت کرنے کے لیے کوئی قانون نہیں بنائے گی اور حکومت کے

تحت کسی عہدہ یا عوامی ٹرسٹ کے لیے کوئی مذہبی ٹیسٹ نہیں لیا جائے گا جو صلاحیت کے طور پر مطلوب ہو۔''

-36 محولہ بالا مقدمہ کے صفحہ 155 پر حسب ذیل متعلقہ رائے ملتی ہے۔

''آئینی دفعہ غیر سماجی افعال یا ایسے افعال کا تدارک نہیں کرتی جو خود معاشرہ کے لیے تباہ کن ہوں' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دستور میں جس مذہبی آزادی و حریت کی ضمانت دی گئی ہے اور تحفظ کا اہتمام کیا گیا ہے' وہ بعض پابندیوں کے تابع ہے' جس کی تشریح کرنا عدالت ہائے قانون کا کام اور فرض ہے اور وہ پابندیاں ایسی ہوتی ہیں جو معاشرہ کے تحفظ کے لیے ضروری اور معاشرتی امن کے مفاد میں ہوں۔''

-37 پس یہ جاننا لازم ہے کہ مذہب کیا ہے؟ وہ آزادی کیا ہے جو حکومت کے قانون بنانے اور کارروائی کرنے کے اختیار کو محدود کرتی ہے۔ اہل علم نے اس لفظ کے مختلف مشتقات اور مآخذ بتائے ہیں۔ مذہب نظریات' اعمال اور اداروں کا مرکب و مجموعہ ہوتا ہے' مذہب خدا پر' عالم روحانیت پر اور ایسی دُنیا یا دنیاؤں پر' ایمان کے اظہار و اعلان سے عبارت ہے جو ہماری دنیا سے ماورا ہے۔ آسان مفہوم میں مذہب کا لفظ کسی کے عقیدہ کے بارے میں بولا جاتا ہے' جیسے عیسائیوں کا مذہب عیسائیت' مسلمانوں کا مذہب اسلام' یہودیوں کا مذہب یہودیت اور کیتھولک کا مذہب وغیرہ۔ امریکی سپریم کورٹ نے Davis Vs. Beason 1890 (133) U.S 333 نامی مقدمہ میں مذہب کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔ ''مذہب کی اصطلاح کسی آدمی کے اپنے خالق کے بارے میں نظریات اور اس کی ذات کے احترام و عقیدت اور اس کی مرضی ومنشاء کی اطاعت اور کردار کے حوالہ سے عائد ہونے والے فرائض سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے اکثر کسی خاص فرقہ کے مسلک یا عبادت کے طریقہ سے گڈمڈ کر دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ آخرالذکر سے مختلف چیز ہے۔''

-38 اس اصطلاح کی پاکستان کے دستور میں اس طرح کی صراحتاً کوئی تعریف نہیں دی گئی' تاہم آرٹیکل 260 (3) کی شق (الف) اور (ب) میں ''مسلم'' اور

''غیر مسلم'' کی جو تعریف کی گئی ہے' اس سے مذہب کے معانی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ مذکورہ بالا آرٹیکل کی متعلقہ شقیں اس طرح ہیں:

''260۔ (3) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو۔

(الف) ''مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت وتوحید اور رسول اکرم (ﷺ) کی مکمل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو' نہ اسے مانتا ہو' جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد نبی کے کسی بھی مفہوم یا تشریح کی رو سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے' اور

(ب) ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلمان نہ ہو' اور اس میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص' قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد یا کوئی بہائی اور شیڈولڈ کاسٹس میں سے کسی ذات سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔''

39- اصطلاح ''مذہب'' کی تعریف بھارت' امریکہ یا آسٹریلیا میں سے کسی ملک کے دستور میں درج نہیں۔ تاہم بھارتی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان **Commissioner H.R.E. Vs. Lakshmindra Swamiar (AIR 1954, S.C.282)** میں اس اصطلاح کی تشریح یوں کی ہے۔

''مذہب افراد یا برادریوں کے عقیدہ سے تعلق رکھنے والا معاملہ ہے' اس کا خدا پرستی سے متعلق ہونا ضروری نہیں۔ ہندوستان میں ایسے معروف مذاہب موجود ہیں مثلاً بدھ مت اور جین مت' جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ مذہب کی بنیاد بلاشبہ عقائد یا نظریات کے نظام پر ہوتی ہے جنہیں اس مذہب کے ماننے والے اپنی روحانی اصطلاح میں ممد ومعاون سمجھتے ہیں۔ تاہم یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ مذہب کی حقیقت' عقیدہ کے بارے میں نظریہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ کوئی مذہب اپنے پیروکاروں کے لیے نا صرف

ضابطۂ اخلاق طے کرسکتا ہے بلکہ یہ ایسی رسوم و رواج تقاریب اور عبادت و پرستش کے طریقوں کا تعین بھی کرسکتا ہے جنہیں مذہب کے لازمی اجزاء سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسوم اور صورتیں بڑھ کر خوراک اور لباس سے متعلق معاملات کا بھی احاطہ کرسکتی ہیں۔''

-40 سپریم کورٹ نے فیصلہ کے پیرا نمبر 19 میں کہا:

''پہلی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے لازمی ارکان کیا ہوتے ہیں' اس کا تعین بنیادی طور پر خود اس مذہب کے نظریات کے حوالہ سے کیا جاتا ہے' اگر ہندو مذہب کے کسی فرقہ کے احکام میں کہا گیا ہو کہ بت کے سامنے خوراک کا نذرانہ دن کے فلاں اوقات میں پیش کیا جائے گا' ایسی وقفہ داری رسوم ایک خاص طریقہ سے اور سال کے ایک خاص دن منائی چاہئیں' یا یہ کہ مقدس کتابوں کو ہر روز پڑھنا چاہیے یا مقدس آگ کو چڑھاوا پیش کرنا' ان تمام معمولات کو مذہب کا جز و سمجھا جائے گا اور محض یہ حقیقت کہ ان پر رقم خرچ ہوتی ہے' ان کو لادینیت پر مبنی نہیں بنا سکتی۔''

-41 عدالت نے اس بات کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ' امریکہ اور آسٹریلیا کی عدالتیں کسی بھی قسم کی پابندی سے پاک' غیر مبہم الفاظ میں مذہب کی آزادی کا اعلان کر چکی ہیں' درج ذیل رائے کا اظہار کیا:

''آرٹیکل 25 اور 26 کی زبان بڑی حد تک صاف ہے' جس سے ہم غیر ملکی استاد کی مدد کے بغیر یہ طے کر سکتے ہیں کہ کون سے امور مذہب کے دائرہ اثر میں آتے ہیں اور کون سے نہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں' ہمارے دستور میں مذہب کی آزادی محض مذہبی عقائد تک محدود نہیں' بلکہ یہ مذہبی معمولات پر بھی ان پابندیوں کے تابع رہتے ہوئے جو خود دستور نے عائد کی ہیں' حاوی ہے۔''

-42 اس کے بعد عدالت نے اس سوال کو لیا کہ آیا بعض معاملات مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں اس نتیجہ پر پہنچی۔ ''یہ معاملات یقیناً مذہب سے متعلق نہیں ہیں اور ان احکام کے جواز کی بابت کیا گیا اعتراض سراسر بے بنیاد لگتا ہے۔'' اسی عدالت نے درگاہ کمیٹی بنام حسین علی (اے آئی آر 1961 ایس سی 1402) میں جو

فیصلہ صادر کیا' پیرا نمبر 33 میں جسٹس گجندر گاڈکر نے خبردار کرتے ہوئے لکھا:

''اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے ایک انتباہی نوٹ لکھنا اور یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ زیر بحث معمولات کو مذہب کا ایک جزو قرار دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ مذہب میں انہیں اس مذہب کے لازمی ارکان اور اجزائے تکمیلی سمجھا جاتا ہو' ورنہ لادینی معمولات کو بھی' جو کہ مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو نہیں' مذہبی روپ دیا جا سکتا ہے اور یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ انہیں مذہبی معمولات سمجھا جائے۔ اسی طرح ایسے معمولات بھی ہیں چاہے وہ مذہبی ہوں' جو محض وہمی عقائد کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں اور اس مفہوم میں وہ غیر متعلقہ اور غیر ضروری ہیں تاوقتیکہ ایسے معمولات کسی مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو ثابت نہ کیے جائیں' ان کے تحفظ کے بارے میں دعویٰ کا احتیاط سے جائزہ لینا ہو گا۔ بالفاظِ دیگر یہ تحفظ ایسے مذہبی معمولات تک محدود ہونا چاہیے جو اسی مذہب کے لازمی اور تکمیلی اجزاء ہوں' دوسروں کے لیے نہیں۔''

43- اسی عدالت نے جگدیش آنند بنام پولیس کمشنر کلکتہ (اے آئی آر 1984 ایس سی 51) میں قرار دیا ہے۔

''عدالتوں کو یہ طے کرنے کا اختیار حاصل ہے کہ آیا کسی خاص رسم یا رواج کو کسی مخصوص مذہب کے احکام کی رو سے اس کا لازمی جزو سمجھا جاتا ہے یا نہیں۔''

جیسا کہ ہم غیر ملکوں کی لادینی عدالتوں کے فیصلوں میں دیکھ چکے ہیں کہ اگرچہ مذہبی معمولات کو ''مذہبی آزادی'' کے پردے میں تحفظ فراہم کیا جاتا ہے، تاہم اس کے تحت صرف ایسے معمولات آتے ہیں جو مذہب کے لازمی اور تکمیلی ارکان ہوں۔ مزید قرار دیا گیا ہے کہ اس امر کا تعین کرنا عدالتوں کا کام ہے کہ آیا کوئی خاص عمل مذہب کا لازمی اور تکمیلی جزو ہے یا نہیں؟ معاملہ کی اس نوعیت کے پیش نظر ان معمولات کو اس طرح عدالت کے اطمینان کے لیے مستند مذہبی حوالوں سے اسی طرح بیان کرنا اور ثابت کرنا ہوگا۔

44- اس لیے اپیل کنندگان کو پہلے ان معمولات کی تفصیل بتانی چاہیے تھی جو وہ صد

سالہ جشن کے موقع پر ادا کرنا چاہتے تھے' پھر یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ وہ معمولات ان کے مذہب کے ناگزیر اور تکمیلی اجزاء ہیں۔ اس کے بعد ہی عدالت ایسا اعلان کر سکتی تھی کہ ان معمولات کی ادائیگی میں متنازعہ حکم یا انتظامی احکام کے تحت غیر قانونی رکاوٹ ڈالی گئی تھی۔ اپیل کنندگان کو یہ وضاحت کرنی چاہیے تھی کہ القابات وغیرہ اور مختلف تقریبات' جو وہ منانا چاہتے تھے' ان کے مذہب کا جزوِ لاینفک ہیں اور یہ کہ انہیں صرف اعلانیہ یا لوگوں کی نظروں کے سامنے سڑکوں اور گلیوں میں عام مقامات پر ہی منایا جا سکتا ہے۔

45- یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر متنازعہ قانون' قانون سازی کا جائز جزو ہے اور مسئول الیہان نے متنازعہ کارروائی امن و امان کے مفاد میں کی تھی' تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ وہ اقدامات بدنیتی سے کیے گئے یا حقیقی جواز کے بغیر تھے' بنیادی حقوق کی پامالی کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس نکتے پر لاگو ہونے والے قانون کی عدالتوں میں خاصی تشریح ہو چکی ہے۔ اس لیے ان کا حوالہ دینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

46- چیف جسٹس لاتھم (Latham) نے جیہوواہ (Jehovah) کے گواہوں سے متعلق مقدمہ بعنوان "Adelaide vs. Commonwealth." میں جس کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے' آسٹریلوی دستور کی دفعہ 116 کے مندرجات کو زیر بحث لاتے ہوئے' جو دیگر باتوں کے علاوہ حکومت کو ''کسی مذہب پر آزادانہ عمل کرنے'' سے روکنے کی ممانعت کرتے ہیں' درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

1- دفعہ 116 اقلیتوں' خصوصاً غیر مقبول اقلیتوں کے مذہب (یا اس کی عدم موجودگی) کا بچاؤ کرتی ہے (صفحہ 124) گو یہ درست ہے کہ اس بات کا تعین کرتے وقت کہ مذہب کیا ہے اور کیا نہیں ہے' لفظ مذہب پر لازماً غور کرنا چاہیے۔

2- دفعہ 116 معمولات کے ساتھ ساتھ عقائد کا تحفظ بھی کرتی ہے۔

3- جہاں تک مذہب پر آزادانہ عمل کا تعلق ہے' ''آزادانہ'' سے ''کھلی چھٹی''

مراد نہیں ہے۔ آزادی کے تصور کو محض ایک خاص سیاق وسباق میں پرکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر آزادانہ تقریر کے یہ معنی نہیں کہ پرہجوم جگہ پر ''آگ آگ'' کا شور مچا کر لوگوں میں اضطراب پھیلا دیا جائے۔ اسی طرح جیسا کہ مختلف امریکی مقدمات سے ظاہر ہے مذہب پر آزادانہ عمل افراد کو ان کے مذہبی عقائد کی بناء پر اختیار نہیں دیتا کہ وہ ملکی قانون کی دھجیاں بکھیر دیں۔

4- ہائیکورٹ اس وقت ثالثی کے فرائض انجام دیتی ہے جب مقنّنہ کا بنایا ہوا کوئی قانون، مذہبی آزادی میں ناجائز طور پر خلل ڈالتا ہے۔ اس طرح مذہب کی حفاظت کے لیے معاشرہ کو انتشار میں مبتلا کیے بغیر عملی اقدام کی منظوری دینا ممکن ہو جاتا ہے۔''

47- اس لیے عدالت نے قرار دیا کہ جیہوواہ کے گواہوں نے فوجی ذمہ داری کے معنوں میں حکومت سے عدم تعاون کے لیے جو اصول بیان کیا، وہ معاشرہ کے دفاع کے لیے ضرر رساں تھا اور دفعہ 116 نے اسے تحفظ فراہم نہیں کیا، پس وہاں جو اصول وضع کیا گیا وہ یہ ہے کہ سول فرائض عائد کرنے والے قانون کو مذہبی آزادی میں خلل ڈالنے والا قانون نہیں کہا جا سکتا۔

48- جسٹس ہگس (Hughes) نے بھی مقدمہ بعنوان

Willis Cox Vs. New Hampshire 1941 - (312) U.S 569

میں اس اصول کو اس طرح بیان کیا ہے۔ ''کوئی قانون جو عام گلیوں کو پریڈ یا جلوس کے لیے استعمال کرنے والے افراد سے تقاضا کرتا ہو کہ اس کے لیے خصوصی اجازت حاصل کریں، کسی مذہبی عبادت یا مذہب پر عمل میں کوئی خلاف دستور مداخلت تصور نہیں ہوگا، جب اس کا اطلاق ایسے گروہ پر کیا جائے جو مذہبی عقائد پر مشتمل پلے کارڈز اور نشانات اٹھائے ایک قطار میں فٹ پاتھ پر مارچ کر رہا ہو۔''

49- ہم نے مذکورہ بالا نقطۂ نظر کی حمایت میں ایسے ممالک کا حوالہ دیا جو لادین اور معتدل مزاج ہونے کے مدعی ہیں، مذہبی یا کٹر مذہب پرست نہیں ہیں۔ بھارت کی سپریم

کورٹ نے محمد حنیف قریشی و دیگران بنام ریاست بہار (اے آئی آر 1958 ایس سی 731) نامی مقدمہ میں انہی اصولوں کا اطلاق کرتے ہوئے قرار دیا کہ بعض قوانین سے جن کے تحت بعض جانوروں کے ذبیحہ پر پابندی لگائی گئی ہے' مسلمانوں کو آرٹیکل 25(1) کے تحت حاصل بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی کیونکہ اس دعویٰ کی تائید میں کوئی مواد موجود نہیں کہ بقر عید کے روز مسلمانوں کے لیے گائے کی قربانی کرنا لازمی ہے یا مسلمانوں کے لیے اپنے عقیدہ ونظریہ حیات کے اظہار کے لیے ایسا کرنا اسلام کی رو سے کوئی پسندیدہ بات ہے۔

-50 اسی عدالت نے مقدمہ زیر عنوان

Acharya Jagdishwaranand Avadhutta etc. Vs. Commissioner of Police, Calcutta. (AIR 1984 S.C. 51) Avadhutta

میں قرار دیا تھا کہ

''اگر اس بات کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ ''تنداوا'' (Tandava) رقص کو آنند مارگ کے ہر پیروکار کے لیے مذہبی حق کے طور پر مقرر کیا گیا ہے' تب بھی اس کا یہ لازمی نتیجہ نہیں نکلتا کہ تنداوا رقص کو عام پبلک میں پیش کرنا مذہبی رسم کا حصہ ہے' پس یہ دعویٰ کہ درخواست گزار کو دستور کے آرٹیکل 25 یا 26 کے مفہوم میں عام گلیوں اور عام مقامات پر ایسا رقص کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے' قابل استرداد ہے۔''

-51 امریکی عدالتوں نے اسی طرح کی صورتوں کی بابت قرار دیا کہ اس سے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کے آئینی حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ جناب شریف الدین پیرزادہ نے اپنی تصنیف "Fundamental Rights and Consitutional Remedies in Pakistan" (Edition 1966) صفحہ 313' 314 اور 317 پر لکھا ہے۔

(i) ''مقدمہ بعنوان "Hamilton Vs. Board of Regents of University of California." (1934), 293, U.S. 245

میں طلباء نے سپریم کورٹ سے اپیل کی تھی کہ یونیورسٹی کی طرف سے لازمی فوجی تربیت کے بارے میں بنایا گیا قانون' ان کے مذہبی عقیدہ کے منافی ہے' تو عدالت نے ان کے دعویٰ کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ ''حکومت پر عوام کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کے اندر رہتے ہوئے امن وامان قائم رکھنے اور قانون کے نفاذ کو یقینی بنانے کی غرض سے اپنے لیے معقول قوت بہم پہنچائے۔ اسی طرح ہر شہری پر اس کی صلاحیت کے مطابق یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تمام دشمنوں کے مقابلہ میں حکومت کی مدد اور اس کا دفاع کرے۔''

(ii) بنیادی حقوق کے عذر کو مقدمہ زیر عنوان Commonwealth Vs. Plaisted (1889). 148 Mass, 375 میں مساچوسٹیس کی سپریم کورٹ نے ایسے معاملہ میں مسترد کر دیا تھا جس میں گلیوں کو مذہبی اجتماعات کے لیے استعمال کرنے یا ڈرم بجانے پر قانوناً پابندی تھی' حالانکہ وہ بعض تنظیموں مثلاً مکتی فوج کی مذہبی رسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

(iii) جہاں کوئی قانون کسی شخص سے یہ تقاضا کرے کہ وہ بیمار بچہ کو طبی علاج بہم پہنچائے خواہ وہ والدین کے مذہبی عقائد سے مطابقت نہ رکھتا ہو' تب بھی اس پر عمل کرنا ہوگا۔

(iv) مذہبی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سلوک میں مطلق مساوات برتی جائے' حقیقتاً چرچ آف انگلینڈ کی خصوصی حیثیت کا خیال رکھنا لازمی ہوگا''
دیکھئے ("The United Kingdom" by G.W.Keeton and D.Lioyd, pp. 67-68)

52- مذکورہ بالا موقف سے' جو کہ محولہ بالا ملکوں میں عام پایا جاتا ہے' یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہبی آزادی کو امن وامان یا امن عامہ اور سلامتی میں مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ موقف اس اصول پر مبنی ہے کہ ریاست کسی کو اپنے حقوق سے استفادہ

کرتے وقت دوسروں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی یا سلب کرنے کی اجازت نہیں دے گی، اور یہ کہ کسی کو اس امر کی چھٹی نہیں دی جاسکتی کہ کسی دوسرے طبقہ کے مذہب کی توہین کرے، نقصان پہنچائے یا بے حرمتی کرے یا ان کے مذہبی احساسات کو مشتعل کرے، یہاں تک کہ امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔ اس لیے جب کہیں اور جہاں کہیں ریاست یہ باور کرنے کی وجوہ رکھتی ہو کہ امن و امان خراب ہو جائے گا یا دوسروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے، جس سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے، تو وہ مجاز ہے کہ ایسے کم سے کم انسدادی اقدامات بروئے کار لائے جو قیام امن و امان کے لیے ضروری ہوں۔

-53 مسلمانوں کا خیال ہے کہ انگریزی راج کے دوران مسلم معاشرہ میں، قادیانی جماعت کی تخلیق اس کی نظریاتی سرحدوں پر ایک سنگین اور منظّم حملہ ہے، وہ اس جماعت کو اپنی سلامتی و یک جہتی کے لیے ایک مستقل خطرہ سمجھتے ہیں کیونکہ مسلم معاشرہ کی سماجی و سیاسی تنظیم کی بنیاد اس کے مذہب پر ہے، ایسی صورتحال میں قادیانیوں کی طرف سے مذکورہ بالا القابات و اصطلاحات کا ایسے طریقہ سے استعمال جسے مسلمان اپنی مقدس ہستیوں کی توہین اور بے حرمتی پر محمول کرتے ہیں، وہ امت کے اتحاد و یک جہتی اور قومی امن و سلامتی کے لیے خطرہ ہے جو امن و امان کی صورتحال کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ ماضی میں بارہا ہو چکا ہے۔

-54 قادیانیت کے بارے میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:۔ ''میں قادیانی تحریک کے بارے میں اس وقت شکوک و شبہات کا شکار ہو گیا، جب نئی نبوت کا دعویٰ جو بانی اسلام کی نبوت سے بھی بڑھ کر ہے، قطعی طور پر پیش کیا گیا اور مسلم دنیا کو ''کافر'' قرار دیا گیا۔ بعد ازاں میرا شک اس وقت عملی بغاوت میں بدل گیا، جب میں نے خود اپنے کانوں سے تحریک کے ایک پیروکار کو پیغمبر اسلام ﷺ کا ذکر توہین آمیز لہجے میں کرتے سنا۔'' دیکھئے

(Thoughts and Reflection of Iqbal (page.297-1973 Edition)

-55 امر واقعہ یہ ہے کہ قادیانیوں نے باطنی طور پر اپنے بارے میں حقیقی مسلمان

برادری ہونے کا اعلان کر رکھا ہے' انہوں نے خود کو اصل امت مسلمہ سے' اس بناء پر الگ کر لیا ہے اور مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں کہ مسلمان' مرزا قادیانی' بانی جماعت احمدیہ' کو پیغمبر اور مسیح موعود کیوں نہیں مانتے۔ یہ عقیدہ خود مرزا صاحب کی ہدایات کے تحت اپنایا گیا ہے' جو برملا کہتا تھا کہ

(الف) ❑ ''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد جن کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی ہے وہ مجھے نہیں مانتے'' (آئینہ کمالات اسلام ص 547'548) ...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 547'548 ج 5) ایک ''نبی'' نے جو زبان استعمال کی ہے اور مخاطبوں پر اس کا جو اثر ہو سکتا ہے' وہ قابل غور ہے۔

(ب) ایسی لغو اور بے ہودہ زبان کے استعمال کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں' لیکن ہم صرف ایک اور مثال دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

❑ ''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔'' (نجم الہدیٰ از غلام احمد قادیانی' ص 10) ...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 53' ج 14)

(ج) مرزا قادیانی کے حوالہ سے اس کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے (جو کہ اس کا بیٹا بھی ہے) بحوالہ ''الفضل'' مورخہ 30 جولائی 1931ء کو طلباء سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کی مرکزی جماعت کے ساتھ علاقہ و رشتہ کے بارے میں انہیں اس طرح نصیحت کی کہ

❑ ''مرزا قادیانی صاحب کے زمانہ سے یہ بحث چلی آ رہی ہے کہ آیا احمدیوں کے لیے دینیات کی تعلیم کے مستقل مراکز ہونے چاہئیں یا نہیں۔ ایک نکتہ نظر اس کے خلاف تھا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ احمدیوں اور مسلمانوں کے مابین چند اختلافات حضرت صاحب نے دور کر دیئے تھے اور انہوں نے صرف معقولات کی تعلیم دی ہے۔ جہاں تک دوسرے علوم کا تعلق ہے، ان کی تعلیم دوسرے اسکولوں میں حاصل کی جا سکتی ہے'

دوسرا نکتہ نظر اس کی حمایت میں تھا۔ پھر خود مرزا صاحب نے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ احمدیوں کا اختلاف محض حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت اور بعض دوسرے مسائل پر ہے' ان کے مطابق یہ اختلافات وجود باری تعالیٰ' رسول اکرم ﷺ کی ذات' قرآن' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی ہیں۔ پھر انہوں نے ہر ایک نکتہ کو تفصیل سے بیان کیا۔''

(د) ''اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آئی ہے کہ

❑ ''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا' اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا' اور تیرا مخالف رہے گا' وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔'' (اشتہار معیار الاخیار' منجانب مرزا قادیانی' ص 8)...... (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ص 275' ج 3)

(ہ) ''اپنے عقیدت مندوں سے خطاب کرتے ہوئے مرزا صاحب نے کہا:

❑ ''پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔'' (اربعین نمبر 3' ص 28 حاشیہ)...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 417' ج 17)

(و) ''اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ' خدا کا مامور' خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔'' (انجام آتھم' از مرزا قادیانی' ص 62)...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 62' ج 11)

(ز) ''جو میرے مخالف تھے' ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔'' (نزول المسیح قادیان' 1909ء ص 4)...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 383 حاشیہ' جلد 18)

(ح) ''جو مجھے نہیں مانتا' وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔'' (حقیقت الوحیٰ' 1906ء' ص 163۔164) ...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 168' جلد 22)

(ط) کہا جاتا ہے کہ کسی نے مرزا صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ

ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے' جو انہیں کافر نہیں سمجھتے' تو انہوں نے اپنے طویل جواب کے آخر میں کہا:

''ایسے اماموں کی طرف سے ان لوگوں کی بابت طویل اشتہار شائع ہونا چاہیے جو مجھے کافر کہتے ہیں' تب میں انہیں مسلمان سمجھوں گا تا کہ تم ان کی امامت میں نماز پڑھ سکو۔'' (بدر' 24 مئی 1908ء جیسا کہ اسے مجموعہ فتاویٰ احمدیہ' جلد اول ص 307 پر نقل کیا گیا ہے)

(ی) ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ

''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا' وہ مسلمان نہیں۔'' (دیکھئے مرزا قادیانی کا خط ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے نام' حقیقت الوحی' صفحہ 163)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص 167' جلد 22)

(ک) ''اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے۔ انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔'' (دیکھئے انوار الاسلام از مرزا قادیانی' ص 30)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص 31' جلد 9)

-56 اسی طرح کی دیگر تحریریں ڈھیروں کی صورت میں موجود ہیں جو نا صرف مرزا صاحب کے اپنے قلم سے ہیں بلکہ اس کے نام نہاد خلفاء' اور پیروکاروں نے بھی لکھی ہیں جو کسی شک و شبہ کے بغیر ثابت کرتی ہیں کہ وہ مذہبی لحاظ سے اور معاشرتی طور پر مسلمانوں سے ایک الگ اور مختلف برادری ہیں۔

-57 سر ظفر اللہ خاں قادیانی نے پاکستان کا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بابائے قوم

قائداعظم کی نماز جنازہ میں شامل ہونے اور انہیں آخری خراج عقیدت پیش کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ اسے غیر مسلم ریاست کا مسلمان وزیر خارجہ یا مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے۔ (روزنامہ زمیندار' لاہور مورخہ 8 فروری 1950ء)

58- مرزا قادیانی نے اپنے ماننے والوں کو غیر احمدیوں کے ساتھ اپنی بچیوں کے نکاح کرنے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ اس کے بقول مسلمانوں کی بڑی جماعت کو زیادہ سے زیادہ نصاریٰ کی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

59- مرزا بشیر الدین محمود' مرزا قادیانی کے فرزند اور ''خلیفہ ثانی'' سے منسوب یہ بیان بھی قابل غور ہے:

''یہ کہ ایک سفارتکار کی معرفت میں نے انگریز افسر سے درخواست کی کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے جداگانہ حقوق کا تعین کیا جائے۔ افسر نے جواب دیا کہ وہ اقلیتیں ہیں جبکہ تم ایک مذہبی فرقہ ہو' اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی مذہبی برادریاں ہیں' اگر انہیں جداگانہ حقوق دیئے جا سکتے ہیں تو ہمیں کیوں نہیں۔'' (روزنامہ ''الفضل'' قادیان' 13 نومبر 1946ء)

60- پس یہ ظاہر ہے کہ خود احمدیوں کے نزدیک دونوں فرقے یعنی احمدی اور بڑی جماعت بیک وقت مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک فرقہ مسلمان ہے تو دوسرا یقیناً اسلام سے خارج ہے۔ مزید برآں احمدیوں نے ہمیشہ یہ چاہا کہ انہیں جداگانہ وجود سمجھا جائے اور وہ دوسروں سے علیحدہ اور مختلف حیثیت رکھنے کا دعویٰ کرتے آئے ہیں۔ مسلمانوں کی بڑی جماعت نے کبھی احمدیوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا پسند نہیں کیا۔ جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا' احمدی علیحدہ اور جداگانہ حقوق کے ساتھ اقلیت شمار ہونے کو بھی تیار تھے۔ ایک مذہبی برادری کے طور پر وہ یا تو مسلمانوں کے مخالف ہیں اور ہمیشہ کوشاں رہے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔ یا حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پوری امت مسلمہ کو کافر قرار دیا، تاہم ایک اقلیت ہونے کی بناء پر وہ اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی بڑی جماعت نے جو مرزائیوں کے مذہب کے خلاف' اس کے آغاز

ہی سے مہم چلا رہی تھی' ستمبر 1974ء میں ایک فیصلہ کیا اور انہیں آئین کے تحت غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یہ کوئی اچانک اور نیا غیر مطلوب فیصلہ نہیں تھا بلکہ ان کی خواہش کے مطابق اقدام تھا۔ صرف سمتیں بدل گئی تھیں' اس لیے' احمدی' قانون اور دستور کی رو سے غیر مسلم ہیں اور ان کی پسند کے مطابق مسلمانوں کے برعکس اقلیت ہیں۔ لہذا انہیں ایسے القابات و اصطلاحات اور شعائر اسلامی کو استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں جو مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں اور انہیں بجا طور پر ان کے استعمال سے روکا گیا ہے۔

-61 جیسا کہ اوپر دکھایا گیا' پاکستان کے دستور میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے' بلاشبہ وہ ایک غیر اہم اقلیت ہیں اور مسلمانوں نے ان کے عقائد کی بناء پر انہیں ملحد سمجھتے ہوئے غیر مسلم قرار دیا ہے۔ جو کچھ اوپر کہا گیا' اس سے قطع نظر' عدالتوں نے اکثریت سے اختلاف کرنے والوں کو نکال باہر کرنے کا اختیار مذہب یا مذہبی فرقہ کی اکثریت کے حق میں تسلیم کیا ہے اور بھارت کی سپریم کورٹ نے ایسی کارروائی کو روکنے والے قانون کو دستور کے منافی قرار دیا تھا۔ اس سلسلے میں سردار سیدنا طاہر سیف الدین بنام ریاست بمبئی وغیرہ (اے آئی آر 1962 ایس سی 853) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جس کے پیرا نمبر 40 میں یہ بھی قرار دیا گیا تھا ''یہ چیز صاف نظر آ رہی ہے کہ جہاں کسی کو دین سے خارج کرنے کی بنیاد' مذہبی وجوہات پر ہو' وہاں کٹر مذہبی عقیدہ یا نظریہ میں ایسی لغزش مذہبی قانون کے تحت (جو مذہبی قانون کے تحت الحاد' عقیدہ سے انحراف یا فرقہ بندی کی طرح ہو) یا کسی معمول کو ترک کرنا جیسے داؤدی بوہرہ فرقے والے اپنے مذہب کا لازمی جزو سمجھتے ہوں' کسی کو مذہب سے خارج کرنے کی بابت اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مذہب کی قوت کو برقرار رکھنے کے لیے مذہب کا لازمی جزو ہوتا ہے۔ اس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مذہبی وجوہات پر کسی کو مذہب سے خارج کرنے کے اختیار کا استعمال مذہبی معاملہ میں سربراہ کے ذریعے اس کمیونٹی کی انتظامیہ کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ متنازعہ ایکٹ کے ذریعے یہ کارروائی کی گئی ہے اور برادری کے سربراہ کی حیثیت سے ''داعی'' کا یہ اختیار چھین لیا ہے کہ وہ مذہبی اسباب کی بناء پر بھی کسی کو اپنے

مذہب سے خارج نہیں کرسکتا۔ پس یہ واضح طور پر داؤدی بوہرہ برادری کے اس حق میں مداخلت کرتا ہے جو اسے دستور کے آرٹیکل 26 کی شق (ب) کے تحت حاصل ہے۔''

پیرا 41: یہ کہ کسی برادری سے اس کے کسی رکن کا اخراج بلاشبہ اس کے بہت سے شہری حقوق پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس مخصوص مذہبی گروہ کے قبضہ میں بہت سی جائیداد و املاک ہیں اور انہیں خارج کرنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ برادری سے خارج کیا گیا شخص، ایسی جائیداد کے حقوقِ ملکیت سے محروم ہو جائے گا۔ شاید ایسا سوچنا کسی کو اچھا نہ لگے کہ کمیونٹی کے سربراہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس طریقہ سے کسی رکن کے شہری حقوق چھین لے۔ تاہم آرٹیکل 26 (ب) کے تحت دیا گیا حق، شہری حقوق کی حفاظت کے تابع نہیں ہے، آرٹیکل 26 میں لگائی گئی صریح پابندی یہ ہے کہ یہ حق آرٹیکل کی متعدد شقوں کی رُو سے قانونِ عامہ اخلاق اور صحت کے تابع رہتے ہوئے قائم رہے گا۔ عدالت ھذا نے S.C. M. R. 895 1958 (اے آئی آر 1958 ایس سی 255) میں قرار دیا تھا کہ آرٹیکل 26 (ب) کے تحت دیا گیا حق آرٹیکل 25 کی شق 2 کے بھی تابع ہے۔

62- حتیٰ کہ پریوی کونسل نے بھی حسن علی و دیگران بنام منصور علی و دیگران (اے آئی آر 1948 پی سی 66) میں کسی مذہب کے بڑے حصہ کا ایسا ہی اختیار تسلیم کیا ہے، مذکورہ بالا فیصلہ کے پیرا نمبر 53 میں ججوں نے جو رائے ظاہر کی ہے، اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ ''اگلا سوال یہ ہے کہ آیا داعی مطلق کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو مرتد قرار دے کر اپنے فرقہ میں سے خارج کر دے۔ بلاشبہ محمدؐ اور اماموں نے ایسا کیا تھا۔ ایسے اختیار کے استعمال کی وجوہات اور اس کے اثرات پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ سردست اتنا کہنا ضروری ہے کہ اس برادری میں وقتاً فوقتاً داعی کی طرف سے اس اختیار کے استعمال کی مثالیں موجود ہیں۔''

63- جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، قادیانیوں نے بھی اپنی مرضی سے ہمیشہ یہ چاہا کہ مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے ان کی جداگانہ حیثیت ہو، عام حالات میں، انہیں اپنے مقصد

کے حاصل ہونے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا' خصوصاً جب خود آئین نے ان کے لیے اس کی ضمانت دی۔ ان کی مایوسی و برہمی کا سبب یہ ہے کہ وہ باقی ماندہ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کرنا اور اسلام کا دُم چھلاّ اپنے ساتھ لگائے رکھنا چاہتے تھے۔ پس انہیں شکوہ ہے کہ انہیں ملت اسلامیہ سے غیر منصفانہ طور پر خارج کیا گیا اور غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ ان کی برہمی اور آزردگی کی وجہ یہ لگتی ہے کہ اب وہ اسلام سے بے خبر اور غیر مسلموں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کی سکیم پر کامیابی سے عمل نہیں کر سکتے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ وہ اسلامی القابات و اصطلاحات کو غصب کرنا چاہتے ہیں' کلمہ کا اظہار کر کے اور اذان دے کر خود کو مسلمان ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے پردہ میں قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت' کرنے کے خواہش مند ہیں' ایسا لگتا ہے کہ غیر مسلم کا لیبل ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے۔

-64 قادیانیوں کی اس خواہش نے' کہ مسلمانوں کی جملہ قابل احترام شعائر پر کسی نہ کسی طرح قبضہ کر لیا جائے' اس لیے جنم لیا' کہ وہ اپنے مذہب کو مشکوک انداز اور پیغام کی صورت میں اسلام کے طور پر پھیلانا چاہتے تھے' اس مقصد کے لیے ان کی طرف سے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی مخالفت و مزاحمت بالکل قابل فہم بات ہے' بہرحال آئین بھی ان کے راستہ میں حائل ہے کیونکہ آرڈیننس تو محض دستور کے منشاء اور مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اندریں حالات کسی قادیانی کے بارے میں پہلے اس کے عقیدہ کی ملامت کیے بغیر' یہ دعویٰ کرنا' اسے غور وخوض کے لیے پیش کرنا' ظاہر کرنا یا قرار دینا کہ وہ مسلمان ہے، نا صرف آرڈیننس کی صریح خلاف ورزی ہے بلکہ دستور کے بھی منافی ہے۔ اس طرح کے واقعات ماضی میں رونما ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہو سکتے ہیں اور وہ ماضی کی طرح امن و امان کی سنگین صورتحال پیدا کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔

-65 یہ دلیل کہ متنازعہ آرڈیننس مبہم اور غیر منصفانہ حد تک سخت ہے' خود اپیل کنندگان نے اس کی تائید نہیں کی۔ یہاں برمحل حوالہ کے لیے تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298۔سی کو ایک بار پھر نقل کرنا یقیناً کارآمد ہو گا جو کہ اس طرح ہے:

298۔ج: قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے، اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

66- اعتراض بطور خاص اس جملے پر کیا گیا ہے ''خود کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کرے۔'' بلیک کی قانونی لغت Black's Law Dictionary کے مطابق لفظ "Vague" کے معنی ہیں: غیر واضح، غیر یقینی، سمجھ میں نہ آنے والا، مبہم''۔ اس اصول کے مطابق کوئی قانون جو کسی شخص کو واضح طور سے یہ نہیں بتاتا کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس بات سے منع کیا گیا ہے، وہ دستور کے خلاف، اور ''مناسب طریق عمل'' کے منافی ہے۔ اپیل کنندگان نے بھارتی عدالتوں کے صادر کردہ نیز غلام ضمیر بنام اے۔ بی خوندکر (پی ایل ڈی 1965 ایس سی 156) میں عدالت ھذا کے جس فیصلہ کا حوالہ دیا ہے، وہ اس معاملہ میں متعلقہ نہیں ہیں۔ دلیل دی گئی کہ جملہ ''جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے، موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے'' بہت ہی وسیع اور پھیلا ہوا ہے۔ انتہائی غیر واضح اور سیماب وش ہے، بہت ہی غیر معین اور غیر یقینی ہے، جسے ہر کوئی سمجھ نہیں سکتا اور پہلے سے یہ پیش بینی نہیں کرسکتا کہ مقنّنہ نے کون سے کاموں سے منع کیا ہے، اس لیے اسے قانون نہیں کہا جاسکتا، پس اسے منسوخ کیا جائے۔

67- اس عملی مقولہ کے بارے میں کوئی اختلافِ رائے نہیں ہے کہ اگر کوئی قانون

مقنّنہ کے لیے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جائے یا کوئی قانون کسی بنیادی حق میں مداخلت کرے' یا کوئی قانون خصوصاً فوجداری قانون' مبہم' غیر یقینی یا بہت وسیع ہو' تو اسے اعتراض کی حد تک باطل قرار دے کر منسوخ کر دینا چاہیے۔ بہر حال اپیل کنندگان نے یہ ظاہر یا واضح نہیں کیا کہ ابہام کہاں ہے؟ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے یہ ظاہر کرنا' ان پر لازم تھا کہ جرم کے اجزائے ترکیبی' جیسا کہ وہ قانون میں درج ہیں' اس قدر غیر واضح ہیں کہ معصومانہ اور مجرمانہ طرز عمل کے مابین کوئی خط امتیاز نہیں کھینچا جا سکتا یا اس قانون کی من مانی اور امتیازی تنقید کے نمایاں خطرات موجود ہیں' یا یہ کہ وہ حقیقت میں اتنا مبہم ہے کہ عام آدمی اس کے مفہوم کے بارے میں تو قیاس آرائی کر سکتا ہے' اس کے اطلاق کی بابت اختلافِ رائے ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

68- ڈکشنری کے مطابق ''Pose'' کے معنی ہیں ''دعویٰ کرنا'' یا کوئی تجویز غور وخوض کے لیے پیش کرنا' موجودہ معاملہ میں قانون کے مخاطب قادیانی یا لاہوری گروپ کے ارکان ہیں۔ وہ عقائد کے حوالہ سے امت مسلمہ کے بڑے حصہ کے ساتھ سنگین اختلافات وتنازعات کا طویل پس منظر رکھتے ہیں۔ ان متنازعہ عقائد پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ مجیب الرحمٰن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگران (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ اور قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی سے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں کسی قدر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب خود نبی تھے اور جو ان کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ کافر ہیں۔ احمدی' مرزا صاحب کے متعلقین کے لیے مذکورہ بالا اسماء والقابات وغیرہ' استعمال کا حق محض اس تعلق کی بناء پر جتاتے ہیں اور اسے اسی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ پس یہ شہادتوں کے ذریعے ثابت کیا جانے والا سوال ہے کہ ملزمان نے فی الواقع ایسے القابات واصطلاحات کا استعمال کیا یا اس کا رویہ اور طرز عمل اس کے مترادف تھا' جو کچھ قانون کا منشاء ہے' اپیل کنندگان بلاشبہ قادیانی ہیں اور از روئے آئین غیر مسلم ہیں۔ پس ان کی طرف سے شعائر اسلامی کا استعمال یا تو خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا

دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف ہے یا توہین و تضحیک کرنے کے برابر......
بہرصورت اس حقیقت کو واضح طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہ خود کو اسی طرح پیش کر رہے تھے۔ پس انہوں نے اس مسئلہ کو نہیں لیا' محض ایسے تنازعہ کو اٹھا رہے ہیں جو ٹھوس بنیاد نہیں رکھتا۔ یہ بات بلا شک و شبہ کہی جا سکتی ہے کہ قانون میں سرے سے کوئی ابہام نہیں ہے۔

69- مجموعۂ تعزیراتِ پاکستان جو کہ بڑی حد تک تعزیراتِ ہند سے ملتا جلتا ہے' کی دفعات 140, 170, 171, 171 ڈی' 205, 229 اور 416 میں جرم تلبیسِ شخصی (Personation) کا ذکر ہے۔ یہ جرم کسی قدر زیر بحث جرم کے مماثل ہوتا ہے' اور اس کی عبارت پر اس مقدمہ میں اٹھائے گئے اعتراض کو پرکھنے کے لیے غور کیا جا سکتا ہے۔ دفعہ 140 میں کہا گیا ہے۔

''جو کوئی حکومت پاکستان کی بری' بحری یا فضائی فوج میں سپاہی' ملاح یا ہوا باز نہ ہو' ایسا لباس پہنے یا ایسا نشان لٹکائے پھرے جسے کوئی سپاہی' ملاح یا ہوا باز پہنتا ہو یا لگاتا ہو تو اسے ......سزا دی جائے گی' اسی طرح دفعہ 171 میں ایسا لباس پہننے یا نشان لیے پھرنے کو جرم قرار دیا گیا جسے سرکاری ملازمین کا کوئی طبقہ پہنتا یا لگاتا ہو' دفعہ 171 (ڈی) کے تحت رائے دہی کے لیے پرچی مانگنے یا کسی دوسرے زندہ یا مردہ شخص کے نام پر ووٹ ڈالنے کو بھی جرم ٹھہرایا گیا ہے۔ ایسی صورت میں محض اس طرز عمل کو شہادت مانا جائے گا۔ دفعہ 205 یکسر مختلف معاملہ سے بحث کرتی ہے' اس میں کہا گیا ہے:

''جو کوئی جھوٹ موٹ کسی اور شخص کا رُوپ دھار کر اس اختیار کردہ کردار میں کوئی اقبال کرے یا بیان دے اسے کوئی ایک سزا .... دی جائے گی۔ دفعہ 229 میں جیوری کے کسی رکن یا اسیسر کی تلبیسِ شخصی کرنے کو جرم بتایا گیا ہے۔ سب سے آخر میں دفعہ 416 آتی ہے' جس کا تعلق تلبیسِ شخصی کے ذریعے دغا دینے سے ہے' اس میں کسی اور شخص کا رُوپ دھار کر یا اپنے آپ کو کسی دوسرے کا قائم مقام یا اس جیسا ظاہر کر کے دھوکا دینا شامل ہے۔

70- تعزیراتِ ہند کے نفاذ 1860ء سے لے کر اب تک کسی نے مذکورہ بالا دفعات میں سے کسی کے خلاف اس طرح کا اعتراض نہیں کیا' جیسا کہ اپیل کنندگان نے کیا ہے' اگرچہ یہ دفعات اسی طرح کے موضوع سے معاملہ کرتی ہیں' تاہم ایسی درستی کا دعویٰ نہیں کرسکتیں جیسا کہ اپیل کنندگان مطالبہ کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ کسی عدالت نے بھی کبھی کسی ابہام یا نقص کی نشان دہی نہیں کی جس سے ان کے انتظام میں کوئی خلل پڑتا ہو' پس مذکورہ بالا جملہ میں ایسی کوئی خامی نہیں ہے۔

71- اس کے برعکس متنازعہ آرڈیننس میں وہ اصل القاب' خطابات اور اصطلاحیں دی گئی ہیں' جن کا تحفظ کرنا مقصود ہے نیز اس سلسلے میں عائد کردہ پابندیاں بیان کی گئی ہیں۔ آرڈیننس میں یہ صراحت بھی کر دی گئی ہے کہ انہیں صرف ایسے افراد یا مواقع کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے' جن کے لیے وہ مقرر ومخصوص ہیں' کسی اور کے لیے نہیں۔ احمدی ان شعائر کی بے حرمتی کرتے رہے ہیں اور اپنے قائدین ومعمولات پر ان کا اطلاق کرتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ دھوکا دے سکیں کہ وہ بھی اسی مقام ومرتبہ اور صلاحیت کے حامل ہیں۔ احمدیوں کے اس عمل نے نا صرف معصوم' سادہ اور بے خبر لوگوں کو گمراہ کیا بلکہ پوری مدت کے دوران امن وامان کا مسئلہ پیدا کرتے رہے۔ اس لیے قانون سازی ضروری تھی جو کسی بھی لحاظ سے احمدیوں کی مذہبی آزادی میں دخل نہیں دیتی۔ یہ قانون محض انہیں ایسے القابات وخطابات استعمال کرنے سے روکتا ہے جن پر ان کا کسی قسم کا حق نہیں' ازروئے قانون ان پر نئے القابات واصطلاحات وضع کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

72- ہم اس اعتراض کو بعض غیر ملکی فیصلوں کی روشنی میں بھی پرکھ سکتے ہیں۔ امریکی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیرعنون (Lanzetta vs. New Jersey (306. U.S. 451, 1939) میں قرار دیا تھا کہ ابہام ایک آئینی خرابی ہے جو تصوراتی طور پر ضرورت سے زیادہ طویل اور مختلف ہے۔ یہ کہ ضرورت سے زیادہ وسیع قانون میں نہ تو وضاحت کی کمی ہوتی ہے نہ ہی درستی کی اور مبہم قانون کو اس سرگرمی تک

پہنچنے کی ضرورت نہیں، جسے پہلی ترمیم کے ذریعے تحفظ فراہم کیا گیا ہے، صحیح راہ عمل کے لحاظ سے اگر کوئی قانون اس قدر مبہم اور غیر واضح ہو کہ:

''عام سمجھ بوجھ کے حامل افراد اس کے مفہوم و معانی کے بارے میں تو قیاس آرائی کر سکیں، لیکن اس کے اطلاق کی بابت متفق نہ ہوں تو وہ قانون باطل اور بے اثر ہے، دیکھئے

(Connally vs. General Construction Co. (1926) 269, U.S 385 - 391)

73- ایسا ابہام اس وقت واقع ہوتا ہے جب کوئی مقنّنہ قانون سے تحفظ کے اخراج کو ایسے غیر واضح الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ گناہ سے پاک اور گناہ آلود طرز عمل کے مابین خط امتیاز کھینچنا قیاس و اندازہ کا کام بن جاتا ہے اور یہ کہ قانون نافذ کرنے والے حکام کی صوابدید کو اس سے وابستہ من مانے اور امتیازی نفاذ کے خطرات کو صریح قانونی معیار کے ذریعے محدود کیا جائے۔ اس دلیل کو مذکورہ بالا مقدمہ سے کوئی مدد نہیں ملتی کیونکہ اس قانون کے مندرجات آئین اور شعائر اسلام کی روشنی میں بالکل واضح اور صاف لگتے ہیں۔ یہ قانون کسی بھی قانونی مفہوم میں مبہم نہیں ہے، اس چیز پر پہلے تفصیل سے بحث ہو چکی ہے کہ امن و امان کو تحفظ فراہم کرنے والے قانون کو دنیا کے کسی ملک میں ظالمانہ نہیں سمجھا گیا۔ مزید برآں دنیا کا کوئی قانونی نظام کسی کمیونٹی کو خواہ وہ کسی قدر بولنے والی، منظّم، خوشحال یا اثر و رسوخ کی مالک کیوں نہ ہو، دوسروں کو ان کے مذہب یا حقوق کے بارے میں دغا دینے، ان کے ورثہ کو ہتھیانے اور قصداً و عمداً ایسے کام کرنے یا تدابیر اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی جن سے امن و امان کی صورتحال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

74- اپیل کنندگان کی دوسری گزارش کہ آرٹیکل **20** میں استعمال کردہ ترکیب **"Subject to Law"** میں لفظ **"Law"** سے مثبت قانون مراد ہے، اسلامی قانون نہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل مقدمات پر انحصار کیا گیا ہے جن کی سماعت عدالت ھذا نے کی تھی۔

1- عاصمہ جیلانی کیس۔ پی ایل ڈی 1972 ایس سی۔ 139
2- بریگیڈئیر (ریٹائرڈ) ایف بی علی بنام سرکار پی ایل ڈی 1975 ایس سی 506
3- وفاق پاکستان بنام یونائیٹڈ شوگر ملز لمیٹڈ کراچی' پی ایل ڈی 1977 ایس سی 397
4- فوجی فاؤنڈیشن بنام شمیم الرحمٰن' پی ایل ڈی 1983 ایس سی 457

بہر حال ہمیں اس اعتراض نے قطعاً متاثر نہیں کیا۔

75- اصطلاح ''Positive Law'' سے بلیک کی قانونی لغت کے مطابق وہ قانون مراد ہے جو اصلاً نافذ کیا گیا ہو یا کسی مجاز حاکم نے منظّم قانونی معاشرہ کی حکومت کے لیے اختیار کیا ہو۔ پس یہ اصطلاح نا صرف وضع کردہ قانون پر حاوی ہے بلکہ اختیار کردہ قانون پر بھی' یہ بات قابل غور ہے کہ اوپر جن مقدمات کا حوالہ دیا گیا ہے' ان کے فیصلے آرٹیکل 2 - الف کے آئین کا جزو بننے سے پہلے صادر کیے گئے تھے۔ آرٹیکل 2-الف کی عبارت اس طرح ہے:

''2-الف: قرار داد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہوگی۔

ضمیمہ میں نقل کردہ قرار دادِ مقاصد میں بیان کیے گئے اصول اور احکام کو بذریعہ ہذا دستور کا مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بجنسہٖ موثر ہوں گے۔''

76- پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار یہ ہوا کہ قرار دادِ مقاصد کو جو اس سے پہلے ابتدائیہ کے طور پر ہر دستور کا جزو رہی تھی' 1985ء میں آئین کا موثر حصہ قرار دے کر' اس میں شامل کر لی گئی۔ یہ کسی قانون کے متن کو بذریعہ حوالہ اپنانے کا عمل تھا' جس سے وکلاء بے خبر نہیں۔ ایسا عموماً اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی نئے قانونی نظام کی تنقید عمل میں آتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں ہر مارشل لاء کے نفاذ یا دستوری نظام کی بحالی کے موقع پر ایسا کیا گیا۔ مقنّنہ نے انگریزی راج کے دوران بھی بعض اسلامی اور دیگر مذہبی رسم و رواج پر مبنی قوانین کو اسی طریقے سے اپنا لیا تھا اور انہیں مثبت قوانین سمجھا گیا تھا۔

77- یہی وہ مرحلہ تھا جب عوام کے منتخب نمائندوں نے پہلی بار اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو دستور کے مستقل و موثر حصہ اور ان کے لیے واجب التعمیل کے طور پر قبول کر لیا اور

یہ عہد کیا کہ وہ محض تفویض کردہ اختیارات کو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے استعمال کریں گے' اعلیٰ عدالتوں کے عدالتی نظر ثانی کے اختیار میں بھی توسیع کر دی گئی۔

-78 سپریم کورٹ نے مذکورہ بالا تبدیلی کا موثر ہونا تسلیم اور قبول کر لیا ہے۔ جسٹس نسیم حسن شاہ (موجودہ چیف جسٹس) نے پاکستان بنام عوام الناس (پی ایل ڈی 1987 ایس سی 304 کے صفحہ 356 پر) عوامی نمائندوں کے بدلے ہوئے اختیار پر بحث کرتے ہوئے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

''چنانچہ جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ مقننہ میں بیٹھنے والی مسلمانوں کی جماعت نے کوئی ایسا قانون نافذ کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یا سنت نبوی ﷺ یا کسی اصول کی رو سے' جو ان کے لازمی مفہوم سے ماخوذ ہو' ممانعت کی گئی ہو' تو کوئی عدالت ایسے قانون کو غیر اسلامی قرار نہیں دے سکتی۔''

-79 جسٹس شفیع الرحمٰن نے اس مقدمہ میں اپنا فیصلہ قلمبند کرتے ہوئے آرٹیکل 2-اے (قرار دادِ مقاصد) کی روشنی میں صفحہ 361، 362 پر درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا: ''تفویض کردہ اختیار کو مقدس امانت کے طور پر قبول کرنے کے تصور کو' جو کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر 58 میں بیان ہوا ہے' غیر متبدل انداز میں اور تضاد کے بغیر وسیع مفہوم دے دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ تمام اختیار و اقتدار تفویض کردہ ہے اور اس غرض کے لیے ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتا ہے' اس کے استعمال کی حدود لازماً متعین و مقرر ہونی چاہئیں۔ قرآن حکیم میں بھی اور مغربی و مشرقی دونوں اصولِ فقہ میں تفویض کردہ اختیار سے حسب ذیل خصوصیات وابستہ کی گئی ہیں۔

(i) اسی طرح عطا کردہ اور ریاست کے مختلف حکام بشمول سربراہ حکومت کی طرف سے بطور امانت قبول کیے گئے اختیار کو ایسے استعمال کرنا چاہیے کہ اس سے امانت کے اغراض و مقاصد کی حفاظت ہو سکے' اسے تباہی سے بچایا جا سکے' پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکے اور فروغ دیا جا سکے۔

(ii) ایسا اختیار رکھنے والے کو ایک امین کی طرح ہر سطح پر اور ہر وقت محاسبہ کے لیے

تیار رہنا چاہیے' جیسے نظام مراتب میں بالآخر وہ اختیار عطا کرنے والے کو لوٹ جاتا ہے اور دوسری طرف امانت سے استفادہ کرنے والے دونوں تک اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔

(iii) اپنا فرض ادا کرنے اور اس عطا کردہ اختیار کو استعمال کرنے میں نا صرف حقیقی تعمیل ہونی چاہیے بلکہ ضابطہ جاتی دیانتداری بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔

-80 معاملہ کے اسی پہلو کو سپریم کورٹ نے وفاقِ پاکستان بنام حکومت صوبہ سرحد (پی ایل ڈی 1990 ایس سی 1172) نامی مقدمہ میں صفحہ 1175 پر اس طرح کھول کر بیان کیا ہے:

''قرار دیا جاتا ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر مطلوبہ قانون 12 ربیع الاول 1411ھ تک وضع یا نافذ نہیں کیا جاتا تو مذکورہ بالا حکم 12 ربیع الاول کو غیر موثر ہو جائے گا۔ خلاء کی اس حالت کے مقابلہ میں اس موضوع پر وضع کردہ قانون' عام اسلامی قانون' قتل و جرح کے جرائم سے تعلق رکھنے والے اسلامی احکام جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں درج ہیں' کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ اس موضوع پر متعلقہ قانون ہیں' پھر مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کا ضروری تبدیلیوں کے ساتھ صرف اس طرح اطلاق کیا جائے گا' جیسا کہ پہلے کیا گیا ہے۔''

❑ پس یہ بات واضح ہے کہ دستور نے اسلامی احکام کو جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں ہیں' منضبط حقیقی اور موثر قانون کے طور پر اپنا لیا ہے' معاملہ کی اس صورت میں اسلامی احکام ہی جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں درج ہیں' اب حقیقی قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ آرٹیکل 2- اے نے اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو موثر اور واجب التعمیل بنا دیا ہے۔ اسی آرٹیکل کی بدولت قراردادِ مقاصد میں درج قانونی احکام اور قانون کے اصول موثر اور آئین کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ اس لیے انسان کا بنایا ہوا ہر قانون احکام اسلام کے جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں مذکور ہیں' مطابق ہونا چاہیے اور آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق بھی اسلامی نظریات وتعلیمات کے منافی نہیں ہونے چاہئیں۔

❑ یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ دستور کے آرٹیکل 19 میں استعمال کردہ ترکیب ''اسلام کی عظمت'' سے آرٹیکل 20 کی رُو سے دیئے گئے بنیادی حقوق کے بارے میں فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ آرٹیکل 19 جس میں تقریر اور اظہارِ خیال اور پریس کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے' انہیں معقول پابندیوں کے تابع بناتا ہے جو عظمت اسلام' تہذیب وشائستگی یا اخلاق کے مفاد میں از روئے قانون عائد کی گئی ہیں۔ وہاں جو پابندیاں لگائی گئی ہیں' انہیں کسی دوسرے بنیادی حق پر لاگو نہیں کیا جاسکتا اس لیے کسی بنیادی حق میں شامل کوئی چیز جس سے احکام اسلام کی خلاف ورزی ہوتی ہو' لازماً اس کے منافی ہونی چاہیے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلامی احکام' جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں منضبط ہیں' اقلیتوں کے حقوق کی بھی ایسے تسلی بخش طریقہ سے ضمانت دیتے ہیں کہ کوئی نظام قانون اس کے برابر کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ کوئی قانون ان میں زبردستی مداخلت نہیں کرسکتا۔

❑ یہ کہنا درست نہیں کہ آرڈیننس میں اذان کا ذکر نہیں' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 (ب) کی ذیلی دفعہ (2) کلیتًا اس کے لیے وقف کی گئی ہے۔ آرڈیننس کی روشنی میں احمدیوں کی طرف سے کلمہ کے استعمال کے متعلق دفعہ 298 (ج) سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ کلمہ ایک اقرار نامہ ہے جسے پڑھ کر غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے' یہ عربی زبان میں ہے اور مسلمانوں کے لیے خاص ہے' جو اسے نا صرف اپنے عقیدہ کے اظہار کے لیے پڑھتے ہیں بلکہ روحانی ترقی کے لیے بھی اکثر اس کا ورد کرتے ہیں۔ کلمۂ طیبہ کے معنی ہیں۔ ''خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور (حضرت) محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔'' اس کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی (نعوذباللہ) حضرت محمدؐ کا بروز ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' (اشاعت سوم' ربوہ صفحہ 4) میں لکھا ہے:

❑ ''سورۂ الفتح کی آیت نمبر 29 کے نزول میں محمدؐ کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے ......اللہ نے اس کا نام محمد رکھا''۔ (مندرجہ روحانی خزائن' ص 207' جلد 18)

-81 روزنامہ ''بدر'' (قادیان) کی اشاعت 25 اکتوبر 1906ء میں قاضی ظہور الدین اکمل سابق ایڈیٹر "Review of Religions" کی ایک نظم شائع ہوئی تھی، جس کے ایک بند کا مفہوم اس طرح ہے ''محمد پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ہم میں دوبارہ آ گئے ہیں، جو کوئی محمد کو ان کی مکمل شان کے ساتھ دیکھنے کا متمنی ہو، اسے چاہیے کہ وہ قادیان جائے۔''

''محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کے ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں''

یہ نظم مرزا صاحب کو سنائی گئی تو اس نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔

(روزنامہ الفضل قادیان، 22 اگست 1944ء)

❑ علاوہ ازیں ''اربعین'' (جلد 4، صفحہ 17) میں اس نے دعویٰ کیا ہے۔

❑ ''سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔''

(مندرجہ روحانی خزائن، ص 445-446، جلد 17)

❑ خطبہ الہامیہ (صفحہ 171) (مندرجہ روحانی خزائن، ص 259، جلد 16) میں، اس نے اعلان کیا:

''جو کوئی میرے اور محمدؐ کے مابین تفریق کرتا ہے، اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہے نہ جانا ہے۔''

مرزا قادیانی نے مزید دعویٰ کیا ہے:

❑ ''میں اسم محمد کی تکمیل ہوں یعنی میں محمد کا ظل ہوں۔''

(دیکھئے حاشیہ حقیقت الوحی، ص 72)......(مندرجہ روحانی خزائن، جلد 22)

❑ ''سورۃ الجمعہ (62) کی آیت نمبر 3 کے پیش نظر جس میں کہا گیا ہے۔ (وہی

ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول، خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں، اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں ہی آخری نبی اور اس کا بروز ہوں اور خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے محمد کی تجسیم بنایا۔''

(دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ شائع شدہ از ربوہ، ص 10-11) ...... (مندرجہ روحانی خزائن، ص 212، جلد 18)

❑ ''میں وہ آئینہ ہوں جس میں سے محمد کی ذات اور نبوت کا عکس جھلکتا ہے۔'' (نزول المسیح، ص 48، شائع شدہ قادیان اشاعت 1909ء)......(دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ، ص 8، مندرجہ روحانی خزائن، ص 212، جلد 18)

❑ اوپر جو کچھ کہا گیا اس کی روشنی میں مسلمانوں میں اس بات پر عمومی اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا قادیانی ایسا نبی ہے، جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا، وہ بے دین ہے۔ بصورتِ دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی تضحیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات، صورتحال کی راہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لیے جیسی بھی صورتحال ہو، ارتکابِ جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

82- مرزا قادیانی نے نا صرف یہ کہ اپنی تحریروں میں رسول اکرم ﷺ کی عظمت وشان کو گھٹانے کی کوشش کی بلکہ بعض مواقع پر ان کا مذاق بھی اڑایا۔ حاشیہ تحفہ گولڑویہ (صفحہ 165) (مندرجہ روحانی خزائن، ص 263، جلد 17) میں مرزا صاحب نے لکھا کہ:

❑ ''پیغمبر اسلام اشاعت دین کو مکمل نہیں کر سکے، میں نے اس کی تکمیل کی۔''

ایک اور کتاب میں کہتا ہے:

❑ ''رسول اکرمؐ بعض نازل شدہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکے اور ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں۔'' (دیکھئے ازالہ الاوہام، لاہوری طبع، ص 346) ...... (مندرجہ

روحانی خزائن' ص 472-473' جلد 3)

اس نے مزید دعویٰ کیا:

- ''رسولِ اکرمؐ تین ہزار معجزے رکھتے تھے۔''

(تحفہ گولڑویہ' ص 67' مندرجہ روحانی خزائن' ص 153' جلد 17)

- ''جبکہ میرے پاس دس لاکھ نشانیاں ہیں''

(براہین احمدیہ' جلد 5' ص 56'......روحانی خزائن' ص 72' جلد 21)

- (نشان' معجزہ' کرامت ایک چیز ہے۔ براہین احمدیہ' جلد 5' ص 50' مندرجہ روحانی خزائن' ص 63' جلد 21)

مزید یہ کہ

- ''رسول اکرمؐ نصاریٰ کا تیار کردہ پنیر کھاتے تھے جس میں وہ سور کی چربی ملاتے تھے۔'' (الفضل' قادیان' 22 فروری 1924ء)

- مرزا بشیر احمد نے اپنی تصنیف ''کلمۃ الفصل'' (صفحہ 113) میں لکھا:

''مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہؐ کے تمام کمالات کو حاصل کرلیا اور اس قابل ہوگیا کہ ظلی نبی کہلائے' پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔''

اس طرح کی اور بہت سی تحریریں موجود ہیں لیکن ہم اس ریکارڈ کو مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے۔

83- ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ ہر نبی کو مانتا اور اس کا احترام کرتا ہے' اس لیے اگر کسی نبی کی شان کے خلاف کچھ کہا جائے تو اس سے مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی' جس سے وہ قانون شکنی پر آمادہ ہوسکتا ہے۔ اس کا انحصار جذبات پر ہونے والے حملے کی سنگینی پر ہے۔ ہائیکورٹ کے فاضل جج نے مرزائیوں کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے دوسرے انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بھی بڑی توہین کی اور ان کی شان گھٹائی' حضرت عیسیٰؑ کی

جگہ وہ خود لینا چاہتا تھا۔ہم اس سارے مواد کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے‘ صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔مرزا قادیانی ایک جگہ رقمطراز ہے:

❑ ''جو معجزات دوسرے نبیوں کو انفرادی طور پر دیئے گئے تھے‘ وہ سب رسول اکرمؐ کو عطا کیے گئے‘ پھر وہ سارے معجزے مجھے بخشے گئے کیونکہ میں ان کا بروز ہوں یہی وجہ ہے کہ میرے نام آدم‘ ابراہیم‘ موسیٰ‘ نوح‘ داؤد‘ یوسف‘ یونس‘ سلیمان اور عیسیٰ مسیح ہیں۔'' (ملفوظات جلد سوم‘ ص 270‘ شائع شدہ ربوہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

❑ ''حضرت مسیح کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہّر ہے۔ تین نانیاں اور دادیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا''۔(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ‘ ص 7......مندرجہ روحانی خزائن‘ ص 291‘ جلد 11)

❑ اس کے برعکس اللہ کی پاک کتاب (قرآن حکیم) حضرت عیسیٰ‘ ان کی والدہ اور خاندان کی بڑائی بیان کرتی ہے۔ دیکھئے سورہ آل عمران (3) کی آیات 33 تا 37‘ 45 تا 47‘ سورۂ مریم (19) کی آیات 16 تا 32۔کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف کچھ کہنے کی جسارت کرسکتا ہے اور جو ایسی حماقت کرے‘ کیا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ ایسی صورت میں مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار کیسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا قادیانی پر اسی کی مذکورہ بالا تحریروں کی بناء پر توہین مذہب ایکٹ مجریہ 1679ء کے تحت عیسائیت کی توہین کے جرم میں کسی انگریزی عدالت میں ملزم قرار دے کر سزا دی جاسکتی تھی‘ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔

-84 جہاں تک رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے‘ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے:

''ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو‘ لازم ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں‘ خاندان‘ والدین اور دُنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔'' (صحیح بخاری کتاب الایمان‘ باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو موردِ الزام ٹھہرا سکتا ہے، اگر وہ

ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا قادیانی نے تخلیق کیا ہے، سننے' پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

85- ہمیں اس پس منظر میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر قادیانیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے' جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور (سلمان) رُشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان' مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر قادیانیوں کو گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں' حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جا سکتی ہے)۔ ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ' بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے' یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے' جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن وامان برقرار رکھا جا سکے اور جان و مال خصوصاً احمدیوں کے نقصان سے بچا جا سکے۔ اس صورت حال میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے' یہ عدالت

انہیں کالعدم نہیں کر سکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہیں تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔

86- جس کارروائی کے نتیجہ میں زیر بحث اپیلوں کی سماعت کی نوبت آئی' وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے زیر دفعہ 144 ضابطہ فوجداری کا جاری کردہ حکم ہے۔ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے احمدیہ جماعت کو' جو ربوہ کی آبادی میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں' ان کے عہدیداروں کے توسط سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے مطلع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آرائشی دروازے' بینرز اور لائٹنگ کا سامان ہٹالیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ آئندہ دیواروں پر اشتہار نہیں لکھے جائیں گے' اپیل کنندگان یہ بات ثابت نہیں کر سکے کہ مذکورہ بالا معمولات اور کام ان کے مذہب کے لازمی تکمیلی ارکان ہیں' حتیٰ کہ صد سالہ تقریبات کے گلیوں اور سڑکوں پر انعقاد کے بارے میں بھی ثابت نہیں کیا جا سکا کہ وہ ان کے مذہب کا لازمی اور ناگزیر جزو تھیں۔

87- اس سوال پر کہ آیا ایسا تقاضا مذہبی آزادی کا حصہ ہے یا نہیں جبکہ وہ عام لوگوں کی سلامتی' قانون اور امن عامہ کے تابع ہو' آسٹریلیا اور امریکہ جیسے ملکوں میں جہاں بنیادی حقوق کو سب سے مقدم سمجھا جاتا ہے' صادر کیے گئے فیصلوں کی روشنی میں پہلے ہی تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔ ہم نے بھارت میں ہونے والے فیصلوں کا حوالہ بھی دیا ہے' کہیں بھی ایسے معمولات کو جو نہ تو مذہب کا لازمی جزو ہیں نہ تکمیلی حصہ' لوگوں کی سلامتی اور امن وامان پر سبقت نہیں دی جاتی' بلکہ مذہب سے متعلق اساسی و بنیادی معمولات کو لوگوں کی سلامتی اور امن و آشتی کی قربان گاہ پر قربان کر دیا گیا۔

88- اپیل کنندگان کی طرف سے کہا گیا ہے کہ وہ احمدیہ تحریک کی صد سالہ سالگرہ کی تقریبات میں دوسری باتوں کے علاوہ شکرانہ کی خصوصی نمازیں ادا کر کے' بچوں میں مٹھائیاں بانٹ کر اور غرباء و مساکین میں کھانا تقسیم کر کے پرامن اور بے ضرر طریقے سے منانا چاہتے تھے' ہمارے سامنے ایسی سرگرمیوں کو نجی طور پر انجام دینے سے روکنے

والا کوئی حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قادیانی دوسری اقلیتوں کی طرح اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہیں اور ان کے اس حق کو قانون یا انتظامی احکام کے ذریعے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بہرحال ان پر لازم ہے کہ وہ آئین و قانون کا احترام کریں اور انہیں اسلام سمیت کسی دوسرے مذہب کی مقدس ہستیوں کی بے حرمتی یا توہین نہیں کرنی چاہیے' نہ ہی ان کے مخصوص خطابات' القابات و اصطلاحات استعمال کرنے چاہئیں نیز مخصوص نام مثلاً مسجد اور مذہبی عمل مثلاً اذان وغیرہ کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے اور لوگوں کو عقیدہ کے بارے میں گمراہ نہ کیا جائے یا دھوکا نہ دیا جائے۔

-89 ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں (قادیانیوں) کو اپنی شخصیات' مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب' القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار' امن وامان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پرامن طور پر مناتے ہیں۔ انتظامیہ جو امن وامان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت و آبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے' بہر حال مذکورہ بالا اقدار میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی۔

-90 یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فاضل سنگل بنچ نے ایک تفصیلی اور بڑا معقول حکم جاری کیا ہے اور بڑی دانائی اور دیانتداری کے ساتھ متعدد غیر ملکی فیصلوں سے مثالیں دی ہیں' جس سے اس انتہائی حساس غیر مسلم اقلیت (احمدیہ جماعت) میں اعتماد پیدا ہوگا۔ اس لیے ہم ریکارڈ کو مزید وزنی کیے بغیر ان کے استدلال کو بھی قبول کرتے ہیں' پس آرڈیننس کے بارے میں قرار دیا جاتا ہے کہ وہ آئین سے ماورا نہیں ہے جس کے نتیجہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ نہ تو مقدمہ کے حقائق میں دستور کے آرٹیکل 20 کا سہارا لیا گیا ہے نہ ہی اس اپیل کا کوئی میرٹ بنتا ہے' پس یہ اپیل خارج کی جاتی ہے۔

91- مذکورہ بالا بحث کے نتیجہ میں اس سے متعلقہ اپیلیں بھی نامنظور کی جاتی ہیں۔

دستخط

جسٹس عبدالقدیر چودھری

جسٹس محمد افضل لون

جسٹس ولی محمد خاں

جسٹس سلیم اختر

1- اپیل کنندگان نے دستور کے آرٹیکل 19، 20 اور 25 کے تحت اپنے حق کے تحفظ کا دعویٰ اس بنیاد پر کیا ہے کہ از روئے دستور وہ ایک اقلیت ہیں۔ وہ دستور کے معنوں میں خود کو ایک اقلیت اور مسلمانوں سے الگ برادری تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کے ساتھ قانون کے تحت ان دوسری اقلیتوں کے مساوی سلوک ہونا چاہیے' جنہیں تقریر اور اظہار خیال کی آزادی حاصل ہے اور انہیں ان کے مذہب پر عمل' اس کی پیروی اور تبلیغ و اشاعت کرنے کی اجازت ہونی چاہیے' ان کا پہلا دعویٰ آرٹیکل 19 و 25 کے دائرہ میں آتا ہے جبکہ دوسرے دعویٰ کی بنیاد آرٹیکل 20 پر ہے۔

2- قانون ایک ہی طبقہ کے افراد میں معقول درجہ بندی اور امتیاز کی اجازت دیتا ہے' تاہم اس کی معقول تمیز اور اس کا ٹھوس بنیادوں پر استوار ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں' حکومت بلوچستان بنام عزیز اللہ میمن (پی ایل ڈی 1993 ایس سی 314) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ قادیانی اپنے عقیدہ اور مذہب کی بنیاد پر جیسا کہ میرے فاضل بھائی جسٹس عبدالقدیر نے تفصیل سے بیان کیا ہے' دیگر اقلیتوں کے مقابلہ میں مختلف پوزیشن رکھتے ہیں، اس لیے ان حقائق کو زیر غور لاتے ہوئے اور امن عامہ کو برقرار رکھنے کی غرض سے ضروری سمجھا گیا کہ ان کی درجہ بندی مختلف طریقہ سے کی جائے اور صورت حال سے نمٹنے کے لیے قانون نافذ کیا جائے۔ چونکہ یہ درجہ بندی جائز اور معقول ہے۔ اس لیے متنازعہ قانون آرٹیکل 19 اور 25 سے متصادم نہیں ہے۔

-3 جہاں تک آرٹیکل 2 (الف) کے اطلاق کا تعلق ہے، میں حکیم خاں کے مقدمہ (پی ایل ڈی 1992 ایس سی 595) میں بیان کردہ موقف کی تائید کرتا ہوں۔

-4 مذہبی آزادی کی ضمانت آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے، جس میں مذہب پر عمل کرنے، اس کی پیروی کرنے اور تبلیغ کرنے کا حق شامل ہے۔ آرٹیکل 20 میں اس آزادی کو کنٹرول کرنے والی جو حد مقرر کی گئی ہے، اس کے مطابق یہ آزادی قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ قانون آرٹیکل 20 پر سبقت نہیں لے جا سکتا، تاہم یہ مذہبی آزادی کا اس طرح تحفظ کرتا ہے کہ اخلاق اور امن عامہ کی حدود کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اپیل کنندگان کی طرف سے مذہب کی تبلیغ و اشاعت پر جو کہ دوسری اقلیتوں سے مختلف ہیں اور اپنا مختلف پس منظر اور تاریخ رکھتے ہیں، امن عامہ برقرار رکھنے اور اخلاق کے تحفظ کی غرض سے پابندی لگائی جا سکتی ہے۔ پس مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے حق پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی بشرطیکہ وہ ان معمولات کو شعائر اسلام کو اختیار کیے بغیر ایسے طریقہ سے انجام دیں کہ اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح نہ ہوں۔

-5 میں اپنے فاضل بھائی جسٹس شفیع الرحمٰن سے اتفاق کرتا ہوں کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 (ج) کی شق ہائے (الف) (ب) اور (ہ) دستور کے آرٹیکل 20,19 اور 260 (3) سے متصادم نہیں ہیں۔

-6 جہاں تک دفعہ 298 (سی) تعزیراتِ پاکستان کی شق ہائے (ج) و (د) کا تعلق ہے، میرے خیال میں وہ آرٹیکل 20 کے خلاف نہیں ہیں، بشرطیکہ قادیانی، احمدی ان پر شعائر اسلام اپنائے بغیر عمل کریں۔

-7 پس میں دیوانی اپیل نمبر 149/1989 اور 150/1989 کو خارج کرتا ہوں اور فوجداری اپیل ہائے نمبر 31- کے تا 35- کے لغایت 1988ء کے بارے میں ماتحت عدالت کو ہدایت کرتا ہوں کہ ان کی از سر نو سماعت کی جائے۔

دیوانی اپیل نمبر 412/1992 میں دفعہ 144 فوجداری کے پیش نظر

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ' ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کو زیر دفعہ 144 غیر محدود مدت کے لیے حکم نافذ کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا' اس لیے یہ اپیل جزوی طور پر اس حد تک منظور کی جاتی ہے۔

دستخط

(جسٹس سلیم اختر)

عدالت کا حکم:

عدالت نے کثرت رائے سے قرار دیا ہے کہ مذکورہ بالا تمام اپیلیں خارج کیے جانے کے لائق ہیں اور بذریعہ ہذا خارج کی جاتی ہیں۔

فوجداری اپیل نمبر 31- کے تا 35۔ کے لغایت 89 کے سزایافتگان جو اس وقت ضمانت پر ہیں' فوراً حراست میں لے لیے جائیں گے اور انہیں عدالت کی طرف سے دی گئی باقی ماندہ سزا بھگتنی ہوگی۔

دستخط

جسٹس شفیع الرحمٰن

جسٹس عبدالقدیر چودھری

جسٹس محمد افضل لون

جسٹس ولی محمد خان

جسٹس سلیم اختر

تاریخ فیصلہ

3 جولائی 1993ء

(1993 SCMR 1718)
(NLR 1993 SD 624)
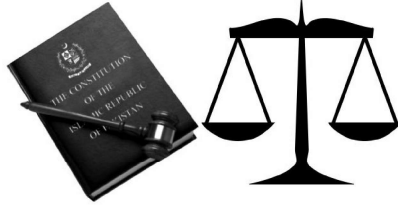
(Not Reported)

سپریم کورٹ آف پاکستان

مجیب الرحمان درد بنام حکومت پاکستان

- ...... جناب جسٹس سعید الزماں صدیقی ...... چیف جسٹس
- ...... جناب جسٹس ارشاد حسن خاں
- ...... جناب جسٹس راجہ افراسیاب خاں
- ...... جناب جسٹس محمد بشیر جہانگیری
- ...... جناب جسٹس ناصر اسلم زاہد

اور باطل بھاگ گیا!

اسلام اور پاکستان دشمنی کے پردے چاک ہونے کے خوف سے

سپریم کورٹ سے قادیانیوں کا شرمناک فرار

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے قادیانیوں کے خلاف 1993ء میں ایک تاریخ ساز فیصلہ دیا تھا کہ قادیانی غیر مسلم ہونے کی حیثیت سے شعائر اسلامی اور مخصوص اسلامی اصطلاحات کا استعمال نہیں کر سکتے۔ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا:

❑ ''جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے' عدالت نے قرار دیا کہ اسلامی شعائر کسی غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کیے بغیر' ان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے' تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے' غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکے باز غیر مسلموں کو اسلام کی مخصوص و نمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب نہ کر سکیں بلکہ اپنے مذہب کی آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ مزید قرار دیا گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی''۔

❑ ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں (قادیانیوں) کو اپنی شخصیات' مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب' القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخرکار ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں

کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار' امن وامان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پرامن طور پر مناتے ہیں۔ انتظامیہ جو امن وامان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت و آبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے' بہر حال مذکورہ بالا اقدار میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی۔

سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف قادیانیوں نے نظر ثانی کی درخواست دائر کی۔ 8 نومبر 1999ء کو چیف جسٹس آف پاکستان جناب جسٹس سعید الزمان صدیقی کی سربراہی میں پانچ رکنی بنچ جو جسٹس ارشاد حسن خان' جسٹس راجہ افراسیاب خان' جسٹس محمد بشیر جہانگیری اور جسٹس ناصر اسلم زاہد پر مشتمل تھا' کے روبرو قادیانیوں کی نظر ثانی کی درخواست سماعت کے لیے پیش ہوئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ جناب محمد اسماعیل قریشی اور پاکستان بار کونسل کے سابق وائس پریذیڈنٹ جناب راجہ حق نواز سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پیش ہوئے۔ چنانچہ قادیانیوں کی نظر ثانی کی یہ اپیل سپریم کورٹ کے بنچ نے متفقہ طور پر مسترد کر دی۔ اس موقع پر اسلام آباد اور راولپنڈی کے علماء کرام مولانا عبدالرؤف امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد' مولانا قاضی احسان الحق امیر جمیعۃ علماء اسلام' مولانا قاضی احسان احمد' مولانا معمود حسن' مولانا خالد میر اور مبلغین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' مولانا محمد صادق صدیقی' مولانا منظور احمد کی قیادت میں بڑی تعداد میں مسلمان سپریم کورٹ میں موجود تھے۔ یوں ایک بار پھر قادیانیت کو سپریم کورٹ میں ذلت و رسوائی اور خفّت و ندامت کا سامنا کرنا پڑا۔ یقیناً حق آیا اور باطل بھاگ گیا' باطل ہے ہی بھاگ جانے والا۔

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر
محمد متین خالد
لاہور

(Not Reported)

سپریم کورٹ آف پاکستان

(بصیغہ اپیل)

- جناب جسٹس سعید الزماں صدیقی...... چیف جسٹس
- جناب جسٹس ارشاد حسن خاں
- جناب جسٹس راجہ افراسیاب خاں
- جناب جسٹس محمد بشیر جہانگیری
- جناب جسٹس ناصر اسلم زاہد

دیوانی نظر ثانی اپیل نمبر 108,103,102 لغایت 1993

فوجداری نظر ثانی اپیل نمبر 2 تا 5 لغایت 1994

(سپریم کورٹ کے فیصلہ بتاریخ 3 جولائی 1993ء کے خلاف نظر ثانی اپیل جو کہ دیوانی اپیل نمبر 149، 150 لغایت 1989ء اور 412 لغایت 1992ء اور فوجداری اپیل نمبر 31- کے تا 34- کے لغایت 1988ء میں سنایا گیا تھا۔)

دیوانی اپیل نمبر 102، 103، 108 لغایت 1993ء

مجیب الرحمان درد

شیخ محمد اسلم اور دو دوسرے

مرزا خورشید احمد اور ایک دوسرا اپیل کنندگان

فوجداری نظر ثانی اپیل نمبر 2 تا 5 / 1994ء

مجیب الدین، رفیع احمد، عبدالماجد اور عبدالرحمٰن اپیل کنندگان

بنام

حکومت پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون مدعا علیہ
وپارلیمانی اموراسلام آباداور دوسرے

دیوانی نظر ثانی اپیل نمبر 108/1993 میں مدعا علیہ نمبر 4 کی طرف سے جناب محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ اور سیّد العاصم جعفری ایڈووکیٹ آن ریکارڈ پیش ہوئے۔

فوجداری اپیل نمبر 2/1994 میں مستغیث کی پیروی راجہ حسن نواز ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے کی۔

تاریخ سماعت : 8 نومبر 1999ء

تاریخ فیصلہ : 8 نومبر 1999ء

فیصلہ

''اپیل کنندگان اور ان کے وکلاء عدالت ہذا میں غیر حاضر پائے گئے' لہٰذا عدم پیروی کی بناء پر تمام اپیلیں خارج کی جاتی ہیں۔''

دستخط	تاریخ فیصلہ
جسٹس سعید الزماں صدیقی...... چیف جسٹس	8 نومبر 1999ء
جسٹس ارشاد حسن خاں	
جسٹس راجہ افراسیاب خاں	
جسٹس محمد بشیر جہانگیری	
جسٹس ناصر اسلم زاہد	

(Not Reported)
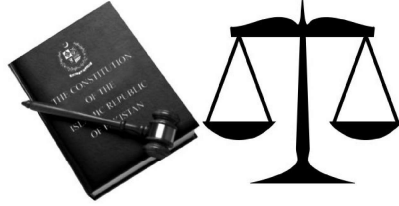
PLJ 2005 Lahore 686

لاہور ہائی کورٹ لاہور

فرح چودھری (بیوہ اور دو دوسرے) بنام شاہد محمود اور سات دوسرے

⚙......جناب جسٹس میاں حامد فاروق

مسلم فیملی لاز آرڈیننس **1961** کا اطلاق صرف مسلمانوں پر ہوتا ہے، غیر مسلم قادیانیوں پر نہیں!

وراثت کی تقسیم پر لاہور ہائی کورٹ کا اہم فیصلہ

''قادیانی چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق غیر مسلم ہیں، لہٰذا مسلم فیملی لاز آرڈیننس **1961** کا اطلاق صرف مسلمانوں پر ہوتا ہے، چنانچہ قادیانیوں پر ان قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا۔ قادیانیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے عائلی مسائل / جھگڑوں کے سلسلہ میں قادیانی فقہ سے رجوع کیا کریں۔''

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

قادیانی جماعت سے تعلق رکھنے والی ایک متمول فیملی کے ایک فرد محمود احمد ملک کا انتقال ہوا تو اُس کے خاندان میں وراثت کے سلسلہ میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔ معاملہ عدالت تک جا پہنچا۔ ٹرائل کورٹ میں فیصلہ ہوا تو دوسرے فریق نے فیصلہ کے خلاف سیشن کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ یہاں سے فیصلہ ہوا تو متاثرہ فریق نے لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ قادیانیوں نے اپنی شناخت چھپاتے اور دھوکا دہی سے کام لیتے ہوئے عدالت سے درخواست کی کہ اِن کی جائیداد مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کے تحت تقسیم کی جائے۔ بعد ازاں انہوں نے عدالت میں خود اعتراف کیا کہ وہ قادیانی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

یاد رہے کہ قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے اپنی جماعت میں ایک عدالتی نظام قائم کیا تھا جس کا نام محکمہ ''دارالقضا'' ہے۔ محکمہ قضا کے تمام جج (قاضی) خلیفہ خود مقرر کرتا ہے۔ کسی بھی جج کو نااہل قرار دے کر برطرف کرنے کا اختیار بھی خلیفہ ہی کے پاس ہے۔ خلیفہ کسی بھی مقدمہ کی فائل ملاحظہ کرنے کے لیے طلب کرسکتا ہے۔

پاکستان میں ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں قائم شدہ دارالقضاء نامی یہ عدالت کسی بھی قادیانی کو طلب کرنے، اُس سے کسی بھی متعلقہ معاملہ پر پوچھ گچھ کرنے اور فریقین مقدمہ کے درمیان اپنا فیصلہ صادر کرنے کا مکمل اختیار رکھتی ہے۔ قادیانی Comunity کا Collective Pressure اس عدالت کے فیصلہ

کے لیے قوتِ نافذہ کا کام سرانجام دیتا ہے جو کہ قادیانیوں کے لیے بہت سخت سزا کے طور پر ہوتا ہے کیونکہ اس کے لیے ہر ممکن انسانی و غیر انسانی حربہ اور طریقہ استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس عدالت دارالقضاء ربوہ کے اپنے جج ہوتے ہیں جنہیں قاضی کے نام سے پکارا جاتا ہے، اپنے وکیل ہوتے ہیں، وکیلوں کی فیس ہوتی ہے، باقاعدہ اور منظّم عدالتی طریقہ کار ہوتا ہے۔ ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کی طرح بنچ بھی تشکیل پاتے ہیں۔ اپنے **Personal Laws** کے طور پر فقہ احمدیہ نامی ایک کتاب کو **Follow** کیا جاتا ہے اور ان تمام معاملات کا منتظم اعلیٰ قادیانی جماعت کا موجودہ سربراہ ہوتا ہے۔ اس کی بات کو ہر لحاظ سے حرفِ آخر تصور کیا جاتا ہے۔ جناب سیف اللہ خالد ایک رپورٹ میں انکشافات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قادیانیوں کی قائم شدہ خود ساختہ عدالتیں ''دارالقضاء'' پاکستان کی آئینی عدلیہ کے متوازی قائم کیا گیا غیر قانونی عدالتی نظام ہے۔ اس کے لیے خود ساختہ قوانین بنائے گئے ہیں جو حکومت، اعلیٰ عدلیہ اور ماتحت عدالتوں کے لیے کھلا چیلنج اور آئین پاکستان سے کھلی بغاوت ہے۔ ان عدالتوں ''دارالقضاء'' میں نہ صرف فوجداری نوعیت کے کیسز بلکہ جائیداد کے جھگڑے ''سول کیس'' اور فیملی کیسز کی بھی باقاعدہ سماعت کی جاتی ہے جس کے باعث کورٹ فیس کی مد میں حکومتی خزانے کو سالانہ کروڑوں روپے کا نقصان ہوتا ہے۔ چناب نگر سمیت پورے ملک اور دنیا میں جہاں جہاں قادیانی بستے ہیں، اپنے کیسز ان غیر قانونی عدالتوں دارالقضاء'' میں سماعت کرانے کے پابند ہیں۔ ان نام نہاد عدالتوں ''دارالقضاء'' کا انتظامی ڈھانچہ کچھ یوں ہے۔ ''دارالقضاء'' سلسلہ احمدیہ ربوہ کا سب سے اہم عہدہ صدر بورڈ ''دارالقضاء'' ہے۔ اس کی اجازت اور این او سی سے ''دارالقضاء'' میں پیش ہونے والے وکیلوں کو باقاعدہ لائسنس جاری کیا جاتا ہے۔ دیگر اہم عہدوں میں ناظم دارالقضاء اور نائب ناظم دارالقضاء شامل ہیں۔ ان عہدیداران کے علاوہ تقریبا 30 کے قریب قاضی (جج) مقرر ہیں جو روزانہ درجنوں کیسوں کی سماعت کرتے ہیں، اس کے علاوہ ملک کے ہر ضلع میں قاضی (جج) مقرر کیے

جاتے ہیں اور پوری دنیا میں جہاں بھی قادیانی آباد ہیں، قاضی (جج) مقرر ہیں لیکن ان تمام ''دارالقضاؤں'' عدالتوں کا ہیڈ کوارٹر چناب نگر اور انچارج صدر بورڈ ''دارالقضاء'' ہے۔ جس طرح پاکستان کی آئینی عدالتوں میں ابتدائی سماعت سیشن جج یا سول جج کرتے ہیں، اسی طرح قادیانی ''دارالقضاء'' میں ''قاضی اوّل'' ان کیسوں کی سماعت کر کے فیصلہ سناتا ہے اور اگر کسی فریق کو اس فیصلہ پر اعتراض ہو تو اس کی اپیل 30 یوم میں صدر بورڈ دارالقضاء کو کی جاتی ہے جو کہ بعد از اپیل ''مرافعہ اوّل'' یعنی دو قاضیوں (ججوں) پر مبنی عدالت کے سامنے اس کیس کو سننے کی اجازت دیتا ہے اور دو قاضیوں کی سماعت کے بعد جو فیصلہ ہوتا ہے، اگر اس فیصلے پر بھی کسی کو کوئی اعتراض ہو تو پھر دوبارہ اپیل کی جاتی ہے اور اس کے بعد یہ معاملہ کیس بورڈ مرافعہ ثانیہ یعنی کہ تین قاضیوں (ججوں) کے سامنے سماعت ہوتا ہے اور بعد از سماعت اس فیصلہ پر بھی اگر کسی فریق کو کوئی اعتراض ہو تو پھر صدر بورڈ دارالقضاء، مرافعہ عالیہ یعنی پانچ ججوں پر مشتمل فل کورٹ بورڈ قائم کرتا ہے اور اس سماعت کے بعد ہونے والا فیصلہ بھی حتمی نہیں ہوتا، پھر بھی اگر کسی فریق کو کوئی اعتراض ہو تو وہ حتمی اپیل قادیانیوں کے نام نہاد خلیفہ کے سامنے کر سکتا ہے جس کا حکم اور فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ فیملی کیسز میں بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ پیش نہیں ہو سکتے بلکہ صدر بورڈ دارالقضاء کی اجازت سے لائسنس یافتہ قادیانی جماعت کے مربی پیش ہوتے ہیں جن کی فیس دارالقضاء میں پیش ہونے والے دیگر وکلاء کی طرح 2500 روپے، چناب نگر دارالقضاء اور دوسرے اضلاع میں پیش ہونے کے لیے 5000 روپے فی مرحلہ متعین ہے۔ وہ آن دی ریکارڈ اس سے زیادہ فیس نہیں لے سکتے لیکن آف دی ریکارڈ سب چلتا ہے۔ غرض کہ قادیانی جماعت سے تعلق رکھنے والے ایڈووکیٹس کی اکثریت ان عدالتوں میں پریکٹس کرتی ہے اور قادیانی دارالقضاء میں مقرر کردہ قاضیوں میں چند آنریری طور پر اور باقی اکثر تنخواہیں لے کر ان غیر قانونی عدالتوں میں کام کرتے ہیں اور ان کی تنخواہیں صدر انجمن احمدیہ کے خزانے سے دی جاتی ہیں۔ باقاعدہ طور پر دارالقضاء کے لیے ہر سال بجٹ میں ایک خاص رقم مختص کی

جاتی ہے۔ چناب نگر کی ان غیر قانونی عدالتوں میں روزانہ کیسوں کی سماعت ہوتی ہے اور عموماً بروز اتوار بورڈز تشکیل دیے جاتے ہیں اور سماعت ہوتی ہے۔ جمعہ کے روز چھٹی ہوتی ہے۔ آئینی عدالتوں کی طرح ان غیر قانونی عدالتوں میں بھی باقاعدہ وکیل، وکالت نامے پیش کرتے ہیں بلکہ وکیل بطور مختار بھی پیش ہوتے ہیں اور زیر سماعت مقدمات کی باقاعدہ مثل بنائی جاتی ہے جن کی نقول کے حصول کے لیے باقاعدہ نقل برانچ بنائی گئی ہے جو سائل سے نقل فیس وصول کرکے اور کاغذات پر باقاعدہ مہریں اور قاضیوں سے تصدیق کرکے دیتا ہے۔ فوجداری نوعیت کے مقدمات میں دونوں اطراف کے وکیلوں کے دلائل سننے کے علاوہ قاضی، قادیانیوں کی ذیلی محکمے دفتر صدر عمومی اور نظارت امور عامہ دونوں کے عہدیداران سے رپورٹ بھی طلب کرتے ہیں جو کہ آئینی عدالتوں میں پیش ہونے والے پولیس رپورٹ یا چالان کی طرح اس کیس کے متعلقہ فریقین کے متعلق باقاعدہ رپورٹ یا چالان پیش کرتے ہیں اور اگر کوئی کیس جائیداد کے جھگڑے کا ہو تو اس کی رپورٹ قادیانیوں کے دفتر نظام جائیداد کا عملہ اور قادیانیوں کے خود ساختہ پٹواری کرتے ہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ قادیانی عہدیداران جس کسی قادیانی فرد کو حکم عدولی یا نافرمانی پر سزا دینا چاہیں، ان کے ایک حکم پر نام نہاد دارالقضاء کے قاضی مثل مقدمہ کے ریکارڈ میں ردّو بدل بھی کر دیتے ہیں اور شعبہ دفتر صدر عمومی اور نظارت امور عامہ کے عہدیداران کی رپورٹ بھی اس کے خلاف دی جاتی ہے۔ ان جعلسازیوں اور ناانصافیوں کے خلاف کئی قادیانیوں نے اپیلیں اور احتجاج بھی ریکارڈ کرائے ہیں۔ ان نام نہاد عدالتوں کے کیے ہوئے فیصلوں پر عملدرآمد کے لیے قادیانی جماعت کے شعبہ احتساب، دفتر نظارت امور عامہ، دفتر صدر عمومی، صدوران محلّہ جات اور ہر محلّہ میں موجود خداموں کی فورس موجود ہے۔ قادیانی فورسز جو کہ نظارت امور عامہ کے ماتحت کام کرتی ہیں اور ان عدالتوں میں سنائی جانے والی سزائیں، مثلاً اخراج شہر، شہر بدر چناب نگر غیر معینہ یا معین کردہ مدت کے لیے، کاروبار کو سیل کر دینا، بند کرا دینا، گھروں کو تالے لگوا دینا بلکہ بعض دفعہ تو گھروں کا سامان اٹھا کر شہر کی حدود سے باہر

پھینک آنا، پرعمل کراتی ہیں۔ مقاطع کی سزا یعنی قطع تعلق بھی کرایا جاتا ہے جبکہ کوڑوں کی سزا قادیانی جماعت کے دفاتر میں متعین کردہ علاقے میں دی جاتی ہے اوراس کے علاوہ تشدد کرتے وقت پولیس کے چھتر سے مشابہہ چھتر سے برہنہ کرکے چھترول کرنے کے علاوہ قادیانی ٹارچر سیل میں بند کرنے کی سزا بھی دی جاتی ہے۔ یہ عقوبت خانے ہر محلے میں موجود ہیں جن کی خبریں متعدد دفعہ قومی اخبارات میں آ چکی ہیں اوران ٹارچر سیلوں میں خدام الاحمدیہ کے اسرائیلی فوج سے تربیت یافتہ عملے کے علاوہ ہر محلے میں موجود زعیم محلّہ بھی اہم رول ادا کرتے ہیں۔ سزاؤں پر سو فیصد عملدرآمد کروانے کے لیے جائیدادیں اور مالی اثاثے بھی ضبط کر لیے جاتے ہیں۔ قادیانیوں کے ''دارالقضاء'' کے قوانین قادیانی مذہب کی خودساختہ شریعت کے تحت بنائے گئے ہیں۔ لیکن جہاں انہیں ملکی قوانین کا سہارا لینا پڑے تو اس کا سہارا بھی لے لیتے ہیں۔ مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور چند قادیانیوں کی طرف سے قادیانی دارالقضاء کے فیصلوں کی حیثیت کوملکی عدالتوں میں چیلنج کیے جانے کے خوف کے باعث دارالقضاء کے عملے نے قادیانیوں کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے **15** دسمبر **2010**ء کے بعد اقرار نامہ ثالثی کے نام سے ایک فارم پرنٹ کیا ہے جس میں واضح طور پر درج ہے کہ میں تنازعہ بعنوان بالا کے حوالے سے ہوش وحواس میں بلا جبر واکرہ درخواست کرتا ہوں/ کرتی ہوں، کہ درالقضاء کے علاوہ کسی اور عدالت میں اپیل نہ کرسکوں گا/ گی۔ اس فارم کی اشاعت پر قادیانی معاشرے میں بے چینی میں اضافہ ہوا اور قادیانیوں کی اکثریت اس اقرار نامہ ثالثی کو پر کرنے کی مخالف ہے جس کا مطلب ہے متاثرہ فریقین کے ہاتھ پیر باندھ دینا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ملک میں ہر مذہب نے اپنی علیحدہ عدالتیں بنانی شروع کردیں تو پھر ملک میں آئینی عدلیہ اور عدالتی نظام کی کیا حیثیت رہ جائے گی اور ان خود ساختہ عدالتوں کے سنائے ہوئے فیصلوں پر عملدرآمد کرانے کے لیے جو قانون شکنی اور قتل وغارت ہوگی، اس کا کیا حل ہوگا؟ جبکہ **1973**ء کے آئین میں یہ واضح طور پر درج ہے کہ ملکی عدالتی نظام کے علاوہ کوئی بھی متوازی عدالتی نظام قائم نہیں

کیا جاسکتا اور ایسا کرنے والے آئین کے آرٹیکل 6 کی خلاف ورزی کریں گے جو غداری کے زمرے میں آتا ہے۔ (روزنامہ ''امت'' کراچی 19 مارچ 2011ء)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے:

(1) کیا آئین پاکستان اپنی عدالتوں کے موجود ہوتے ہوئے کسی اور Private عدالت کی اجازت دیتا ہے؟

(2) کیا قادیانی جماعت کی عدالت دارالقضاء حکومت پاکستان سے منظور شدہ ہے؟

(3) کیا قادیانی جماعت کی عدالت، حکومت پاکستان کی ذیلی یا حکومت پاکستان کی کسی عدالت کی ذیلی عدالت ہے؟

اگر ان تمام سوالات کے جوابات ''نہ'' میں ہیں تو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ پاکستان میں چناب نگر (ربوہ) صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں قائم شدہ دارالقضاء نامی یہ عدالت نہ صرف غیر آئینی بلکہ غیر قانونی بھی ہے۔ مزید یہ کہ

(1) دارالقضاء ربوہ Paraller Private Court کے زمرے میں آتی ہے۔

(2) Paraller Court System حکومت کی عدالتوں کی موجودگی میں نہیں چلایا جاسکتا۔

(3) Paraller Court System رِٹ آف گورنمنٹ کو از خود Challange کر دیتا ہے۔

لہٰذا ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ جناب چیف جسٹس آف پاکستان

(1) سوموٹو ایکشن لیتے ہوئے قادیانی عدالتوں کو Nul and Wide کر دیں یعنی غیر موثر قرار دیتے ہوئے بند کردیں اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستانی شہریت رکھنے والے قادیانیوں کے لیے غیر ممالک کی قادیانی کورٹس کے فیصلے غیر موثر قرار دیے جائیں، تاکہ کسی بھی شکل میں قادیانی عدالتیں کام نہ کرسکیں۔

(2) اس کے ساتھ ساتھ قادیانی عدالتوں کے فیصلوں کو Impliment کرنے والے قادیانی ادارے اُمورِ عامہ کو بھی بند کرایا جائے۔

(3) قادیانیوں کو آئین پاکستان اور قانونِ پاکستان کا پابند بنایا جائے تا کہ Qadiani State with in a Government State ختم ہوسکے۔

(4) قادیانیوں کی شادیاں Special mariage Act 1872 کے تحت حکومت پاکستان کے نامزد رجسٹرار صاحبان کے پاس رجسٹر کروائی جائیں۔

(5) ہر وہ معاملہ جو چناب نگر (ربوہ) کی عدالتوں میں زیر سماعت ہے، اسے حکومت پاکستان کی عدالتوں میں چلایا جائے تا کہ Rit of the Government کا احساس قادیانیوں میں بھی پیدا ہوسکے اور وہ اپنے آپ کو آئین اور قانون سے بالاتر نہ سمجھیں۔

عدالت عالیہ نے اپنے فیصلہ میں لکھا:

''اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کی دفعہ 1 واضح کرتی ہے کہ یہ قانون صرف مسلم شہریوں پر لاگو ہوتا ہے۔''

میری ناقص رائے میں فاضل جسٹس صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ نادرا (NADRA) سے اِن تمام قادیانیوں کا ریکارڈ/ ڈیٹا منگواتے اور ملاحظہ کرتے کہ کیا انہوں نے اپنے مذہب کے خانہ میں قادیانیت لکھا ہے یا اسلام؟ اگر اسلام لکھا ہوتا تو ان کے خلاف قانون کے تحت کارروائی کا حکم دیتے۔ بہرحال عدالت عالیہ کا یہ کہنا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ مسلم عائلی قوانین کا اطلاق صرف مسلمانوں پر ہوتا ہے، قادیانیوں پر نہیں، قادیانی کفر پر مہر تصدیق ہے۔

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر

محمد متین خالد

لاہور

PLJ 2005 Lahore 686

لاہور ہائی کورٹ لاہور

فرح چودھری (بیوہ اور دو دوسرے) بنام شاہد محمود اور سات دوسرے

فیصلہ کے اہم نکات:

1- قادیانی چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق غیر مسلم ہیں، لہٰذا مسلم فیملی لاز آرڈیننس **1961** کا اطلاق صرف مسلمانوں پر ہوتا ہے، چنانچہ قادیانیوں پر ان قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا۔

2- قادیانیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے عائلی مسائل/ جھگڑوں کے سلسلہ میں قادیانی فقہ سے رجوع کیا کریں۔

PLJ 2005 Lahore 686

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی معلومات)

❁ بعدالت جناب جسٹس میاں حامد فاروق

فرح چودھری (بیوہ اور دو دوسرے).......................پٹیشنرز

بنام

شاہد محمود ملک اور سات دوسرے

فوجداری اپیل نمبر : 2584، 2585، 2586 اور 2587 بابت سال 2001ء

وکیل منجانب پٹیشنر : چودھری مراد عابد نقوی (ایڈووکیٹ)
وکیل منجانب مدعا علیہ: جہانگیر اے جھوجھہ (ایڈووکیٹ)
تاریخ فیصلہ : 22 اپریل 2004ء

فیصلہ

جسٹس میاں حامد فاروق

اس حکم کے ذریعے، عدالت اس نظر ثانی کی درخواست (C.R. Nos. 2584/2001) اور اس سے متعلق دیگر تینوں نظر ثانی درخواستوں (C.R. Nos. 2585, 2586 and 2587 of 2001) میں دیے گئے فیصلے کے حوالے سے قانون اور حقائق کے مطابق مشترکہ سوالات اٹھائے گئے ہیں جو دو پارٹیوں کے درمیان ہیں اور انہیں ایک مضبوط فیصلے کے ذریعے اجاگر کیا گیا۔ درج ذیل حکم کے ذریعے عدالت تجویز کرتی ہے کہ۔

2۔ مسمات فرح چودھری بیوہ محمود احمد ملک اور دیگر دو سائلین نے نظر ثانی درخواست میں 16/11/2001 کو کیے گئے فیصلہ اور ڈگری پر سوال اٹھایا ہے۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج نے بھی ان اعتراضات کو جزوی طور پر درست مانتے ہوئے اپیل سنی اور 5/7/99 کو ٹرائل کورٹ کی طرف سے کیے گئے فیصلے اور ڈگری میں اصلاح کی۔ اس نے دو مقدمات کا فیصلہ کیا اور وراثتی سٹوفکیٹ جاری کرنے کی درخواست کو نمٹایا۔ اس فیصلے میں احکامات جاری کیے گئے کہ محمود احمد ملک کی تمام جائیداد اس کے تمام قانونی ورثا میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کی جائے۔

3۔ حالیہ نظر ثانی درخواستوں کی روشنی میں 8/1/98 کو وفات پا جانے والے محمود احمد ملک کی وراثت، جس میں قرضہ سکیورٹیز سرمایہ کاری سرٹیفکیٹس اور غیر منقولہ جائیدادیں شامل ہیں، کی تقسیم کے حوالے سے فیصلے میں اٹھائے گئے حقائق کا جائزہ لیا گیا۔ محمود احمد ملک کے کچھ ورثا نے اس کے قرضہ جات اور سکیورٹی کے حوالے سے

وراثتی سرٹیفکیٹ کے اجرا کے لیے درخواست گزاری جبکہ دیگر غیر منقولہ جائیداد کے حصول کے لئے دعویٰ کیا۔ ٹرائل کورٹ نے تمام درخواستیں یکجا کر دیں، ان کا مشترکہ طور پر جائزہ لیا اور فیصلہ کیا کہ اس سلسلے میں گواہیاں ریکارڈ کرنے کی ضرورت نہ ہے۔ مسماۃ فرح ملک کی طرف سے وراثتی سٹرفکیٹ جاری کرنے کی درخواست اور دیگر درخواستوں کو ایک ہی فیصلہ بتاریخ 5 جولائی 1999ء کو نمٹا دیا گیا، جس میں کہا گیا کہ تمام قانونی ورثا میں ان کے حصہ کے مطابق جائیداد تقسیم کر دی جائے۔ فرح چودھری اس فیصلے سے مطمئن نہ ہوئیں اور ٹرائل کورٹ کے فیصلے اور ڈگری کے خلاف چار اپیلیں دائر کر دیں۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج نے ٹرائل کورٹ کے فیصلے میں تبدیلی کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ۔

(i) نامزدگیاں سائلین کیلئے کوئی جواز پیدا نہیں کرتیں۔

(ii) مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کی دفعہ 4 کا اطلاق تمام فریقین پر ہوتا ہے۔

(iii) قانون وراثت کے مطابق قادیانیوں پر (ان کی) فقہ احمدیہ لاگو ہوتی ہے۔

(iv) ممتاز خالد بیوہ خالد محمود، محمود احمد ملک کی وراثت میں مستحق نہ ہے۔

(v) وراثت کے حقدار افراد میں فیصلہ کے پیرا 20 میں درج ہدایات کے مطابق جائیداد تقسیم کی جائے۔ یہ فیصلہ 16/11/2001 کو جاری کیا گیا، جس کے خلاف نظر ثانی اپیلیں دائر کی گئی ہیں۔

4۔ 12/12/2001 کو جب ان نظر ثانی درخواستوں کو سنا جانے لگا تو سائلین کے وکیل نے عدالت کو بتایا کہ ان کو صرف مدعا علیہ نمبر 6 کا وراثت میں حصہ بڑھانے پر اعتراض ہے، باقی فیصلہ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ یہ مناسب ہوگا کہ یہاں اس درخواست کا متعلقہ حصہ دوبارہ پیش کر دیا جائے جو ذیل میں درج ہے:

''سماعت کے آغاز میں ہی متعلقہ وکیل کی طرف سے جمع کرائے گئے بیان میں کہا گیا ہے کہ ہمیں مدعا علیہ نمبر 6 کا حصہ وراثت میں بڑھانے پر اعتراض ہے، باقی فیصلے پر ہم مطمئن ہیں''۔

5۔ سائلین کے وکیل نے اپنے درج بالا بیان کو دہراتے ہوئے یہ تسلیم کیا کہ مدعا علیہ نمبر 6 مہوش خالد کا باپ محمود احمد ملک سے پہلے ہی مر چکا تھا، وہ مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کے تحت وراثت کی حقدار نہ ہے کیونکہ یہ قانون قادیانیوں پر لاگو نہیں ہوتا۔ اس نے مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کا حوالہ دیتے ہوئے دلیل دی کہ یہ آرڈیننس پاکستان کے صرف مسلم شہریوں پر لاگو ہوتا ہے اور مدعا علیہ نمبر 6 چونکہ خود کو قادیانی تسلیم کرتی ہے، اس لیے وہ اپنے دادا محمود احمد ملک کی جائیداد میں وراثت کے مستحق نہ ہے۔ اس کے برخلاف مدعا علیہ کے وکیل نے فقہ احمدیہ کا حوالہ دیتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ بے شک اس کی موکلہ مہوش خالد قادیانی ہونے کی بنا پر مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کی دفعہ 4 کے تحت وراثت کی حق دار نہ ہے، البتہ فقہ احمدیہ کے مطابق وہ محمود احمد ملک کی پوتی ہونے کے حوالے سے جائیداد میں وراثت کی مستحق ہے۔

6۔ سائلین کے قطعی اور واضح موقف کو تسلیم کرتے ہوئے موجودہ نظر ثانی درخواست میں فیصلے کے صرف اسی حصے کو دیکھا جا رہا ہے جو مدعا علیہ نمبر 6 کے متعلق ہے جبکہ باقی فیصلہ سے تمام فریقین متفق اور مطمئن ہیں۔

7۔ عدالت کی نظر میں جو سوال سب سے اہم پیدا ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ کیا مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 قادیانیوں پر لاگو ہوتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب محمود احمد ملک کے تمام ورثا مذہبی طور پر خود کو احمدی قرار دے رہے ہیں۔ مقدمہ کے تمام فریقین نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کی دفعہ 1 یہ واضح کرتی ہے کہ یہ قانون صرف مسلم شہریوں پر لاگو ہوتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ اس آرڈیننس کی دفعہ 1 کو دوبارہ پیش کیا جائے جو اس طرح ہے:

مختصر عنوان، وسعت، اطلاق اور نفاذ

1۔ یہ آرڈیننس، مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961 کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

2۔ اس کا دائرہ کار پاکستان بھر تک وسیع ہوگا اور پاکستان کے تمام مسلم شہریوں،

وہ جہاں بھی ہوں، پر لاگو ہوگا۔

3۔ یہ اس تاریخ سے لاگو ہوگا جو تاریخ نفاذ حکومت پاکستان اس کو اس بنیاد پر سرکاری گزٹ میں نوٹیفکیشن کے ذریعے شائع کرتے وقت درج کرے۔

جیسا کہ اوپر دی گئی تفصیلات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 پاکستان کے صرف مسلم شہریوں پر لاگو ہوتا ہے۔اس لئے یہ آرڈیننس غیر مسلم شہریوں کے معاملات پر قابل اطلاق نہیں ہوتا۔جیسا کہ آئین پاکستان میں ایک ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے، اس لیے ناگزیر نتیجہ یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 قادیانیوں پر لاگو نہیں ہوتا۔اس نقطہ نظر کو محمد راشد احمد بنام مسماۃ مسرت جہاں بیگم (1986 Law Notes Lahore 597) سے تقویت ملتی ہے جس میں یہ عدالت قرار دے چکی ہے کہ مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کا اطلاق قادیانیوں پر نہیں ہوتا۔ جب تمام حوالوں سے یہ آرڈیننس قادیانیوں پر لاگو نہیں ہوتا تو یقینی طور پر اس آرڈیننس کی دفعہ 4 کا اطلاق غیر مسلموں کی وراثت کی بابت مقدمات میں بھی نہیں ہوسکتا۔ مقامی عدالت مرافعہ (لوئر اپیلٹ کورٹ) کا مسلم فیملی آرڈیننس کی دفعہ 4 کے اس مقدمہ میں اطلاق کے حوالے سے فیصلہ نہ تو قانون کے مطابق ہے نہ ہی اس میں متذکرہ بالا محمد راشد احمد کیس میں درج اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس لیے اس حکم کو منسوخ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مہوش خالد اپنے دعویٰ میں تسلیم کر چکی ہیں جو کہ محمود احمد ملک کے پہلے ہی وفات پا جانے والے بیٹے کی بیٹی ہے، درج بالا حقائق و واقعات میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ مہوش خالد پر مسلم فیملی لاز آرڈیننس کی دفعہ 4 کا اطلاق نہیں ہوتا۔لہٰذا وہ محمود احمد ملک کی پوتی ہونے کے حوالے سے وراثت کی حق دار نہیں ہے۔

8۔ اگر اس بات کو بھی دیکھا جائے کہ (بالفرض) قادیانی حنفی قانون کی پیروی کرتے ہیں تو بھی مہوش خالد پوتی ہونے کی بنا پر محمود احمد ملک کی جائیداد میں وارث نہیں ٹھہرتی۔ کیونکہ حنفی قوانین کے مطابق بھی جائیداد قریب ترین وارثوں میں تقسیم کی

جاتی ہے اور اس کے اصولوں کے مطابق باپ سے پہلے ہی وفات پا جانے والے بیٹے کی اولاد اپنے دادا کے ترکہ میں وراثت کی حق دار نہیں ٹھہرتی۔ اس تمام صورتحال کو سامنے رکھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس مقدمہ میں مسلم فیملی لاز آرڈیننس کی دفعہ 4 کا اطلاق نہیں ہوتا، اس لیے مہوش خالد یہاں تک کہ حنفی قوانین کے مطابق بھی محمود احمد ملک کی جائیداد میں وراثت کی حق دار نہیں ہے۔

9۔ درج بالا قانونی نکات کی مخالفت کرتے ہوئے مدعا علیہ کے وکیل نے فقہ احمدیہ کے باب چہارم کے ذیلی اصول 6 اور باب 13 میں درج وراثت کے حوالے سے اصول وضوابط کا حوالہ دیا۔ مسلم فیملی لاز آرڈی نینس کے سیکشن 4 کے مطابق پوتی اپنے دادے کی وراثت میں حقدار ہے۔ لہٰذا اس کے مطابق درخواست دہندہ نمبر 6 کو وراثت سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ درج ذیل باب میں اس کی تفصیل فراہم کی گئی ہے جو کہ اس طرح ہے:۔

''6۔ پوتی

ا۔ اگر متوفی کی اولاد بیٹا، بیٹی زندہ نہ ہو تو پوتی وراثت میں بیٹی کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اگر ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ کا 1/2 حصہ ملے گا، اگر دو یا دو سے زائد پوتیاں ہو تو ان کو ترکہ کا 2/3 حصہ ملے گا۔

ب۔ اگر متوفی کی ایک بیٹی اور ایک پوتی ہو تو پوتی کو ترکہ کا 1/6 حصہ ملے گا۔

ج۔ اگر متوفی کی پوتی کے ساتھ پوتا یا پڑپوتا بھی موجود ہو تو سب عصبیہ ہوں گے جن میں ترکہ ''**للزکر مثل حظ الانشیین**'' (النساء:11) کے اصول کے تحت تقسیم ہوگا۔

باب سیزدہم

یتیم پوتے یا نواسے کی میراث

کوئی نقص صریح یتیم پوتے وغیرہ کی توریث یا عدم توریث کی موجود نہیں البتہ معروف تعامل ہمیشہ یہی رہا ہے کہ بچوں کی موجودگی میں یتیم پوتا وغیرہ اپنے دادا کا

وارث نہیں ہوتا۔ تاہم اگر قرآن مجید کے حکم وصیت پر عمل کیا جائے تو کوئی یتیم پوتا، پوتی وغیرہ محروم الارث نہیں رہ سکتے اور اگر دادا کسی اتفاقی حادثے کی وجہ سے وصیت نہ کر سکے تو قاضی 1/3 ترکہ تک ایسے یتامی کو دلا سکتا ہے بشرطیکہ دیگر ورثا کو نقصان نہ پہنچے۔ **تمت بالخیر فالحمد للّٰہ رب العالمین**"۔

باب 4 کی دفعہ 6 کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے آشکار ہوتا ہے کہ یہ صرف اس صورتحال میں لاگو ہوگا، جب مرحوم کا کوئی دوسرا بیٹا یا بیٹی زندہ نہ ہو۔ موجودہ کیس میں جیسا کہ محمود احمد ملک کے بیٹے اور بیٹیاں زندہ ہیں، لہٰذا متذکرہ دفعہ قابل عمل نہیں۔

اس لیے باب 13 سے راہنمائی لینا ہوگی۔ اس کے مطابق قاضی یتیم کو وراثت کا 1/3 حصہ تک دے سکتا ہے، بشرطیکہ اس سے کسی دوسرے قانونی وارث کی حق تلفی نہ ہو۔ اس کیس میں مذکورہ باب قابل اطلاق ہے کیونکہ اس سے متعلقہ پھوپھی کا بیٹا، ماموں کا بیٹا اور پوتی وراثت کے حق دار نہیں ہیں اور دوسری طرف قاضی یتیم کو وراثت کا 1/3 حصہ دینے کا اختیار رکھتا ہے بشرطیکہ دیگر قانونی ورثا کی کوئی حق تلفی نہ ہو۔ اگر پوتے کو جائیداد میں سے حصہ دیا جاتا ہے تو یہ یقینی طور پر دیگر قانونی ورثا کی حق تلفی ہوگی۔ لہٰذا میری نظر میں فاضل وکیل کا قانونی نکتہ درخواست دہندہ نمبر 6 کی کوئی مدد نہیں کر پاتا۔ کیونکہ وہ پوتا یا نواسا نہیں بلکہ پوتی ہے، اس لیے مذکورہ باب میں دیے گئے اصولوں کے مطابق وہ محمود احمد ملک کی جائیداد میں حصہ دار نہیں بنتی۔

10۔ درج بالا تناظر میں، عدالت نے کیے گئے غلط فیصلے اور نتائج کو دیکھا اور نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مسلم فیملی لاز آرڈیننس کی دفعہ 4 کا اطلاق مہوش خالد پر نہیں ہوتا۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس غلط فیصلے کو تبدیل کیا جائے اور اس حد تک غلط فیصلہ اور ڈگری منسوخ کیے جانے کے مستحق ہے۔ مدعا علیہ نمبر 6 محمود احمد ملک (دادا) کے ترکہ میں حق دار نہ ہے، البتہ یہ فیصلہ اسے اس کے والد کے ترکہ کی وراثت سے محروم نہیں کرتا۔

11۔ درج بالا بحث کو مختصر کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نظر ثانی کی درخواستوں کو جزوی طور پر منظور کیا جاتا ہے اور مقامی عدالت مرافعہ (لوئر اپیلٹ کورٹ) کی طرف

سے مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کی دفعہ 4 کا اطلاق مدعا علیہ نمبر 6 پر کیے جانے اور اسے وراثت سے حصہ دیئے جانے کا فیصلہ منسوخ کیا جاتا ہے اور غلط فیصلہ اور ڈگری میں تبدیلی کی جاتی ہے۔ البتہ فریقین کو ان کے حصوں کی تقسیم کے متعلق فیصلے کے باقی نتائج، نکات اور ڈگریوں کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ مقدمہ کے اخراجات کے بارے میں کوئی حکم جاری نہیں کیا جا رہا۔

دستخط	تاریخ فیصلہ
جسٹس میاں حامد فاروق	22 اپریل 2004ء

(PLJ 2005 Lahore 686)
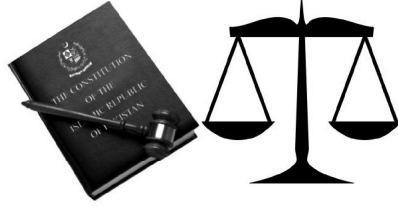
PLD 2014 Federal Shariat Court 18

وفاقی شرعی عدالت، پاکستان

الیاس مسیح مونم ایڈووکیٹ اور دیگر بنام حکومت پاکستان

- ...... جناب جسٹس علامہ ڈاکٹر فدا محمد خاں
- ...... جناب جسٹس رضوان علی دودانی
- ...... جناب جسٹس محمد جہانگیر ارشد
- ...... جناب جسٹس شیخ احمد فاروق
- ...... جناب جسٹس شہزادو شیخ

تعزیرات پاکستان کی دفعہ **295** سی کے مرتکب (گستاخ رسول)

کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کا دوٹوک فیصلہ

''اس فیصلہ کے ذریعے فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ، حتمی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس لیے، سزا، یعنی، عمر قید جس کا تعلق زیر دفعہ 295-C جرم کے ارتکاب سے ہے، وہ 30 اپریل 1991ء سے غیر موثر ہو چکی ہے۔ نتیجے کے طور پر، سیکرٹری، وزارت قانون، انصاف و انسانی حقوق، حکومت پاکستان، اسلام آباد کو عدالت کے فیصلے مورخہ 30 اکتوبر 1990ء پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد کرنے کے لیے مناسب اور ضروری اقدامات کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسے یہ امر یقینی بنانا ہوگا کہ سزا، زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، کو تعزیرات پاکستان کے علاوہ قانون کی متعلقہ کتب میں سے بھی حذف کیا جائے اور رجسٹرار ہائی کورٹس کو ہدایت کی جائے کہ اسے پاکستان کے تمام جوڈیشل افسروں کو بھجوا دیا جائے''۔

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

مجاہد تحفظ ناموس رسالت جناب محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے 1987ء میں فیڈرل شریعت کورٹ میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے سلسلہ میں رٹ پٹیشن دائر کی کہ توہین رسالت ﷺ کی سزا بطور حد صرف سزائے موت مقرر ہے (عمر قید وغیرہ نہیں) اور حد کی سزا میں حکومت ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھی سوئی کی نوک کے برابر کمی یا اضافہ کرنے کا اختیار نہیں اور یہ نا قابل معافی جرم ہے۔ 30 اکتوبر 1990ء کو فاضل عدالت نے اپنے فیصلہ (PLD 1991 FSC 10) میں حکم جاری کیا کہ:

- ''مندرجہ بالا بحث کے پیش نظر ہماری رائے ہے کہ عمر قید کی متبادل سزا' جیسا کہ دفعہ 295 سی پاکستان ضابطہ تعزیرات میں مقرر ہے' احکاماتِ اسلام سے متصادم ہے جو قرآن پاک اور سنت میں دیئے گئے ہیں' لہذا یہ الفاظ اس میں سے حذف کر دیئے جائیں۔......اس حکم کی ایک نقل صدر پاکستان کو دستور کے آرٹیکل 203(3) کے تحت ارسال کی جائے، تاکہ قانون میں ترمیم کے اقدامات کیے جائیں اور اسے احکاماتِ اسلامی کے مطابق بنایا جائے۔ اگر 30 اپریل 1991ء تک ایسا نہیں کیا جائے تو ''یا عمر قید'' کے الفاظ دفعہ 295 سی تعزیرات پاکستان میں اس تاریخ سے غیر موثر ہو جائیں گے''۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ حکومت نے فیڈرل شریعت کورٹ کے اس اہم فیصلہ

کو درخور اعتناء نہیں سمجھا اور اس فیصلہ کی مسلسل خلاف ورزی ہوتی رہی۔ زیر نظر فیصلہ میں معزز عدالت نے یاددہانی کے طور پر سیکرٹری وزارت قانون، انصاف وانسانی حقوق حکومت پاکستان کو عدالت کے فیصلہ (PLD 1991 FSC 10) پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد کرنے کے لیے مناسب اور ضروری اقدامات کرنے کی ہدایت کی اور کہا:

''اس فیصلہ کے ذریعے فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ، حتمی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس لیے، سزا، یعنی، عمر قید جس کا تعلق زیر دفعہ C-295 جرم کے ارتکاب سے ہے، وہ 30 اپریل 1991ء سے غیر موثر ہو چکی ہے۔ نتیجے کے طور پر، سیکرٹری، وزارت قانون، انصاف و انسانی حقوق، حکومت پاکستان، اسلام آباد کو عدالت کے فیصلے مورخہ 30 اکتوبر 1990ء پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد کرنے کے لیے مناسب اورضروری اقدامات کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسے یہ امر یقینی بنانا ہوگا کہ سزا، زیر دفعہ C-295 تعزیرات پاکستان، کو تعزیرات پاکستان کے علاوہ قانون کی متعلقہ کتب میں سے بھی حذف کیا جائے اور رجسٹرار ہائی کورٹس کو ہدایت کی جائے کہ اسے پاکستان کے تمام جوڈیشل افسروں کو بھجوا دیا جائے''۔

تحفظ ناموس رسالت ﷺ پر یہ ایک بہترین فیصلہ ہے جو حکومت کے بہرے کانوں پر مسلسل دستک دے رہا ہے۔ آئین و قانون کی پاسداری کا دن رات ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیے۔

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر
محمد متین خالد

لاہور

PLD 2014 Federal Shariat Court 18

وفاقی شرعی عدالت، پاکستان

الیاس مسیح مونم ایڈووکیٹ اور دیگر بنام حکومت پاکستان

فیصلے کا اہم نکتہ:

-1 وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ (PLD 1991 Federal Shariat Court 10) میں قرار دیا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے مرتکب (گستاخِ رسول) کی سزا صرف موت ہے۔ اس دفعہ میں درج ''عمر قید'' کی متبادل سزا اُن احکامات اسلام سے متصادم ہے جو قرآن پاک اور سنت رسول کریم میں دیئے گئے ہیں۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی میں درج الفاظ ''یا عمر قید'' 30 اپریل 1991ء سے غیر مؤثر/ختم ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس فیصلہ کے ذریعے فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ، حتمی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس لیے، سزا، یعنی، عمر قید جس کا تعلق زیر دفعہ 295-C جرم کے ارتکاب سے ہے، وہ 30-04-1991 سے غیر موثر ہو چکی ہے۔ نتیجے کے طور پر، سیکرٹری، وزارت قانون، انصاف و انسانی حقوق، حکومت پاکستان، اسلام آباد کو عدالت کے فیصلے مورخہ 30-10-1990 پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد کرنے کے لیے مناسب اور ضروری اقدامات کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسے یہ امر یقینی بنانا ہوگا کہ سزا، زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، کو تعزیرات پاکستان کے علاوہ قانون کی متعلقہ کتب میں سے بھی حذف کیا جائے اور رجسٹرار ہائی کورٹس کو ہدایت کی جائے کہ اسے پاکستان کے تمام جوڈیشل افسروں کو بھجوا دیا جائے۔

PLD 2014 Federal Shariat Court 18

وفاقی شرعی عدالت، پاکستان

(فیصلہ قانونِ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(ابتدائی معلومات)

- جناب جسٹس علامہ ڈاکٹر فدا محمد خاں
- جناب جسٹس رضوان علی دودانی
- جناب جسٹس محمد جہانگیر ارشد
- جناب جسٹس شیخ احمد فاروق
- جناب جسٹس شہزادو شیخ

شریعت کیس نمبر : **08/01/2007**

متفرق درخواست نمبر: **09/01/2010**

الیاس مسیح مونم ایڈووکیٹ اور دیگر.......................پیٹشنر

بنام

حکومت پاکستان اور دیگر مدعا علیہان

وکیل اپیل کنندہ : حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

تاریخ فیصلہ : 4 دسمبر 2013ء

فیصلہ

جسٹس شیخ احمد فاروق

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203-E(3) اور دفعہ 204 مع توہین عدالت ایکٹ کی دفعہ 3 کے تحت گزاری گئی متفرق درخواست ہذا کے ذریعے، مدعی نے سیکرٹری وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، حکومت پاکستان، اسلام آباد سمیت مدعاالیہان کے خلاف دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان کے تحت وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے مورخہ 30-10-1990 پر عمل درآمد نہ کرنے کے باعث توہین عدالت کی کارروائی کا آغاز کرنے کی درخواست کی ہے۔ مدعی نے یہ درخواست بھی کی ہے کہ چیئرمین پیمرا (PEMRA) کو ہدایت کی جائے کہ یہ امر یقینی بنایا جائے کہ مورخہ 30-10-1990 کے اس فیصلے کے خلاف (الیکٹرانک میڈیا پر) ٹاک شوز میں کسی بھی قسم کے توہین آمیز کلمات نہ کہے جائیں، جو حتمی ہے۔

مندرجہ بالا درخواست کے جواب میں فیڈریشن کی طرف سے مورخہ 04-10-2013 کو وفاقی سیکرٹری قانون، انصاف اور انسانی حقوق کے ذریعے ایک رپورٹ پیش کی گئی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ:

''یہ کہ اگست 1991ء میں سینیٹ میں ایک مسودہ قانون پیش کیا گیا جس میں تعزیرات پاکستان 1860ء کی دفعہ 295-C میں درج عمر قید کی سزا حذف کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ سینیٹ نے یہ قانون منظور کرلیا اور اسے قومی اسمبلی کو بھیج دیا گیا لیکن قومی اسمبلی نے آئین کی دفعہ 70 کی شق (2) کے تحت اس قانون کو 90 دنوں کے اندر منظور نہیں کیا۔ تاہم، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203-D کی شق

(3) کے پیرا (b) کے تحت، فیصلہ کا نفاذ، زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان میں سے عمر قید کی سزا حذف کرنے کی حد تک ہونا تھا کیونکہ اس سزا پر عمل درآمد اس تاریخ سے روک دیا جانا تھا جب عدالت کا فیصلہ نافذ ہوا تھا، یعنی 30 اپریل 1991ء۔

یہ کہ جہاں تک مذکورہ بالا فیصلہ کے پیرا 68 کا تعلق ہے، جو دفعہ 295-C، تعزیرات پاکستان میں ترمیم کے حوالے سے ایک جرم کے طور پر دیگر پیغمبروں کی بے حرمتی کی حد تک ہے، اس وقت کی کابینہ نے فیصلہ کیا کہ صرف عمر قید کی سزا حذف کرنے کی حد تک ترمیم کی جاسکتی ہے اور یوں اسے پارلیمان میں پیش نہیں کیا گیا۔ اس امر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ موجودہ دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان میں، حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے اسمِ گرامی کا خاص طور پر ذکر کیا گیا اور اسی طرح دیگر انبیاء کے اسماء کا بھی خاص طور پر اس دفعہ میں ذکر ہونا چاہیے تھا جس پر ممکن ہے کہ مختلف مکاتب فکر متفق نہ ہوں، اس لیے مزید پیچیدگیوں سے بچنے کی خاطر اسے نافذ نہیں کیا جاسکا۔''

مدعی کے فاضل وکیل نے کہا کہ 20 برس کا عرصہ گزر جانے کے باوجود مدعاالیہان نے دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان میں سے عمر قید کے الفاظ حذف نہیں کیے۔ اس نے مزید کہا کہ مدعاالیہان نے ابھی تک دفعہ 295-C میں ترمیم کرنے کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے تاکہ اس شخص کے لیے سزائے موت مقرر کی جائے جو دیگر انبیاء کے خلاف گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ استعمال کرتا ہے۔ مدعی نے مزید یہ موقف اختیار کیا کہ قانونی کتابوں کے پبلشرز، عدالت کی طرف سے مورخہ 30-10-1990 کو کیے گئے فیصلے کے مطابق عمر قید کے الفاظ کو حذف کیے بغیر ابھی تک دفعہ 295-C کی پرانی تشریح ہی شائع کررہے ہیں۔ تاہم، فاضل وکیل نے اپنے دلائل کے اختتام پر، وقتی طور پر توہین عدالت کی اس درخواست پر زور نہ دینے کا فیصلہ کیا بشرطیکہ وزرات قانون، انصاف اور انسانی حقوق کی طرف سے عدالت کے فیصلہ مورخہ 30-10-1990 پر عمل درآمد کے لیے مناسب کارروائی کی جائے۔

ہم نے درخواست گزار/مدعی کے فاضل وکیل کی طرف سے پیش کیے گئے

دلائل سماعت کیے اور ریکارڈ ملاحظہ کیا۔

ریکارڈ کے جائزے اور ملاحظہ کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ ججوں پر مشتمل عدالت کے ایک لارجر بینچ نے دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان کا جائزہ لیا اور مندرجہ ذیل فیصلہ کیا:

''یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں کوئی امتیاز یا حیثیت کا فرق نہیں رکھا حالانکہ اس نے ان میں سے بعض پر دوسروں کی نسبت زیادہ نعمتیں نازل فرمائیں۔ یہاں ہم حوالہ کے لیے قرآن پاک سے مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں:

55:17= ''ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض سے بڑھ کر مرتبے دیئے اور ہم ہی نے داؤد کو زبور دی تھی۔''

253:2= ''یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہمکلام ہوا' کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیئے اور آخر میں عیسیٰ علیہ السلام سے اس کی مدد کی۔ اگر اللہ چاہتا تو ممکن نہ تھا کہ ان رسولوں کے بعد جو لوگ روشن نشانیاں دیکھ چکے تھے' وہ آپس میں لڑتے مگر (اللہ کی مشیت یہ نہ تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً اختلاف سے روکے' اس وجہ سے) انہوں نے باہم اختلاف کیا' پھر کوئی ایمان لایا اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی' ہاں' اللہ چاہتا تو وہ ہرگز نہ لڑتے' مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

136:2= ''مسلمانو! کہو کہ' ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی اور جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ' اسحاقؑ' یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰؑ' عیسیٰؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے ماننے والے ہیں۔''

84:3= ''کہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں' اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے' ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ابراہیمؑ' اسماعیلؑ' اسحاقؑ' یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ پر نازل ہوئی تھیں اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابع فرمان مسلمان ہیں۔''

اور آیات 285:2' 150:4 اور 152:4۔

عملاً تمام فقہاء اور علماء نے اتفاق کیا کہ مندرجہ بالا آیات کے پیش نظر اور تمام پیغمبروں کے ہم مرتبہ ہونے کے سبب سے وہی سزائے موت جو اوپر قرار دی گئی ہے' اس معاملہ میں بھی لاگو ہوگی' جہاں کوئی شخص ان میں سے کسی کے متعلق بھی کوئی توہین آمیز بات کہتا یا کسی طرح کی گستاخی کرتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث کے پیش نظر ہماری رائے ہے کہ عمر قید کی متبادل سزا' جیسا کہ دفعہ 295 سی تعزیرات پاکستان میں مقرر ہے' احکاماتِ اسلام سے متصادم ہے جو قرآن پاک اور سنت میں دیئے گئے ہیں' لہٰذا یہ الفاظ اس میں سے حذف کر دیئے جائیں۔

ایک شق کا مزید اضافہ اس دفعہ میں کیا جائے' تاکہ وہی اعمال اور چیزیں جب دوسرے پیغمبروں کے متعلق کہی جائیں وہ بھی اسی سزا کے مستوجب جرم بن جائے جو اوپر تجویز کی گئی ہے۔

اس حکم کی ایک نقل صدر پاکستان کو دستور کے آرٹیکل 203 (3) کے تحت ارسال کی جائے' تاکہ قانون میں ترمیم کے اقدامات کیے جائیں اور اسے احکاماتِ اسلامی کے مطابق بنایا جائے۔ اگر 30 / اپریل 1991ء تک ایسا نہیں کیا جائے تو ''یا عمر قید'' کے الفاظ دفعہ 295 سی تعزیرات پاکستان میں اس تاریخ سے غیر موثر ہو جائیں گے۔''

متذکرہ فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ پاکستان کے شریعت اپیلیٹ بینچ کے روبرو ایک درخواست دائر کی گئی۔ تاہم مورخہ 19-05-1991 کو درخواست ہذا واپس لے لی گئی اور شریعت اپیلیٹ بینچ نے مندرجہ ذیل فیصلہ صادر کیا:

''فاضل ایڈووکیٹ آن ریکارڈ، درخواست ہذا واپس لینا چاہتا ہے۔ اسے ہر قسم کے استثنیٰ کے مطابق ایسا کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

اس قانونی مسئلہ کے متعلق کوئی اعتراض اور حجت نہیں ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203-D کی شق (3(b کے مطابق، کوئی قانون یا شق جس کی حد تک یہ سمجھا جائے کہ یہ اسلام کے حکم کے متصادم ہے، یہ قانون یا شق، اسی دن سے غیر موثر ہو جائے گی جس دن سے عدالت کا فیصلہ موثر ہوتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ بمطابق مورخہ 30-10-1990، زیر دفعہ جرم 295-C تعزیرات پاکستان، کو قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے حکم کے متصادم قرار دیا اور حکم دیا کہ اسے 30 اپریل 1991ء تک حذف کر دیا جائے۔ جو اپیل، فیڈرل شریعت کورٹ کے مندرجہ بالا فیصلہ کے خلاف دائر کی گئی، اسے بھی مورخہ 19-05-1991 کو سپریم کورٹ کی فیڈرل شریعت کورٹ نے مسترد کر دیا۔ مندرجہ بالا قانونی حیثیت کو فیڈریشن نے سیکرٹری، وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق کے ذریعے مورخہ 04-10-2013 کو پیش کی گئی ایک رپورٹ کے ذریعے واضح طور پر تسلیم کر لیا جس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ، اس حد تک قابلِ نفاذ ہے کہ زیر دفعہ 295-C، عمر قید کی سزا اس تاریخ سے حذف کی جائے جس دن 30-04-1991 سے فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ موثر ہوا ہے۔ تاہم، فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ، حتمی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس لیے، سزا، یعنی، عمر قید جس کا تعلق زیر دفعہ 295-C جرم کے ارتکاب سے ہے، وہ 30-04-1991 سے غیر موثر ہو چکی ہے۔ نتیجے کے طور پر، سیکرٹری، وزارت قانون، انصاف و انسانی حقوق، حکومت پاکستان، اسلام آباد کو عدالت کے فیصلے مورخہ 30-10-1990 پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد کرنے کے لیے مناسب اور ضروری اقدامات کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسے یہ امر یقینی بنانا ہوگا کہ سزا، زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، کو تعزیرات پاکستان کے علاوہ قانون کی متعلقہ کتب میں سے بھی حذف کیا جائے اور

رجسٹرار ہائی کورٹس کو ہدایت کی جائے کہ اسے پاکستان کے تمام جوڈیشل افسروں کو بھجوا دیا جائے۔ اس ضمن میں ایک رپورٹ، سیکرٹری، وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، حکومت پاکستان، اسلام کی طرف سے دو ماہ کے اندر پیش کی جائے گی۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ متفرق درخواست نمٹا دی گئی ہے۔

دستخط	تاریخ فیصلہ
جسٹس علامہ ڈاکٹر فدا محمد خاں	4 دسمبر 2013ء
جسٹس رضوان علی دودانی	
جسٹس محمد جہانگیر ارشد	
جسٹس شیخ احمد فاروق	
جسٹس شہزادو شیخ	

(PLD 2014 Federal Shariat Court 18)

PLD 2019 Islamabad 62

اسلام آباد ہائی کورٹ، اسلام آباد

مولانا اللہ وسایا بنام حکومت پاکستان

✿ ...... جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی

مسلمانوں کے دیرینہ آئینی اور قانونی مطالبات کو پورا کرتا ہوا

اسلام آباد ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ

جس نے قادیانیوں کو آئین اور قانون کے شکنجے میں جکڑ دیا ہے۔

''قادیانیوں کو غلامان مرزا یا مرزائی سے تعبیر کیا جائے اور کسی صورت احمدی نہ پکارا جائے کیونکہ یہ اصطلاح اور حوالہ ان مسلمانوں کو الجھن میں ڈالتا ہے جن کا حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر عقیدہ ہے۔ قادیانیوں کو اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ مسلمانوں جیسے نام رکھ کر اپنی شناخت کو خفیہ رکھیں، اس لیے ان کو یا تو مسلمانوں سے ملتے جلتے نام رکھنے کی ممانعت ہونی چاہیے یا متبادل کے طور پر قادیانی، غلام مرزا یا مرزائی کو اس کے نام کا حصہ بنایا جانا چاہیے اور اس کا تذکرہ بھی کیا جائے۔''

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

7 ستمبر **1974**ء کو ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ قادیانیوں نے اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا اور پورے ملک میں سرعام آئین و قانون کی خلاف ورزی کرنے لگے۔ سوال پیدا ہوا کہ قادیانیوں کی مسلمانوں سے علیحدہ شناخت کرنے کے لیے کون سے قانونی اقدامات کیے جائیں؟ چنانچہ ابتدائی طور پر حکومت نے پاسپورٹ فارم، شناختی کارڈ فارم اور انتخابی ووٹر لسٹوں کے فارم میں ایک حلف نامہ شامل کیا جس کی رو سے لازم تھا کہ ہر مسلمان حلفاً بیان کرے گا کہ ''میں مسلمان ہوں اور حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے آخری، حتمی اور غیر مشروط خاتم النبیین ہونے پر ایمان رکھتا / رکھتی ہوں۔ میں ایسے کسی بھی شخص کو نہیں مانتا/مانتی ہوں جو حضرت محمد ﷺ کے بعد لفظ ''نبی'' کی کسی بھی تشریح یا کسی بھی ممکنہ حوالے سے نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور نبوت کے ایسے مدعی کو نبی یا مذہبی مصلح یا مسلمان ہی نہیں مانتا/ مانتی ہوں۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی سمجھتا/سمجھتی ہوں اور اس کے لاہوری یا قادیانی گروپ سے تعلق رکھنے والے پیروکاروں کو غیر مسلم سمجھتا/ سمجھتی ہوں''۔ اس حلف نامہ کا یہ فائدہ ہوا کہ اس کے مطابق قادیانی یا تو خود کو غیر مسلم تسلیم کریں گے یا اگر خود کو دھوکے سے مسلمان کہلواتے ہیں تو انہیں آنجہانی مرزا قادیانی کے کفر پر دستخط کرنا ہوں گے۔ قادیانی کلیدی عہدوں پر بیٹھے اپنے مافیا کے ذریعے اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح یہ حلف نامہ ختم ہو جائے تا کہ قادیانی ہونے کے باوجود غیر آئینی اور غیر قانونی

طور پر خود کو مسلمان کہلوائیں۔ اس کے لیے انہوں نے ہر دور میں درپردہ سازشیں کیں مگر بری طرح ناکام رہے۔

صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نے ملک میں جداگانہ طرز انتخاب کا اعلان کیا تو طے کیا کہ مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے ووٹروں کی انتخابی فہرستیں علیحدہ علیحدہ شائع ہوں گی۔ چنانچہ الیکشن ہوتے رہے اور یہ نظام رائج رہا۔ جنرل پرویز مشرف آئے تو انہوں نے جداگانہ طرز انتخاب کو مخلوط طرز انتخاب سے بدل دیا جس میں ختم نبوت کا حلف نامہ بھی حذف ہو گیا۔ اس کے نتیجہ میں مسلم اور غیر مسلم ووٹروں کی انتخابی فہرستیں بھی ایک ہو گئیں۔ پرویز مشرف کی اس مذموم حرکت پر پورے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور تمام دینی جماعتوں نے اس کے خلاف بھرپور احتجاجی تحریک چلائی۔ حکومت اپنے اس غیر آئینی اقدام سے بری طرح پسپا ہوئی۔ چنانچہ 2002ء کی انتخابی اصلاحات میں دفعہ 7 بی اور 7 سی میں حلف نامہ اور قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی حیثیت برقرار رکھنے کا معاملہ شامل ہوا۔

2 اکتوبر 2017ء کو قومی اسمبلی سے نون لیگ کی حکومت نے انتخابی اصلاحات کا ایک ترمیمی بل منظور کرایا۔ دیگر ترمیمات کے علاوہ اس میں ایک یہ ترمیم بھی کر دی گئی کہ اسمبلیوں کے ممبران جب الیکشن لڑنے کے لئے درخواست فارم پُر (Fillup) کرتے ہیں تو اس میں حضور رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت سے متعلق ایک حلف نامہ پر دستخط یا انگوٹھے کا نشان ثبت کرنا ضروری ہوتا ہے جس میں درج تھا کہ ''میں حلفیہ صدق دل سے اقرار کرتا ہوں''............ جبکہ اس عبارت کو صرف ''میں اقرار کرتا ہوں'' سے تبدیل کر دیا گیا۔ اس حلف کا نتیجہ یہ ہونا تھا کہ اگر کوئی قادیانی جھوٹا ڈیکلیریشن دے کر اسمبلی میں پہنچ جاتا اور بعد میں یہ راز کھلتا کہ وہ قادیانی ہے تو نئی آئینی ترمیم کی وجہ سے صرف جھوٹ بولنے پر وہ نااہل قرار نہ پاتا۔ کیونکہ اس نے حلف نہیں اٹھایا، محض اقرار کیا ہے۔ یہ ایک معمولی مگر خطرناک قانونی تبدیلی تھی جس سے

قادیانیوں کی آئینی حیثیت تبدیل کرنے کی راہ ہموار ہونا تھی۔

اصل مسئلہ یہ تھا کہ Conduct of General Election Order 2002 جو کہ پرویز مشرف کے دور میں بنا تھا، اسے ختم کر دیا گیا۔ بظاہر اس کا سبب یہی بتایا گیا کہ یہ ایک آمر کے دور کا بنا ہوا قانون تھا. اس میں سیکشن 7بی اور 7سی قادیانیوں سے متعلق تھیں۔اب ان کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

7B. Status of Ahmadis etc. to remain unchanged. Notwithstanding anything contained in the Electoral Rolls Act, 1974,(XXI of 1974), the Electoral Rolls, Rules, 1974, or any other law for the time being in force, including the Forms prescribed for preparation of electoral rolls on joint electorate basis in pursuance of Article 7 of the Conduct of General Elections Order, 2002(Chief Executive's Order No. 7 of 2002) the status of Quadiani Group or the Lahori Group (who call themselves 'Ahmadis' or by any other name) or a person who does not believe in the absolute and unqualified finality of the Prophethood of Muhammad(peace be upon him) the last of the prophets or claimed or claims to be a Prophet, in any sense of the word or of any description whatsoever, after Muhammad (peace be upon him) or recognizes such a claimant as a Prophet or a religious reformer shall remain the same as provided in the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973.

یہ سیکشن قادیانیوں کی حیثیت متعین کر رہی ہے کہ وہ بدستور غیر مسلم اقلیت ہی رہیں گے جیسا کہ انہیں آئین پاکستان 1973 کے آرٹیکل 106(3) اور 260(3) میں قرار دیا گیا ہے۔ میری دانست میں اس سیکشن کو برقرار رکھنا یا ختم کرنا ایک برابر ہی ہے جب تک کہ آئین پاکستان قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتا ہے کیونکہ انکی یہ

حیثیت آئین پاکستان نے متعین کی ہے۔اب دوسرے سیکشن کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

7C. If a person has got himself enrolled as voter and objection is filed before the Revising Authority notified under the Electoral Rolls Act, 1974, within ten days from issuance of the Conduct of General Elections (Second Amendment) Order, 2002, that such a voter is not a Muslim, the Revising Authority shall issue a notice to him to appear before it within fifteen days and require him to sign a declaration regarding his belief about the absolute and unqualified finality of the Prophethood of Muhammad (peace be upon him) in Form-IV prescribed under the Electoral Rolls Rules, 1974. In case he refuses to sign the declaration as aforesaid, he shall be deemed to be a non-Muslim and his name shall be deleted from the joint electoral rolls and added to a supplementary list of voters in the same electoral area as non-Muslim. In case the voter does not turn up in spite of service of notice, an ex parte order may be passed against him.

دراصل یہ وہ سیکشن ہے جس کے خاتمے پر قادیانی بغلیں بجا رہے تھے۔ حکومت نے بڑی عیاری کے ساتھ ان کا دیرینہ مطالبہ تسلیم کرلیا۔اس سیکشن اوراس سے قبل **Electoral Rolls Rule 1974** کے تحت اس انتظام کے باعث انہوں نے عام انتخابات میں من حیث الجماعت ووٹ ڈالنے کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔اس سیکشن کے تحت اگر کوئی شخص خود کو بطور ووٹر رجسٹر کرواتا ہے اور اس کے خلاف نظر ثانی کرنے والی اتھارٹی کے خلاف اعتراض داخل کردیا جاتا ہے کہ یہ ووٹر غیر مسلم ہے تو نظر ثانی پر مامور اتھارٹی اس ووٹر کو نوٹس جاری کرے گی کہ وہ پندرہ دن کے اندر اتھارٹی کے سامنے پیش ہو اور اس سے مطالبہ کرے گی کہ وہ ایک ڈیکلیریشن پر دستخط ثبت کرے

جس کے ذریعے وہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے حوالے سے اپنے عقیدے کا اظہار کرے گا، اگر وہ اس پر دستخط ثبت کرنے سے انکار کرے گا تو وہ غیر مسلم تصور کیا جائے گا اور اس کا نام **Joint Electoral Rolls** سے خارج کر دیا جائے گا اور اس کا نام اسی حلقہ کی ایک دوسری سپلیمنٹری فہرست میں بطور غیر مسلم ووٹر شامل کر دیا جائے گا۔ اگر یہ ووٹر نوٹس کے باوجود مقررہ مدت تک پیش نہیں ہوتا تو اس کے خلاف یکطرفہ فیصلہ کر دیا جائے گا۔

اس سیکشن کے خاتمے سے نہ تو کسی قادیانی کے بطور ووٹر اندراج پر اعتراض کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی اسے ختم نبوت کے حوالے سے اپنا عقیدہ ظاہر کرنے کی ضرورت رہتی تھی بلکہ اس کا نام مسلمان ووٹروں کی فہرست میں ہی شامل رہنا تھا۔ اس طرح اس دھوکا دہی اور فریب کا راستہ روکنے کیلئے جو بند باندھا گیا تھا، اسے کمال صفائی اور مہارت کے ساتھ توڑ دیا گیا تھا۔ یہ بات بھی ریکارڈ کا حصہ رہنی چاہیے کہ 22 ستمبر کو جب یہ ترمیمی بل سینیٹ میں منظوری کے لیے پیش ہوا تو جمعیت العلماء اسلام کے سینٹر مولانا حافظ حمد اللہ نے ایوان کی توجہ اس حساس مسئلے کی طرف دلائی کہ ختم نبوت سے متعلقہ سیکشنز کو بل سے نکال دیا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان حذف شدہ سیکشنز کو دوبارہ بل میں شامل کرنے کی تحریک پیش کی جس پر ووٹنگ ہوئی اور حافظ صاحب 36/38 کے حساب سے دو ووٹوں سے ہار گئے۔ یاد رہے کہ سینیٹ میں پیپلز پارٹی اور تحریک انصاف نے حافظ صاحب کی تحریک کی بھرپور مخالفت کی۔

بہرحال حکومت کی اس قادیانیت نواز حرکت پر پورے ملک میں اضطراب و ہیجان کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ 3 اکتوبر کی صبح کراچی سے خیبر تک اسلامیان وطن عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے یک آواز ہوگئے۔ جو شخص جہاں تھا، اس سازش کی سرکوبی کے لیے متحرک ہوگیا۔ پورے ملک میں حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے مقدس مشن کی فضا قائم ہوگئی۔ 3 اکتوبر کو ہی سپیکر قومی اسمبلی نے تمام پارلیمانی پارٹیوں کا

اجلاس طلب کیا اور اس ترمیم کو واپس لینے کے لیے قومی اسمبلی میں ترمیمی بل لانے کا اعلان کیا۔ اگلے روز غالباً 4 اکتوبر 2017ء کو ترمیمی بل میں مزید ترمیم کرنے کا بل لایا گیا۔ غرض پارلیمانی تاریخ میں یہ اہم واقعہ بھی ریکارڈ پر آیا کہ ایک دن حکومت نے ایک ترمیمی بل منظور کیا اور تیسرے روز اسی ترمیمی بل میں ترمیم و تنسیخ کا بل پیش ہوکر منظور ہوا۔ لیکن اس پر بھی اسلامیان وطن کے خدشات ختم نہ ہوئے۔ معلوم ہوا کہ الیکشن اصلاحات (کے اہم فارم) کی دفعہ 7 کی شق ''بی'' اور ''سی'' جو پہلے سے حذف کر دی گئی تھیں، اب دوسری ترمیم سے بھی وہ بحال نہیں ہوئیں۔ ان کی بحالی کے لیے جدوجہد شروع ہوئی۔

22 اکتوبر 2017ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ تمام رفقاء کرام، علماء کرام و مبلغین حضرات کا چناب نگر میں مرکزی ناظم اعلیٰ کی زیرصدارت اجلاس ہوا جس میں ملک بھر میں ختم نبوت کانفرنسوں کے فوری انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ ملک بھر میں ایک مربوط نظم کے تحت صدائے ختم نبوت بلند کی گئی۔ 11 نومبر 2017ء کو مرکزی دفتر ملتان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں جامعۃ الرشید کراچی کے سربراہ مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کی تجویز زیر بحث آئی کہ ہمیں اعلیٰ عدلیہ سے رجوع کرنا چاہیے تا کہ جب تک دفعہ 7 بی اور سی بحال نہیں ہوتیں، عدالت سے سٹے (STAY) لے لیں تا کہ قادیانیوں کا کوئی ووٹ مسلمانوں میں نہ بن سکے۔ مجلس شوریٰ نے اس تجویز کی افادیت پر غور و فکر کرنے کے بعد مکمل اتفاق رائے کیا۔ چنانچہ نیک نام، درویش خدا مست، مرد قلندر شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب جو میدان عمل اور معرکۂ کارزار کے پس منظر میں اصل اہداف پر کام کرتے رہے اور تمام قوتوں کو ساتھ لے کر بالآخر تحفظ ختم نبوت کے مشن میں کامیاب ہوئے، انہوں نے اس سلسلہ میں اسلام آباد ہائی کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسلام کی محبت اور حضور خاتم النبیین ﷺ کا عشق ان کی حیات مستعار کا عزیز ترین سرمایہ ہے۔ تحفظ ختم نبوت سے وابستگی نے ان کے ارادوں کو توانائی اور حوصلوں کو برنائی عطا

کی۔ وہ ابتلاء و آزمائش کے شدید ترین مراحل سے گزرے مگر ایک لمحے کے لیے بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ سیاسی راہیں، وقتی فیصلے اور ہنگامی میلانات متنازع فیہ ہوسکتے ہیں مگر مولانا اللہ وسایا دفاع ختم نبوت کے میدان میں جس والہانہ جذبے اور کمال جرأت و بہادری کے ساتھ لڑے، اس نے پوری قوم کو زندگی کے نئے رخ، نئی جہت، نئے ذوق، نئی لذت، نئے زاویے اور نئی روح سے آشنا کر دیا۔

اسلام آباد ہائیکورٹ کے جسٹس جناب شوکت عزیز صدیقی نے حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی درخواست کی سماعت کی۔ درخواست گزار کے وکیل جناب حافظ عرفات ایڈووکیٹ نے دلائل دیتے ہوئے بتایا کہ الیکشن ایکٹ 2017 کی شق 241 کے تحت ملک میں رائج 8 انتخابی قوانین منسوخ کیے گئے ہیں۔ اس طرح سابقہ قوانین میں سے ختم نبوت سے متعلق شقیں بھی منسوخ ہوگئی ہیں۔ یہ اقدام آئین پاکستان سے متصادم ہے کیونکہ آئین پاکستان بنیادی انسانی حقوق اور اسلامی تعلیمات کے خلاف کسی کو بھی قانون سازی کی اجازت نہیں دیتا، لہٰذا الیکشن ایکٹ 2017 کو کالعدم قرار دیا جائے۔ وفاق کی جانب سے ڈپٹی اٹارنی جنرل عدالت میں پیش ہوئے اور انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ حکومت انتخابی اصلاحات بل کے ذریعے آئندہ الیکشن کی طرف جا رہی ہے، اس لیے عدالت وفاقی حکومت کو سنے بغیر انتخابی اصلاحات بل کو معطل نہ کرے کیونکہ اگر الیکشن ایکٹ کو معطل کیا گیا تو اس سے ملک میں افراتفری مچ جائے گی۔ جسٹس جناب شوکت عزیز صدیقی نے ریمارکس دیئے کہ چاہے آسمان بھی گر جائے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ فاضل عدالت نے الیکشن ایکٹ 2017 کے سیکشن 241 کے تحت ختم کئے گئے 8 سابقہ انتخابی قوانین کو بحال کر دیا۔ عدالت نے اپنے تحریری فیصلے میں واضح کیا کہ نئے ایکٹ کے سیکشن 241 کے تحت پورے کے پورے قوانین ختم کرنا آئین سے متصادم ہوگا۔ اس لیے الیکشن ایکٹ 2017 میں ختم نبوت سے متعلق پرانی شقیں بحال کی جارہی ہیں۔ الیکشن ایکٹ کی باقی شقوں پر اس حکم نامے کا اطلاق نہیں

ہوگا۔ اسلام آباد ہائیکورٹ نے ختم نبوت کے جن 8 قوانین کو بحال کیا ہے ان میں الیکٹورل رولز ایکٹ 1974، حلقہ بندی ایکٹ 1974، سینٹ الیکشن ایکٹ 1975، عوامی نمائندگی ایکٹ 1976، الیکشن کمیشن آرڈر 2002، پولیٹیکل پارٹیز آرڈر 2002، کنڈکٹ آف جنرل الیکشن آرڈر 2002، پولیٹیکل پارٹیز آرڈر 2002 اور انتخابی نشانات الاٹ کرنے کا آرڈر 2002 شامل ہیں۔ الیکشن ایکٹ 2017 کی باقی شقوں پر حکم نامے کا اطلاق نہیں ہوگا۔

اسی دوران معلوم ہوا کہ 15 نومبر 2017ء کو سپیکر قومی اسمبلی نے پارلیمانی لیڈران کا اجلاس طلب کیا۔ قومی اسمبلی کے اجلاس جو 16 نومبر 2017ء سے شروع ہو رہا تھا، اس میں زیر بحث لانے والے معاملات پر غور وفکر کرنا تھا۔ اس اجلاس میں قومی اسمبلی نے الیکشن ایکٹ ترمیمی بل 2017 کی منظوری دے دی۔ وفاقی وزیر قانون زاہد حامد نے قومی اسمبلی میں ترمیمی بل 2017 پیش کیا۔ ترمیمی بل 2017 کے اہم نکات کے تحت قادیانی، احمدی یا لاہوری گروپ کا آئین میں درج پہلے والا سٹیٹس برقرار رہے گا جب کہ ختم نبوت کے حوالے سے حلف نامہ اصل شکل میں بحال کر دیا گیا۔ بل میں ختم نبوت کے حوالے سے انگریزی اور اردو میں حلف نامے شامل کر دیئے گئے۔ 7۔بی اور 7۔سی کو اصل حالت میں شامل کر دیا گیا۔ ترمیمی بل 2017 کے نکات کے مطابق قادیانیوں کی حیثیت تبدیل نہیں ہوگی۔ انتخابات ایکٹ میں 48۔الف شامل کی گئی۔ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والے کی حیثیت آئین میں پہلے سے درج والی ہوگی۔ ووٹر لسٹ میں درج کسی پر سوال اٹھے تو اسے 15 دن کے اندر طلب کیا جائے گا۔ متعلقہ فرد اقرار نامے پر دستخط سے انکار کرے تو وہ غیر مسلم تصور ہوگا۔ ایسے فرد کا نام ووٹر لسٹ سے ہٹا کر ضمنی فہرست میں بطور غیر مسلم لکھا جائے گا۔ بل میں ''ختم نبوت'' سے متعلق قانون کے آرٹیکل 7۔بی اور 7۔سی کو مزید مؤثر بنانے کے نکات شامل کیے گئے۔

بہر حال حکومت نے الیکشن ایکٹ میں ختم نبوت سے متعلق جن شقوں کو ختم کیا

تھا اور پھر بعد میں مسلمانوں کے بھرپور احتجاج کے بعد پسپائی اختیار کی، اس کا تمام تر کریڈٹ جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے فیصلہ کو جاتا ہے۔ اس تاریخی فیصلہ میں انہوں نے حکم دیا کہ اس سلسلہ میں راجہ ظفر الحق رپورٹ پبلک کی جائے تاکہ اس سازش کے ذمہ داران کا تعین ہو سکے۔ مزید کہا کہ ارکان پارلیمنٹ کی اکثریت ختم نبوت قانون کے معاملے کو اہمیت دینے میں ناکام رہی۔ پارلیمنٹ اس معاملے کی حساسیت کو سمجھنے میں ناکام رہی۔ آئین کے خلاف یہ سازش کرنے والے کو پارلیمنٹ بے نقاب نہ کر سکی۔ فیصلے میں مزید کہا گیا کہ ختم نبوت کا معاملہ ہمارے دین کی اساس ہے۔ پارلیمنٹ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اقدامات کرے۔ اس کے علاوہ معزز عدالت نے حکومت کو جو احکامات جاری کیے، ان میں تین بہت اہم ہیں۔ معزز عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ ''قادیانیوں کو غلامان مرزا یا مرزائی سے تعبیر کیا جائے اور کسی صورت احمدی نہ پکارا جائے کیونکہ یہ اصطلاح اور حوالہ ان مسلمانوں کو الجھن میں ڈالتا ہے جن کا حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر عقیدہ ہے۔ قادیانیوں کو اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ مسلمانوں جیسے نام رکھ کر اپنی شناخت کو خفیہ رکھیں، اس لیے ان کو یا تو مسلمانوں سے ملتے جلتے نام رکھنے کی ممانعت ہونی چاہیے یا متبادل کے طور پر قادیانی، غلام مرزا یا مرزائی کو اس کے نام کا حصہ بنایا جانا چاہیے اور اس کا تذکرہ بھی کیا جائے''۔

مزید کہا کہ ''قومی شناختی کارڈ، پاسپورٹ، پیدائشی پرچی اور فہرست رائے دہندگان میں اندراج کے لیے درخواست دہندہ کو آئین کے آرٹیکل 260(3)(a)(b) کے مطابق مسلمانوں اور غیر مسلموں کی تعریف کی بنیاد پر ایک بیان حلفی دینا ہوگا''۔

سب سے اہم حکم جاری کرتے ہوئے معزز عدالت نے کہا کہ ''کسی غیر مسلم کی آئینی عہدوں پر تعیناتی ہمارے مقامی قانون اور رسومات کے منافی ہے۔ اسی طرح، غیر مسلم مخصوص آئینی عہدوں کے لیے منتخب بھی نہیں ہو سکتے ہیں۔ اکثر اداروں/شعبوں بشمول پارلیمنٹ کی ممبر شپ اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں ہیں۔ اسی لیے جب کسی اقلیتی

گروہ کا کوئی رکن اپنے اصل مذہبی عقیدے کو دھوکا دہی سے چھپاتا ہے اور اپنے آپ کو مسلم اکثریت کا حصہ ظاہر کرتا ہے تو وہ آئین کے الفاظ اور روح کی نفی کر رہا ہوتا ہے۔ اس پامالی سے محفوظ بنانے کے لیے ریاست کو فوری اقدامات کرنے چاہیئے"۔

عدالت نے اپنے فیصلہ میں مزید کہا کہ "ریاستِ پاکستان مخصوص طریقہ کار اور نئے سائنسی اقدامات کے ذریعے اس اقلیت کی اصل تعداد کا پتہ چلائے۔ یہ ایسی صورت حال میں مزید ضروری ہو جاتا ہے جب اس اقلیت کی ایک بڑی تعداد اصل شناخت چھپاتی ہے اور مسلمان ہونے کا غلط تاثر دیتی ہے۔ جنرل پرویز مشرف کے آمرانہ دور میں، ہر کسی نے قادیانیوں کی جانب سے طاقت کی راہداریوں تک رسائی کو محسوس کیا تھا اور یہ تشویش کا باعث بنتا رہا ہے۔ طارق عزیز (ایک سرکاری افسر جو قادیانی تھا) نے صدر جنرل پرویز مشرف کے پرنسپل سیکرٹری ہونے کے ناتے اپنا کردار ادا کیا اور مختلف محکموں میں قادیانیوں کی شمولیت کو یقینی بنایا۔ ان میں آئینی عہدے بھی شامل ہیں اور اس وجہ سے مختلف اہم حساس نوعیت کے معاملات میں قادیانیوں کو مشاورت کا حصہ بنا دیا۔ یہاں دوبارہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنے پاکستانی اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کا پرنسپل سیکرٹری آئین پاکستان کے آرٹیکل 260(3)(a)(b) کے تحت مسلمان تھا یا غیر مسلم تھا۔ حال ہی میں واجد شمس الحسن نے قادیانیوں کے سرپرست ملک برطانیہ میں قادیانیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اپنے قادیانی عقیدے کو افشا کیا ہے"۔

قادیانیوں کو اہم قومی عہدوں سے دور رکھنا کیوں ضروری ہے؟ جان لیجیے کہ ایسا اقدام دنیا کے کسی بھی مہذب معاشرے کے قوانین سے قطعاً متصادم نہیں۔ مزید یہ کسی طرح سے بھی انسانی حقوق کا مسئلہ نہیں ہے۔ تقسیم شدہ وفاداری کا یہ ایک سیدھا سادہ بین الاقوامی اصول ہے۔ ایک صاحب کا کہنا تھا کہ میں پچھلے نو سال سے کینیڈین پاسپورٹ لینے کا اہل ہوں لیکن کینیڈین شہریت کی بنیادی شرط ملک برطانیہ سے ناقابلِ

تقسیم وفاداری کا حلف لینا ہے جو میں نہیں لے سکتا کیونکہ میں خود کو اپنے پیدائشی ملک پاکستان کا وفادار خیال کرتا ہوں۔ نتیجتاً میں کینیڈا میں نہ جج بن سکتا ہوں، نہ پارلیمنٹ کا ممبر اور نہ ہی کینیڈین آرمی میں جا سکتا ہوں۔ یہی صورتِ حال امریکہ اور دیگر ملکوں میں ہے۔ مخصوص عہدوں کے علاوہ مجھے کینیڈا میں تمام انسانی حقوق حاصل ہیں۔ اسی تناظر میں اب آپ قادیانیوں کی پوزیشن ملاحظہ فرمائیں۔ قادیانیوں کے ایمان کا حصہ ہے کہ وہ اپنے خلیفہ سے ناقابلِ تقسیم وفاداری رکھیں کیونکہ ان کا خلیفہ ان کے نزدیک اللہ چنتا ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق خلیفہ جو کہتا ہے اللہ کی مرضی سے کہتا ہے۔ ان کے نزدیک قادیانی خلیفہ ان کے نبی کا ہی سایہ ہوتا ہے۔ لہٰذا خلیفہ کا ہر حکم غیر مشروط طور پر ماننا ہر قادیانی پر ویسے ہی فرض ہے جیسے حضرت محمد ﷺ کا ہر حکم ماننا مسلمانوں پر فرض ہے۔

قادیانیوں کے گزشتہ تینوں خلیفوں نے اپنی پاکستان دشمنی کبھی چھپا کر نہیں رکھی۔ اسرائیل کی طرز پر انہیں ایک خطہ زمین درکار تھا۔ وہ ہمیشہ سے کشمیر اور پھر بلوچستان کو ایک قادیانی ریاست بنانے کی اہمیت پر زور دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ محض ایک اتفاق نہیں کہ پاکستان کے یہ دونوں علاقے آج بھی شورش زدہ ہیں۔ قادیانیوں کے خلیفہ کی پاکستان ٹوٹنے کی نام نہاد الہامی پیشین گوئی آج بھی یوٹیوب پر موجود ہے۔ اس پیشین گوئی پر ایمان ہر قادیانی کے ایمان کا حصہ ہے۔ ایسے سینکڑوں حقائق کی موجودگی میں پاکستان کو کینیڈا، امریکہ اور یو کے کی طرح پورا حق ہے کہ وہ غیر منقسم وفاداری نہ رکھنے والوں پر مخصوص اور حساس عہدوں کے دروازے بند رکھے۔ عیسائیوں، ہندوؤں اور دیگر اقلیتوں کو آرمی اور عدلیہ سمیت ہر ادارے میں شمولیت کا پورا حق ہے۔ لیکن قادیانیوں کو یہ حق ایک تو ان کی لیڈرشپ کے مسلمہ اور ڈیکلیئرڈ ملک دشمن عزائم کی وجہ سے نہیں دیا جا سکتا اور دوسری وجہ ان کا ریاست کے بجائے اپنے خلیفہ کی 'الہامی وفاداری' پر حلف لینا ہے۔ دکھ سے زیادہ حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے نوجوان قادیانیوں اور نام نہاد لبرلز کے پروپیگنڈہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ قادیانیت کی ساخت کے تار و پود

اور ان کی تاریخ سے واقفیت حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

اس فیصلے کا ایک خاص بلکہ منفرد پہلو یہ ہے کہ یہ فیصلہ امت مسلمہ کے دیرینہ آئینی مطالبات اور جدوجہد کا مظہر ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے تمام کارکنان خاص طور پر ایسے احباب جنہیں آئین و قانون سے دلچسپی ہے، کے لیے یہ فیصلہ ایک راہبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ آئینی اور قانونی طور پر بے حد فکر انگیز فیصلہ صادر کرنے پر جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی نہایت مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں جس طرح قادیانیوں اور حکومت کو آئینہ دکھایا ہے، وہ چشم کشا بھی ہے اور ہوش ربا بھی۔ لیجیے پڑھیے اور اپنے ایمان کو ایک نئی جلا بخشیں۔

مجاہد ختم نبوت جناب عبدالرؤف (اسلام آباد)، جناب عبدالمالک (لاہور) اور جناب قاضی محمد اسد (سرگودھا) خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے نہایت ژرف نگاہی سے اس فیصلہ کی پروف ریڈنگ کی۔

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر

محمد متین خالد

لاہور

PLD 2019 Islamabad 62

اسلام آباد ہائی کورٹ، اسلام آباد

مولانا اللہ وسایا بنام حکومت پاکستان

فیصلہ کے اہم نکات:

1- اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 5 کے تحت، ہر شہری کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ ریاست سے وفادار رہے اور قانون اور آئین کے تابع رہیں۔ یہ قانون ان پر بھی لاگو ہوتا ہے جو پاکستانی شہری نہیں ہیں لیکن اس وقت پاکستان میں رہ رہے ہیں۔

2- پاکستان کے ہر شہری کے لیے لازمی ہے کہ مخصوص کوائف پر مشتمل اپنی شناخت حاصل کرے۔ کسی مسلمان کو اجازت نہیں ہے کہ اپنی شناخت کو بطور غیر مسلم کے بھیس میں رکھے اور کسی غیر مسلم کو حق حاصل نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے۔ کوئی بھی شہری جو ایسا کرتا ہے، ریاست سے دھوکا دہی کا مرتکب ہوگا اور آئین کے استحصال کا مرتکب قرار پائے گا۔

3- کسی غیر مسلم کی آئینی عہدوں پر تعیناتی ہمارے مقامی قانون اور رسومات کے منافی ہے۔ اسی طرح، غیر مسلم مخصوص آئینی عہدوں کے لیے منتخب بھی نہیں ہو سکتے ہیں۔ اکثر اداروں / شعبوں بشمول پارلیمنٹ کی ممبر شپ، اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں ہیں۔ اسی لیے جب کسی اقلیتی گروہ کا کوئی رکن اپنے اصل مذہبی عقیدے کو دھوکا دہی سے چھپاتا ہے اور اپنے آپ کو مسلم اکثریت کا حصہ ظاہر کرتا ہے تو وہ آئین کے الفاظ اور روح کی نفی کر رہا ہوتا ہے۔ اس پامالی سے محفوظ بنانے کے لیے ریاست کو فوری اقدامات کرنے چاہیے۔

4- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا معاملہ ہمارے مذہب کا مرکزی نکتہ ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے اس کی حفاظت اور پاسداری کرے۔ پارلیمنٹ بحیثیت ایک اعلیٰ معزز ادارے کے پاکستانی قوم کے نمائندہ ہونے کے ناتے اس مذہبی روح کی محافظ ہے۔ اس صورت حال میں، یہ مسلم اکثریت کا حق ہے کہ مناسب آگاہی اور حساسیت کی توقع رکھے۔ ختم نبوت کے بنیادی عقیدے کے تحفظ کے علاوہ، پارلیمنٹ کو ایسے اقدامات بھی کرنے چاہیے جو ان کا قلع قمع کر سکے جو اس عقیدے کو داغ لگانے کی کوشش کرے۔

5- قومی شناختی کارڈ، پاسپورٹ، پیدائشی پرچی اور فہرست رائے دہندگان میں اندراج کے لیے درخواست دہندہ کو آئین کے آرٹیکل 260(3)(a)(b) کے مطابق مسلمانوں اور غیر مسلموں کی تعریف کی بنیاد پر ایک بیان حلفی دینا ہوگا۔

6- اوپر بتائے گئے بیان حلفی کو تمام حکومتی اور نیم حکومتی اداروں خصوصاً عدلیہ، آرمڈ فورسز اور سول سروسز میں تعیناتی کے لیے لازمی قرار دیا جائے۔

7- نادار کو کسی بھی شہری کے لیے وقت کا تعین کرنا چاہیے جو اپنے پہلے سے دیئے گئے کوائف میں، خصوصاً مذہب کے خانے میں، درستگی/تبدیلی کا خواہاں ہے۔

8- بلاشک وشبہ، 7 ستمبر 1974ء کو جب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر دوسرا آئینی ترمیمی بل پاس کیا، وہ ہر مسلمان کے لیے ایک بڑی خوشی کا موقع تھا لیکن بدقسمتی سے مخصوص قوانین اس آئینی ترمیم کو بڑھاوا نہ دے سکے۔ دوسری جانب، قادیانیوں نے مختلف طریقوں اور بہانوں سے دوسری آئینی ترمیم کے مقاصد کو بگاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔ قادیانیوں (کے دونوں گروہوں کو) غیر مسلم قرار دینے کے بعد ان کی علیحدہ شناخت، پہچان اور چھان بین کے لیے کچھ اقدامات ضروری تھے کیونکہ قادیانی دوسری اقلیتوں کی طرح نہیں ہیں جنھیں اپنی ظاہری شکل وصورت، ناموں، عقائد اور طریقہ عبادت سے بآسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ جبکہ قادیانیوں کے مسلمانوں جیسے نام، ظاہری

خدوخال اور حتیٰ کہ ان کی عبادات بھی ملتی جلتی ہیں۔ اس لیے ان کی علیحدہ شناخت کے حوالے سے ابہام انہیں غیر مسلم قرار دینے سے ختم ہوسکتا تھا لیکن یہ مقصد حاصل نہ ہوسکا۔ مثال کے طور پر ''احمد'' کا نام قادیانیوں سے مختص ہے اور اسی بنیاد پر وہ احمدی کہلاتے ہیں جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے کیونکہ ''احمد'' کا نام نامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے موسوم ہے جنھیں دیگر مذہبی کتب کے علاوہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس نام سے پکارا ہے۔ مسلمان اس نام کے حوالے سے بہت جذباتی ہیں اور کسی فرد کے پہلے تعارف یا ملاقات میں اس کا نام اس کے مذہب کی نشاندہی کرتا ہے۔

-9 پارلیمنٹ آئینی تقاضوں اور معزز سپریم کورٹ آف پاکستان اور لاہور ہائیکورٹ لاہور کے بنیادی قانونی اصولوں رپورٹ شدہ کیس لاء بالترتیب (1993 ایس سی ایم آر 1718 اور پی ایل ڈی 1992 لاہور 1) کی روشنی میں ضروری قانون سازی کرے اور مروجہ قوانین میں مطلوبہ ترامیم متعارف کروائے تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جاسکے کہ 'اسلام' اور 'مسلمانوں' کے لیے استعمال ہونے والی مخصوص اصلاحات کسی اور اقلیت کو اپنی شناخت چھپانے یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال کی اجازت نہ ہو۔ اسلامیات / دینیات کی بطور مضمون تعلیم کے لیے ہر ادارے پر مسلم اساتذہ کی موجودگی لازمی قرار دی جائے۔

-10 حکومت پاکستان تمام شہریوں کے درست کوائف کی دستیابی کو یقینی بنانے کے لیے خصوصی اقدامات کرے تاکہ کسی بھی شہری کے لیے اپنی شناخت کو چھپانا ممکن نہ ہو۔ حکومت کو ایسے اقدامات بھی فوری طور پر یقینی بنانے چاہیے تاکہ نادرا اور حالیہ مردم شماری کے نتیجے میں حاصل ہونے والے اعداد و شمار میں موجود خطرناک فرق کی تفتیش ہوسکے۔

-11 قادیانیوں کو غلامان مرزا یا مرزائی سے تعبیر کیا جائے اور کسی صورت احمدی نہ

پکارا جائے کیونکہ یہ اصطلاح اور حوالہ ان مسلمانوں کو الجھن میں ڈالتا ہے جن کا حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر عقیدہ ہے۔ قادیانیوں کو اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ مسلمانوں جیسے نام رکھ کر اپنی شناخت کو خفیہ رکھیں، اس لیے ان کو یا تو مسلمانوں سے ملتے جلتے نام رکھنے کی ممانعت ہونی چاہیے یا متبادل کے طور پر قادیانی، غلام مرزا یا مرزائی کو اس کے نام کا حصہ بنایا جانا چاہیے اور اس کا تذکرہ بھی کیا جائے۔

PLD 2019 Islamabad 62

اسلام آباد ہائی کورٹ، اسلام آباد

ابتدائی معلومات

بعدالت جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی

آئینی درخواست ہائے نمبر 3896,3847,3862 اور 4093 بابت سال 2017ء

مولانا اللہ وسایا (آئینی درخواست نمبر 3862/2017)

یونس قریشی وغیرہ (آئینی درخواست نمبر 3847/2017)

تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ (آئینی درخواست نمبر 3896/2017)

سول سوسائٹی بذریعہ صدر (آئینی درخواست نمبر 4093/2017)

بنام

وفاق پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون وانصاف، وغیرہ

(آئینی درخواست نمبر 3862/2017)

وفاقی حکومت بذریعہ وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان، وغیرہ

(آئینی درخواست نمبر 3847, 3896 & 4093/2017)

وکلاء درخواست دہندگان:

حافظ عرفات احمد چودھری اور محترمہ کاشفہ نیاز اعوان ایڈووکیٹس ہمراہ معاونین ایم زاہد تنویر ایڈووکیٹ اور سائل۔ (آئینی درخواست نمبر 3862/2017)

محمد طارق اسد ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

(آئینی درخواست ہائے نمبر 3847 & 4093/2017)

حافظ فرمان اللہ ایڈووکیٹ۔ سید محمد اقبال ہاشمی ایڈووکیٹ وضاحت کنندگان:

محترمہ امیر جہاں المعروف بسمہ نورین/ وضاحت کنندہ۔
(جملہ مقدمات میں)

وکلاء جواب دہندگان: نعمان منیر پراچہ ایڈووکیٹ، ارشد محمود کیانی ڈپٹی اٹارنی جنرل، محترمہ نویدہ نور ایڈووکیٹ برائے آئی بی، جناب نعمان منور اور اصغر نمائندہ وزارت قانون و انصاف، عثمان یوسف مبین چیئرمین نادرا، ثاقب جمال ڈائریکٹر (لیگل) اور ذوالفقار علی ڈی جی (پراجیکٹس) نادرا، سید جنید جعفر لاء آفیسر نادرا، کامران رفعت ڈپٹی ڈائریکٹر (لیگل) ایف پی ایس سی اسلام آباد، ایم شاہد ڈائیو ڈپٹی ڈائریکٹر اور زرناب خٹک ایس او اسٹیبلشمنٹ ڈویژن، قیصر مسعود ایڈیشنل ڈائریکٹر (لاء) ایف آئی اے، وقار چودھری ڈیٹا پراسیسنگ آفیسر (لیٹی گیشن) قومی اسمبلی (جملہ مقدمات میں)

معاونین عدالت: (مذہبی مفکرین)

پروفیسر ڈاکٹر حافظ حسن مدنی (26-2-2018)

پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن (27-2-2018)

پروفیسر ڈاکٹر محسن نقوی (28-2-2018)

مفتی محمد حسین خلیل خیل (01-03-2018)

(جملہ مقدمات میں)

معاونین عدالت: (آئینی ماہرین)

محمد اکرم شیخ سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ (02-03-2018)

ڈاکٹر محمد اسلم خاکی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ بمعہ معاون محترمہ یاسمین حیدر ایڈووکیٹ (05-03-2018)

ڈاکٹر بابر اعوان سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ (05-03-2018)
(جملہ مقدمات میں)

تواریخ سماعت: 22 تا 23 فروری، 26 تا 28 فروری، یکم تا 2 مارچ، 5 تا 7 مارچ اور 9 مارچ 2018ء

تاریخ فیصلہ: 4 جولائی 2018ء

فیصلہ

جسٹس شوکت عزیز صدیقی

اس ایک فیصلہ کے ذریعے مندرجہ بالا جملہ عنوانی آئینی درخواستیں نپٹائی جاتی ہیں کیونکہ تمام درخواستوں میں قانون اور حقائق کے یکساں سوالات درپیش ہیں۔

2۔ آئینی درخواست نمبر 3862/2017 میں درخواست دہندہ مولانا اللہ وسایا ایک نامور مذہبی سکالر ہیں، اسلام کے مختلف موضوعات پر بہت سی مشہور کتابیں تصنیف کر چکے ہیں اور 'عقیدۂ ختم نبوت' پر ان گنت لیکچر دے چکے ہیں جو ان کے کام کا موضوع رہا ہے۔ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی تکمیل کے عقیدے پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں 'آئینہ قادیانیت'، 'پارلیمنٹ میں قادیانی شکست' اور 'تحریک ختم نبوت 1953' شامل ہیں۔

3۔ آئینی درخواست نمبری 3847/2017 میں درخواست دہندگان (مولانا یونس قریشی، ڈاکٹر طیب الرحمٰن زیدی، مولانا فضل الرحمٰن مدنی) مذہبی سکالر اور مختلف جامعہ مساجد کے امام ہیں جبکہ درخواست گزار نمبر 4 (عبیداللہ) ایک سماجی کارکن ہیں۔ آئینی درخواست نمبری 3896/2017 تحریک لبیک یا رسول اللہ نے اپنے مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن کے ذریعے دائر کی ہے تاہم بعد ازاں کوئی بھی اس معاملے کو چلانے کے لیے عدالت ہذا کے روبرو پیش نہ ہوا۔ البتہ چونکہ اس آئینی درخواست کو دیگر اسی طرح کی آئینی درخواستوں کے ساتھ جوڑ دیا گیا تھا، اس لیے اس پر بھی فیصلہ سنایا جاتا ہے۔ آئینی درخواست نمبر 4093/2017 سول سوسائٹی کی جانب سے اپنے صدر محمد طاہر کے ذریعے دائر کی گئی تھی۔ بعد ازاں سید اقبال ہاشمی ایڈووکیٹ اور محترمہ

امیر جہاں المعروف بسمہ نورین نے عدالت ہذا کے روبرو کارروائی میں بطور مداخلت کنندہ شمولیت اختیار کی۔

4۔ درخواست دہندگان نے اپنی آئینی درخواستوں کے ذریعے عدالت ہذا کو آئین کے تحت حاصل اختیار سماعت کو بروئے کار لاتے ہوئے درج ذیل استدعاؤں پر حکم جاری کرنے کی عرض پیش کی ہے۔

آئینی درخواست نمبر 3862/2017

''پس، یہ مودبانہ استدعا کی جاتی ہے کہ معزز عدالت مہربانی فرما کر؛

الف) مسئول الیہ نمبر 1 کو ہدایت جاری کی جائے کہ قادیانی گروہ /لاہوری گروہ سے متعلق قانونی دفعات کلیت کے ساتھ (جو کہ الیکشن ایکٹ 2017 کے اجراء سے قبل موجود تھیں) کی بحالی کے لیے فوری طور پر مطلوبہ اقدامات کرے اور اسی مسئول الیہ کو مزید ہدایت جاری کی جائے کہ یہ تمام دفعات بنیادی قانون سازی یعنی الیکشن ایکٹ 2017 کا حصہ بنائی جائیں؛

ب) مسئول الیہ نمبری 3 کو ہدایت جاری کی جائے کہ اب کے بعد ایسے افراد کا علیحدہ بنیادی اعداد و شمار (ڈیٹا بیس) تیار کیا جائے جن کا قادیانی گروہ/لاہوری گروہ سے تعلق ہو اور جو ملکی ملازمت کا حصہ ہیں تا کہ مستقبل میں انہیں ایسے عہدوں پر تعینات نہ کیا جائے جن میں حساس معاملہ/معاملات شامل ہوں جیسا کہ درخواست ہذا میں اٹھائے گئے ہیں؛

ج) مسئول الیہ نمبر 2 کو ہدایت جاری کی جائے کہ وہ اچھی ساکھ کے حامل اور دیانتدار افسر /افسران کے ذریعے ان عناصر اور قوتوں کی مکمل چھان بین کرے جو درج بالا غیر آئینی اور غیر قانونی افعال کے پیچھے کارفرما تھے؛

د) مسئول الیہ نمبر 3 کو ہدایت جاری کی جائے کہ وہ قادیانی گروہ/ لاہوری گروہ سے تعلق رکھنے والے ایسے افراد/ افسران کی ان کے عہدوں سمیت تفصیلی رپورٹ ریکارڈ پر لائے جو اس وقت وفاقی حکومت میں کام کر رہے ہیں؛

کوئی اور ایسی اعانت جو یہ معزز عدالت ضروری اور درپیش حالات میں منصفانہ گردانتی ہے، بھی مرحمت فرمائی جائے۔"

آئینی درخواست نمبر 3847/2017

"لہٰذا درج بالا حالات کے تناظر میں انتہائی مودبانہ استدعا کی جاتی ہے کہ یہ معزز عدالت مہربانی فرما کر:

الف) ایک غیر جانبدار جوڈیشل کمیشن کا قیام عمل میں لایا جائے تا کہ ڈکلریشن میں تبدیلی اور سابقہ کنڈکٹ آف جنرل الیکشنز آرڈر 2002 میں موجود 7(b) اور 7(c) کی دفعات کو حذف کیے جانے کی انکوائری کی جائے تا کہ ذمہ داروں کا تعین ہو، خاص طور پر مسئول الیہ نمبری 8، 9 اور 10 سے قانون کے مطابق نپٹا جا سکے؛

ب) الیکشن ایکٹ 2017 میں "نامزد شخص کی جانب سے ڈکلریشن اور حلف نامہ" اصل حالت میں بحال کیا جائے جیسا کہ عوامی نمائندگی کے (کنڈکٹ آف الیکشن) رولز 1977 میں وضع کیا گیا تھا اور اس میں دفعات 7(b) اور 7(c) کے مسودے کو شامل کیا جائے جیسا کہ سابقہ کنڈکٹ آف جنرل الیکشنز آرڈر 2002 میں موجود تھا؛

ج) مسئول الیہ نمبر 1 کو ہدایت کی جائے کہ راجہ ظفر الحق کی سربراہی میں قائم کمیٹی کی انکوائری رپورٹ کو فی الفور شائع کرے؛

د) کوئی اور ایسی اعانت جو یہ معزز عدالت ضروری اور درپیش حالات میں منصفانہ گردانتی ہے، بھی مرحمت فرمائی جائے۔"

آئینی درخواست نمبر 3896/2017

"درج بالا بحث کے تناظر میں معزز عدالت سے مودبانہ گزارش کی جاتی ہے کہ اس درخواست کو منظور فرماتے ہوئے وفاقی حکومت کو ہدایت جاری کی جائے، مسئول الیہ جس کی نمائندگی کر رہے ہیں، کہ راجہ ظفر الحق کی جانب سے پیش کردہ انکوائری رپورٹ کو شائع اور مشتہر کرے اور اس میں تعین کردہ مجرموں کے خلاف براہ مہربانی متعلقہ قانون کے تحت کارروائی عمل میں لائی جائے۔

کوئی اور ایسی اعانت جو یہ معزز عدالت ضروری اور درپیش حالات میں منصفانہ گردانتی ہے، بھی مرحمت فرمائی جائے۔"

آئینی درخواست نمبر 4093/2017

"درج بالا حالات کے تناظر میں انتہائی مودبانہ استدعا کی جاتی ہے کہ یہ معزز عدالت مہربانی فرما کر:

الف) ایک غیر جانبدار جوڈیشل کمیشن قائم کرے تا کہ مسئول الیہ نمبر 8، 9اور 10 سمیت افراد کے خلاف انکوائری مقرر کی جاسکے جو کہ سابقہ کنڈکٹ آف جنرل الیکشنز آرڈر 2002 میں موجود ڈکلریشن میں تبدیلی اور دفعات (b)7اور (c)7 کو حذف کرنے کے فعل کے مرتکب ہوئے ہیں اوران سے قانون کے مطابق نپٹا جاسکے؛

ب) مسئول الیہ نمبر 1 کو ہدایت دی جائے کہ راجہ ظفرالحق کی سربراہی میں قائم کمیٹی کی انکوائری رپورٹ کوفوری طور پر مشتہر کرے،

ج) ان غیر سرکاری تنظیموں پر جو کہ ملک میں لادینی سوچ کوفروغ دے رہی ہیں، پر پابندی عائد کی جائے۔

د) کوئی اور اعانت جسے یہ معزز عدالت مناسب سمجھتی ہو، اس آئینی درخواست کی بنا پر مرحمت فرمائی جائے۔"

5۔ عنوان بالا آئینی درخواستوں میں جوبیشتر ایک جیسے حقائق پیش کیے گئے، ان کودرج ذیل میں اختصار سے پیش کیا جارہا ہے:-

مورخہ 02-10-2017 کو وفاقی حکومت نے الیکشنز ایکٹ 2017 (جو اس کے بعد یا تو 2017ایکٹ یا ایکٹ متدعویہ لکھا جائے گا) کے عنوان سے ایک نیا قانون متعارف کروایاجس کا مقصد انتخابات کے انعقاد اور ان سے متعلق یا ذیلی معاملات میں ترمیم، یکجا اور منسلک کرنا تھاجبکہ 2017ایکٹ کی دفعہ 241 کے تحت درج ذیل قوانین کومنسوخ کردیا گیا تھا:

a) The Electoral Rolls Act, 1974 (Act No. XXXIV of 1974).

b) The Delimitation of Constituencies Act, 1974 (Ac No. XXXIV of 1974.

c) The Senate Election Act, 1975 (Act No. LI of 1975).

d) The Representation of the People Act, 1976 (Act No. LXXXV of 1976).

e) The Election Commission Order 2002 (Chief Executive's Order No.1 of 2002.

f) The Conduct of General Election Order, 2002 (Chief Executive's Order No. 7 of 2002).

g) The Political Parties Order, 2002 (Chief Executive's Order No. 18 of 2002).

h) The Allocation of Symbols Order, 2002.

درج بالا قوانین اور آئین (دوسری ترمیم)ایکٹ 1974 کے تحت بننے والے قواعد(جو بلاشبہ وطن عزیز کے مسلمانوں کی طویل، غیر متزلزل اور متعین کوششوں بشمول کنڈکٹ آف جنرل الیکشنز آرڈر 2002 کی دفعات (b)7اور (c)7جو اقلیت کے مرتبہ اور امیدوار کے مذہب کے تعین کے طریقہ کار سے متعلق ہیں) کے منسوخ کرنے اوراس کے نتیجے میں قادیانی گروہ/ لاہوری گروہ (اب کے بعد جس کا حوالہ لفظ قادیانی کی صورت آئے گا) کی قانونی حیثیت کی منسوخی سے ملک گیر احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بہت سارے لوگ جن کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے تھے، اسلام آباد میں جمع ہوئے اور فیض آباد کے قریب ایک احتجاج/ دھرنا دے کر بیٹھ گئے جس سے جڑواں شہروں میں زندگی مفلوج ہوگئی اور بظاہر حکومتی مشینری، اگرچہ جس کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے، جامد ہوگئی۔ عوامی ردعمل کے نتیجے میں وفاقی حکومت نے 2017 ایکٹ میں ایکٹ نمبر XXXV of 2017 (جسے اب کے بعد ترمیم شدہ ایکٹ لکھا جائے گا) کے ذریعے چند ترامیم کیں اور 19 اکتوبر 2017ء کو سرکاری گزٹ میں شائع کیں۔ تاہم، بدقسمتی سے یہ ترامیم انتہائی فاش غلطیوں کے مترادف تھیں کیونکہ قادیانیوں سے متعلق بہت سی دفعات جو کہ منسوخ شدہ قوانین کی جزو لاینفک تھیں، مکمل طور پر بحال

نہیں کی گئی تھیں اور ترمیم شدہ ایکٹ کو نظر کا دھوکا تصور کیا جا رہا تھا۔ 2017 کے ایکٹ کے ذریعے قادیانیوں سے متعلق اکثر معاملات ان تفویض شدہ قانون سازی / قواعد پر چھوڑ دیا گیا تھا جنھیں الیکشن کمیشن آف پاکستان (جسے اب کے بعد کمیشن لکھا جائے گا) نے 2017 ایکٹ کی دفعہ 239 کے تحت ابھی وضع کرنا تھے اور وہ بھی وفاقی حکومت کی منظوری کے بغیر جو کہ ملکی آئین کی خلاف ورزی کے مترادف ہے۔ اس کے علاوہ یہ اس بات کا بھی مظہر ہے کہ کوئی خفیہ ہاتھ مکمل طور پر قابل گریز تنازع کے پیدا ہونے کے پیچھے موجود تھا۔ 2017 ایکٹ کی مختلف دفعات کی غیر ضروری قانون سازی نقض امن پر منتج ہوئی۔ ان آئینی درخواستوں میں ایک اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ قادیانی ملک میں دوسری اقلیتوں کی طرح عمومی طور پر اپنی شناخت ظاہر نہیں کرتے اور ان میں سے اکثریت بہت سے اہم حکومتی عہدوں پر فائز ہیں جہاں وہ معاملات کو اپنے ظاہری مفاد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں اور اصل میں کر بھی رہے ہیں۔

6۔ ابتدائی سماعت کی تاریخ 14-11-2017 کو عدالت نے متدعویہ ایکٹ کے نفاذ کو ختم نبوت کی حد تک معطل کر دیا کیونکہ یہ حد اختیار کے برخلاف اور Constitution (Second Amendment) Act, 1974 سے پوری طرح متصادم ہے۔ اٹارنی جنرل آف پاکستان کو ضابطہ دیوانی کے آرڈر XXVII-A کے تناظر میں نوٹس جاری کیے گئے۔ مسئول الیہ کو ہدایت بدرجہ تاکید کی گئی کہ وہ اپنی رپورٹ اور پیراگراف کے مطابق تحریری جواب دائر کریں جبکہ وفاق کو مزید ہدایت کی گئی کہ سینیٹر راجہ ظفر الحق کی سربراہی میں قائم ہونیوالی کمیٹی کی رپورٹ (ظفر الحق رپورٹ) ریکارڈ پر لائے جو بعد ازاں 20-02-2018 کو ایک سربمہر لفافے میں عدالت میں پیش کر دی گئی جو کہ فیصلے میں (Annex-A) کے طور پر منسلک ہے۔ مختلف سماعتوں کے دوران، عدالت ہذا نے مورخہ 22-02-2018 کے حکم کے ذریعے نادرا کو ہدایت جاری کی کہ وہ ریکارڈ / تحریری بیان دائر کرے جس میں ایسے افراد کی اصل تعداد بتائی گئی ہو جنھوں نے بالغوں اور نابالغوں کی تقسیم سے اپنے آپ کو

قادیانی ظاہر کیا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے افراد کی تعداد بھی بتائی جائے جنھوں نے اپنے آپ کو بطور مسلمان رجسٹر کروایا مگر بعد میں اپنی شناخت تبدیل کرتے ہوئے بطور قادیانی ایک نیا شناختی کارڈ حاصل کیا ہو۔ عدالت کو یہ معلومات 23-02-2018 کو بہم پہنچائی گئیں اور ذیلی لف ب (Annex-B) کی شکل میں منسلک ہذا ہے۔ 27-02-2018 کو چیئرمین نادرا نے 10205 افراد کی علیحدہ سے ایک فہرست بھی پیش کی جس میں عمر کے حساب سے تبدیلی مذہب کو دکھایا گیا ہے جس کے ساتھ 6001 افراد کے پاسپورٹوں کی فہرست بھی لف ہے جنھیں بالترتیب ذیلی لف سی اور ذیلی لف ڈی (Annex-C and Annex-D) کے طور پر منسلک کیا گیا ہے۔ اسی تاریخ کو ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے کو ہدایت دی گئی کہ 6001 افراد کی سفری معلومات فراہم کریں جنھوں نے نادرا کے ریکارڈ میں تبدیلی مذہب کے بعد بیرون ملک سفر کیا تھا اور 06-03-2018 کو اس ضمن میں ایک سربمہر لفافے میں رپورٹ پیش کی گئی جسے فیصلے کے ساتھ ذیلی لف ای (Annex-E) کے طور پر منسلک کیا گیا ہے۔ حکم مورخہ 05-03-2018 کے تحت، قومی اسمبلی اور سینیٹ سیکرٹریٹ کے سیکرٹریوں کو ہدایت کی گئی کہ 2017 ایکٹ کی قانون سازی کے حوالے سے کارروائیوں کے اقتباس مہیا کریں اور اس کے ہمراہ ان سینیٹروں کی فہرست بھی دی جائے جنھوں نے سینیٹ کے 267 واں اجلاس مورخہ 22-09-2017 میں شرکت کی تھی۔ یہ معلومات ایک سربمہر لفافے میں 07-03-2018 کو فراہم کی گئی جو ذیلی لف ایف (Annex-F) کے طور پر منسلک کی گئی ہے۔ فاضل ڈی اے جی نے بھی فیڈرل پبلک سروس کمیشن، پاسپورٹ، نادرا، انتخابی فہرستوں کے فارم بھی فراہم کیے جن میں مذہب سے متعلق اعلانیہ لازمی جزو ہے۔ اسی طرح 1998 کی مردم شماری بھی پیش کی جس میں قادیانیوں کی تعداد دکھائی گئی ہے اور اس کے ساتھ مردم شماری کمشنر اور شماریات ڈویژن اسلام آباد کی رپورٹ بھی لف ہے جسے ذیلی لف جی (Annex-G) کے طور پر منسلک کیا گیا ہے۔

7۔ درخواست گزاروں کے فاضل وکیل نے دلائل پیش کرتے ہوئے کہا کہ درپیش معاملہ انتہائی اہم اور حساس نوعیت کا ہے جس میں مسلمانوں کے مذہبی احساسات اور جذبات شامل ہیں کیونکہ متدعویہ ایکٹ وطن عزیز کے مسلمانوں کی اس طویل جدوجہد کو گہنا تا ہے جو انہوں نے آئینی (دوسری ترمیم) ایکٹ 1974 کے ذریعے یہ قرار دلوانے کے لیے کیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی (قادیانی/لاہوری گروہ) کے ماننے والے غیر مسلم ہیں جبکہ وہ اپنے اصل عقیدے کو چھپاتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے اعمال سرانجام دیتے ہیں۔ فاضل وکیل نے مزید کہا کہ درج بالا آئینی ترمیم کی روشنی میں مختلف قوانین میں ترامیم متعارف کروائی گئی تھیں جن کا مقصد قادیانیوں کو اسلام مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی ممانعت کی گئی تھی۔ ان میں وہ قوانین بھی شامل تھے جنھیں متدعویہ ایکٹ کے ذریعے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ان قوانین کے تحت قادیانیوں کے خلاف ریاست کے قوانین کی خلاف ورزی بالخصوص نمازوں کی ادائیگی، کلمہ طیبہ کے بیجوں کا استعمال، مذہب کی تبلیغ، عربی لفظ السلام علیکم کا استعمال وغیرہ پر مختلف فوجداری مقدمات قائم کیے گئے تھے اور بہت سے مجرموں کے خلاف متعلقہ قوانین کے تحت مقدمے چلائے گئے تھے۔ فاضل وکیل نے مزید اضافہ کیا کہ حکومت کی جانب سے کی گئی متدعویہ ترامیم کے ذریعے منسوخ شدہ قوانین اور قواعد میں قادیانی/لاہوری گروہ سے متعلق دوسری آئینی ترمیم کے تحت ہونے والی قانون سازی بھی غیر موثر ہوگئی ہے۔ جبکہ بعد میں ملک میں عوامی احتجاج کے نتیجے میں وفاقی حکومت کی جانب سے کی جانے والی ترامیم کی جانے والی غلطی کا ازالہ نہیں کرتیں کیونکہ قادیانی/لاہوری گروہ کے حوالے سے بہت سی دفعات جو کہ منسوخ شدہ قوانین کا لازمی جزو تھیں، کو کلی طور پر بحال نہیں کیا گیا ہے۔

8۔ فاضل وکیل نے مزید کہا کہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک طے شدہ معاملے کو جس کے لیے ملک کے آئین کو ترمیم کے عمل سے گزرنا پڑا اور جس کے لیے بے شمار مسلمانوں نے اپنی زندگیوں کے نذرانے پیش کیے تھے، اس مسئلے کو دوبارہ سے مشکوک

انداز میں کیوں کر کھولا گیا ہے، خاص طور پر جب کہ قادیانی گروہ/لاہوری گروہ کے متعلق سابقہ دفعات کو بآسانی نئی قانون سازی کا حصہ بنایا جا سکتا تھا اور درپیش حالات اشارہ دیتے ہیں کہ کوئی خفیہ ہاتھ اس کام میں ملوث تھا جبکہ قانون میں متدعویہ تبدیلی نے وطن عزیز کے مسلمانوں کو اشتعال دلایا اور بھڑکایا جس سے امن عامہ، نظم اور سکون متاثر ہوئے ہیں اور اگر متعلقہ حلقوں کی جانب سے ہنگامی بنیادوں پر مناسب اقدامات نہ کیے گئے تو یہ صورت حال ملک میں طبقاتی نفرت اور تصادم کو جنم دے گی۔ فاضل وکیل نے مزید اضافہ کیا کہ دوران سماعت عدالت ہذا کی ہدایت پر اہم حکومتی عہدوں پر قادیانی گروہ /لاہوری گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی تعیناتی کے ضمن میں اسٹیبلشمنٹ ڈویژن نے جو رپورٹ اور پیراگراف کے مطابق جواب جمع کروایا ہے، اس میں کہا گیا ہے کہ ایسے کوئی اعدادوشمار دستیاب نہیں ہیں، جس کا مطلب ہے کہ کوئی بھی بیوروکریسی میں قادیانیوں کی اصل تعداد سے واقف نہیں ہے جو اس پوزیشن میں ہیں کہ صورت حال کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرسکیں۔ ایک امکان یہ ہے کہ قادیانی وزارت مذہبی امور یا دوسرے آئینی اداروں مثال کے طور پر اسلامی نظریاتی کونسل میں بھی اختیار /فیصلہ سازی کی پوزیشن میں ہو سکتے ہیں۔ سماعت کے دوران عدالت ہذا میں مختلف ایجنسیوں کی جانب سے پیش کردہ تفصیلات کے مطابق اس مذہب (جو کہ یقینی طور پر نہ تو اسلام کوئی فرقہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی ہے) سے رکھنے والے افراد اپنی مذہبی شناخت ظاہر نہیں کرتے، اس لیے اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ وہ اپنی سرکاری پوزیشن استعمال کرتے ہوئے کسی بھی قانون سازی یا پالیسی سازی کے عمل پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔لہٰذا، عدالت کی جانب سے پابند کیا جائے کہ ایک علیحدہ ڈیٹا بیس (جیسا کہ آئینی درخواست کی استدعا میں کلاز 'ب' میں عرض گزاری گئی ہے) انتہائی ضروری ہے۔ فاضل وکیل نے مزید کہا کہ سماعت کے دوران، عدالت ہذا کی ہدایت پر، نادرا ایک چونکا دینے والا مواد پیش کرچکی ہے کہ حالیہ سالوں میں 10,000 سے زائد لوگ اپنا مذہب تبدیل کرکے اسلام کے بجائے قادیانیت اختیا کر چکے ہیں۔ سماعت کے

دوران مزید یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ نادرا نے اس معاملے کو منظم کرنے کے لیے کوئی قواعد وضوابط وضع نہیں کیے اور یہ لوگ محض ایک بیان حلفی دے کر کہ مذہب کے خانے میں بیان کیا گیا لفظ اسلام/مسلمان کا اندراج غلط تھا، اپنا مذہب اسلام سے قادیانیت میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔اس صورت حال کے تناظر میں فاضل وکیل نے زور دیا کہ وفاقی حکومت کو ہدایت جاری کی جائے کہ نادرا آرڈیننس 2000 کی دفعہ 44 کے تحت باقاعدہ قواعد مرتب کرے جن میں اس مسئلے پر نادرا کے لیے مناسب راہنمائی فراہم کی جائے۔اگرچہ نادرا اپنے آرڈیننس کی دفعہ 45 کے تحت بااختیار ہے کہ ضوابط وضع کرے، تاہم معاملے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے، اس معاملے کو قواعد کا حصہ بنایا جانا چاہیے جو کہ حکومت نادرا آرڈیننس کی دفعہ 44 کے تحت وضع کرے گی۔الیکشن ایکٹ 2017 کی دفعہ 239(1) کا حوالہ دیتے ہوئے فاضل وکیل نے کہا کہ ''سرکاری گزٹ میں نوٹیفیکیشن کے ذریعے اور کمیشن کی ویب سائٹ پر مشتہر کر کے کمیشن ایک نوٹیفیکیشن کے ذریعے ایکٹ ہذا کے مقاصد کو پانے کے لیے قواعد وضع کر سکتا ہے۔'' قانون درج بالا اس دفعہ نے ختم نبوت کے معاملے کو عدم تحفظ کا شکار کیا ہے۔الیکشن ایکٹ 2017 کے جاری ہونے سے قبل، بہت سے ایسے قوانین تھے جو کہ نافذ العمل تھے اور اب الیکشن ایکٹ 2017 کی دفعہ 241 کے ذریعے وہ تمام قوانین (''منسوخ قوانین'') منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔منسوخ قوانین کے تحت رولز بنانے کے بعد کمیشن پر لازم تھا کہ وفاقی حکومت کی پیشگی منظوری لے لیکن یہ شرط الیکشن ایکٹ 2017 کی دفعہ 239(1) کے تحت ختم کر دی گئی ہے۔ چنانچہ یہ معاملہ کمیشن کے افراد کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جنہیں ختم نبوت کے معاملے پر قواعد بنانے کی آزادی ہے۔لہٰذا، معاملے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے، دفعہ 239(1) میں ایک شق کا اضافہ کرنے کی ہدایت کی جائے تا کہ ختم نبوت کے معاملے کو کمیشن کی قانونی استطاعت سے علیحدہ کیا جا سکے۔مزید برآں، عدالت اپنے آئینی اختیارات استعمال کرتے ہوئے حکومت کو ہدایات دینے کی مجاز ہے کہ الیکشن ایکٹ 2017 میں موزوں ترامیم کرے۔

درج بالا استدعا کی تقویت میں فاضل وکیل نے رپورٹ شدہ جن نظائر پر انحصار کیا ہے، ان میں گورنمنٹ آف پنجاب وغیرہ بنام عامر ظہور الحق وغیرہ (پی ایل ڈی 2016 سپریم کورٹ 421)، مہندی حسن علی المعروف مہدی حسن بنام محمد عارف (پی ایل ڈی 2015 سپریم کورٹ 137)، الیکشن کمیشن آف پاکستان بذریعہ سیکرٹری بنام صوبہ پنجاب بذریعہ چیف سیکرٹری وغیرہ (پی ایل ڈی 2014 سپریم کورٹ 668)، میاں شریف شاہ بنام نواب خان اور پانچ دوسرے (پی ایل ڈی 2011 پشاور 86)، محرم علی المعروف یاور علی بنام فیڈریشن آف پاکستان اور چار دیگر (پی ایل ڈی 1998 لاہور 347) اور گورنمنٹ آف بلوچستان بذریعہ ایڈیشنل چیف سیکرٹری بنام عزیز اللہ میمن اور 16 دیگر (پی ایل ڈی 1993 سپریم کورٹ 341) شامل ہیں۔ فاضل وکیل نے آخر میں درخواست کی کہ وفاقی حکومت نے تسلیم کیا ہے کہ دو ترامیم کے ذریعے اس نے ختم نبوت کے معاملے پر منسوخ قوانین کی تمام دفعات کو بحال کر دیا ہے۔ یہ اقرار ظاہر کرتا ہے کہ قبل ازیں بدنیتی پر مبنی کوشش کی گئی تھی کہ دوسری آئینی ترمیم کو کالعدم / کمزور کیا جائے۔ اب یہ ایک طے شدہ قانونی بات ہے کہ تابع قانون سازی یعنی پارلیمنٹ کے قانون یا آرڈیننس کے ذریعے ایک آئینی دفعہ کا اثر کمزور / کالعدم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں جن رپورٹ شدہ نظائر پر انحصار کیا گیا ہے ان میں ڈاکٹر مبشر حسن بنام ایف او پی (پی ایل ڈی 2010 سپریم کورٹ 265)، مبین الاسلام بنام ایف او پی (پی ایل ڈی 2006 سپریم کوٹ 602)، غلام مصطفیٰ انصاری بنام گورنمنٹ آف پنجاب (2004 ایس سی ایم آر 1903)، زمان سیمنٹ کمپنی بنام سنٹرل بورڈ آف ریونیو (2002 ایس سی ایم آر 312)، لیاقت حسین بنام ایف او پی (پی ایل ڈی 1999 سپریم کورٹ 504)، کلکٹر آف کسٹمز بنام شیخ سپننگ ملز (1999 ایس سی ایم آر 1402) اور اے ایم خان لغاری بنام گورنمنٹ آف پاکستان (پی ایل ڈی 1967 لاہور 227) شامل ہیں۔

9۔ معاملہ ہذا کی تسلیم شدہ اہمیت اور حساسیت کے سبب عدالت ہذا نے درج

ذیل سوالات وضع کیے اور ان کی وضاحت کے لیے ڈاکٹر حافظ حسن مدنی (انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور)، ڈاکٹر محسن نقوی (سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل)، پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن (رکن اسلامی نظریاتی کونسل) اور جامعہ الرشید کراچی سے مفتی محمد حسین خلیل خیل کو بطور عدالتی معاون مقرر کیا تا کہ وہ اپنی دانشمندانہ معاونت سے عدالت کو مستفید کر سکیں۔

(الف) کیا اسلامی ریاست کوئی ایسا قانون وضع کرسکتی ہے جس سے کسی غیر مسلم کو بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر مسلم تصور اور شناخت کیا جائے؟

(ب) کیا اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو اس امر کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بطور مسلم ظاہر/پیش کریں؟

(ج) اگر غیر مسلم اپنے آپ کو مسلم کے لبادہ میں چھپائیں تو کیا یہ ریاست کے ساتھ دھوکا دہی کی تعریف میں آئے گا؟

(د) اگر درج بالا سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو ریاست کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟

(ہ) کیا اسلامی ریاست کے لیے لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کے مذہب اور مذہبی عقائد کے بارے میں مکمل طور پر آگاہ اور اس حوالہ سے ایک موثر اور جامع طریقہ کار واضح کرے؟

(خ) کیا کسی شہری کے مذہب یا مذہبی عقائد کے بارے میں معلوم کرنا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے ضمن میں آتا ہے؟

فاضل علماء کرام مختلف تاریخوں میں پیش ہوئے اور عدالت ہذا کے وضع کردہ سوالات پر اپنی دانشمندانہ معاونت سے عدالت کو مستفید کیا۔ زبانی بحث کے علاوہ فاضل عدالتی معاونین نے تحریری معروضات بھی پیش کیں جو کہ درج ذیل ہیں:۔

10۔ ڈاکٹر پروفیسر حافظ حسن مدنی مورخہ **26.02.2018** کو عدالت ہذا میں پیش ہوئے اور انھوں نے ماہرانہ معاونت کرتے ہوئے معروض کیا کہ:۔

(i) کہ قرآن پاک اور سنت سپریم قوانین ہیں اور ایک اسلامی ریاست میں

قرآن وسنت کی تعلیمات سے متصادم کوئی قانون لاگونہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 65 اور سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 47 وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

(ii) اسلامی جمہوریہ پاکستان کی دستوری شقوں 1، 31 تا 37، 42، 62، 203، 227 اور 260 کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ دستور واشگاف الفاظ میں قرآن وسنت کی بالادستی کے بارے میں بتاتا ہے کہ وہ ملک میں تمام قوانین کی اساس ہیں۔

(iii) اس امر کی مزید تصریح کی گئی ہے کہ یہ اسلامی ریاست اور مسلمان حکمران کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو مدنظر رکھتے ہوئے اچھائی کو قائم کریں، برائی کو روکیں، انصاف کریں اور عوام کو روشن خیال اور تعلیم یافتہ بنانے کا اہتمام کریں۔ اس ضمن میں نقطہ نظر کو مزید اجاگر کرنے کے لیے قرآن مجید کی درج ذیل آیات کا حوالہ دیا گیا ہے:

- **وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ** (التوبہ: 71)

ترجمہ: ''مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکواۃ دیتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔

- **الَّذِيْنَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الأُمِّيَّ الَّذِىْ يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِندَهُمْ فِىْ التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ آمَنُواْ بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُواْ النُّورَ الَّذِىَ أُنزِلَ مَعَهُ أُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** (الاعراف: 157)

ترجمہ: وہ جو (محمد ﷺ) رسول (اللہ) کی، جو نبی اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک

کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو اُن کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نُور ان کیساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔

❑ **كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْراً لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ (آل عمران:110)**

ترجمہ: (مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ اُن میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔

❑ **وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران:104)**

ترجمہ: اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

❑ **إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (النحل:90)**

ترجمہ: اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

❑ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ**

شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُون (المائدہ:8)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو (بلکہ) انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

❑ وَعَدَ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور:55)

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کو ملک کا حاکم بنادے گا جیسا اُن سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور اُن کے دین کو جسے اُس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔

❑ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الحج:41)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

❑ إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ سَمِيعاً بَصِيراً (النساء:58)

ترجمہ: اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں اُن کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بیشک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

❑ **لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ** (الحدید:25)

ترجمہ: یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ اور ہم نے اُتاری ہے اس کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل) تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے پیدا کیا ہے لوہے کو اس میں بڑی قوت ہے اور طرح طرح کے فائدے ہیں اور لوگوں کے لیے اور (یہ سب اس لیے) تا کہ دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کہ کون مدد کرتا ہے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی بن دیکھے یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا زور آور سب پر غالب ہے۔

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَان (الرحمٰن:9)

ترجمہ: اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔

❑ **وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذا كِلْتُمْ وَزِنُواْ بِالقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلا** (بنی اسرائیل:35)

ترجمہ: اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔

❑ **وَيَقَوْمِ أَوْفُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلاَ تَعْثَوْاْ فِي الأَرْضِ مُفْسِدِينَ** (ہود:85)

ترجمہ: اور اے قوم! ناپ اور تول انصاف کیساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۔ (سورۃ 11 آیت نمبر 85)

❑ **قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُواْ وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُون** (الاعراف:29)

ترجمہ: کہہ دو کہ میرے رب نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رخ کیا کرو اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اُسی کو پکارو اُس نے جس طرح تمہیں ابتداء میں پیدا کیا تھا، اُسی طرح تم پھر پیدا ہو گے۔

(iv) فاضل عدالتی معاون نے قرآن مجید کی درج بالا آیات سے یہ اخذ کیا کہ حکمران اور ایک اسلامی ریاست کی حکومت ایک غیر اسلامی ریاست کے حکمران اور حکومت کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اسلامی ریاست کو امہ کی بہتری اور بہبود کے لیے متعدد اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔ جو عمومی حکمرانوں کے فرائض میں نہیں پائے جاتے۔ ایک اسلامی ریاست کے حکمران کو جو اختیارات اور طاقت حاصل ہوتی ہے وہ درحقیقت ایک مقدس امانت ہوتی ہے جو اسے اللہ قادر مطلق کے احکامات اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ادا کرنی ہوتی ہے۔ مقدس امانت کی ادائیگی میں اسے درج بالا آیات میں مذکور احکامات کی فرماں برداری کرنی ہوتی ہے جو معاشرے میں بھلائی کے قائم کرنے اور برائی کے خاتمے پر محیط ہے۔ ''بھلائی کو قائم کرنا'' کے مقصد کا حصول قرآن مجید اور سنت کے قائم کردہ معیارات امر بالمعروف کے اسلامی تصور کے تحت نافذ کر کے یقینی بنایا جاتا ہے۔

(v) درج بالا قوانین کی بنیاد پر فاضل عدالتی معاون نے یہ اخذ کیا ہے کہ ایک اسلامی ریاست قرآن پاک اور سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کر سکتی اور اس بارے میں آئینی حیثیت بالکل واضح ہے کہ آیا اسلامی ریاست کوئی ایسا قانون بنا سکتی ہے کہ جس کے تحت کوئی غیر مسلم براہ راست یا بالواسطہ طور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر یا شناخت کروانے کی اجازت لے لے اور آیا ایک اسلامی ریاست غیر مسلم شہریوں کو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی اجازت دے سکتی ہے، اس ضمن میں فاضل عدالتی معاون نے جواب دیا کہ سوال نمبر 1 اور 2 کے حوالے سے ایک اسلامی ریاست میں نہ تو ایسی قانون سازی ہو سکتی ہے اور نہ ہی ایسی اجازت دی جا سکتی ہے۔

(vi) تاکیداً فاضل عدالتی معاون نے سنت، اسلامی قانون اور آنے والے تمام زمانوں کے لیے امت کی راہنمائی کے بنیادی مصدر، کی اتھارٹی پر انحصار کرتے ہوئے

متعدد روایات میں ان اصولوں پر زور دیا ہے۔ فاضل عدالتی معاون نے نبی پاک ﷺ کی روایات کا جو مرتدین یا نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے متعلقہ ہیں، کا حوالہ دیتے ہوئے واضح کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بنفس نفیس اپنی (ظاہری) حیات مبارکہ میں نبوت کے دعویداروں کو غیر مسلم قرار فرمایا۔ اس ضمن میں دو مثالوں کا حوالہ دیا گیا ہے، اول مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کا اور ثانیاً، اسود عنسی کا۔ ان دونوں جھوٹے دعویداروں کے خلاف سخت کارروائی یہ بات ثابت کرنے کو کافی ہے کہ اسلام میں نبوت کے کسی بھی جھوٹے دعویدار کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اور انہیں آپ ﷺ بذات خود ملحد قرار فرمایا ہے۔ ان شر انگیزوں کے خلاف مسلمانوں کی کارروائی اس مسئلے پر مضبوط اتھارٹی ہے۔ ریاست اس امر کو یقینی بنانے کی پابند ہے کہ وہ دین کے یقینی تحفظ کی خاطر نبوت کے دعویداروں اور ان کے پیروکاروں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹے گی کیونکہ یہ اسلامی ریاست کی سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ اس حوالے سے سنت میں سے درج ذیل روایات کا ذکر کرنا برمحل ہے:

- ''ابو ہریرہؓ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا، میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میرے بازو میں سونے کے دو کنگن ہیں اور اس سے میں بہت متفکر ہوا۔ پھر مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکامات ملے کہ انھیں اتار پھینکوں اور میں نے انہیں اتار پھینکا اور دور جا پڑے۔ میں نے اس کی تعبیر کی کہ دو کنگن دو جھوٹوں کی علامت تھے جو میرے بعد ظاہر ہوں گے۔ اور ان میں سے ایک العنسی تھا اور دوسرا الیمامہ کا مسیلمہ کذاب تھا۔'' (صحیح بخاری: **3621**)

- ''ابن عباس نے روایت کیا: مسیلمہ کذاب (جھوٹا) اپنے بہت سے لوگوں کے ساتھ اللہ کے رسول کی حیات مبارکہ میں (مدینہ) آیا اور کہا کہ اگر محمدؐ مجھے اپنا جانشین بنا دیں تو میں ان کی پیروی کروں گا۔ اللہ کے نبی ﷺ ثابت بن قیس بن شمسؓ کے ساتھ اس کے پاس گئے اور اللہ کے نبی کے ہاتھ کھجور کے پتے کا ٹکڑا تھا، آپ مسیلمہ کذاب (اس کے ساتھیوں) کے سامنے رکے اور فرمایا، اگر تم مجھ سے (پتے کے) اس ٹکڑے کو بھی

مانگو گے تو میں تمھیں یہ بھی نہیں دوں گا، تم اپنے انجام سے جو تمہارا مقدر ہو چکا، اللہ کی قسم بچ نہیں سکتے۔ اگر تم نے اسلام کو رد کیا تو اللہ تمہیں تباہ فرما دے گا۔ میرا خیال ہے کہ غالباً تم وہی شخص ہو جسے میں اپنے خواب میں دیکھ چکا ہوں۔'' (صحیح بخاری)

❑ ''جعفر عمر بن امیہ نے روایت کیا: میں عبیداللہ بن عدی الخیار کے ساتھ باہر نکلا۔ جب ہم حمص (شام) کے ایک قصبے پہنچے تو عبیداللہ بن عدی نے (مجھ سے) کہا، کیا تم وحشی کو دیکھنا پسند کرو گے تاکہ ہم اس سے حمزہ کے قتل کے بارے میں پوچھ سکیں؟ میں نے جواب دیا! ہاں۔ وحشی حمص میں رہا کرتا تھا۔ ہم نے اس کے بارے میں پوچھا اور کسی شخص نے ہمیں بتایا کہ وہ اپنے محل کے سایے میں ہے جیسے کوئی بڑا سا کپا ہو۔ پس ہم اس کی طرف چلے گئے اور جب ہم اس سے کچھ فاصلے پر تھے، ہم نے اسے سلام کیا اور اس نے بھی جواباً ہمیں سلام کیا۔ عبیداللہ نے اپنی پگڑی پہنی ہوئی تھی اور وحشی اس کی آنکھوں اور پاؤں کے سوا کچھ نہ دیکھ سکا۔ عبیداللہ بولا، او وحشی کیا تم مجھے جانتے ہو؟ وحشی نے اسے دیکھا اور کہا اللہ کی قسم! نہیں۔ لیکن یہ جانتا ہوں کہ عدی بن اخیار نے ابوالعیص کی بیٹی ام قتال نامی عورت سے شادی کی تھی اور اس نے مکہ میں اس کے ایک بیٹے کو جنا تھا اور میں نے اس بچے کے لیے ایک دائی تلاش کی تھی۔ (ایک مرتبہ) میں اس بچے کو اٹھائے ہوئے اس کی ماں کے پاس تھا اور تب میں نے اسے اس کی ماں کے حوالے کیا تھا اور تمہارے پیر اس بچے کے پیروں کے مشابہہ ہیں۔ تب عبیداللہ نے اپنے چہرے کو بے نقاب کیا اور (وحشی) سے کہا کیا تم ہمیں حمزہؓ کے قتل کا (قصہ) سناؤ گے۔ وحشی نے جواب دیا ہاں، حمزہؓ نے بدر (کی جنگ) میں تمومہ بن عدی بن الخیار کو قتل کیا تھا۔ اس لیے میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا، اگر تم میرے چچا کے انتقام میں حمزہؓ کو قتل کر دو تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ جب لوگ 'عنین' کے سال میں (احد کی جنگ کے لیے) روانہ ہوئے، عنین احد پہاڑ کے قریب ایک پہاڑ ہے اور اس کے اور احد کے درمیان ایک وادی ہے۔ میں لوگوں کے ساتھ جنگ کے لیے نکلا۔ جب لشکر لڑائی کے لیے تیار ہو گئے تو سباع بن عبدالعزیٰ باہر نکلا اور کہا: کیا کوئی

(مسلمان) ہے جو میرے مقابلے کے لیے میرا چیلنج قبول کرے؟ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ سامنے آئے اور کہا ''اے سباع، اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی امِ انمار مضغہ نجس کے بچے! کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے آیا ہے؟'' (سباع مشرک کی ماں کا نام ام انمار تھا۔ وہ اخنس کے باپ، شریق بن عمرو بن وہب ثقفی کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور مکہ میں ختنے کیا کرتی تھی، اسی لیے سیدنا حمزہؓ نے اسے اس نام سے پکارا۔) پھر حضرت حمزہؓ نے حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اور اسے یوں کر دیا جیسے وہ کل کا مر چکا ہو۔ میں نے اپنے آپ کو ایک چٹان کے پیچھے چھپا لیا۔ اور جب وہ (یعنی حمزہؓ) میرے نزدیک آئے تو میں نے اپنا نیزہ ان پر دے مارا اور وہ ان کی ناف کے اندر سے گزرتا ہوا ان کی سرین سے باہر جا نکلا اور یوں ان کی موت کا سبب بنا۔ جب سب لوگ مکہ واپس آئے، میں بھی ان کے ساتھ واپس ہوا۔ میں (مکہ) میں قیام پذیر رہا حتیٰ کہ (مکہ) میں اسلام پھیل گیا۔ تب میں طائف کے لیے روانہ ہوا اور جب (طائف) کے لوگوں نے اللہ کے نبی کے پاس اپنے قاصد بھیجے تو مجھے بتایا گیا کہ نبی ﷺ ایلچیوں کو نقصان نہیں پہنچاتے، پس میں بھی ان کے ساتھ چلا گیا حتیٰ کے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچ گیا جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ تم وحشی ہو، میں نے جواب دیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ تم ہو جس نے حمزہؓ کو قتل کیا؟ میں نے جواب دیا، وہی واقعہ ہوا جس کی آپؐ کو خبر دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا سکتے ہو۔ پس میں چلا گیا جب اللہ کے رسول ﷺ وصال فرما گئے اور مسیلمہ کذاب (نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے) ظاہر ہوا۔ میں نے کہا میں مسیلمہ کے پاس جاؤں گا تا کہ میں اسے قتل کر سکوں اور حمزہؓ کے قتل کی تلافی کر پاؤں۔ میں لوگوں کے ساتھ (مسیلمہ اور اس کے پیروکاروں کے خلاف لڑنے کے لیے) باہر نکلا اور اس جنگ سے متعلقہ مشہور واقعات رونما ہوئے۔ اچانک ایک آدمی نے (مسیلمہ) کو ایک دیوار کے شگاف کے قریب کھڑا دیکھا۔ وہ ایک سیاہ رنگت اونٹ کی طرح دکھائی دیتا تھا اور اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ پس میں نے اپنا نیزہ اس پر اچھال دیا جو اس کی چھاتی پہ دونوں

شانوں کے درمیان سے چیرتا ہوا پار جا نکلا اور تب ایک انصاری آدمی نے اس پر حملہ کیا اور اس کے سر میں تلوار کی ضرب لگائی۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا' ایک غلام لڑکی نے گھر کی چھت سے یہ کہا: 'افسوس مومنوں کے سردار (مسیلمہ) کو ایک سیاہ غلام نے قتل کر دیا ہے۔''

❑ ''ابن عباسؓ نے روایت کیا: مسیلمہ کذاب نبی پاک ﷺ کی حیات مبارکہ میں آیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر محمد (ﷺ) اپنے بعد مجھے حکومت دے دیں تو میں ان کی پیروی کروں گا۔ وہ اپنے قبیلے کے بے شمار لوگوں کے ساتھ مدینہ آیا۔ اللہ کے نبی ﷺ ثابت بن قیس کے ہمراہ اس کی طرف گئے اور اس وقت اللہ کے نبی ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کے درخت کی ایک شاخ تھی۔ جب آپ (پیغمبر ﷺ) مسیلمہ کے قریب ٹھہرے جبکہ مؤخر الذکر اپنے ساتھیوں کے درمیان تھا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اگر تم مجھ سے (لکڑی کا) یہ ٹکڑا بھی مانگو گے تو میں یہ بھی تمھیں نہیں دوں گا اور اللہ کے حکم سے تم بچ نہیں سکتے (بلکہ وہ تمہیں تباہ کر دے گا)، اور تم نے اس مذہب سے پیٹھ پھیری تو اللہ تمہیں غارت فرما دے گا، اور میرا خیال ہے کہ تم وہی شخص ہو جسے خواب میں مجھے دکھا دیا تھا اور یہ ثابت بن قیسؓ ہے جو میرے بدلے تمہیں تمہارے سوالوں کے جواب دے گا۔ اس کے بعد پیغمبر ﷺ اس سے دور چلے گئے۔''

(vii) پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اپنے عہد خلافت کے دوران سات مرتد قبائل کے خلاف کارروائی، اور منکرین زکواۃ کے خلاف جنگ اور اسود عنسی جو نبوت کا جھوٹا دعوے دار تھا، کے خلاف کارروائی، نکتہ زیر بحث کو اجاگر کرنے کے لیے تذکرہ کی گئی ہیں۔

(viii) انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ شعائر اللہ، جو کہ اسلام کی نشانیاں ہیں، کا احترام کرنا اور انہیں محفوظ بنایا جانا لازم ہے۔ قرآن پاک کی آیات اور نبی پاک ﷺ کی روایات سے پیغمبر ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اتفاق رائے (اجماع صحابہؓ)، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیے معاہدے سے یہ معروض کیا گیا ہے کہ غیر مسلم شعائر اللہ کو استعمال کرنے کے حقدار نہیں ہیں، جو کہ مسلم امہ کی شناخت اور منفرد خاصیت ہیں اور یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی غیر مسلموں

کے ہاتھوں بے حرمتی سے ان کی حفاظت وتحفظ یقینی بنائیں۔

(ix) قادیانیوں کی طرف سے اسلامی شعائر کے استعمال کے حوالے سے انھوں نے بالتخصیص اس بات پر زور دیا کہ چار وجوہات کے باعث، شعائر اللہ کو قائم کرنے کی روش پر بہت زیادہ سختی سے پیروی کی جانی چاہیے، جیسا کہ ایک اسلامی ریاست میں دوسرے غیر مسلموں سے اس بات کا موازنہ کرتے ہوئے۔ انھوں نے کہا وہ چار وجوہات ان کے نزدیک درج ذیل ہیں:

الف: قادیانی خود کو مسلمان سمجھتے ہیں اور باقی سب کو غیر مسلم، اس لیے قادیانیوں کے معاملہ میں دھوکا دہی کا عنصر دنیا کی دیگر مذہبی اقلیتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ مضبوط ہے کیونکہ دیگر مذہبی اقلیتیں مسلمان ہونے کی دعوے دار نہیں ہیں۔ اس دھوکے دہی سے نمٹنے کے لیے زیادہ ضروری اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں کے لیے مخصوص شعائر اللہ کو استعمال کرنے سے روکنے کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں۔

ب: مرزا غلام احمد قادیانی کو پیغمبر کہہ کر قادیانی، مسلم اکثریت کے جذبات مجروح کرتے ہیں اور ان کی طرف سے شعائر اللہ کا استعمال ماسوائے اسلامی رسومات کی بے حرمتی اور تذلیل کے سوا اور کچھ نہیں۔ فاضل عدالتی معاون نے اس ضمن میں قادیانی لٹریچر سے مختلف اقتباسات کا حوالہ دیا ہے۔

ج: سب سے بڑی چیز جو قادیانیوں نے کی ہے اور جو انہیں دوسری اقلیتوں سے منفرد کرتی ہے وہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان کافر ہیں، یہ عجیب بدقسمتی ہے کہ اولاً انھوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے اور مضحکہ خیز طور پر وہ اسے اسلام کا نام دیتے ہیں اور پھر ان لوگوں کو جو پاک پیغمبر ﷺ کو آخری نبی (ﷺ) مانتے ہیں، کافر قرار دیتے ہیں۔ ایسا شرمناک دعویٰ نہ پاکستان اور نہ ہی دنیا میں بسنے والی کسی دوسری مذہبی اقلیت نے کیا ہے۔ مسلمانوں کے عقیدے کی اس قدر بے حرمتی کے باعث، قادیانیوں کو اسلامی علامات، رسومات اور ناموں کے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

د: فاضل عدالتی معاون نے معروض کیا کہ قادیانیوں کی متعدد تحریروں سے یہ

بالکل واضح ہے کہ قادیانی اپنی الگ شناخت کے دعویدار ہیں۔ ان کو اسلامی رسوم رواج کے استعمال کی اجازت اور وہ بھی خود ان کے اپنے بیان کردہ دعویٰ کے قطعاً برعکس کیونکر اور کیسے دی جاسکتی ہے؟ اگر ان کا دعویٰ الگ شناخت کا ہے تو انہیں اپنی الگ شناخت قائم کرنے کا کہا جانا چاہیے اور انہیں مسلم لبادے میں خود کو چھپا کر پرفریب طور طریقے استعمال کرنے کی اجازت قطعاً نہیں دی جاسکتی۔

(x) فاضل عدالتی معاون نے معروض کیا کہ شریعت کے تحت اگر ایک اسلامی ریاست اپنے شہریوں کو اپنے مذہب اور مذہبی عقیدے کے اظہار کا مطالبہ کرے تو یہ شہریوں کے بنیادی حقوق کو مجروح کرنا نہیں ہوگا اور یہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں نافذ العمل تھا جب اس ضمن میں رجسٹر مرتب کیے گئے تھے۔

(xi) فاضل عدالتی معاون نے یہ بھی معروض کیا کہ غیر مسلم ایک اسلامی ریاست میں خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے حق دار نہیں ہیں اور اگر وہ ایسا کریں تو یہ غداری کے زمرے میں آتا ہے اور انتہائی بلند درجے کی ریاست سے غیر وفاداری ہے، فاضل عدالتی معاون نے اس تناظر میں چوتھے خلیفہ راشد حضرت علیؓ کے زندیقوں سے طرز سلوک کی مثالیں پیش کیں۔ فاضل عدالتی معاون نے معروض کیا ہے کہ اس امر کے بڑے سنگین مضمرات ہیں کہ کوئی شخص جو پہلے خود کو مسلمان ظاہر کرے لیکن بعد میں غیر مسلم ہو جائے یا اسلام سے پھر جائے، اسے مرتد کہا جائے گا اور شریعت کے تحت اس جرم کی سزا بہت شدید ہے۔

(xii) فاضل عدالتی معاون نے مزید معروض کیا کہ اگر ایسا شخص کسی کلیدی منصب پر فائز ہے اور اس بات کی تصدیق ہو جائے کہ اس نے اپنے مذہب کے بارے میں غلط بیانی کی ہے تو ریاست پر اس غلط بیانی کے سبب سب سے پہلے فوری اثر یہ ہوگا کہ وہ ایسے شخص کو اس دفتر سے فوری طور پر ہٹا دے اور اس سے ایسی ملازمت کے دوران حاصل ہونے والے مالی فوائد و مراعات کی واپسی یقینی بنائے۔ اس کے علاوہ اسے دیگر تادیبی کارروائی کا بھی سامنا کرنا ہوگا۔ فاضل عدالتی معاون نے ایک اسلامی ریاست

میں غیر مسلموں کی طرف سے خود کو مسلمان بنا کر چھپنے کے اس عمل کو روکنے کے لیے متعدد اقدامات تجویز کیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

الف: حساس اداروں میں افراد کی تعیناتی سے پہلے مذہبی ماہرین اور نفسیات دانوں کے ذریعے ان افراد کے بارے میں جامع تحقیقات کی جائیں اور اس مقصد کے لیے نظریاتی تصدیق کرنے کے عمل کے لیے ایک بورڈ تشکیل دیا جانا چاہیے؛

ب: اگر کوئی شخص سماجی فوائد حاصل کرنے کی غرض سے جھوٹے طور پر اپنا مذہب اسلام سے کسی دوسرے مذہب میں تبدیل کرتا ہے تو پھر ارتداد کی سزا جو اسلام نے مقرر کی ہے، اس پر لاگو کر دی جائے۔ اس کے برعکس، اگر قادیانی (خود) مسلمان ہونے کا دعویدار ہو تو زندیقہ کی سزا کا اس پر اطلاق کیا جا سکتا ہے؛

ج: ایک بورڈ امتناع قادیانیت بورڈ کے نام سے تجویز کیا جا سکتا ہے تا کہ وہ وقت بوقت اس حوالے سے کی گئی کسی آئینی شق اور دیگر قانون سازی کے عملی نفاذ کے سلسلہ میں ایک محافظ کا کردار ادا کر سکے؛

د: قادیانیوں کو احمدیت کے نام کے استعمال سے روکا جا سکتا ہے۔ چونکہ اسم 'احمد' پاک پیغمبر ﷺ کے لیے قرآن مجید میں مخصوص ہے، اسی طرح انہیں دیگر دینی اصطلاحات مثلاً دین حق، اسلامیات، مسلم ٹی وی احمدیہ، اس اصطلاح 'رضی اللہ تعالیٰ عنہ' (اللہ ان سے راضی ہو) کا استعمال کرنے سے یا 'علیہ السلام' کے استعمال سے، 'خلیفہ'، 'رحمتہ اللہ'، 'نور اللہ'، 'شہید'، 'مرحوم'، 'جنت الفردوس'، 'کلمہ طیبہ' کی تحریر یا قبروں پر بہت کچھ تحریر کرنے سے اور قادیانیوں کی مسلم قبرستانوں میں تدفین سے منع کر دیا جانا چاہیے۔

11۔ پروفیسر ڈاکٹر ساجد الرحمٰن مورخہ 27-02-2018 کو پیش ہوئے اور اپنی گزارشات پیش کرتے ہوئے بیان کیا کہ:۔

i۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں شق (3)260 میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کی گئی ہے، اس لیے ریاست کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ دستور میں دی گئی مسلمانوں کی تعریف کی خلاف ورزی میں ایک غیر مسلم کو مسلم ظاہر کرے، اسی طرح اس

کے برعکس بھی۔

ii۔ کسی بھی شخص کے لیے مذہب بہت بڑی عزت اور فخر کا معاملہ ہے۔ کسی بھی شخص کو اس کی عزت اور عظمت سے محروم کرنا بدترین گناہ ہے۔ اس حوالے سے فاضل عدالتی معاون نے حضور نبی کریم ﷺ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ حضرت ثابت بن زہتؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''کسی مسلمان کو کافر کہنا اس کو قتل کرنے کے مترادف ہے'' اور اس روایت کے معنی اگر دوسرے مفہوم میں لیے جائیں تو کسی غیر مسلم کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا ہے۔

iii۔ ایک اسلامی ریاست کی بنیاد ہی صرف اسلامی نظریے پر ہے۔ رنگ نسل ملک اور قوم کی بنیاد پر تقسیم کے بجائے اسلامی نظریے کی حفاظت اور دفاع کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

iv۔ اسلام کسی بھی شخص کو مذہب اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ اسلامی ریاست نا صرف اپنی حدود اختیار میں رہنے والے غیر مسلموں کے حقوق کو تسلیم کرتی ہے بلکہ انہیں مکمل دفاع اور تحفظ کا یقین دلاتی ہے۔ کوئی بھی غیر مسلم محض اسلام قبول کر کے مسلم معاشرے کا حصہ بن سکتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو صرف مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں غیر مسلموں کو ان کے جائز حقوق دیے گئے تھے تاہم اسی وقت مسلم شناخت کو بھی الگ برقرار رکھا گیا تھا۔ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے الگ شناخت کے سلسلے میں کچھ اقدامات اٹھائے گئے تھے اور اس امتیاز سے غیر مسلموں کی تضحیک مراد نہ تھی بلکہ دونوں کی الگ الگ شناخت برقرار رکھنا ضروری تھا۔ یہ اسدی قانون کے تحت مسلمہ قرار دیا گیا ہے کہ غیر مسلم کو مسلمانوں کی فوج میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ غیر مسلم کو زکوٰۃ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ غیر مسلموں کو نمازیں ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور ان مقاصد کے لیے نفاذ شریعت کو مزید موثر بنانے کی خاطر مسلم اور غیر مسلم کے درمیان امتیاز بہت ضروری ہے۔

v۔ ہر لحاظ سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے عقائد دو مختلف نظریوں پر منحصر ہیں

اور یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نظریے کو برقرار رکھے اور اس کا دفاع کرے۔ ایک اسلامی ریاست کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ غیر مسلموں کو اجازت دے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر سکیں اور اسلام میں اس طرح کی قانون سازی کا کوئی تصور نہیں ہے۔

vi۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی غیر مسلم نے کچھ مفاد یا حیثیت حاصل کرنے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہے تو یہ ریاست سے دھوکا دہی اور غیر وفاداری ہے۔ غیر مسلم اقلیتیں اپنے اور ریاست کے درمیان سماجی معاہدے کے تحت پابند ہیں۔ دستور نے انہیں کچھ ضمانتیں اور حقوق ضرور دیے ہیں لیکن یہ ضمانتیں غیر مسلموں کی طرف سے اپنے عقیدے کے حقیقی اظہار پر منحصر ہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم اپنے حقیقی عقیدے کو ظاہر نہیں کرتا پھر وہ کس طرح اپنے حقوق کا استعمال کرنے کے قابل ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ قانون اور آئین ہر فرد کی طرف سے اپنے عقیدے کے سچے اظہار کا مطالبہ کرتے ہیں ورنہ اس کا نتیجہ دستور کی خلاف ورزی ہوگا۔

vii۔ یہ ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ ہر شہری کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل کرے کیوں کہ اس کے بغیر شہریوں کے حقوق اور فرائض کا تعین ممکن نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ مدینہ طیبہ ہجرت کے بعد نبی پاک ﷺ نے مردم شماری کروائی تا کہ مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی درست تعداد معلوم ہو سکے اور اسی بات نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان امتیازی خط کھینچ دیا۔ اگر کوئی شخص میثاق مدینہ اور اس کے فریقین کو دیکھے کہ وہ مسلمان تھے یا پارسی یا کافر تو ہر ایک اپنی الگ مذہبی شناخت کے ساتھ اس معاہدے میں شامل ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے شہریوں کی شناخت رکھنے کے لیے ایک باقاعدہ محکمہ قائم فرمایا تھا۔ مذہبی شناخت کے بغیر معاشی معاملات کا حل بھی دشوار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی کی حقیقی مذہبی شناخت کے ساتھ بغیر حلال اور حرام غذاؤں کے درمیان امتیاز کیسے قائم کیا جا سکتا ہے؟ مختصراً ریاست کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی ساری معلومات کا ریکارڈ رکھے کیوں کہ اس کے بغیر ریاست اپنی ذمہ

داریاں ادا نہیں کر سکتی۔

12۔ ڈاکٹر پروفیسر محسن نقوی نے عدالت کی طرف سے کیے جانے والے سوالات تک محدود ہوتے ہوئے اپنی معروضات کو درج ذیل الفاظ میں استنباط کیا:

i۔ شریعہ کے بنیادی مقاصد میں سے ایک عقیدے کی حفاظت کرنا ہے اور اس کے بعد زندگی کا تحفظ کرنا ہے۔ باقی دیگر مقاصد یعنی فہم و فراست، خاندان، عزت، دولت اور جائیداد کا تحفظ اس کے بعد آتے ہیں مسلم فقہا کے نزدیک عقیدے کے تحفظ کی اولین اہمیت کے پیش نظر مسلم ریاست اور مسلم حکمرانوں کی سب سے اہم ذمہ داری مسلمانوں کے عقیدے کے تحفظ کی خاطر اقدامات کرنا ہے۔

ii۔ یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں اور برادریوں پر نظر رکھے کہ وہ اکثریتی مسلمان برادری کے خلاف کسی سازش کا حصہ نہ بنیں تا کہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کرے۔ یہ سورہ النساء کی آیت 102 میں اللہ کے حکم کی روشنی میں ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرے جس طرح سرحدی حدود کا دفاع کرنا لازم ہے۔

iii۔ سورہ المنافقین کی آیت 4 کا حوالہ یہ ظاہر کرنے کے لیے دیا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے جب کے اصل میں وہ مسلمان نہ ہو، منافقین کے زمرے میں آتا ہے اور یہ اس آیت میں درج کارروائی ان قادیانیوں پر بھی مساوی طور پر لاگو ہوتی ہے جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں

iv۔ ایک مسلمان ریاست اپنے غیر مسلم شہریوں مثلا عیسائیوں' ہندوں' سکھوں' بدھوں' قادیانیوں اور لاہوریوں کو اپنے آپ کو رجسٹر کرائے جانے کے لیے لازم قرار دے سکتی ہے۔ اسلامی ریاست کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو الگ شناختی کارڈ جاری کرے یا اس مقصد کے لیے ایک الگ کالم مخصوص کر دے، غلط بیان پر تعزیری پابندیاں بھی لگائی جا سکتی ہیں۔

v۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں انہوں نے اس مقصد کے

لیے رجسٹروں کی تیاری کا حکم دیا تھا جس میں شہریوں کو ان کے قبیلوں، مذہب اور پیشوں کے اعتبار سے الگ الگ درج کیا گیا تھا۔ عثمانی خلافت کے دوران غیر مسلموں کے لیے زرد رنگ کے بیج متعارف کروائے گے تھے جس پر ان کے پیشے بھی درج تھے

vi۔ اسلامی ریاست میں اگر کوئی غیر مسلم' کافر یا دہریہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور نا جائز مفادات حاصل کرے تو اس کے خلاف بغاوت کا کیس چلایا جا سکتا ہے۔

vii۔ ایک اسلامی ریاست کی طرف سے اپنے شہریوں سے عقیدے کے حقیقی اظہار کا مطالبہ کسی بھی صورت میں بنیادی حقوق کی خلاف ورزی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی نشاندہی کی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کے لیے ایک اسلامی ریاست کے اٹھائے گے اقدامات پر امتیاز کرنے کا لیبل نہیں لگایا جا سکتا۔

viii۔ یہ نکتہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم کی حیثیت اسلامی اصول فقہ اور قانون کے ابتدائی لٹریچر میں پائے جانے والے ذمیوں کے تصور' معاہداتی یا مستحن کے مساوی قرار نہیں دی جا سکتی بلکہ ان کی حیثیت شہریوں کی سی ہے اور اس سلسلے میں کوئی بھی قانون سازی بین الاقوامی صورتحال کی مطابقت میں کی جاتی ہے۔

13۔ مورخہ یکم مارچ 2018ء کو مفتی محمد حسین خلیل خیل نے عدالت ہذا کے مرتب کردہ سوالات کے جوابات میں درج ذیل معروضات پیش کیں:۔

i۔ ایک اسلامی ریاست، ایک سیکولر جمہوری ریاست سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ ایک لادینی جمہوری ریاست میں حاکمیت اعلی لوگوں سے تعلق رکھتی ہے۔ تاہم اسلامی ریاست میں حاکمیت اعلی اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست ایک نظریاتی اور اصولی تنظیم ہوتی ہے جس میں ریاست کے معاملات ان لوگوں پر عائد کیے جاتے ہیں جو اسلامی نظریے اور اسلامی طرز حیات پر یقین رکھتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں مسلمانوں کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے کہ اللہ تعالی کی متعین کردہ حدود سے تجاوز کر سکیں اور نظام مملکت میں حکومت اسلامی حدود کی پابند ہوتی ہے جہاں قرآن و سنت کی

تعلیمات کی خلاف ورزی میں کوئی قانون سازی نہیں کی جاسکتی ہے۔ اسلامی ریاست کے حکمران کی بنیادی ذمہ داری شریعت کے مقاصد اور نظریاتی سرحدوں کے ساتھ ساتھ ریاست کی جغرافیائی سرحدوں، مادی مفادات اور انتظامی معاملات کی حفاظت کرنا ہے۔ اگر ریاست اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہے تو یہ اچھا شگون ہے لیکن اگر یہ غفلت کرتی ہے تب اقامت دین کا تصور روبکار آتا ہے جس کے تحت سورۃ شوریٰ کی آیت 13 کے مطابق یہ امہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔

ii۔ اسلام دوسرے تمام نظریات کو ناقص، نامکمل اور مبنی بر غلطی سمجھتا ہے لیکن اسلام اپنے پیروکاروں کو تلقین کرتا ہے کہ دوسرے مذاہب کی عزت کرے اور ان کا جائز احترام کرے۔ انسانیت، ایفائے عہد اور معاہدوں کی پاسداری، تحمل اور درگزر، راست بازی، عاجزی اور انصاف کے اصولوں پر عمل کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ غیر مسلموں سے صاف و شفاف انداز میں معاملہ کریں، غریبوں کی مدد کریں، تحائف قبول کریں، ان کے مریضوں کی عیادت کریں۔ ان کی خدمات کو قبول کریں۔ ان کی روایات اور تہواروں کا احترام کریں۔ علم اور ٹیکنالوجی کے تبادلے میں ان کے ساتھ تعاون کریں۔ کاروبار اور تجارت میں انہیں شریک کریں۔ انہیں ملازم رکھیں یا ان کی ملازمت میں داخل ہوں۔ وہ قانون کے سامنے مساوی حقوق رکھتے ہیں جو مسلمانوں کو میسر ہیں۔ انہیں بھی تجارت کرنے اور معاشی معاملات میں پنپنے اور اپنے آپ کو تعلیم یافتہ بنانے کے وہی حقوق حاصل ہیں جو ریاست کے کسی بھی مسلم شہری کو مہیا ہیں۔

iii۔ سورۃ البقرہ کی آیات نمبر 9 اور 13 کا حوالہ دیتے ہوئے یہ معروض کیا گیا کہ کوئی مسلم ریاست غیر مسلم شہریوں کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ خود کو مسلمان بنا کر پیش کر سکیں۔ نہ تو ریاست اس معاملے میں کوئی قانون سازی کر سکتی ہے نہ ہی ایسی اجازت دے سکتی ہے۔

iv۔ فاضل عدالتی معاون نے اسلامی قانون کے کچھ مختلف پہلوؤں کا تذکرہ کیا ہے جس میں ایک مسلمان کی غیر مسلم سے مکمل الگ شناخت امتیاز کی جاتی ہے اور کسی کی

طرف سے کوئی غلط بیانی ایک مسلمان کو انتہائی گناہ گار اور حرام کاموں میں ڈال سکتی ہے جس کے سبب نا قابل تسخیر قانونی پیچیدگیاں اور تباہ کن نتائج نکل سکتے ہیں جو مسلم معاشرے کی عبادات کے سلسلے کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ فاضل عدالتی معاون نے جن پہلوؤں کی نشاندہی کی، وہ درج ذیل ہیں:۔

- قانون ازدواج، طلاق، حضانت، سرپرستی اور دیگر عائلی قوانین
- وراثت اور وصیتوں کا قانون
- کفن و دفن سے متعلق شرعی احکامات
- ذبح کرنے سے متعلق شرعی احکامات
- شراب کی خرید و فروخت اور اس کی سزا کے نفاذ سے متعلق شرعی احکامات
- گواہی (شہادت) کی قبولیت سے متعلق شرعی احکامات
- قضاء سے متعلق شرعی احکامات
- زکوٰۃ، عشر اور خراج سے متعلق شرعی احکامات
- اوقاف سے متعلق شرعی احکامات
- نماز پڑھانے سے متعلق شرعی احکامات
- سرٹیفکیٹوں اور جائز اور ناجائز اشیاء خورد و نوش اور دیگر اشیاء سے متعلق شرعی احکامات
- اسلامی شعائر سے متعلق شرعی احکامات
- جہاد (جنگ) میں شرکت سے متعلق شرعی احکامات
- سلام، تعزیت اور دیگر سماجی رسم و رواج سے متعلق شرعی احکامات
- غیر مسلموں سے الگ شناخت برقرار رکھنے سے متعلق شرعی احکامات
- حرم میں داخلے اور حج اور عمرہ کی ادائیگی سے متعلق شرعی احکامات
- ماہ رمضان کی حرمت پر عمل کرنے سے متعلق شرعی احکامات
- غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شرکت کے حوالے سے شرعی احکامات
- قرآن مجید کی تشریح کرنے کی قابلیت سے متعلق شرعی احکامات

- ❑ معاصر مسائل کے حل میں اجتہاد کی صلاحیت سے متعلق شرعی احکامات
- ❑ غیر مسلموں کے ساتھ سودی معاہدات کرنے اور ترسیلات کے حوالے سے شرعی احکامات
- ❑ ریاست کے سربراہ بننے اور دیگر اہم مناصب پر فائز ہونے کی قابلیت کے حوالے سے شرعی احکامات

v۔ مسئلہ مرسلہ کے اصولوں پر تصفیہ کرتے ہوئے فاضل عدالتی معاون نے کہا کہ عقیدے کا اظہار نہ کرنے کے تباہ کن نتائج نکلتے ہیں، اس لیے ریاست اس کی پہچان کرنے کی پابند ہے۔ فاضل عدالتی معاون نے پہلے دو سوالات کا جواب دیتے ہوئے غیر مبہم طور پر بیان کیا کہ اسلام میں ایسی کسی قانون سازی یا اجازت کی گنجائش نہیں جو قرآن پاک اور سنت کی تعلیمات کے برعکس ہو۔

vi۔ یہ کہ اسلامی ریاست شہریوں کے مابین سماجی معاہدے کا نتیجہ ہوتی ہے جو آئین میں مذکور ہوتا ہے۔ ایک شہری کی طرف سے اپنی حقیقی شناخت بلاارادہ چھپانا ریاست سے غیر وفاداری کے سوا کچھ نہیں جو کہ بدترین بددیانتی اور دھوکا دہی ہے اور معاشرے کی تباہی میں اس کے مضمرات بالکل واضح ہیں۔

vii۔ فاضل عدالتی معاون نے اس سوال کے جواب میں کہ ریاست اس مسئلے کو حل کرنے میں کیا مدد کرسکتی ہے؟ بیان کیا کہ معاہدہ عمر رضی اللہ جو کہ عام طور پر شروط عمریہ کے نام سے مشہور ہے، اس ضمن میں راہنما دستاویز ہے۔ فاضل معاون نے اس دستاویز کی اسلامی تاریخ میں اہمیت کو اجاگر کیا۔

viii۔ سورہ الممتحنہ کی آیت 10 سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے فاضل عدالتی معاون نے معروضات پیش کیں کہ اسلامی ریاست اپنے کسی بھی فرد کی مذہبی دعوے کی سچائی جاننے کی خاطر شہادت لے سکتی ہے۔ یہ معروض کیا گیا کہ نبی پاک ﷺ ان خواتین کی جانچ پرکھ فرمایا کرتے تھے جو مکہ میں اپنے شوہروں کو چھوڑ کر مسلمان ہونے کی دعویدار ہوتی تھی اور مدینہ کی اسلامی ریاست میں آنا چاہتی تھیں۔ فاضل عدالتی معاون نے اسلامی ریاست کے تحت زندگی گزارنے والے افراد کے عقیدے کے تعین

میں قرآن مجید کی اس آیت کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ فاضل عدالتی معاون نے یہ بھی تاکید بیان کی کہ اس حوالے سے قرآن مجید کی آیت اور نبی کریم ﷺ کی سنت میں سارے زمانوں کے لیے حتیٰ کہ آنے والے زمانے میں پیدا ہونے والی ضرورت کے لیے بھی ہدایت کا سامان ہے۔

ix۔ فاضل عدالتی معاون نے اپنی معروضات میں مزید کہا کہ کسی شہری کے اصل مذہب کے بارے میں جاننا شہریوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوگی بلکہ یہ ریاست کے دستوری امور کے عین مطابق ہوگا۔ چوں کہ بہت سے ایسے حقوق جو غیر مسلموں کے لیے مخصوص ہیں، باآسانی ادا ہوسکیں گے۔ انہوں نے اسرائیل کی واپسی کے قانون اور اقوام متحدہ کے چارٹر کی دفعہ 30 کا اس ضمن میں حوالہ دیا۔

14۔ چونکہ اس معاملے میں آئینی تشریح بھی شامل ہے، اس لیے عدالت ہذا نے آئین کی تشریح کے لیے مزید کچھ سوالات وضع کیے اور درخواست دہندہ کے ساتھ ساتھ فاضل ڈپٹی اٹارنی جنرل کی رضامندی سے جناب محمد اکرم شیخ، سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، ڈاکٹر بابر اعوان، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ اور ڈاکٹر محمد اسلم خاکی، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ کو بطور عدالتی معاون مقرر کیا تاکہ وہ عدالت ہذا کو اپنی ماہرانہ معاونت دے سکیں۔ ان سوالات کو سہولت کی خاطر ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

i) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 1973 کے آئین کے آرٹیکل 260(3(a)(b) کے مطابق عمل میں لائی گئی ترمیم جس سے قادیانی/ احمدی غیر مسلم قرار دیئے گئے تھے، کیا آئین میں ترامیم کے مقصد کے لیے اس کے مطابق ضروری ترامیم/ قانون سازی کی گئی تھی؟

ii) اگر درج بالا سوال کا جواب نفی میں ہے تو اس مسئلے سے نپٹنے کے لیے کس قسم کی قانون سازی کی ضرورت ہے؟

iii) کیا محض کوئی قانون بنا لینے سے آئین کی کوئی شق یا اس میں کی گئی ترمیم کو کالعدم کیا جاسکتا ہے؟

iv) آیا تطہیر اور پڑتال کو یقینی بنانے کے لیے شہریوں کے عقیدے کی معلومات حاصل کرنا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں درج بنیادی حقوق کی ضمانت کو کالعدم کرنے کے مترادف ہے؟

v) آیا اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے کسی شہری کو اکثریتی مذہب کی آڑ لینے کی اجازت دی جاسکتی ہے اور تمام فوائد حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو غیر مسلم ظاہر کرتا ہے تو کیا وہ مالی فوائد کا حقدار رہ سکتا ہے؟

درج بالا معاونین نے عدالت کے سامنے زبانی گزارشات پیش کرنے کے علاوہ تحریری جوابات بھی جمع کروائے جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

15۔ جناب محمد اکرم شیخ، سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ 02-03-2018 کو بطور عدالتی معاون کے پیش ہوئے اور عدالتی سوالات کے ضمن میں بیان کیا کہ:-

سوال نمبر 1:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 1973 کے آئین کے آرٹیکل 260(3(a)(b) کے مطابق عمل میں لائی گئی ترمیم جس سے قادیانی/ احمدی غیر مسلم قرار دیئے گئے تھے، کیا آئین میں ترامیم کے مقصد کے لیے اس کے مطابق ضروری ترامیم/ قانون سازی کی گئی تھی؟

رائے

دوسری آئینی ترمیم (ایکٹ نمبر XLIX آف 1974) نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل کی کلاز 3 کا اضافہ کیا ہے جس میں ''مسلم'' اور ''غیر مسلم'' کی تعریف کی گئی ہے اور وہ شخص جس کا قادیانی گروہ (جس بھی نام سے پکارے جاتے ہوں) سے تعلق ہو، کو دوٹوک الفاظ میں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ 1974 کی اس ترمیم کے نتیجے میں، آئین کے آرٹیکل 106 میں بھی ترمیم کی گئی اور قادیانی، احمدی یا لاہوری گروہ کے افراد کی نشستوں کے تعین کے لیے اقلیتوں میں شامل کیا گیا ہے۔ بعد ازاں، مختلف قوانین میں مزید ترامیم کی گئیں اور قادیانی، احمدی یا لاہوری

گروہ کی جانب سے اسلام مخالف سرگرمیوں کے حوالے سے (ممانعت اور سزا) آرڈیننس (XX of 1984) کا اجراء کیا گیا۔ خاص طور پر 1984 کے آرڈیننس کے ذریعے تعزیرات پاکستان 1860 میں دفعہ 298 بی اور 298 سی کا اضافہ کیا گیا جس کا مقصد قطعیت کے ساتھ قادیانی گروہ کے اراکین کو کسی بھی صورت میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے سے روکنا یا مسلمانوں کی مخصوص مقدس شخصیات یا جگہوں سے مختص کسی مقدس نام، حیثیت کا غلط استعمال روکنا تھا۔

مزید برآں، آرٹیکل 106 میں کی جانے والی ترمیم میں یہاں تک اہتمام کیا گیا کہ درج بالا اقلیت (قادیانیوں) کے لیے لازم تھا کہ وہ اپنی مخصوص نشستوں کے لیے ہی کاغذات نامزدگی داخل کریں اور اپنے آپ کو غیر مسلم ڈکلیئر کریں۔

متعلقہ قوانین جیسے کہ سول سرونٹس ایکٹ اور متعلقہ دستاویزات جیسے کہ پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے حصول کے لیے درخواست فارموں کا عمیق نظری سے جائزہ لینے سے پتا چلا کہ ایک پاسپورٹ یا قومی شناختی کارڈ کے حصول کے لیے کسی بھی شخص کو ایک ڈکلریشن دینا پڑتا ہے۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ختم نبوت پر کامل یقین رکھتا ہے۔ تاہم فیڈرل پبلک سروس کمیشن یا دوسرے ریاستی اداروں میں اعلیٰ اور ادنیٰ گریڈوں میں افراد کی بھرتی کے لیے مذہب کے بارے میں ڈکلیئر کرنے یا ظاہر کرنے کی کوئی ایسی شرط نہیں ہے۔

سوال نمبر 2:

اگر درج بالا سوال کا جواب نفی میں ہے تو اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے کس قسم کا قانون چاہیے؟

رائے

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ دوسری آئینی ترمیم کے بعد اس ترمیم کا مطلوبہ مقصد حاصل کرنے کے لیے قوانین بنائے گئے ہیں، البتہ یہ قوانین اور ایسی ترامیم کو وسیع پیمانے پر انتظامی تبدیلیاں لا کر مزید مؤثر بنایا جائے۔ مثال کے طور پر یہ ضروری قرار دیا

جائے کہ سول سروس کے عہدوں اور مقابلے کے امتحانات کے امیدواروں سے ڈکلریشن لیا جائے۔ ہمارے ریاستی اداروں کے لیے ایسی شرط کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ پاکستان میں فوج میں بھرتی ہونے سے پہلے اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 3:

کیا کسی قانون سے آئین کی کوئی دفعہ یا ترمیم کالعدم ہوسکتی ہے؟

رائے

ہمارے آئینی نظام میں کوئی بھی قانون ایسا نہیں بن سکتا جو آئین کی کسی دفعہ یا ترمیم کو کالعدم کرسکے اور آئین سے متصادم کسی بھی قانون کی حیثیت یا نفاذ کی صورت نہیں ہوتی۔

سوال نمبر 4:

کیا کسی شخص کے ذاتی عقیدے سے متعلق معلومات لینے کے لیے تطہیری عمل یا جائزے کا اطلاق آئین پاکستان میں دیئے گئے حقوق کی خلاف ورزی ہے؟

رائے

یہ کافی مشکل سوال ہے کیونکہ کسی فرد کے ذاتی عقیدے سے متعلق معلومات لینے کے لیے تطہیری عمل یا جائزہ انتظامیہ کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ثابت ہوسکتا ہے اور ان کا غلط استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس احتیاطی نوٹ کے ساتھ اور اقلیتوں کے تحفظ کی نیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ایسی معلومات 'ڈکلریشن' کو لازمی بنا کر اکٹھی کی جاسکتی ہیں۔

درج بالا اقدامات آرٹیکل 36 سے نکلتے ہیں جو اقلیتوں کے تحفظ سے متعلق کچھ یوں قرار دیتا ہے:

آرٹیکل 36: ریاست اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات، بشمول وفاقی اور صوبائی نوکریوں میں ان کی نمائندگی کا تحفظ کرے گی۔

جبکہ آئین کا ابتدایہ قرار دیتا ہے کہ:

''ہرگاہ اقلیتوں کے لیے مناسب قانون سازی کی جائے گی تا کہ وہ آزادی کے

ساتھ اپنے مذہب کا اعلان اور اس پر عمل کرتے ہوئے اپنے کلچر کو فروغ دے سکیں۔''

سوال نمبر 5:

کیا اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے کسی شہری کو اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ اکثریتی مذہب کی آڑ میں تمام مفادات حاصل کرنے کے بعد اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار کرے۔ ایسی صورت میں کیا وہ مالی مفادات کا حقدار رہتا ہے؟

رائے

ایسی صورت میں کہ اگر ریاست نے اقلیتوں کو نا صرف انفرادی یا ان کی جائیداد بلکہ ان کے مذہبی شعور اور مذہبی عملداری کو تحفظ دینا ہو اور یہ بھی یقینی بنانا ہو کہ انھیں اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہو تو لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ ریاست کو اپنی شناخت کروائیں۔ ایسا اس لیے ضروری ہے کہ بغیر شناخت کے ریاست اقلیتی شہریوں کی جانب اپنی ذمہ داری کی وسعت اور حجم کا بامعنی انداز میں عملی تعین نہیں کرسکتی تا کہ وہ ان کے حقوق کو منتظم کرسکے اور ایسے اقدامات لے سکے جو ان کے عقائد اور مذہب کو قانون کے مطابق بنیادی حقوق کی صورت میں پورا کرسکیں۔ جیسا کہ آرٹیکل 20 کو آرٹیکل 36 سے ملا کر پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اقلیت سے تعلق رکھنے والا کوئی شہری پہلے ہی قانون اور آئین کے مطابق بھرپور تحفظ کا حقدار ہے جسے پاکستانی جھنڈے کے ایک چوتھائی رنگ کے حصے میں ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ کسی اکثریتی گروہ کا کوئی رکن یا کسی اقلیتی گروہ کا کوئی رکن اپنی اطراف تبدیل نہیں کرسکتا تا کہ وہ اپنے عقائد کے علاوہ دوسرے عقیدہ سے جڑے مفادات حاصل کرسکے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو قانون کی نظر میں یہ دھوکا دہی کے مترادف ہے جو قانونی تعزیرات کے مطابق سزاوار ٹھہرتا ہے۔

یہ واضح طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ قادیانی، احمدی اور لاہوری گروہ تسلیم شدہ ایک علیحدہ مذہبی (اقلیتی) فرقہ ہیں جن کی حیثیت دوسری آئینی ترمیم کے ذریعے متعین کی گئی ہے اور جس کے لیے قانون میں مطلوبہ تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ وہ خود بھی اپنے آپ کو اسلام

کے دوسرے فرقے کے طور پر ایک منکر/ غیر مسلم قرار دیتے اور سمجھتے ہیں۔

لہٰذا، ایک دوسرے کے جذبات کی تعظیم کی پابندی باہمی اور دوطرفہ ہے۔ اکثریتی برادری یعنی مسلمانوں کو اقلیتوں کی جانب حد درجہ تعظیم کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور انھیں ان کے جائز حقوق دینے چاہئیں جبکہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ان کے استحقاقات کو یقینی بنائے جیسا کہ معزز سپریم کورٹ نے سوؤ موٹو مقدمہ نمبر 1 آف 2014 (پی ایل ڈی 2014 سپریم کورٹ 699) کے مشہور فیصلے میں قرار دیا ہے اور جس میں آرٹیکل 20، 33 اور 36 پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

متفرق قانونی مسائل سے متعلق رائے

عدالت ہذا کی ہدایات جاری کرنے کے حوالے سے اختیار سماعت:

یہ معزز عدالت انتظامیہ کو قانون سازی متعارف کروانے کے لیے ہدایات جاری کرنے کا بے پناہ اختیار رکھتی ہے، جیسا کہ درج ذیل فیصلوں میں قرار دیا گیا ہے:

گورنمنٹ آف بلوچستان بنام عزیز اللہ میمن (پی ایل ڈی 1993 سپریم کورٹ 341)

17۔ ان حالات میں چونکہ 1968 کے آرڈیننس II باطل قرار دیا جاتا ہے جو کہ آئین کے آرٹیکل 9، 25 اور 203 سے متصادم ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ 1968 کے آرڈیننس II کی عدم موجودگی میں کیا ریلیف دیا جائے کیونکہ کسی نہ کسی مضبوط قانون کو فیلڈ میں ضرور ہونا چاہیے۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ ہر ضلع میں ڈسٹرکٹ ججز اور سول ججز مصروف کار ہیں۔ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی صورت میں اعلیٰ عدالتیں وفاقی حکومت یا صوبائی حکومتوں کو حکم جاری کرنے کا اختیار رکھتی ہیں کہ وہ بنیادی حقوق کی پاسداری میں قانون متعارف کروائیں یا کسی قانون کو نافذ کریں اور اس سلسلے میں کوئی نوٹیفیکیشن جاری کریں۔ جیسا کہ آرٹیکل 7 میں تعریف دی گئی ہے کہ ریاست اپنی آئینی ذمہ داریاں ادا کرنے کی پابند ہے۔ ناکامی کی صورت میں حتیٰ کہ مقننہ اور انتظامیہ کو بھی حکم دیا جاسکتا ہے کہ وہ قانون سازی کے اقدامات کا اجرا کرے تاکہ بنیادی حقوق کے مطابق قانون متعارف کروایا جا سکے۔ ان حالات میں متدعویہ فیصلوں کو برقرار رکھتے

ہوئے ہم اپیلوں کو مسترد کرتے ہیں، 1968 کے آرڈیننس II کو آئین کے آرٹیکل 9، 25، 175 اور 203 سے متصادم ہونے کے ناتے باطل قرار دیتے ہیں اور اپیل کنندہ کو حکم دیتے ہیں۔

(i) آرڈیننس XII آف 1972 کے سیکشن 1 کے سب سیکشن 2 کی روشنی میں درج بالا آرڈیننس کے نفاذ کے لیے عہدے تخلیق کرکے اور جوڈیشل مجسٹریٹس اور ایگزیکٹو مجسٹریٹس کو ہائیکورٹ کے انتظامی کنٹرول میں علیحدہ علیحدہ تعینات کرنے کے اگلے تین ماہ میں ضروری نوٹیفیکیشن جاری کرے؛

(ii) آئینی ضرورت کے مطابق قوانین اور عدالتوں، جوڈیشری اور اس کے افسران اور نچلے سٹاف سے متعلق ضوابط اور قوانین میں ترمیم اور ان کے نفاذ کے لیے ضروری اقدامات اٹھائے تاکہ انہیں چھ ماہ کے اندر آرٹیکلز 9، 25، 175 اور 203 سے ہم آہنگ کیا جائے۔

صوبہ سندھ بنام ایم کیو ایم (پی ایل ڈی 2014 سپریم کورٹ 531۔ پیرا75)

75۔ اپنے آئینی اختیار اور ایک نظام میں ادارہ جاتی حدود جس کی بنیاد اختیارات کی ثلاثی تقسیم ہے، کو ذہن میں رکھتے ہوئے عدالت کوئی ڈکلریشن دینے سے باز رہے گی جو قانون کو ازسرنو تحریر کرنے کے مترادف ہے۔ تاہم جب یہ اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ ایک قانون یا اس میں مخصوص دفعہ آئینی دفعات سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اسے آئین کے خلاف ڈکلیئر کرتی ہے تو یہ حکومت کو قانون اور ان دفعات سے ہم آہنگ کرنے کے مناسب احکامات بھی جاری کرسکتی ہے۔

وفاق کو قانون سازی کے اقدامات لینے کے ضمن میں عدالتی اختیار

حکومت بلوچستان بنام عزیز اللہ میمن پی ایل ڈی 1993 سپریم کورٹ 341 میں عدالت نے ایک قانون کو آئین سے متصادم قرار دیتے ہوئے وفاق کو مطلوبہ قانون سازی کا حکم جاری کیا۔

معزز عدالت عالیہ وفاق یا ایک صوبے کو حکم دینے کی مکمل طور پر اہلیت اور

اختیار رکھتی ہے کہ ایسے انتظامی سرگرمیاں /اقدامات لینے کا کہہ سکتی ہے جو آئین کی منشا ہے لیکن مقنّنہ کو ایسا کوئی حکم نہیں دیا جاسکتا کہ کوئی مخصوص قانون تیار کرے، البتہ اس ضمن میں ایک ہدایت جاری کرسکتی ہے۔

الجہاد ٹرسٹ بنام فیڈریشن آف پاکستان (1999 ایس سی ایم آر 1379)

25۔ یہ ظاہر ہے کہ آئین کی منشاء کے مطابق انتظامی سرگرمیاں/ اقدامات کے لیے ہدایت/ ہدایات وفاق کے خلاف جاری کی جاسکتی ہیں لیکن مقنّنہ کو کوئی ایسا حکم جاری نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کوئی مخصوص قانون وضع کرے۔تاہم، وفاق کو ایک ہدایت جاری کی جاسکتی ہے کہ ایسے انتظامی اور قانونی اقدامات یقینی بنائے تا کہ آئین کے مینڈیٹ کو پایا جا سکے۔ یہ قرار دینے کے بعد سندھ ہائیکورٹ کے فل بنچ نے درج بالا آئینی درخواست جس میں آئین کے آرٹیکل 175 کی کلاز 2 کے مطابق عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی کی استدعا کی گئی تھی، درج ذیل ریلیف دیا:

12۔لہٰذا میں دونوں آئینی درخواستوں کی درج ذیل معنوں میں اجازت دیتا ہوں:۔

”(الف) پہلی اور دوسری آئینی درخواستوں میں مسئول الیہ یعنی مسئول الیہ نمبر 2 (یعنی صوبہ سندھ) کو حکم دیا جاتا ہے کہ۔

(i) 1972 کے آرڈیننس نمبر XII کے سیکشن نمبر 1 کے سب سیکشن 2 کی روشنی میں مجسٹریسی کو جوڈیشل اور انتظامی دوشاخی تقسیم کے لیے ضروری نوٹیفکیشن جاری کرے اور جوڈیشل مجسٹریٹوں کو چھے ماہ کے اندر ہائیکورٹ کے انتظامی کنٹرول میں دے؛

(ii) سندھ سول سرونٹس (کارکردگی اور تنظیم) رولز 1978 کے رول 2 کے ذیلی رول 2 اور سندھ سول سروسز (تعیناتی، ترقی اور تبادلہ) رولز 1974 کے رول نمبر 4 کے مطابق ہائیکورٹ کو بطور اتھارٹی ساٹھ دن کے اندر اندر نوٹیفکیشن جاری کرے۔

(iii) چھے ماہ کے اندر قانون سازی کے اقدامات کرتے ہوئے مغربی پاکستان سول کورٹس آرڈیننس 1962 ضابطہ فوجداری، سندھ سول سرونٹس ایکٹ 1973 سندھ سول سرونٹس (کارکردگی اور تنظیم) رولز 1973، سندھ سول سروسز (تعیناتی، ترقی اور تبادلہ)

رولز 1974 اور دوسرے قوانین کو آئین کے آرٹیکلز 175 اور 203 سے ہم آہنگ کرنے کا اہتمام کرے۔

16۔ ڈاکٹر محمد اسلم خاکی، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ بطور عدالتی معاون کے 5 مارچ 2018ء کو پیش ہوئے اور سوالات پر اپنی معروضات پیش کرتے ہوئے کہا:-

i) حضور نبی کریم ﷺ کی مشہور حدیث کہ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے'' پر انحصار کرتے ہوئے فاضل عدالت کے معاون نے موقف اختیار کیا کہ اس کے باوجود کہ کچھ مذموم مقاصد کے حامل خفیہ عناصر کی موجودگی کو رد نہیں کیا جا سکتا، ہم کسی کی نیت پر شک نہیں کر سکتے ہیں۔ معاون عدالت نے وہ واقعہ بھی بیان کیا جب حضرت محمد ﷺ نے ایسے شخص کو مارنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا جب حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اس پر قابو پالیا اور اس نے کلمہ پڑھ لیا مگر پھر بھی حضرت اسامہ بن زید بن حرثہ رضی اللہ عنہ نے اس کی جان ختم کردی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر اس کا عقیدہ دیکھا تھا؟

ii) معاون عدالت نے کہا کہ آج بھی پاکستان میں ہزاروں عیسائی اور ہندو اپنے مذاہب میں شادی اور طلاق سے متعلق سخت قوانین کے باعث شادی کے بندھن سے آزاد ہونے کے لیے اسلام قبول کرتے ہیں اور پھر دوبارہ سے اپنے اصل مذہب کی جانب لوٹ جاتے ہیں۔ فاضل عدالت کے دوست نے موقف اختیار کیا کہ مذہب کی یہ تبدیلی بھی مذموم مقصد کی ایک شکل ہے لیکن کیا اس طرح کی مذہب کی تبدیلی کے خلاف کوئی قانون ہے؟

iii) فاضل عدالت کے معاون نے یہ بھی کہا کہ ایسے مسلمان کے بارے میں کیا قانون ہے جو اپنے آپ کو احمدی ڈکلیئر کرتا ہے اور سرکاری نوکریوں میں اقلیتوں کے لیے کوٹہ، عمر کی چھوٹ، بلدیاتی انتخابات یا قانون ساز اسمبلیوں میں اقلیتی نشستوں پر امیدواری جیسے مختلف مفادات حاصل کر کے وہ واپس اسلام کی طرف رجوع کر لیتا ہے؟

iv) معاون عدالت نے اس امر پر بھی زور دیا کہ عقیدہ یا مذہب کسی قانونی طاقت

کے تابع ہونے کے بجائے ایک شخص کی اپنی ذہنی حالت اور ضمیر کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ معاون عدالت نے ذوالفقار علی بھٹو اور ممتاز قادری کی مثال دی اور کہا کہ اکثر اوقات ایک شخص قانون کی نظر میں تو مرتا ہے لیکن عوام کی نظر میں نہیں مرتا ہے۔

v) معاون عدالت نے نکتہ اٹھایا کہ اسلام کا سب سے نمایاں اصول مذہب کی تبدیلی سے متعلق ہے، اس لیے نہ ہی ایک شخص لازمی طور پر ایک مذہب میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس سے نکل سکتا ہے۔ سورہ 5 (المائدہ) کی آیت 54 اور سورہ 2 (البقرہ) کی آیت 217 بیان کرتے ہوئے معاون عدالت نے اس نکتے کو تقویت دینے کی کوشش کی کہ مرتد کے لیے سزا اس دنیا کا نہیں بلکہ آخرت کا معاملہ ہے، اس لیے ریاست اس کو نافذ نہیں کر سکتی ہے۔ تاہم، دوسری طرح کے مرتد وہ لوگ ہیں جو ریاست کے باغی بننا پسند کرتے ہیں اور یہ وہ مقام ہے جہاں ریاست باغیوں کے خلاف جنگ کے اصول پر مداخلت کر سکتی ہے۔ فاضل عدالت کے معاون نے یہ بھی کہا کہ بین الاقوامی منظر نامے میں کسی پر مرتد ہونے کی سزا نافذ کرنے سے دنیا کے دوسرے حصوں میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے تباہ کن نتائج پیدا کرے گا۔ مزید برآں، قادیانیوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ سے روکنا ایک طرح سے 'یک طرفہ آپریشن' کے مترادف ہے جو اسلام میں جائز نہیں اور حتیٰ کہ شیطان کو بھی مقابلے کی کھلی چھٹی دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں کو گمراہ کرے۔ فاضل عدالت کے معاون نے دھوکا دہی کو چیک کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات تجویز کیے:۔

- اگر ایک شخص مسلمان یا غیر مسلمان ہونے کے حقوق / استحقاق حاصل کر چکا ہے اور پھر اس کے بعد وہ اپنا مذہب تبدیل کرتا ہے تو تبدیلی مذہب کی بنا پر پیدا ہونے والے اس کو کسی فائدے یا حق سے انکار کیا جا سکتا ہے جیسے کہ نوکریوں میں پسماندہ علاقے کی بنا پر کوٹے کا معاملہ وغیرہ ہے۔
- قومی شناختی کارڈ میں نئے تبدیل شدہ مذہب کے خانے کا اندراج کرتے ہوئے ایک کالم میں اس کے سابقہ مذہب کو بھی ظاہر کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ

تبدیلی مذہب کی تاریخ کا بھی اندراج ہو۔

- ہمیں عقیدے پر نہیں بلکہ قیمتوں، دہشت گردی، غربت پر قابو پانا چاہیے۔
- تبدیلی مذہب کے لیے ہر طریقے اور انداز کا ایک یکساں ماڈل، حتیٰ کہ دوسرے مذاہب سے اسلام میں میں آنے کا ایک قانونی میکانزم تیار کیا جانا چاہیے۔
- تبدیلی مذہب کی ضروریات کے تحت نادرا کے ریکارڈ میں تبدیلی مذہب کے لیے پبلک نوٹس اور ڈیٹا انٹری کے لیے قانون سازی ہونی چاہیے۔

17۔ ڈاکٹر بابر اعوان، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، 05-03-2018 کو بطور معاون عدالت پیش ہوئے اور گزارشات پیش کرتے ہوئے آرٹیکل 260(3)(a)(b) پڑھتے ہوئے کہا کہ اس آرٹیکل کے مطابق ہر وہ شخص مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی، اللہ کی کلی اور غیر مشروط ابدیت پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، ان کے آخری نبی ہونے پر ایمان رکھتا ہے اور کسی بھی ایسے شخص کو پیغمبر یا مذہبی مصلح نہ ہی مانتا اور نہ ہی تسلیم کرتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی اعتبار سے نبی ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے یا کرے۔ جبکہ غیر مسلم افراد میں جو عیسائیت، ہندومت، سکھ مت، بدھ مت یا پارسی کمیونٹی یا قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ سے تعلق رکھنے والے (احمدی یا کسی اور نام سے پہچانے جانے والے) یا بہائی کے علاوہ شیڈول ذاتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں۔ فاضل معاون نے آئین کے آرٹیکل 227 کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس کا تقاضا ہے کہ تمام قوانین کو قرآن وسنت میں دی گئی اسلامی حدود سے ہم آہنگ کیا جائے جبکہ یہ ہر ایسی قانون سازی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جو اسلامی حدود سے باہر ہو۔ مزید برآں، کوئی بھی قانون سازی ملک کا شہری ہونے کے ناتے کسی بھی غیر مسلم شہری کی حیثیت کے ضمن میں اس کے شخصی قوانین کی نفی نہیں کرے گی۔ فاضل معاون نے متذکرہ آرٹیکل کی روشنی میں ترمیم متدعویہ کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا کہ یہ ترمیم اس آرٹیکل کی بنیادی روح کے منافی ہے کیونکہ انتخابی امیدوار کے لیے حلف نامے کا حذف کرنا قادیانی/ احمدی/ لاہوری گروہ کی جانب سے اقلیت ہونے کے سٹیٹس کو

چھپانے کے مترادف ہے۔

فاضل معاون عدالت نے مزید کہا کہ اگرچہ پارلیمنٹ کے پاس اختیار ہے کہ وہ نئی قانون سازی متعارف کروائے لیکن یہ اختیار غیر مشروط اور بلاجواز نہیں کیونکہ ہر حق کا دعویدار ہے جبکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ متدعویہ ترامیم متذکرہ بالا آئین کے آرٹیکلز کی بلکہ اس کے ابتدائیہ کی بھی خلاف ورزی ہیں اور ان کا ختم کرنا اور موجودہ قوانین میں اس کا تذکرہ اوراس کے نتیجے میں آئین کے منافی قانون سازی منسوخ ہے۔

فاضل عدالتی معاون نے مزید کہا کہ عدالت عالیہ پر لازم ہے کہ کسی بھی قانون کا آئینی جائزہ لے اور اگر وہ اسے بنیادی حقوق سے متصادم پائے جیسا کہ آئین کے آرٹیکل 8 اور 227 میں درج ہے، یا جہاں کہیں کسی قانون کی کوئی دفعہ آئین کے بنیادی تصور کے منافی پائی جائے تو اسے منسوخ قرار دیا جانا چاہیے۔ مزید برآں، کسی مخصوص شخص یا کمیونٹی کو فائدہ دینے کے لیے بنائے گئے کسی بھی قانون کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے اور اسے منسوخ قرار دیا جانا چاہیے کیونکہ ایسی کوئی بھی کوشش انصاف کی فراہمی کو فروغ دینے کے بجائے معاشرے میں آئین کے تابع شہریوں کے ضمن میں ناانصافی پر منتج ہوگی۔ اس بابت فاضل عدالتی معاون نے عدالت کی اجازت سے جن نظائر پر انحصار کیا، ان میں (پی ایل ڈی 2012 سپریم کورٹ 106)، (پی ایل ڈی 2012 سپریم کورٹ 870) اور (پی ایل ڈی 2010 سپریم کورٹ 265) شامل ہیں۔

18۔ سید محمد اقبال ہاشمی، ایڈووکیٹ جنھوں نے بطور وضاحت کنندہ کے عدالتی کارروائی میں شمولیت اختیار کی، نے درخواست دہندہ کے دلائل پر سند رکھی اور مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری پیغام رساں قرار دیا تھا اور اللہ نے قرآن مجید میں کہا ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس نبی مکرم پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب ومحبت سے) سلام عرض کیا کرو'' (احزاب:56)۔ فاضل وکیل نے مزید کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے فوری بعد عرب میں چند مکار اور جھوٹے مدعیان نبوت نمودار

ہوئے جن میں سے سب سے بدنام زمانہ مسیلمہ کذاب تھا جو وسطی عرب کے بنو حنیفہ قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی طرح عراق کے سرحدی علاقے میں آباد بنی یرحو اور بنو تغلیلی قبیلے سے سجاح (بنت حارث) کے نام سے ایک خاتون بھی جھوٹی نبوت کی دعویدار تھی۔ جھوٹے پیغمبر اسود عنسی کا فتنہ بھی دبایا گیا تھا۔ مسلمانوں کی جانب سے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کے خلاف ایک خونریز جنگ یمامہ بھی لڑی گئی تھی اور بڑی تعداد میں حفاظ قرآن نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں تشکیل پانے والے گیارہ جتھوں کو مختلف فرائض تفویض کیے گئے تھے۔ پہلا جتھہ حضرت خالد بن ولید کی سربراہی میں تھا جس کا کام بنو اسد کے طلیحہ کے خلاف کارروائی کرنا تھا جو کہ بزاخہ کے مقام پر تھا جس کے بعد وہ بتاہا کے مقام پر بنی تمیمی کی جانب بڑھے۔ بالآخر سچ کو فتح ہوئی۔ فاضل وکیل نے مزید کہا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 میں مرکزی قانون ساز اسمبلی میں ہندوؤں، شیڈول ذاتوں، عیسائیوں، اینگلو انڈین، مسلمانوں اور سکھوں کے لیے علیحدہ نشستیں مختص کی گئی تھیں۔ 3 جون کے تقسیم کے منصوبے اور دو ملکوں یعنی بھارت اور پاکستان کے قیام کے بعد ہر ریاست نے مختلف کمیونٹیوں کے لیے اپنی اپنی پالیسیاں وضع کیں۔ البتہ اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973 کے آئین کے وضع ہونے تک ''مسلمانوں'' کی تعریف کا تعین نہ کیا گیا جب تک کہ آرٹیکل 260 کی ذیلی کلاز 3 کو آئینی (دوسری ترمیم) ایکٹ 1974 کو دوسری آئینی ترمیم ایکٹ XLIX آف 1974 داخل نہ کردی گئی جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر کامل ایمان ایک مسلمان کے لیے لازمی قرار دیا گیا تھا۔ آئین کے آرٹیکل 51 میں شق (2A) کا اضافہ کیا گیا جس کے تحت قادیانی گروہ کے افراد کو 1975 کے ایکٹ 71 کے تحت قومی اسمبلی میں ایک نشست دی گئی تھی۔ آرٹیکل 106 میں شق (03) کو صدارتی حکم نمبر 14 آف 1985 سے تبدیل کیا گیا تھا جس کے مطابق ہر صوبائی اسمبلی میں ایک نشست مختلف غیر مسلموں کو تفویض کی گئی تھی۔ اس کے بعد لیگل فریم ورک آرڈر 2002 (سی ای او نمبر 24 آف 2002) کے تحت آرٹیکل میں ترمیم

کی گئی تھی اور شق (2A) کے تحت غیر مسلموں کے لیے دس نشستیں مختص کی گئی تھیں۔اس ترمیم کی 18 ویں آئینی ترمیم کے ذریعے توثیق کی گئی جو آئین کے آرٹیکل 270-A کے ذریعے آئین کا حصہ بنائی گئی تھی۔صدارتی حکم 24 مجریہ 1985 کے ذریعے ایک اہم پیشرفت ہوئی جس کے مطابق آرٹیکل 260 کی شق (3) میں دوسری ترمیم میں ''مسلمانوں'' کی تعریف کی گئی جبکہ (b)(3) میں ''غیر مسلموں'' کی تعریف کی گئی۔ فاضل وکیل نے مزید کہا کہ الیکشن ایکٹ 2017 کی دفعہ 241 کے تحت درج ذیل سابقہ الیکشن قوانین کو منسوخ کر دیا گیا تھا اور اسی وجہ سے رول بنانے والی دفعات بھی منسوخ کر دی گئی تھیں:

الف۔ الیکشن ایکٹ 1974- دفعہ 28،قواعد بنانے کا اختیار (صدر کی منظوری سے)

ب۔ حلقوں کی حد بندی ایکٹ 1974

ج۔ سینیٹ (الیکشن) ایکٹ 1975 - دفعہ 88، قواعد بنانے کا اختیار (وفاقی حکومت ہمراہ کمشنر کے رولز بنانے کے لیے)

د۔ عوامی نمائندگی ایکٹ 1976- دفعہ 107،قواعد بنانے کا اختیار (کمشنر صدر کی اجازت سے رولز بنا سکتے ہیں)

ر۔ الیکشن کمیشن آرڈر 2002- قواعد بنانے کے لیے دفعہ 9E (کمشنر صدر کی اجازت سے رولز بنا سکتے ہیں)

س۔ کنڈکٹ آف جنرل الیکشن آرڈر 2002۔ دفعہ 9، قواعد بنانے کے اختیارات (صدر اس آرڈر کے تحت رولز بنا سکتے ہیں)

ط۔ پولیٹیکل پارٹیز آرڈر 2002 - دفعات، قواعد۔ (الیکشن کمیشن صدر کی اجازت سے بنا سکتا ہے)

ع۔ انتخابی نشان مختص کرنے کا حکم مجریہ 2002

دفعہ 239، رولز بنانے کا اختیار (الیکشن ایکٹ 2017)

1۔ کمیشن اپنی ویب سائیٹ پر شائع کر کے قوانین بنا سکتا ہے۔

2۔ اس اشاعت کے 15 یوم کے اندر داخل کیے جانے والے اعتراضات اور تجاویز کی سماعت کے بعد۔

فاضل وکیل نے مزید کہا کہ حتیٰ کہ اگر کوئی قانون سے آگاہ اور اس کا بخوبی علم بھی رکھتا ہو تو بھی وہ 15 دنوں کی مقرر کردہ مدت میں جواب دینے / اعتراض کرنے کے قابل نہ ہوگا، اس لیے زیادہ توجہ/ دانش کی ضرورت تھی، خاص طور جب آئین کے آرٹیکل 260 کے ذیلی آرٹیکلز (3) کی شقوں الف، ب اور ج میں تعریف کردہ شہریوں کی درجہ بندی کا معاملہ درپیش ہو۔

فاضل وکیل نے رول بنانے کے طریقے سے متعلق چند ایک تجاویز دیں جو ذیل میں دی جا رہی ہیں:۔

- وفاقی حکومت کمیشن کی مشاورت سے قواعد بنا سکتی ہے۔
- کمیشن کی ویب سائیٹ پر ڈرافٹ کی اشاعت کی جا سکتی ہے اور اعتراضات اور تجاویز دینے کے لیے 30 دن کا وقت دیا جانا چاہیے اور ان پر سماعت 31 سے 40 ایام کے اندر کی جا سکتی ہے اور اس کے بعد ڈرافٹ کو حتمی شکل دی جائے۔

فاضل وکیل نے آخر میں عدالتی نظیر پی ایل ڈی 1989 سپریم کورٹ 6 بعنوان عوام الناس بنام وفاق پاکستان پر انحصار کیا۔

19۔ وضاحت کنندہ مس امیر جہاں المعروف بسمہ نورین نے درخواست دہندہ کے وکلاء کے دلائل کی حمایت کی اور ان کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ متدعویہ ایکٹ آئین کے آرٹیکل 227 کی واضح خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے مزید زور دے کر کہا کہ ترامیم کے ذمہ داران کی نشاندہی ہونی چاہیے اور انہیں پارلیمنٹ کی رکنیت سے نا اہل قرار دیا جائے کیونکہ وہ آئین سے بغاوت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے ان آئینی درخواستوں کی منظوری کی درخواست کی۔

20۔ عدالت کے حکم پر فاضل ڈپٹی اٹارنی جنرل نے متعلقہ اداروں بشمول ایف پی ایس سی، پاسپورٹ، نادرا، وزارت دفاع، ایف آئی اے وغیرہ سے مطلوبہ دستاویزات

حاصل کیں۔ ان میں دونوں ایوانوں کی کارروائیوں کی تفصیل اور راجہ ظفر الحق رپورٹ بھی شامل تھیں جنھیں ایک بند لفافے میں عدالت میں جمع کروایا گیا۔ فاضل ڈی اے جی نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ زیرِ عنوان درخواستیں نا قابل سماعت ہیں کیونکہ کسی قانون کا قرآن اور سنت کے منافی ہونے کا تعین کرنا وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ اختیار ہے۔ اس کے باوجود، فاضل ڈی اے جی نے کہا کہ چیلنج کی گئی ترمیم ٹائپنگ کی ایک غلطی تھی اور بلا ارادہ تھی جس کی اصلاح کردی گئی ہے اور انتخابی امیدواروں کے حلف اور ایک فرد کے مذہب سے متعلق ترمیم پر دوبارہ سے قانون سازی کردی گئی ہے، اس لیے یہ درخواستیں غیر موثر ہو چکی ہیں اور ان کو اسی تناظر میں نمٹا دینا چاہیے۔

21۔ میں نے درخواست دہندوں کے فاضل وکلاء، فاضل ڈپٹی اٹارنی جنرل، مداخلت کاروں اور فاضل دانشوروں کے ساتھ ساتھ عدالت کی جانب سے مقرر کیے گئے عدالتی معاونین کی شکل میں آئینی ماہرین کے دلائل سنے ہیں اور ریکارڈ بھی ملاحظہ کیا ہے۔

22۔ ان آئینی درخواستوں سے پیدا ہونے والے مسائل کو سمجھنے کے لیے کچھ تاریخی واقعات کو بیان کرنے کی ضرورت ہے تا کہ عدالت ہذا کے سامنے رکھے گئے تنازعے کو اس تناظر میں دیکھا جا سکے۔ میں انہیں بیان کرنے کی ذمہ داری کے زیر بار ہوں۔ احتیاطاً یہ تذکرہ ضروری ہے کہ عدالت کی واحد تشویش وہ تاریخی واقعات تھے جن کا عدالت کے سامنے موجود مسئلے سے تعلق ہے اور یہ خواہش نہ تھی، اور نہ ہی ایسا ممکن ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دور سے لے کر آج تک **150** سال کے عرصے پر محیط واقعات اور لٹریچر کا ذکر کیا جائے۔ صرف ان واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن کی نا قابل تردید شہادت موجود ہے اور جن کے لیے پارلیمنٹ کی کارروائیوں، انکوائری کمیشن رپورٹ، پارٹیوں کی قراردادوں، سیاسی جلسوں، دونوں اطراف کے راہنماؤں کی تقاریر، متعلقہ دور کی اخباری رپورٹوں، مشہور مفکرین کی تحریروں اور اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں میں دیئے گئے حقائق پر انحصار کیا گیا ہے۔ ان حقائق کو بیان کرتے ہوئے درج بالا مواد کے علاوہ بشیر احمد ایم اے کی کتاب **Ahmadiyya Movement** اور

آغا شورش کاشمیری کی کتاب تحریک ختم نبوت پر بھی انحصار کیا گیا ہے اور جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی ہے، ان میں سے اقتباسات کو بعینہ تحریر کیا گیا ہے۔

23۔ ایک معروف مفکر، سپریم کورٹ کے شریعت ایپلٹ بنچ کے سابق جج ڈاکٹر محمود اے غازی نے بشیر احمد ایم اے کی کتاب (British. Jewish Connections) Ahmadiyya Movement کے دیباچے میں ہندوستانی برصغیر میں قادیانی تحریک پیدا ہونے کی وجوہات تحریر کرتے ہوئے فصاحت سے بیان کیا ہے کہ:

''1857ء کی جنگ آزادی کی بدقسمت ناکامی کے بعد، انڈین برصغیر کے مسلمانوں نے خود کو بہت مشکل اقتصادی اور ثقافتی بحران میں گھرا پایا۔ برطانوی سامراج نے تمام مغلیہ سلطنت کا کنٹرول حاصل کر لیا اور جنوبی ایشیا پر اپنی حکومت کو مضبوط بنانے اور مستقل کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے۔ مقامی آبادی کو بالخصوص مسلمان قوم کو منتشر کرنے، غیر متحد کرنے، ابہام پیدا کرنے اور شکست خوردہ ذہنیت کی خاطر ہر ممکنہ قدم اٹھایا گیا۔ ہندوستان کی سوچ کے طویل عمیق مطالعہ کی بنیاد پر نو آبادیاتی حکمران کی بنائی ہوئی نئی پالیسی میں مذہبی گرفت میں نو آبادکاروں کے مفادات کی خاطر کام کرنے کے لیے مصنوعی مذہبی راہنما تیار کرنے کی کوششیں شامل تھیں۔ اپنے اس شیطانی منصوبے کے مطابق، زرخیز برطانوی دماغ نے مشرقی پنجاب کے ایک دور افتادہ گاؤں جو قادیان کہلاتا تھا، میں کسی مرزا غلام احمد جو کہ اس وقت گم نام ترین شخص تھا، کو تلاش کر لیا۔ اسے ایک مذہبی نجات دہندہ کے طور پر خود کو آگے لانے پر تیار کیا گیا، جس نے انڈین مسلمانوں کو اس ذہنی اذیت اور مایوسی جس سے وہ دوچار تھے، سے نکالنے کے وعدے کیے۔ اپنی شخصیت کی تعمیر کے لیے اس نے مقامی پریس میں لکھنا اور مختلف مذاہب پر تنقید کرنا شروع کر دی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے ایک تحریک کی بنیاد ڈالنا شروع کر دی جو بعد ازاں قادیانی یا احمدی تحریک کے طور پر مشہور ہوئی جس نے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر برطانوی سامراجیت کے حق میں بڑی ہوشیاری سے خدمت سرانجام دی۔ اس تمام صلیبی جنگ کا محور جہاد کے خلاف پروپیگنڈا کرنا تھا۔

کیونکہ یہ عقیدہ ہندوستانی مسلمانوں کو ہندوستان میں برطانوی نو آبادیاتی ازم کے خلاف کھڑا ہونے پر آمادہ کر رہا تھا، اس کا دوسرا خفیہ مقصد انگریز حکمرانوں کے ساتھ وفاداری کے جذبے کی آبیاری تھا اور اسے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے الٰہی رحمت کے طور پر قبول کرانا تھا۔ مرزا صاحب کی ساری شعبدہ بازی انہی دونوں مقصدوں کے گرد گھومی۔ اس کی مضحکہ خیز وحیوں اور پیشین گوئیوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ انہی دونوں پیغامات کی ترویج کی۔ مرزا قادیانی اپنے مصلح ہونے سے مجدد ہونے تک اور پھر نام نہاد ''مسیح موعود'' ہونے کے دعویٰ سے بڑی سرعت کے ساتھ ہٹ گیا اور آخر کار نبوت کے دعویٰ کی جرات و گستاخی کر لی۔ یہ سب کچھ اس کے مربیوں کے مفادات کے حصول کی خاطر سوچی سمجھی حکمت عملی کے عین مطابق وقوع پذیر ہوا۔ غالب گمان ہے کہ مرزا قادیانی اپنی ہم عصری تحریک بہائیت جس کی روسی زادوں نے ایران میں منصوبہ سازی کی تھی، سے متاثر تھا، اب یہ دونوں تحریکیں اسرائیل میں پھل پھول رہی ہیں۔''

24۔ تحریک کی نوعیت، پیش رفت اور اس کے بانی کے دعوے اس کی اصل خاصیت کو ہویدا کرتے ہیں۔ قادیانی ایک علیحدہ کمیونٹی ہیں اور ان کے اپنے دعووں، عقیدے اور پریکٹس کے مطابق وہ غیر مسلم حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے بانی اور اس کے جانشینوں کی مختلف تحریریں اس حقیقت کی شہادت دیتی ہیں۔ دینیاتی نظریاتی محاذ پر بہت سے نامور مذہبی دانشوروں نے قادیانیت پر مبنی اپنے عقائد پر اپنی تصانیف میں کثرت سے تحریر کیا ہے۔ قادیانیوں کے نمایاں عقائد کو مختصراً ذیل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

i) صرف قادیانیت/ احمدیت ہی اصل اسلام ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بغیر اسلام کی حیثیت بے جان ہے۔

ii) مرزا غلام احمد قادیانی ایک مجدد، مہدی، مسیح موعود، ظلی نبی اور رسول، کرشنا اوتار اور تمام نمایاں مذاہب میں کیا گیا وعدہ کے مطابق ہے۔

iii) مرزا قادیانی سچا نبی اور رسول (غیر قانونی طرزِ عمل) ہے۔ نبی اور رسول آتے رہیں گے اور ابراہیم، نوح، موسیٰ وغیرہ انسانیت کی راہنمائی کرتے رہیں گے۔ خدا نے

اپنی وحیوں میں اسے بغیر خاتم کے لاحقے کے نبی کہہ کر مخاطب کیا۔ وہ ہر اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے برتر ہے۔

iv) دنیا کے وہ مسلمان جو اس کے دعووں پر یقین نہیں رکھتے، پکے کافر ہیں اور اسلام کے دائرے سے خارج ہیں۔

v) خدا نے ایک غیر احمدی امام کے پیچھے نماز، ایک احمدی لڑکی کی غیر احمدی سے شادی، اور حتیٰ کہ ایک غیر احمدی مسلمان بچے کی نماز جنازہ پڑھنے سے بھی منع کیا ہے۔

vi) مرزا کی بیوی ام المومنین ہے، اس کے ساتھی صحابہ کرام ہیں، قادیان مدینۃ المسیح اور خدا کے رسول اور سچے نبی کی مسند ہے۔

vii) جہاد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

viii) حضرت عیسیٰ علیہ السلام قدرتی موت فوت ہوئے تھے اور انہیں سری نگر کشمیر میں دفنایا گیا تھا۔

ix) خلافت احمدیت کا مستقل ادارہ ہے۔ خدا خود خلیفہ کا تقرر اور راہنمائی کرتا ہے۔

x) وحی کا دروازہ کھلا ہے اور مرزا قادیانی کی وحی تمام انسانوں پر لازم ہے۔

25۔ تقسیم کے بعد 1948 کے آخری تین ماہ میں قادیانیوں کے خلیفہ مرزا محمود نے قادیان (بھارت) سے ہجرت کر کے ضلع جھنگ (پنجاب) میں ربوہ کے مقام پر 1034 ایکڑ زمین لے کر ایک ظلی قادیان کا قیام عمل میں لایا۔ ربوہ کم و بیش ایک آزاد قادیانی سٹیٹ رہا ہے۔ ابتدائی دہائیوں میں ربوہ انتظامیہ نے ایک متوازی حکومت قائم کیے رکھی۔ خود ساختہ ربوہ انتظامیہ کی منظوری کے بغیر مقامی حکومت، عوامی ادارے یا یہاں تک کہ علاقے کا ڈپٹی کمشنر بھی تعینات نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ربوہ انتظامیہ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی شخص اس علاقے میں جائیداد کی خرید و فرخت یا عمارت کی تعمیر یا کاروبار نہیں کر سکتا تھا۔ کسی کو بھی احمدی اتھارٹی کو چیلنج کرنے کی ہمت نہ تھی۔ منحرفین کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا جن میں سوشل بائیکاٹ، بدسلوکی، حملے اور ہتک عزت جیسے ہتھکنڈے شامل تھے، حتیٰ کہ جسٹس منیر رپورٹ میں بھی اس بات کو نوٹ کیا گیا کہ:۔

’’جب تقسیم کے ذریعے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا قیام یقینی نظر آنے لگا تو احمدیوں میں آنے والے وقت میں درپیش خطرات کی فکر لاحق ہوگئی۔ انہوں نے اپنے آپ کو انتہائی مشکل میں پایا کیونکہ وہ نہ تو بھارت کا انتخاب کرسکتے تھے جو ایک ہندو سیکولر سٹیٹ تھی اور نہ ہی پاکستان کا کرسکتے تھے جہاں فرقہ بندی کی گنجائش نہ تھی۔ ان کی بعض ایک تحریریں ظاہر کرتی ہیں کہ وہ تقسیم کے خلاف تھے اور تجویز کرتے تھے کہ اگر تقسیم کا ڈول ڈالا گیا تو وہ دوبارہ سے دونوں اطراف کو ملانے کی جدوجہد کریں گے۔‘‘

26۔ بابائے قوم کی وفات پر مسلمانوں اور قادیانیوں کے بیچ پچاس برس پرانی بحث نے دوبارہ سے سر اٹھایا جب پاکستانیوں کے علم میں آیا کہ ظفراللہ نے (اپنے عقیدہ کی) اس بنا پر کہ وہ (قائداعظم) غیر مسلم تھے، ان کے جنازے میں شرکت نہیں کی تھی۔ قادیانیوں نے 90 کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیا تھا اور قائداعظم کو بھی استثناء نہیں دی تھی۔ اس سے پاکستان بھر میں بہت بڑا تنازعہ پیدا ہوگیا اور قادیانیوں نے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی۔ سامراجی طاقتوں نے پاکستان کی سالمیت کو دبانے کے لیے ان کے مذموم عزائم کی بھرپور پشت پناہی کی۔ ہندوستان میں برطانوی راج کے دوران قادیانیوں کا عقیدہ تھا (اور اب بھی یہی ہے) کہ وہ صرف برطانوی پناہ میں ہی خوشحالی اور اپنے عقائد کی ترویج کرسکتے ہیں اور اس سے ہٹ کر نہ تو وہ مکہ میں کھل کر کام کرسکتے ہیں اور نہ ہی کابل میں۔ ظفراللہ کی قیادت میں اور وزیر خارجہ کی حیثیت سے حکومت میں موثر پوزیشن ہونے کے ناتے انہوں نے اب پاکستان کو اپنی امیدوں کا گڑھ بنالیا تھا۔ اپنے سیاسی دوروں کے دوران مرزا (بشیر الدین محمود) نے اپنے ماننے والوں کو تاکید کی کہ وہ بلوچستان پر توجہ دیں اور اس کی مختصر سی آبادی کو تبدیلی مذہب کے لیے تیار کریں تاکہ وہ کسی ایک صوبے کو اپنا صوبہ کہہ سکیں۔ اس نے ان سے کہا کہ بھیڑوں کے جھنڈ کی طرح ایک یا دو محکموں تک محدود مت رہیں بلکہ تمام اہم شعبوں میں پھیل جائیں۔ اور جہاں تک فوج کا تعلق ہے تو اگر احمدیوں کی تعداد 10,000 ہے تو 9,000 کو فوج میں ہونا چاہیے۔ فوجی تیاری بہت اہم چیز ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر

آپ نے فوجیوں جیسی خاموشی اختیار کرنا نہ سیکھی تو اپنا کام کیسے آگے بڑھا سکتے ہیں۔
بعد ازاں پاکستان میں تنزلی اور جمہوریت کی خرابی، جمہوری عمل کی تباہی، اسلامی قوانین کی عملداری میں رکاوٹیں اور پہلے بیوروکریسی اور بعد میں فوجی حکمرانی طبقے کا ظہور قادیانیوں کی گہری جڑوں والی سازشوں کے پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ وسیع تناظر میں تقسیم کے بعد قادیانیوں کی پاکستان کی جانب پالیسی درج ذیل نکات پر مشتمل تھی:

i) پاکستان میں اپنی بنیاد بنانا۔ مرزا محمود کی نظریں کشمیر اور بلوچستان پر تھیں۔

ii) آرمڈ فورسز میں رسائی۔

iii) تقسیم کو ملیا میٹ کر کے دوبارہ سے قادیان کو واپسی۔ خاص طور پر افریقی و عرب ممالک میں سر ظفر اللہ کی سپورٹ سے نئے تبلیغی دفاتر کا اجراء۔

(احمدیہ تحریک از بشیر احمد ایم اے)

27۔ چار سال کے عرصے میں لیاقت علی خان کے علم میں قادیانیوں کی جانب سے کشمیر اور بلوچستان میں ایک احمدی ریاست کے قیام کی پیش گوئیاں اور دعوے علم میں آنے لگے۔ ایک متحدہ ہندوستان کے لیے ان کی پالیسی اور خواہشات کے تناظر میں انہوں نے ایک خصوصی انٹیلی جنس سیل تشکیل دیا جس کا کام حساس عہدوں پر تعینات قادیانیوں کی فہرست تیار کرنے اور ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کا تھا۔

28۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، قادیانیوں نے اپنی طاقت کے مرکز کو قادیان سے سرگودھا کے قریب ربوہ کے مقام پر منتقل کر لیا تھا۔ ویٹیکن کی طرح بدلے ہوئے حالات میں ربوہ کو ایک خصوصی مقام حاصل ہو گیا تھا۔ یہ ریاست کے اندر ریاست والی بات تھی جس کے سامراجی اور صیہونی طاقتوں سے مضبوط روابط تھے۔ ساری منصوبہ بندی، روابط اور قادیانیوں کی سرگرمیاں ربوہ سے کنٹرول ہو رہی تھیں۔ کسی بھی حکومت کے انتظامی معاملات میں ان کے اثر و رسوخ کی وجہ سے ان کی سیاسی سرگرمیوں کو سنجیدگی سے پرکھا نہیں گیا۔ اپنے نظریے کا ایک اہم حصہ ہونے کے ناتے معصوم اذہان کی انسانی کمزوریوں کا اسلام مخالف استحصال کرتے ہوئے مسلمانوں کے طبقوں میں گھس گئے۔

اپنے قیام کے ابتدائی دنوں میں جب پاکستان اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا، قادیانی سامراجیوں اور نوآبادیوں کے نادیدہ ہاتھوں کی مدد سے بیوروکریسی، مسلح فوج اور دیگر سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں اپنی موجودگی بڑھا رہے تھے۔ ان اداروں میں اہم عہدوں پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد وہ اپنے ماتحتوں کو قادیانیت اختیار کروانے یا اس کی کوشش کرتے نظر آئے تھے۔ یہ قطعی طور پر خدا اور اس کے بندے کے درمیان کا معاملہ نہ تھا اور یقینی طور پر نہ قائداعظم کے اصولی ڈھانچے کے مطابق تھا۔ یہ ایک سوچی سمجھی، اجتماعی ''شدھی'' سے مماثلت رکھنے والی چال، ایک جارح، استحصالی اور مذہبی انجذاب کا عمل تھا۔ سیکولرازم یا کھلے دماغ والی جمہوری حکومتوں کے وکلاء نے اس جارح عزائم کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ نتیجے کے طور پر، قادیانیوں کو جزا اور سزا کے طریقہ کار کو وسیع بنیادوں پر اختیار کرتے ہوئے عام لوگوں میں نظریاتی تعلیم پھیلانے کا موقع ملا۔ اپنے عزائم اور خواہشات کے مخالف افراد اور تنظیموں کو شکست دینے اور سزا دینے کے حوالے سے انہیں بے پناہ سیاسی اثر ورسوخ حاصل تھا۔

29۔ مرزا محمود کی جانب سے نوتخلیقی ریاست پاکستان میں ادا کیے جانے والے کردار سے پاکستان کے عوام میں بے چینی موجود رہی۔ انہیں معلوم ہوا کہ ریاست کی سالمیت کو زیر بار کرنے کے لیے وہ سامراجی عزائم پر عمل پیرا تھے۔ قادیانیوں نے کشمیر اور بلوچستان میں سازشیں کیں اور لیاقت علی خان کے قتل میں ان کے مبینہ کردار سے ان کے مستقبل کے عزائم کی خبر ملتی تھی۔ لوگوں نے سر ظفر اللہ کو برطانوی سامراج کے ملازم ہونے اور خارجہ پالیسی پر ان کے نقطہ نظر کو اس کے ماضی کے تناظر میں پسند نہیں کیا تھا۔ لوگوں کو یقین تھا کہ باؤنڈری کمیشن کے سامنے اس نے پاکستان کا مقدمہ اور اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر کو صحیح انداز میں پیش نہیں کیا تھا۔ **1948** کے وسط میں قادیانی مخالف تحریک نے جنم لیا اور **1953** تک اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ چند ماہ میں ہی، ہر مکتبہ فکر کے علماء نے تحریک برپا کردی تھی۔ تحریک کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد ایک برطانوی ایجنٹ تھا جسے اسلامی وحدت کو پاش پاش کرنے کے لیے تخلیق کیا گیا تھا۔

اس لیے قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھنی چاہیے۔ تقسیم سے قبل، مرزا محمود نے اپنے پیروکاروں کو بتایا تھا کہ ''پاکستان کو وجود میں نہیں آنا چاہیے تھا اور اگر ایسی کوئی ریاست تشکیل پا بھی گئی تو اس کو ختم کرنا ہوگا''۔ سر ظفر اللہ ریاست کا وفادار نہیں ہے، اس لیے اسے عہدے سے ہٹا دینا چاہیے۔ تمام احمدیوں کو اہم عہدوں سے ہٹا دینا چاہیے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ پنجاب میں 1951 کے انتخابات کے پس منظر میں، قادیانیوں نے کراچی میں جلسہ عام کا اعلان کیا۔ ظفر اللہ خاں مرکزی مقرر تھے۔ وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے ظفر اللہ کو اس اجتماع میں شرکت کی منظوری نہیں دی۔ لیکن ظفر اللہ خاں (قادیانی عقائد ونظریات میں) اتنے راسخ تھے کہ انہوں نے وزیر اعظم کو کہا کہ وہ اس اجتماع میں شرکت کے لیے عہدے سے مستعفی ہونے کو تیار ہیں۔ سر ظفر اللہ کی متنازع تقریر سے پنجاب اور کراچی میں مظاہرے شروع ہو گئے اور قادیانی مخالف تحریک شدت اختیار کر گئی۔ کراچی میں ایک مذمتی کل جماعتی مسلم کانفرنس کا انعقاد ہوا جہاں چار مطالبات رکھے گئے:

i) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

ii) سر ظفر اللہ کو وزیر خارجہ کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔

iii) اہم عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے، اور

iv) ان مقاصد کے حصول کے لیے کل جماعتی مسلم جماعتوں کا کنونشن منعقد ہونا چاہیے۔

مسلمانوں کے مطالبات کی ضرورت اور ان کی دلیل کی وضاحت پیش کرنے کے لیے مولانا مودودی نے 'قادیانی مسئلہ' کے نام سے ایک پمفلٹ لکھا۔ انھوں نے قادیانی تحریک کے مذہبی و سیاسی مقاصد کی وضاحت ایک عام فہم انداز میں کی۔ اس کو مدلل اور موثر ہونے کی بنا پر سراہا گیا تھا۔ قادیانی جماعت کے لاہوری گروہ نے اس میں زیر بحث اہم مسائل کا بے ڈھنگا جواب دینے کی کوشش کی جس کا الٹا اثر ہوا۔ موالانا مودودی نے یہ وضاحت کی کہ قادیانی مسئلہ اس لیے نہیں اٹھا تھا کہ مسلمان کسی راسخ الاعتقادی یا جنونیت کے دورے میں اچانک مبتلا ہو لوگوں کے ایک گروہ کو 'دین بدر' کرنا

چاہتے تھے۔اس کے برعکس اس کا آغاز مرزا غلام احمد قادیانی کے مسیح موعود اور رسالت کے دعووں سے جوڑا گیا جس کے نتیجے میں اس پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر قرار دیا گیا تھا اور انھیں اسلام کے دائرے سے خارج کر دیا گیا تھا۔مرزا غلام قادیانی اور اس کے ماننے والوں کی تحریروں کی بنا پر انھوں نے ثابت کیا کہ قادیانیت ایک علیحدہ مذہب ہے اور قادیانی، کافروں کے راج کے خلاف مسلمانوں کی مزاحمت پر اثر انداز ہونے کے مقصد سے چھوڑے گئے سامراجی چیلے اور جاسوس ہیں۔اپنے وجود میں آنے کے بعد سے ان کا بنیادی مقصد سامراجی مفادات کو فروغ دینا ہے۔اب وہ پاکستان میں سامراجی طاقتوں کو فروغ دینے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے 1935 میں انگریزوں سے بجا مطالبہ کیا تھا کہ احمدیوں کو ایک علیحدہ فرقہ قرار دیا جائے۔وہ 'مذہبی اور سماجی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی پر عمل درآمد کرنے کے باوجود سیاسی لحاظ سے اسلام کے دائرے میں رہنا چاہتے تھے' تاکہ حکومتی عہدوں سے حاصل ہونے والے سیاسی فائدے حاصل کر سکیں'۔مولانا نے مزید کہا: 'سر ظفر اللہ خاں کی برطرفی کا مطالبہ نا صرف اسی نظریے کی بنیاد پر ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کو وزارت کا قلمدان نہیں سنبھالنا چاہیے بلکہ اس کی بنیاد یہ حقیقت بھی ہے کہ سر ظفر اللہ خاں نے قادیانی تحریک کو فروغ دینے اور مستحکم کرنے کے لیے ہمیشہ اپنے سرکاری عہدے کا ناجائز استعمال کیا تھا۔ہندوستان کی تقسیم سے قبل اور پاکستان کے قیام کے بعد وہ بطور وزیر ریاست قادیانیت کے مفادات کو فروغ دینے کے لیے اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے۔لہٰذا ان کا سرکاری عہدہ مسلمانوں کے لیے شکایت کی ایک مستقل وجہ ہے۔ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ریاستی کابینہ میں ظفر اللہ خاں عہدے پر نہ ہوتے تو امریکہ پاکستان کو گندم کا ایک دانہ بھی نہ دیتا۔میں کہتا ہو کہ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر تو معاملہ مزید سنگین ہو جاتا ہے۔اس سے یہ واضح عندیہ ملتا ہے کہ وزارت خارجہ امور کی صدارت ایک امریکی ایجنٹ کر رہا ہے اور ہماری خارجہ پالیسی کو دس لاکھ ٹن گندم کے عوض فروخت کیا گیا ہے۔'

30۔ مارچ 1953 کے آغاز میں عوامی تحریک تیزی سے پھیلی جس کے نتیجے میں لاہور میں سول حکومت تقریباً ناکام ہوگئی۔ تمام راہنماء علماء کو گرفتار کر کے سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا۔ اس فیصلہ کن مرحلے پر وزیر اعلیٰ پنجاب ممتاز دولتانہ نے ایک بیان جاری کیا جس میں انھوں ان مرکزی مطالبات کو عملی طور پر منظور کیا کہ قادیانی گروہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور ظفر اللہ خاں جیسے قادیانی لیڈر کو عہدے سے ہٹایا جائے۔ اسی روز 6 مارچ 1953ء کو پنجاب میں مارشل لاء لگایا گیا اور تحریک کو کچلنے کے لیے فوج کو بلایا گیا۔ مارشل لاء مئی 1953 تک نافذ العمل رہا۔ سکندر مرزا نے جی او سی جنرل اعظم کو مارشل لاء لگانے کے احکامات جاری کیے۔ مارشل لاء انتظامیہ نے اپنی حدود سے واضح طور پر تجاوز کیا۔ پریس کی آواز کو دبایا گیا۔ سخت پیش احتسابی نافذ کی گئی اور کئی اخبارات کو کالعدم کر دیا گیا ور ان کے ایڈیٹروں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ یہ اب بھی واضح نہیں کہ مارشل لاء نے کردار سازی، سماجی اور تعلیمی اصلاحات سے لے کر روزانہ کی صحت و صفائی تک ہر چیز کو اپنے جال کا احاطہ کشادہ کر کے اس میں شامل کیوں کر لیا تھا۔ فوج نے پہلی مرتبہ سول انتظامیہ سنبھالنے کی 'مٹھاس' چکھی تھی۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ قومی بحران کی صورت میں اس کی اہمیت کیا ہے اور اپنے آپ کو قومی سیاست اور معاملات میں اپنا 'کردار' ادا کرنے کے لیے بے تاب پایا۔

31۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد فوجی عدالتیں قائم کی گئی تھیں اور شہر کو فوجی انتظامیہ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ کئی رہنماؤں بشمول مولانا مودودی کو گرفتار کیا گیا تھا جنھیں مولانا عبدالستار خان نیازی کے ساتھ فوجی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا اور سزائے موت سنائی گئی۔ یہاں پر بھی فوج کے حکام نے اپنے منشور سے تجاوز کیا جو محض قانون کی بالادستی کی بحالی کے لیے تھا۔ پوری قوم نے اس کی مذمت کی۔ وزیر اعظم نے بھی اس عمل پر برہمی کا اظہار کیا تھا۔ اسلامی دنیا کی طرف سے بھی ایک سخت ردعمل دیکھنے میں آیا تھا۔ گورنر جنرل آف پاکستان کو ان سزاؤں کو عمر قید میں تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تاہم بعد میں دونوں کو رہا کر دیا گیا تھا۔

32۔ آگے چل کر جنرل ایوب کی جانب سے بغاوت کی گئی۔ 27 اکتوبر 1958ء سے لے کر جون 1962ء تک مارشل لاء قواعد وضوابط کے تحت پاکستان میں فوج کی حکومت رہی جن کو کسی قانونی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سیاسی جماعتوں کو کالعدم قرار دیا گیا، رہنماؤں کو جیل میں ڈالا گیا، پریس کی آزادی پر سخت پابندیاں عائد کی گئیں اور عوامی رائے کو دبایا گیا۔ قادیانیوں کے لیے فوجی آمریت ایک نعمت ثابت ہوئی۔ اس کی بدولت انھیں تنظیم سازی اور بیرون ملک نئے مشن قائم کرنے کا موقع ملا جیسے کہ وہ ماضی میں برطانوی سامراج کی پناہ میں کرتے رہے تھے۔ انھوں نے فوجی آمروں اور بیوروکریسی کے ساتھ تعاون کر کے تیزی سے ترقی کرتے ہوئے معاشی اداروں اور سرکاری محکموں میں اہم عہدے حاصل کیے۔ انھوں نے پاکستان کے اندر اور بیرون ملک اپنی کاوشوں میں سامراجی اور صیہونی حمایت کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ایوب امریکہ سے بہتر تعلقات کے گیت الاپتے رہے۔ ان کی فوجی بغاوت کے ایک سال بعد انھوں نے امریکی فوج کے ساتھ امریکی فوجی اڈے فراہم کرنے سے متعلق ایک مشترکہ دفاعی معاہدے پر دستخط کیے اور سوویت یونین کی نگرانی کے لیے پاکستانی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ ایوب نے تمام اہم معاملات میں قادیانی برادری کا سہارا لیا۔ معاشی منصوبہ بندی اور بین الاقوامی شعبے کے اہم ترین حلقوں میں اہم عہدے سنبھالنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ خارجہ پالیسی میں امریکی رجحان کے پیش نظر امریکی معاشی امداد جو کہ 1952ء میں 10 ملین ڈالر تھی، 1963ء میں بڑھ کر 380 ملین ڈالر تک پہنچ گئی۔ پاکستان نے 'دوستانہ طرز عمل' سے جواب دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا پوتا مرزا مظفر احمد قادیانی جو کہ ایک بدنام زمانہ بیوروکریٹ تھا، سیکرٹری خزانہ بنا اور پھر پاکستان کے منصوبہ بندی کمیشن کا ڈپٹی چیئرمین تعینات ہوا۔ اسے صیہونیوں کی حمایت یافتہ فورڈ فاؤنڈیشن اور ہارورڈ ایڈوائزری گروہ جیسے معاشی گروہوں کی ملی بھگت سے پاکستانی معیشت میں علاقائی عدم توازن پیدا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا۔ ان تنظیموں نے منصوبہ بندی کمیشن اور صوبائی منصوبہ بندی کے شعبہ میں پاکستان

کے پانچ سالہ منصوبوں کے لیے معاشی ماہرین کی ایک کھیپ بھیجی جن کی ناقص منصوبہ بندی کے نتیجے میں مشرق ومغرب کے درمیان تضاد نے جنم لیا جوملک کے مشرقی بازو کی علیحدگی کا پیش خیمہ بنی۔ (احمدیہ تحریک از بشیر احمد ایم اے)

33۔ مارشل لاء انتظامیہ چیف آف جنرل سٹاف میجر جنرل احیاء الدین کی شخصیت سے متاثر تھی جو ایک پکے قادیانی تھے۔ وہ تحریک کو کچلنے کے لیے طاقت کے آزادانہ استعمال کے حامی تھے۔ وہ مشتعل افراد کو ایک مناسب فوجی کارروائی کے ذریعے لاہور میں مسجد وزیر خان سے ہٹانا چاہتے تھے جہاں انھیں بند کیا گیا تھا۔ اس منصوبے کو اس کے وسیع تر سیاسی اثرات کی بنیاد پر بعد میں مسترد کر دیا گیا تھا۔ میجر جنرل احیاء الدین قومی معاملات پر تنگ نظری کا شکار تھے۔ ان کا بنیادی مقصد قادیانی گروہ کے عزائم کی بجا آوری تھا۔ ایوبی آمریت نے قادیانیوں کو تحفظ فراہم کیا اور اپنے مفادات کی پاکستان میں اور بیرون ملک حفاظت کرنے میں ان کی حوصلہ افزائی کی۔ ان کے خلاف لوگوں میں تحفظات عروج کو پہنچے اور علماء نے پاکستانی سیاست میں ان کی بڑھتی مداخلت کے خلاف آواز اٹھائی۔ قادیانی اس قدر اثر و رسوخ رکھتے تھے کہ انھوں نے عوامی ردعمل کو اور خود پر ہونے والی تنقید کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا کہ یہ مُلاؤں کا روایتی تعصب اور تنگ نظری ہے۔ جابرانہ مارشل لاء احکامات اور دفاع پاکستان قوانین نے انھیں علماء کے 'وار' کے خلاف مناسب تحفظ فراہم کیا۔ قادیانیت کی مخالفت کرنے والے کئی مذہبی رہنماؤں کو 'فرقہ وارانہ جذبات' کو فروغ دینے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ قادیانی مخالف پریس کو دبایا گیا اور کئی اخبارات کے ایڈیٹروں اور پبلشروں کو گرفتار کیا گیا۔ لاہور کے ہفت روزہ چٹان کو ہوم ڈپارٹمنٹ کی سخت تنبیہ اور اپنے دلیر ایڈیٹر آغا شورش کشمیری کی گرفتاری کے باوجود بے باک تنقید اور قادیانی سازشوں کا پردہ فاش کرنے کا سہرا جاتا ہے۔ انھوں نے بے باکی سے تمام مشکلات کا سامنا کیا اور ختم نبوت کے عظیم مقصد کے لیے دلیری سے جدوجہد کی۔ مذہبی تنظیموں اور سیاسی پارٹیوں نے قادیانی سازشوں کا پردہ فاش کرنے کی خدمات سرانجام دیں اور اس سامراجی سیاسی

ایجنسی کی اصلی شکل دکھائی۔ قادیانیوں نے گورنر مغربی پاکستان جنرل موسیٰ خان سے رابطہ کیا اور یکم اپریل 1966ء کو سیکرٹری داخلہ مغربی پاکستان سے دفاع پاکستان قوانین کے تحت تمام ایڈیٹروں، پرنٹروں اور پبلشروں کو ایک سرکلر جاری کروانے میں کامیاب رہے جس کے مطابق ان سے کہا گیا کہ 'کسی فرقہ کی ابتدا، الہام، وحیوں اور عقائد پر تبصروں پر مبنی کوئی تحریر شائع نہ کی جائے۔ بعد ازاں، قادیانی کمیونٹی کو مطمئن کرنے کے لیے ایک اور حکم نامہ جاری کیا گیا۔ 27 جولائی 1967ء کو گورنر مغربی پاکستان نے چٹان، لاہور کے ایڈیٹر کو ایک حکم جاری کیا جس میں انھیں عوامی امن و امان کی برقراری سے متعلق متعصّبانہ، اشتعال انگیز اور فرقہ وارانہ تحریروں میں ملوث ہونے پر انھیں شائع کرنے سے منع کیا گیا کہ 'کسی فرقہ کی ابتدا، الہام، وحیوں اور عقائد پر ایسے تبصرے شائع نہ کیے جائیں جس سے مختلف فرقوں کے درمیان عداوت، بدنیتی یا نفرت کے جذبات جنم لیں۔ اخبارات، نقطۂ نظر، تبصرے یا کسی بھی اور صورت میں ایسی کسی بھی تحریر کے شائع ہونے پر سنسر لگا دیا گیا تھا جو کسی فرقہ کی ابتدا، الہام، وحیوں اور عقائد یا ان کے تقابلی خوبی یا حیثیت سے تعلق رکھتے ہوں۔' اخبار اس سے قبل قادیانی تحریک پر 8 صفحات شائع کر چکا تھا (جس میں مصنف کا لکھا ہوا آرٹیکل شامل تھا) جسے ضائع کرنا پڑا تھا۔ چٹان نے ربوہ کی ایما پر پیش آنے والی تمام مشکلات اور حکومتی دباؤ کے باوجود ختم نبوت کا جھنڈا اٹھائے رکھا۔ آخر کار 21 اپریل 1968ء کو ہفت روزہ چٹان کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا گیا اور اس کے پریس کو ضبط کر لیا گیا۔ یہ ایوب آمریت کے بدنام زمانہ تکون یعنی گورنر مغربی پاکستان جنرل موسیٰ، وزیر اطلاعات احمد سعید کرمانی اور ایوب کے چہیتے الطاف گوہر کے شیطانی گٹھ جوڑ کا نتیجہ تھا۔ انھوں نے پاکستان میں قادیانی مخالف عناصر کو دبانے کے لیے ہر ممکنہ قدم اٹھایا۔ قادیانیوں نے یحییٰ آمریت میں کئی سہولیات کا فائدہ اٹھایا۔ ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی ڈویژن ایم ایم احمد صدر یحییٰ کا معاشی امور پر مشیر بنا اور ان کی اندرونی کابینہ کے اہم رکن کے طور پر خدمات بھی سرانجام دینے لگا۔ سر ظفر اللہ اب بھی یحییٰ کے حلقے اور ریاستی شعبہ کے افسران کے

درمیان ایک اہم رابطہ بنے رہے۔ قادیانی بیوروکریٹ پاکستان کی ابھرتی ہوئی لیڈرشپ کی طرف دیکھنے لگے تاکہ ملک کے مستقبل کی سیاسی ترتیب و تنظیم میں اپنا کردار ادا کریں۔ ایم ایم احمد اسلام آباد میں قائم یہودی حمایت یافتہ فورڈ فاؤنڈیشن کے مشیروں کے کافی قریب تھا۔ یہ نام نہاد مشیران یحییٰ حکومت کے ابتدائی سالوں میں ہی پاکستان چھوڑ گئے جب قومی پریس میں ان کی سرگرمیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان علاقائی عدم توازن اور معاشی تضاد پیدا کرنے میں امریکہ کا کردار وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ (احمدیہ تحریک از بشیر احمد ایم اے)

34۔ آگے چل کر ذوالفقار علی بھٹو کے جمہوری دور میں قادیانیوں اور پی پی پی کے درمیانی تعلقات اپریل 1973 میں تبدیل ہوئے جب حکومت نے بغاوت کی کوشش میں ملوث تین قادیانی فوجی افسران کی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ پی پی پی قیادت نے قادیانی گروہ کی وفاداری پر سوال اٹھایا اور ان کی حمایت ترک کرنے میں مصلحت جانی۔ حکومت نے پاکستان آرمی ایکٹ اور دفاع پاکستان قوانین کے تحت مسلح افواج کے چند اہلکاروں کو اپنی ڈیوٹی سے یا حکومت کی اطاعت سے گمراہ کرنے کے جرم میں گرفتار کیا۔ ان منصوبہ سازوں میں تین قادیانی تھے جن میں میجر فاروق آدم خان، سکواڈرن لیڈر محمد غوث اور لیفٹیننٹ جنرل عبدالعلی ملک کا بھانجا جو اس وقت کے آرمی چیف سے سینیارٹی میں تین درجے نیچے تھا، شامل تھے۔ اس منصوبے میں تین قادیانیوں کے ملوث ہونے سے ربوہ کی اعلیٰ قیادت کی بدنیتی واضح ہوگئی جو اختیار کے خواہشمند تھے اور بغاوت کے ذریعے بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے۔ انھوں نے بیوروکریسی اور دفتر خارجہ کے چند افسران کی طرف دست تعاون بھی دراز کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ مستقبل کے آئین پاکستان کے چند پہلوؤں کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ بھٹو نے اپریل 1973 میں یہ انکشاف کیا کہ پاکستان کے توڑنے میں اسرائیل نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے شورش کشمیری نے جناب ذوالفقار علی بھٹو کو ایک کھلا خط لکھا جس میں انھوں نے قادیان اور اسرائیل اتحاد سے متعلق مندرجہ ذیل نکات کا ذکر کیا:

1۔ قادیانی پاکستان میں وہی کردار ادا کرتے رہے ہیں جو صیہونی حمایت یافتہ نے برطانیہ اور امریکہ میں کیا ہے۔

2۔ قادیانی، اسرائیل تعلقات کی نوعیت جاننے کے لیے ایک انکوائری کی جائے کہ کیسے اور کس طرح سے اسرائیل نے پاکستانی سیاست میں مداخلت کی ہے؟ اسرائیل کے ایجنٹ کون تھے اور کس سیاسی پارٹی کو ان شیطانی عزائم کی خاطر استعمال کیا گیا تھا؟

3۔ پاکستانی انٹیلی جنس کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہمیں اسرائیل میں قادیان مشن کے آپریشن کی تفصیلات فراہم کرے جو عیسائی تبلیغی سینٹر کے بھیس میں ایک سیاسی ڈیپارٹمنٹ ہے۔ اس کا کیا مقصد ہے؟ قادیانی کس کو تبلیغ کرتے ہیں؟ اسرائیل عیسائی مبلغین کو تبلیغ کی اجازت نہیں دیتا تو قادیانیوں کو اپنے عقائد کی آزادانہ تبلیغ کرنے کی اجازت کیوں ہے؟ کتنے یہودیوں نے احمدیت کو اپنا لیا ہے؟ کیا یہ واضح نہیں ہے کہ قادیانی سامراجی طاقتوں کے ایجنٹ ہیں اور اسلامی دنیا کے اتحاد کے خلاف کام کرتے رہے ہیں؟

4۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے سیکولر ذہنیت کے حامل اراکین قادیانی مسئلہ سے مکمل طور پر آگاہ نہ ہیں۔ وہ نوکر شاہی میں بڑے عہدے حاصل کر رہے تھے لیکن پاکستان کے وفادار نہ تھے۔ وہ کسی بھی طریقے سے سیاسی طاقت کے حصول کے لیے خفیہ طور پر منصوبہ بندی میں مصروف تھے۔

35۔ جولائی 1973ء میں شورش کاشمیری نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہ ناصرف ایک مذہبی بلکہ ایک سیاسی مسئلہ بھی ہے، ایک کتابچہ عجمی اسرائیل مرتب کیا۔ قادیانی ملک کی سالمیت کو خطرے میں ڈالنے کی سازش کر رہے تھے اور پنجاب توڑنے کی ایک اکالی سکھ قادیانی سازش تیار کی جا رہی تھی۔ صف اول کے علماء کی تجویز پر شورش نے عرب ممالک کے سربراہوں کو درج ذیل مکتوب لکھا جو کہ قادیانی مسئلہ کی اساسی حیثیت اور مسلم دنیا کے لیے اس کے مضمرات پر روشنی ڈالتا ہے۔

'میں ایک اہم مسئلے پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جو کہ شاید اس سے پہلے آپ کی مناسب توجہ حاصل نہیں کر پایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں آپ سے گزارش

کروں گا کہ برائے مہربانی مسئلے کی حقیقی اہمیت یا اس کے گھمبیر پن کو سمجھنے کی خاطر درج ذیل سطور پر ذاتی توجہ وقف فرمائیں۔

1۔ قادیانی گروہ انڈیا میں انگریز راج کے قیام کے چالیس سال بعد اس برصغیر میں برطانوی استعماریت کی ایک بنیادی ضرورت کے طور پر معرض وجود میں آیا۔ برطانوی حکومت اپنی مسلسل کوششوں کے باوجود مسلم آبادی کی اپنی قومی سالمیت میں اپنے عقیدے سے جڑی اساسیت اور جہاد کی قرآنی تعلیم سے وابستگی کو ختم کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ یہ مرزا غلام قادیانی تھا، جس نے مذہبی بنیادوں پر ہر اس شخص کو کافر قرار دے کر جو اس کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا تھا، اس مشن کی تکمیل کی۔ عین اسی وقت وہ تصور جہاد کے مکمل انکار کے ساتھ اس بنیاد پر آگے بڑھا کہ برطانوی راج کی کرم نوازیوں کی موجودگی میں جہاد کی اہمیت ختم ہو چکی تھی۔

2۔ ان دنوں شمال مغربی سرحدی صوبہ (NWFP) جہادی سرگرمیوں کا مرکز تھا اور علاقے میں پنجاب اس کا اگلا ہمسایہ تھا جو علاقہ بعد میں برطانوی سلطنت کے لیے سب سے زیادہ وفادار اور جری سپاہیوں اور ناقابل شکست اور لائق جاسوسوں کی بنیادی سپلائی لائن ثابت ہوا۔ ظاہر ہے پنجاب جیسی سرزمین ہی مرزا غلام قادیانی جیسے (جھوٹے) نبی کی تخلیق کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہوسکتی تھی جو اپنے محسنوں کا سچا وفادار اور مددگار تھا جس نے اپنی پوری زندگی میں مسلمانوں کی قومی یکجہتی کو منتشر کرنے کے مقصد میں ان (برطانوی سامراج) سے غداری نہیں کی۔

3۔ پاکستان کے قیام تک مختصر قادیانی گروہ برطانوی حکمرانوں کے فیاضانہ اور سرپرستانہ رجحان کے باعث ایک طاقت ور سیاسی گروہ کے طور پر ابھر کر سامنے آگیا اور جس کا واقعتاً مقصد یہی تھا کہ وہ اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرسکیں۔

4۔ پاکستان بننے کے بعد قادیانیوں نے مسلم قوم کے اندر ایک طاقتور سیاسی گروہ کے طور پر پاکستان میں سیاسی طاقت غصب کرنے کے لیے ایک پورے طے شدہ پروگرام کے تحت اپنا سفر شروع کیا اور یہ پاکستان کی غالب مسلم آبادی کے لیے ایک

حقیقی خوفناک مسئلہ ہے۔

5۔ قادیانیوں نے اپنی سیاسی مہم، اور جسے وہ تبلیغی مہم کا نام دیتے ہیں، کی اسرائیل، تل ابیب میں بنیاد رکھی ہے اور پاکستان اور عرب دنیا دونوں میں سامراجی بلاک کے ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اپنے آقاؤں کی مذموم سیاسی حکمت عملیوں کے فروغ کے لیے ان کی وطن دشمن سرگرمیوں کے باعث ان کی اتنی پذیرائی ہوئی ہے کہ انہوں نے دنیا کے اس خطے میں اپنے لیے ایک دوسرا اسرائیل بنانے پر غور شروع کر دیا ہے۔ اس مقصد کی خاطر وہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی ذمہ دار قوتوں کی حمایت کرتے رہے ہیں اور اپنے منفی سیاسی رجحان کے تحت وہ بلوچستان اور شمالی مغربی سرحدی صوبہ میں نام نہاد علیحدگی پسند تحریکوں کی سرپرستی بھی کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا واحد مقصد یہ ہے کہ پنجاب کو پاکستان کے دیگر صوبوں سے بالکل الگ کر دیں، اس صورت میں مشرقی پنجاب کے سکھ یہ دیکھ کر کہ مسلم پنجاب کو اکیلا اور تنہا کر دیا گیا ہے، اس مطالبے کے ساتھ آگے آ جائیں گے کہ انہیں اپنے مقدس گُردواروں کی سرزمین پر واپس بھیج دیا جائے۔ جواباً قادیانی فوری طور پر اس مطالبے کو تسلیم کیے جانے کی حمایت کر دیں گے اور 'مدینۃ النبیؐ' (قادیان جہاں غلام قادیانی دفن ہے) کی بحالی کا مطالبہ کر دیں گے۔ آپ با آسانی سوچ سکتے ہیں کہ ایسا اسی وقت ممکن ہے جب سابقہ پنجاب کے دونوں حصے دوبارہ جڑ جائیں اور وہ بھی سکھوں اور قادیانیوں کے مشترکہ سیاسی کنٹرول کے تحت۔ برائے مہربانی یہ دیکھئے کہ وکٹوریہ برانڈ نبوت، کی یہ اُمہ، اس عظیم مسلم ملک کے قیام کے بنیادی نظریے کو کس طرح تخریب کاری کا شکار بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ پاکستان کے تعلیم یافتہ اور باخبر حلقے حالات کی اس ناخوشگوار صورتحال پر سخت بے قرار ہیں۔ قادیانی ایک طرف حکومت پاکستان سے غداری کر رہے ہیں اور دوسری طرف اپنے شاطرانہ پروپیگنڈے کے نظام کے تحت عالمی رائے کو مکمل اندھیرے میں رکھ رہے ہیں۔ قادیانیت ایک مذہب نہیں ہے بلکہ بہت انتقامی عزائم والی ایک سیاسی جماعت ہیں اپنی جو خالصتاً چالاکی کے ساتھ مسلمان قوم کا حصہ بنے

رہنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس طرح سیاسی سہولیات اور مفادات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن مذہبی اور سماجی طور پر وہ یکسر مختلف مذہب رکھتے ہیں۔ وہ پاکستان کی 90 فیصد مسلم آبادی پر سیاسی حاکمیت حاصل کرنے کے لیے معتزلہ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (شاعر مشرق) نے پنڈت (جواہر لال نہرو) کے نام مورخہ 21 جون 1936ء کو لکھے گئے اپنے خط میں قادیانیوں کو اسلام اور ملک دونوں کے غدار بیان کیا تھا۔ انہوں نے انڈین آبادی کے ان حصوں کی سخت مخالفت اور مذمت کی تھی جو قادیانیوں کے کیس میں فیاضی اور مذہبی رواداری کی خاطر اٹھے۔ ان کے نزدیک کسی قوم کی سالمیت یا کسی کے مذہب کی نظریاتی سرحدوں کا دفاع فیاضی یا اخلاقیات کے اصولوں کے خلاف نہیں تھا۔ درج بالا فراہم کردہ تفصیل سے یہ بالکل واضح ہے کہ:

i۔ ''قادیانی مسئلہ اپنی فطرت کے لحاظ سے فرقہ جاتی نہیں ہے بلکہ کاملاً ایک سیاسی مسئلہ ہے۔

ii۔ قادیانی اپنے سامراجی حمایتیوں کی شہ پر پاکستان میں اپنی طرز کی حکومت بنانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ اس ملک کے مسلمانوں کی ہر کوشش جو انہیں روکنے کے لیے کی جاتی ہے، اسے مذہبی یا فرقہ واریت تنازعے کا نام دے کر نفرت کرتے ہیں۔ قادیانیوں نے حکومت پاکستان کے شعبہ دفاع خزانہ اور ابلاغیات میں مختلف اہم عہدوں پر قبضہ جما لیا ہے اور اپنے سیاسی تسلط کے لیے راہ ہموار کرنے میں مصروف ہیں۔ عین اسی وقت بین الاقوامی سامراجی قوتیں جو عرصہ دراز سے سیاسی طاقت کا ڈرامہ لگا چکی ہیں، کو بھی ان کے گروہ سے تعلق رکھنے والے انجینئروں، ڈاکٹروں اور نرسوں کے روپ میں جاسوسی ریکیوں کے ذریعے خدمات فراہم کی جا رہی ہیں، جن کی اس طرح کی سرگرمیوں کے لیے اپنے مخصوص انداز میں تربیت کی جاتی ہے''۔

36۔ مخالفین کو اپنی طاقت دکھانے کے لیے قادیانی غنڈوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر اس وقت حملہ کیا جب وہ ایک تفریحی سفر سے واپسی پر 29 مئی

1974ء کو ربوہ کے قریب سے گزر رہے تھے۔ قادیانیوں نے لاٹھیاں اور ہلکا اسلحہ تھاما ہوا تھا۔ پچاس طلباء بری طرح زخمی ہوئے جبکہ 13 کی حالت انتہائی نازک تھی۔ یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا اور اس وقت کا خلیفہ مرزا ناصر اس کے پیچھے ملوث تھا۔ قادیانی غنڈہ گردی کا ملک بھر سے ردعمل دیکھنے میں آیا۔ اگرچہ وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے نے قانون توڑنے والوں کو سخت تنبیہ کی مگر مظاہرین نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ لاہور ہائیکورٹ کے معزز جج جناب جسٹس کے اے صمدانی ربوہ سانحے کی انکوائری کے لیے مقرر ہوئے۔ پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف کے راہنماؤں نے تحریک التوا جمع کروا دی لیکن سپیکر نے معاملہ عدالت میں ہونے کی بنا پر اس کی اجازت نہ دی۔ وزیر اعظم بھٹو نے عوام سے اپیل کی کہ وہ خصوصی عدالت کے نتائج کا انتظار کریں لیکن تحریک میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ قومی اسمبلی میں اپوزیشن رہنماؤں نے ربوہ واقعے پر تحریک التوا پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اسمبلی کا زیادہ وقت اس تحریک کے تسلیم کیے جانے کی بحث پر لگا۔ واقعے پر بپا ہونے والی تحریک کو جانچنے کے لیے بہت سے مذہبی، سیاسی اور طلباء رہنماؤں کو DPR کے تحت گرفتار کرلیا گیا اور عوامی اجتماعات کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ حکومت نے سخت اقدامات کرتے ہوئے 1953 کا ڈرامہ دہراتے ہوئے معاملے کو دبانے کی کوشش کی۔ لوگوں نے پرامن تحریک جاری رکھنے کے لیے بہادری سے تمام مشکلات برداشت کیں۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ قادیانی غنڈہ گردی کے پیچھے مرزا ناصر احمد قادیانی کا ہاتھ تھا، تاہم حکومت اسے گرفتار کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔ اس نے لاہور ہائیکورٹ میں ضمانت قبل از گرفتاری کی ایک پٹیشن ڈال دی۔ اسے ربوہ واقعے کی تحقیق کے لیے بلالیا گیا۔ چیف جسٹس محمد اقبال نے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کو نوٹس جاری کیے جس نے عدالت میں بیان دیا کہ حکومت کا مرزا ناصر کو اس موقع پر گرفتار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں اور تفتیش کے دوران اگر اسے گرفتار کرنے کے لیے کوئی مقدمہ بنا تو گرفتار کرنے سے پہلے ہائیکورٹ کو آگاہ کیا جائے گا۔ چنانچہ پٹیشن کو نپٹا دیا گیا۔

37۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس عمل جو 18 سیاسی و مذہبی جماعتوں پر

مشتمل تھی، نے ختم نبوت کے بڑے مقصد کے لیے معروف اسلامی مفکر علامہ محمد یوسف بنوری کی قیادت میں بھرپور جدوجہد کی۔ مجلس کے مطالبات میں جو شقیں شامل تھیں، ان میں ربوہ کو ایک کھلا شہر قرار دینے، قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹانا، ان کی نیم فوجی تنظیموں پر پابندی، 29 مئی کے ربوہ ریلوے سٹیشن پر ہونے والے واقعے کے ذمہ داران بشمول مرزا ناصر احمد کی گرفتاریاں، اور پاکستان مخالف پراپیگنڈہ کرنے پر چودھری ظفر اللہ خاں کے خلاف مقدمہ کی سماعت اور اس کے پاسپورٹ کی ضبطی شامل تھے۔ مجلس نے تحریک کو مہمیز کرنے کے لیے بائیکاٹ کی ایک مہم کا آغاز کیا۔ فار ایسٹرن اکنامک ریویو کے نمائندے نے اس بائیکاٹ موومنٹ کے بارے میں لکھا کہ:

'پبلک ٹرانسپورٹ پر سٹیکرز آویزاں کردیئے گئے تھے جن پر مطالبات درج تھے کہ قادیانیوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ دکانوں پر ڈسپلے کیا گیا کہ قادیانیوں کو سروس نہیں دی جائے گی۔ ملک بھر میں قادیانیوں کے حوالے سے انتہائی سخت نعروں سے دیواریں رنگ دی گئیں۔ کمپنیوں کی جانب سے اخبارات اشتہارات سے اٹے پڑے تھے جن میں بیان کیا گیا تھا کہ ان کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں کوئی قادیانی نہیں ہے۔ اپنے اردگرد عوام کا جنونی رجحان دیکھ کر کمیونٹی کے بعض اراکین نے ماضی میں اپنے عقائد پر ندامت کا اظہار کیا اور اپنے سابقہ مذہب کی طرف رجوع کرلیا۔'

38۔ تحریک کے عروج پر، این ڈبلیو ایف پی اسمبلی نے پہل کی اور ایک قرارداد پاس کر کے 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ اس فیصلے کو بڑے پیمانے پر سراہا گیا۔ تاہم قادیانیوں نے اسے قائد اعظم کے اصولوں کے منافی قرار دیا اور کہا کہ اس سے ملکی سالمیت خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ قادیانی مخالف تحریک کے دباؤ میں آ کر وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اس مسئلے سے جمہوری انداز میں نپٹنے کے لیے تیار ہوگئے۔ 30 جون 1974ء کو پورا معاملہ دو قراردادوں کی صورت میں قومی اسمبلی کے سامنے رکھنے کا اعلان کیا گیا۔ ایک قرارداد حکومت کی طرف سے تھی جسے اس وقت کے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کیا۔ دوسری قرارداد اپوزیشن کی جانب سے تھی اور اسے

اپوزیشن کے سیکرٹری پارلیمنٹ مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کیا۔ اپوزیشن کی قرارداد پر 37 اراکین نے دستخط کیے تھے۔ حکومتی قرارداد قادیانیوں کی آئینی پوزیشن کے تعین سے متعلق تھی جبکہ اپوزیشن کی قرارداد قادیانیوں کی پوزیشن سے متعلق تھی۔ اس میں کہا گیا:

''جبکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ (قادیان سے تعلق رکھنے والے) مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی پاک ﷺ کے بعد نبی ہونے کا اعلان کیا اور جبکہ اس کا یہ نبی ہونے کا غلط اعلان اور اس کی قرآن پاک کی بیشتر آیات کو جھٹلانے کی کوشش اور جہاد کے تصور کا خاتمہ اسلام کے بنیادی تصور سے خیانت تھی۔ بہرحال اس کے مذہب کے ماننے والوں کا کوئی بھی مسلمانوں والا نام ہوسکتا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کے ایک فرقے کا روپ دھار کر مسلمانوں میں شامل ہوسکیں۔ لہٰذا وہ ظاہری اور باطنی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ اور جیسا کہ عالمی مسلم تنظیم نے 6 اور 10 اپریل 1974ء کو مکہ مکرمہ میں ہونے والے اجلاس، جس میں دنیا کی 140 مسلم تنظیموں نے حصہ لیا، متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ قادیانیت جو اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک فرقہ کہتے ہیں دراصل مسلمانوں اور دنیائے اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر اس اسمبلی کو چاہیے کہ وہ مرزا غلام احمد کے ماننے والوں کو، جن کا جو بھی نام ہو، غیر مسلم قرار دیں اور (آئین میں ضروری تبدیلیاں لانے کے لیے) ایک حکومتی بل متعارف کرایا جائے تاکہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے اس استقدار کو تحفظ دیا جاسکے''۔

حکومتی اور حزب اختلاف کی قراردادیں قومی اسمبلی کی جانب سے پورے ہاؤس کی سپیشل کمیٹی کو تفصیلی بحث کے لیے اور قومی اسمبلی کو ایک حتمی رپورٹ دینے کے لیے حوالے کر دی گئیں۔ کمیٹی نے ایک سلیکٹ کمیٹی قائم کی جس میں اسمبلی میں مختلف طبقات کے راہنما شامل تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی (جے یو پی)، پروفیسر غفور احمد (جماعت اسلامی)، مولانا مفتی محمود (جے یو آئی)، ظہور الٰہی (مسلم لیگ) اور مولا بخش سومرو (آزاد گروہ) نے سپیشل کمیٹی میں اپوزیشن کی نمائندگی کی جبکہ حکومت کی جانب سے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ اور وزیر اطلاعات و مذہبی امور مولانا کوثر نیازی کو

حکومتی نقطہ نظر پیش کرنے کے لیے نامزد کیا گیا۔ ہاؤس کمیٹی اور سلیکٹ کمیٹی نے اپنا کام پوری لگن سے شروع کر دیا۔ قادیانی گروہ کے صدر مرزا ناصر احمد اور لاہور گروہ کے امیر صدرالدین نے کمیٹی سے درخواست کی کہ انہیں بھی اپنے دفاع میں بات کرنے کا حق دیا جائے۔ کمیٹی نے یہ درخواست مان لی اور انہیں اپنا نقطہ نظر تفصیل سے پیش کرنے کا کہا۔ مرزا ناصر نے ایک تحریری جواب داخل کیا جو 200 صفحات پر مشتمل تھا اور اس پر اس وقت کے اٹارنی جنرل آف پاکستان نے جرح کی۔ صدرالدین نے کمیونٹی کے سینئر رکن اور (قادیانی جماعت کے پہلے خلیفہ) حکیم نورالدین کے صاحبزادے عبدالمنان عمر کو مقرر کیا تاکہ وہ لاہوری گروہ کی نمائندگی کرے۔ اس نے اپنی جماعت کا نقطہ نظر 14 صفحات کی یادداشت کی صورت میں دیا اور اس پر دو دن تک جرح ہوئی۔ قومی اسمبلی کی سپیشل کمیٹی نے اس مسئلے پر 28 سیشن اور 96 اجلاس منعقد کیے۔ مرزا ناصر احمد پر گیارہ دنوں میں 42 گھنٹے تک جرح کی گئی جبکہ صدرالدین اور اس کی ٹیم (لاہوری گروہ) پر 7 گھنٹے تک جرح ہوئی۔ قرارداد کے محرکین نے ایک کتاب بعنوان 'ملت اسلامیہ کا موقف' تقسیم کی جبکہ قادیانیوں (کے دونوں گروہوں) نے اپنا لٹریچر تقسیم کیا۔ قادیانی مسئلے پر مسلمانوں کا نقطہ نظر قومی اسمبلی کے 37 اراکین نے پیش کیا۔ مولانا بنوری کی راہنمائی میں ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کے ایڈیٹر مولانا سمیع الحق اور کراچی سے مولانا تقی عثمانی نے پیپر مرتب کیا جسے اسمبلی میں مولانا مفتی محمود نے پڑھا۔ اس کے بعد ہاؤس کے جن اراکین نے تقاریر کیں ان میں وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ شامل تھے جبکہ اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے 5 اور 6 ستمبر 1974ء کو درج ذیل تاریخی معروضات پیش کیں:۔

''جہاں تک شہادت کا تعلق ہے، میری کوشش ہوگی، جو کچھ ریکارڈ پر شہادت موجود ہے۔ اسے مختصر طور پر پیش کروں۔ لیکن بحیثیت اٹارنی جنرل میں ایوان کا رکن نہیں ہوں، اس لیے نہ تو میں کوئی فیصلہ جج کی طرح دے سکتا ہوں اور نہ اپنی رائے کا اظہار کر سکتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا فرض ہے کہ میں غیر جانب دارانہ طور پر اس ایوان

کی معاونت کروں۔ہم سب کو احساس ہوگا کہ میں یہاں پر صرف ایک فریق کی نمائندگی یا دوسرے کی مخالفت نہیں کر رہا۔ آپ اس معاملے میں منصف کی حیثیت رکھتے ہیں،اس لیے میرا یہ فرض منصبی ہے کہ میں معاملہ کے دونوں پہلو آپ کے سامنے پیش کروں، تاکہ نہ تو کوئی یہ محسوس کرے اور نہ کہہ سکے کہ یہ یک طرفہ کارروائی تھی اور اٹارنی جنرل نے اپنی حیثیت کا جائز یا ناجائز استعمال کرتے ہوئے فیصلہ پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی۔ چنانچہ مجھے امید ہے کہ میری ان مجبوریوں کو مدنظر رکھ کر اگر میں دونوں فریقوں کے نقطۂ نظر یا دوسرے فریق کے نقطۂ نظر کو بھی پیش کروں تو اسے صحیح انداز میں سمجھا جائے۔

جناب والا! جہاں تک فیصلہ کا تعلق ہے وہ تو معزز ارکین نے ہی کرنا ہے اور مجھے پختہ یقین ہے یہ ایک بہت منصفانہ فیصلہ ہوگا، جو کہ ملک کے عوام کی خواہشات اور احساسات کے مطابق ہوگا۔ہمیں اسلام اور ملک کے مفادات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے اور مجھے ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ حب الوطنی اور اسلام کے ساتھ محبت کے احساسات ہر لمحہ موجود ہیں اور اس لیے مجھے اس بارے میں بھی قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ معزز اراکین بالکل درست فیصلہ کریں گے۔ مجھے اس موضوع پر وزیر اعظم [ذوالفقار علی بھٹو] کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ وزیر اعظم صاحب اس معاملے کے متعلق بہت فکر مند ہیں، کیونکہ اس کا فیصلہ بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ وزیر اعظم کی سوچ ایک عام مسلمان کی سوچ کے مانند ہے اور ان کے جذبات ایک عام مسلمان کے جذبات کی طرح ہیں، لیکن ساتھ ہی وہ وزیر اعظم بھی ہیں۔اس لیے نہ ان کی ذمہ داری ہے کہ کوئی شخص اپنے حقوق سے محروم نہ کیا جائے اور نہ کسی کو قانونی جواز کے بغیر اپنی زندگی، آزادی عزت اور شہرت سے محروم کیا جائے۔ جناب والا! میں امید کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اس ایوان کے جو راہنما موجود ہیں انہوں نے کافی سوچ بچار کی ہے اور ان کی انتہائی کوشش ہے کہ اس معاملے کا ایک نہایت ہی مناسب اور منصفانہ فیصلہ ہو۔ جناب والا! آپ کو یاد ہوگا کہ جرح کے دوران میں نے خلیفہ جماعت احمدیہ ربوہ پر واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہ ایوان نہ تو کسی کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور نہ کسی کی دل آزاری کرنا

چاہتا ہے۔ یہ ایوان ایک منصفانہ فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی گزارشات عرض کروں گا اور تمام حقائق اور واقعات کو اختصار کے ساتھ پیش کروں گا۔

جناب والا! ایوان کے سامنے ایک قرارداد اور ایک تحریک ہے۔ تحریک جو کہ معزز وزیر قانون [عبدالحفیظ پیرزادہ] نے پیش کی تھی جو کہ حسب ذیل ہے۔ ''رولز آف بزنس کے قاعدہ نمبر 205 کے تحت میں مندرجہ ذیل تحریک پیش کرنے کا نوٹس دیتا ہوں:

یہ کہ یہ ایوان ایک ایسی خصوصی کمیٹی کی تشکیل کرے، جو کہ پورے ایوان پر مشتمل ہو، اس کمیٹی میں وہ تمام اشخاص شامل ہوں، جو ایوان سے خطاب کرنے کا حق رکھتے ہوں۔ نیز ایوان کی کارروائی میں حصہ لینے کا استحقاق رکھتے ہوں۔ سپیکر صاحب اس خصوصی کمیٹی کے چیئرمین ہوں اور یہ کمیٹی مندرجہ ذیل امور سرانجام دے:

1- دین اسلام کے اندر ایسے شخص کی حیثیت یا حقیقت پر بحث کرنا، جو حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ﷺ ہونے پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

2- کمیٹی کی جانب سے متعین کردہ معیاد کے اندر اراکین سے تجاویز، مشورے، قرارداد وصول کرنا اور ان پر غور کرنا۔

3- مندرجہ بالا متنازع امور کے بارے میں شہادت لینے کے بعد اور ضروری دستاویزات پر غور کرنے کے بعد سفارشات پیش کرنا۔

کمیٹی کی کارروائی کے لیے ''کورم'' [حاضری کا نصاب] چالیس اشخاص کا ہوگا، جن میں سے دس کا تعلق ان پارٹیوں سے ہوگا جو کہ قومی اسمبلی کے اندر حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہوں۔''

جناب والا! ایک دوسری قرارداد ہے، جو کہ اس ایوان کے سینتیس (37) معزز اراکین نے پیش کی تھی)

جناب والا! اس قرارداد کا متن یہ ہے:

ہم مندرجہ ذیل قرارداد پیش کرنے کی التماس کرتے ہیں......

ہرگاہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خاتم الانبیا

حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

اور ہر گاہ مرزا غلام احمد کا جھوٹا دعویٰ نبوت کئی ایک قرآنی آیات کی غلط تاویل کرنے کی کوشش اور جہاد کو منسوخ کرنے کی کوشش، یہ سب باتیں اسلام کے بنیادی اصولوں کے ساتھ دغا اور فریب ہیں۔

''اور ہر گاہ وہ (مرزا غلام احمد قادیانی) سراسر سامراج کا پیدا کردہ تھا جس کا واحد مقصد اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنا اور اسلام کو بدنام کرنا تھا۔''

اور ہر گاہ تمام ملت اسلامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، خواہ وہ اسے نبی مانتے ہوں یا اسے کسی شکل میں بھی مذہبی راہنما یا مصلح تصور کرتے ہوں، تمام کے تمام اسلام کے دائرے سے خارج ہیں۔

اور ہر گاہ اس کے پیروکار خواہ وہ کسی بھی نام سے جانے جاتے ہوں، سب کے سب اپنے آپ کو اسلام کا ایک فرقہ ظاہر کرتے ہوئے ملک کے اندر اور ملک سے باہر تخریب کاری میں ملوث ہیں۔

اور ہر گاہ 6 اپریل تا 10 اپریل 1974ء کو مکہ مکرمہ میں ورلڈ مسلم آرگنائزیشن کی کانفرنس جو کہ رابطہ عالم اسلامی کے تحت منعقد ہوئی اور جس میں تمام دنیا کی 40 تنظیموں نے حصہ لیا، نے متفقہ طور پر اعلان کیا کہ قادیانیت، اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو کہ محض جھوٹ اور فریب سے اپنے کو اسلام کا ایک فرقہ ظاہر کرتی ہے۔

چنانچہ یہ اسمبلی اعلان کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، خواہ وہ کسی نام سے بھی پکارے جاتے ہوں، مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ اسمبلی میں ایک مسودہ قانون پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو قانونی طور پر نافذ کرنے کے لیے آئین میں ضروری ترامیم کی جاسکیں اور ان کے جائز قانونی حقوق کو بطور غیر مسلم اقلیت کے تحفظ دیا جا سکے۔''

جناب والا! یہ دو تحاریک ہیں۔ ایک قرارداد ہے اور ایک تحریک، ان کے علاوہ کچھ اور قراردادیں بھی ہیں جو کہ اس ایوان کے زیر غور ہیں، لیکن ان کا زیادہ تر تعلق

آئینی ترامیم کی تجاویز کے بارے میں ہے۔ دو وجوہ کے باعث میں ان کے متعلق کچھ گزارشات پیش کروں گا: پہلے یہ کہ صرف یہی دو دستاویزات اخباروں میں شائع ہوئی تھیں اور ان دستاویزات کی بنیاد پر متعلقہ جماعت (احمدیہ) نے اپنے اپنے جوابات، نقطہ نظر اور یادداشت پیش کی تھیں۔ ان کے بیانات بھی انھی دستاویزات کی بنیاد پر لیے گئے تھے۔ اس لیے دوسری قراردادوں کے بارے میں کچھ کہنا قرین انصاف نہ ہوگا۔ کمیٹی کو ان کے بارے میں کارروائی کرنے کا پورا اختیار ہے جسے وہ کارروائی کے کسی مرحلے پر استعمال کرنے کی مجاز ہے۔ تاہم، میں اپنی گزارشات کو ان دو دستاویزات تک محدود رکھوں گا اور مختصر تبصرہ کروں گا۔ پیش تر ازیں اس ضابطے پر بات کروں، جو کہ دستاویزات پر غور کرنے کے لیے اختیار کیا گیا تھا، مجھے اُمید ہے کہ اگر میں بے باکی سے اپنی گزارشات پیش کروں، تو اس کا غلط مطلب نہیں لیا جائے گا۔ آغاز میں پہلے وہ تحریک جو کہ عزت مآب وزیر قانون نے پیش کی تھی۔ جناب والا! تحریک کے الفاظ یہ ہیں:۔

''دین اسلام کے اندر ایسے شخص کی حیثیت یا حقیقت پر بحث کرنا، جو حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے پر ایمان نہ رکھتا ہو۔''

آیئے! پہلے اس جملے یا ترکیب کو لیں: ''اسلام کے اندر حیثیت اور حقیقت پر بحث کرنا'' اگر ایوان کی یہ رائے ہو کہ جو لوگ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ مسلمان نہیں ہیں، تو پھر ایسے لوگوں کا اسلام میں کوئی مقام نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کا اسلام سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ تحریک بذات خود اپنے اندر تضاد رکھتی ہے۔ اگر یہ کہا جاتا کہ ''اسلام میں یا اسلام کے حوالے سے بحث کرنا'' تو پھر بات سمجھ میں آ سکتی تھی۔ لیکن یہ کہنا کہ اسلام میں حیثیت یا مقام، اس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک تضاد ہے جو زیادہ اہم نہ بھی ہو، لیکن یہ تضاد ایوان کے نوٹس میں لانا میرا فرض تھا۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام میں ان کی حیثیت کیا ہے۔ ہاں! یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے حوالے سے ان کی حیثیت کیا ہے؟ جناب والا! جو قرارداد سینتیس (37) اراکین نے پیش کی ہے، میں نہایت ادب سے گزارش

کروں گا کہ اس میں بھی کچھ تضاد ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں تو نہیں جاؤں گا، تاہم معزز اراکین اس بات کو نوٹ کریں کہ ایک جگہ کہا گیا ہے کہ: ''ہرگاہ مرزا غلام احمد سامراج کا پیدا کردہ تھا، جس کا واحد مقصد اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنا اور اسلام کو بدنام کرنا تھا۔'' پھر آگے چل کر کہا گیا: ''ہرگاہ ملت اسلامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ اسے نبی مانتے ہوں یا کسی بھی شکل میں مذہبی رہنما یا مصلح تصور کرتے ہوں، تمام کے تمام اسلام کے دائرے سے خارج ہیں۔'' پھر آگے چل کر: ''(مرزا غلام احمد کے) پیروکار خواہ وہ کسی بھی نام سے پکارے جاتے ہوں، سب کے سب اپنے آپ کو اسلام کا ایک فرقہ ظاہر کرتے ہوئے ملک کے اندر اور ملک کے باہر تخریب کاری میں ملوث ہو رہے ہیں۔'' یہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے بعد مطالبہ ہے کہ انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دو، یعنی غیر مسلم مذہبی اقلیت اور آئین میں ترمیم کرو اور ان کے جائز قانونی حقوق کا تحفظ کرو، کیا آپ تخریب کاری کو دوام دینا چاہتے ہیں؟ کیا آپ ان چیزوں کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں، جن کا ذکر دیباچے میں کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا تضاد ہے جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا تھا۔ ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ انھیں ایک اقلیت قرار دو۔ ایک الگ اکائی بناؤ اور یہ قرارداد کا ایک بہت ہی عمدہ جزو ہے، میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے جائز حقوق کا قانونی تحفظ کیا جائے تو اس کی تعریف کرتا ہوں۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ (جماعت احمدیہ) ایک تخریبی تحریک ہے، وہ ملک کے اندر اور ملک کے باہر تخریب کاری میں ملوث ہے۔ وہ تخریب کاری کیا ہے، ان کے اپنے مذہب (یا عقیدے) کا پرچار۔ ان کے (اپنے عقیدے کے مطابق) مذہب پر عمل درآمد، آپ ان کے حقوق کا تحفظ بھی چاہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کی مذمت بھی کرتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں یک جا نہیں ہو سکتیں۔ یہ تو بالکل صاف بات ہے۔ میں کوئی تنقید نہیں کر رہا، مجھے تنقید کا کوئی حق نہیں۔ لیکن میرا فرض ہے کہ میں معزز ارکان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراؤں کہ اگر آپ شہری آبادی کے کسی حصے کو ایک الگ مذہبی جماعت قرار دیتے ہیں تو پھر نا صرف ملک کا

آئین بلکہ آپ کا مذہب تقاضا کرتا ہے کہ آپ ان کے حقوق کی حفاظت کریں۔ ان کے اپنے مذہب کے پرچار اور عمل کا حق دیں۔ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں کہنا چاہتا۔ کیونکہ مجھے پورا احساس ہے کہ میرے پاس وقت بہت محدود ہے۔ چنانچہ ان دو دستاویزات کی روشنی میں (تحریک اور قرارداد) اس معزز ایوان نے کچھ متنازع امور کا فیصلہ کرنا ہے، جو کہ درج ذیل ہیں:

-1 کیا مرزا غلام احمد آف قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا؟

-2 اس دعوے کے اسلام میں یا اسلام کے حوالے سے کیا مضمرات ہیں؟ [یہاں] میں نے اسلام میں اور اسلام کے حوالے سے دونوں کا ذکر کیا ہے۔

-3 ختم نبوت کا مطلب یا تصور کیا ہے؟ جب ہم خاتم النبین کہتے ہیں تو ہمارا کیا مطلب ہوتا ہے؟

-4 کیا ملت اسلامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد کے پیروکار جو اسے نبی یا مسیح موعود مانتے ہیں، یا دونوں حیثیتوں سے مانتے ہیں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟

-5 کیا مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکار، ایسے مسلمانوں کو جو مرزا غلام احمد کو نبی یا مسیح موعود نہیں مانتے، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں؟

-6 مرزا غلام احمد نے ایک علیحدہ مذہبی جماعت کی بنیاد رکھی، جو کہ دائرہ اسلام سے باہر ہے؟ یا کہ اس نے اسلام کے اندر ہی نئے فرقے کا آغاز کیا؟

-7 اگر مرزا نے الگ مذہبی جماعت کی بنیاد رکھی، تو ایسی جماعت کا اسلام کے حوالے سے کیا مقام یا حیثیت ہوگی اور آئین کے مطابق اس جماعت کے حقوق کیا ہوں گے؟

اب میں مختصر طور ان واقعات کا ذکر کروں گا، جو قرارداد اور تحریک کے پیش ہونے سے رونما ہوئے۔ یہ قرارداد اور تحریک 30 جون 1974ء کو پیش کیے گئے تھے۔ ان کے شائع ہونے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے دو گروہوں کی طرف سے یادداشتیں داخل کی گئی تھیں۔ اس کے بعد دونوں گروہوں کے نمائندوں کو بلایا گیا تھا

کہ وہ حلف لینے کے بعد اپنے بیانات اور یادداشتوں کو پڑھ کر سنائیں۔ مجھے یاد ہے کہ انھوں نے اپنی طرف سے زبانی بیان دینے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، تاکہ وہ اپنا نقطۂ نظر زیادہ وضاحت سے بیان کرسکیں۔ جو دستاویزات انھوں نے داخل کیں، ان میں (مجلس کارپرداز) 'قرارداد' میں عائد کردہ تمام الزامات سے انکار کیا گیا۔ ایوان کی کمیٹی نے ایک سٹیرنگ کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا، تاکہ وہ سوالات کو وصول کرے اور ان کا تجزیہ کرے۔ اس مقصد کے لیے کمیٹی نے مجھے ہدایت کی کہ 21 جولائی 1974ء سے اسلام آباد میں موجود رہوں۔ اسی ہدایت کے مطابق میں 21 جولائی کو اسلام آباد آ گیا تھا۔ سٹیرنگ کمیٹی نے سوالات کی جانچ پڑتال ایک ہفتے میں کر لی تھی، حالانکہ سوالات سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کا بیان 5 اگست تا 10 اگست تک ریکارڈ ہوا۔ پھر 10 دن کا وقفہ ہوا۔ مرزا ناصر احمد کا مزید بیان 20 اگست تا 24 اگست کو ہوا یعنی کل گیارہ روز تک بیان ہوتا رہا۔ اس کے بعد قادیانی جماعت کے دوسرے گروہ کا بیان ہوا، جس کے سربراہ صدر الدین تھے۔ چونکہ صدر الدین کافی بوڑھے ہیں اور اچھی طرح بات سننے کی قوت نہیں رکھتے، اس لیے اس کا بیان میاں عبدالمنان عمر کے وسیلے سے ہوا، اور یہ بیان دو دن میں ہوا۔ یہ اس وجہ سے نہیں ہوا کہ ایوان کسی بھی گروہ کے ساتھ کسی قسم کا امتیاز برت رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بہت سے حقائق، دستاویزات اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریریں پہلے گروہ کے بیانات میں ریکارڈ پر آ چکے تھے اور جہاں تک دوسرے گروہ کا تعلق ہے، مزید تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہ تھی۔

جہاں تک پہلے متنازعہ مسئلہ، کہ آیا مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا یا نہیں، کا تعلق ہے، یہ بہتر ہوگا کہ ہم مرزا غلام احمد، اس کی کتابوں اور احمدیہ تحریک پر مختصر طور پر تبصرہ کرلیں۔ ابتدا میں متنازعہ مسئلہ پر گفتگو کروں گا۔ مرزا ناصر نے مرزا غلام احمد کی زندگی میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا مختصر طور پر ذکر کچھ یوں کیا ہے؛

''وہ 13 فروری 1835ء کو قادیان میں پیدا ہوا۔ اس کے والد کا نام غلام

مرتضیٰ تھا۔ اس نے ابتدائی تعلیم گھر پر مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ اس کے اساتذہ میں فضل الٰہی، فضل احمد اور گل محمد شامل ہیں، جنھوں نے اسے عربی، فارسی اور دین کی بنیادی تعلیم دی۔ اس کے والد نے اسے علم طب سکھایا۔ وہ شروع ہی سے دین اسلام کی فلاح کو لے کر خاصا حساس تھا اور دنیاوی امور میں شمولیت اختیار نہ کی۔ اس کے اشعار میں سے ایک یوں ہے:

دگر استاد را نامے نہ دانم   کہ خواندم در دبستان محمدؐ

ترجمہ: کہ میں تو کسی دوسرے استاد کا نام تک نہیں جانتا کہ میں نے تو ساری تعلیم نبی محمدؐ کے درِ دولت سے حاصل کی ہے۔

1876 کے آس پاس ان کے آریاؤں اور عیسائیوں سے اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے مذہبی بحث ومباحثے ہوئے تھے اور انہوں نے 1884ء میں اپنی مشہور کتاب براہین احمدیہ شائع کی جو قرآن وحضرت محمد ﷺ اور اسلام کی حمایت میں ایک مثالی اشاعت سمجھی جاتی ہے،۔ انہوں نے، جیسا کہ خدا نے ان کو حکم دیا تھا، 1889ء میں اپنی بیعت کا عہد لینا شروع کر دیا اور 1891ء میں خدا کی طرف سے الہام حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دے دیا۔ ان کی ساری زندگی اسلام کی خدمت میں گزری اور انہوں نے عربی، فارسی، اردو میں 80 کتابیں لکھیں اور ان ساری زبانوں میں شاعری بھی کی۔ ان کے اور ان کی جماعت کے سامنے واحد اور اکلوتا مقصد اسلام کی تبلیغ تھا اور جو کہ ابھی تک وہی ہے۔ وہ 26 مئی 1908ء کو فوت ہو گئے اور اس وقت کے اخبارات اور رسالوں نے ان کی اسلام کے لیے کی گئی خدمات پر ان کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان کے ورثاء میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں اور اب ان کے افراد خانہ تقریباً 200 ہیں''۔

جناب اب جو کچھ میں نے پڑھا ہے، اس کی کچھ تفصیل شامل کرنا چاہتا ہوں اور یہ میں نے ان دستاویزات سے اخذ کی ہے جو مجھے مہیا کیے گئے۔

مرزا غلام احمد کا پنجاب کے نمایاں اور محترم مغل خاندان سے تعلق تھا جو مغل

شہنشاہ بابر کے زمانے میں قندھار سے ہجرت کر کے آیا تھا۔ مرزا غلام احمد کے پہلے جد جنہوں نے انڈیا کی طرف ہجرت کی۔ مرزا ہادی بیگ تھے لیکول گریفن'' اپنی کتاب بعنوان 'The Punjab Chiefs' میں ذکر کرتے ہیں۔

مرزا ہادی بیگ قادیان کے آس پاس 70 دیہاتوں پر مجسٹریٹ مقرر کیے گئے۔ قادیان کو مرزا ہادی بیگ نے تعمیر کیا جنہوں نے اس کا نام اسلام پور قاضی رکھا جو بتدریج قادیان میں بدل گیا۔ یہ خاندان کئی نسلوں تک حکومتی منصب پر فائز ہوتا رہا۔ جب سکھوں کو اقتدار ملا، اس خاندان کو غربت میں دھکیل دیا گیا۔

اس کے بعد میں 1953ء اور 1954ء میں پیش کی گئی جسٹس منیر احمد انکوائری کمیٹی کی رپورٹ کا ایک حصہ پڑھوں گا۔ یہ رپورٹ مرزا غلام احمد کے بارے میں حسب ذیل تبصرہ کرتی ہے:۔

''مرزا غلام مرتضیٰ کا پوتا سکھ فوج میں جنرل تھا۔ اس نے فارسی اور عربی میں گھر پر تعلیم حاصل کی لیکن کوئی مغربی تعلیم حاصل نہیں کی۔ 1864ء میں اس نے ضلعی عدالت سیالکوٹ میں ایک معمولی سی نوکری حاصل کی اور چار سال ملازم رہا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو مذہبی لٹریچر کے لیے وقف کر دیا اور 1880ء اور 1884ء کے دوران عالمی طور پر مشہور چار جلدوں میں ''براھین احمدیہ'' شائع کی۔ اس کے بعد انہوں نے بہت سی دوسری کتابیں لکھیں۔ یہ دور تلخ مذہبی بحث مباحثہ اور دلائل کا دور تھا۔ اسلام پر صرف عیسائیوں کے حملے نہیں ہو رہے تھے بلکہ آریا سماج بھی حملہ آور تھی۔ آریا سماج ایک ہندو تحریک تھی اور ان دنوں مقبولیت حاصل کر رہی تھی۔''

میں نہیں سمجھتا کہ جسٹس منیر درست ہیں جب وہ مرزا غلام احمد کو مرزا غلام مرتضیٰ کا پوتا کہتے ہیں...... اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا ناصر نے کہا ہے کہ مرزا غلام مرتضیٰ ان کے والد تھے (دادا نہیں)۔ اس ایوان کے سامنے مرزا ناصر کے بیان کے مطابق انگریز 1860ء سے 1880ء کے دوران اپنے ساتھ مشیروں کی ایک فوج لائے تھے جن کی تعداد 70 کے لگ بھگ تھی۔ وہ مذہبی بحث مباحثہ اور دلائل کو ہوا دینے کے ذمہ

دار تھے۔ انہی مشیروں نے یہ اعلان کیا تھا کہ انہوں نے ہند کے تمام مسلمانوں کو عیسائیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ مرزا ناصر نے حسب ذیل الفاظ میں اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیے گئے ان حملوں پر تبصرہ کیا ہے :۔

''انہوں نے حکومت کی ہدایت پر ایسا کرنا شروع کیا اور وہ یہ کام کر رہے تھے، مرزا ناصر کے مطابق صرف چند علماء اور اسلام سے محبت کرنے والے راہنما آگے بڑھے تا کہ اسلام پر عیسائیوں کے حملوں کو روکا جا سکے۔ ان میں نواب صادق حسین خان، مولوی آلِ حسن خان، مولوی رحمت اللہ مہاجر دہلوی، احمد رضا صاحب اور مرزا غلام احمد شامل تھے۔ مرزا ناصر کہتے ہیں میں ان سب کو نہیں جانتا لیکن میں ان سب بشمول مرزا غلام احمد کو مانتا ہوں۔ اللہ نے دور اندیشی اور اسلام کی محبت عطاء کی تھی۔''

اور یہی وجہ تھی جو وہ اس میدان میں کود پڑے تا کہ اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم پر عیسائیوں کے حملوں کا خاتمہ کیا جا سکے۔ مرزا کے بحث ومباحثہ اور دلائل مسلمانوں میں بہت مقبول تھے۔ وہ مسلمانوں کے ہیرو بن چکے تھے اور ایسا لگتا ہے کہ ان کی مقبولیت کی اولین وجہ ان کا وہ کردار تھا جو انہوں نے اسلام کے خلاف حملوں کو تحلیل کرنے میں ادا کیا۔ اگرچہ شہادت سے اس عمل کی نشاندہی ہوتی ہے کہ بہت سے طریقے جنھیں ان حملوں کو روکنے کے لیے اختیار کیا گیا، ناصرف نامناسب تھے بلکہ قابل اعتراض بھی تھے۔ مثال کے طور پر جس طرح یسوع مسیح کو گستاخی کا نشانہ بنایا تھا۔، وہ ناصرف آج کے مسلمانوں کے لیے قابل اعتراض ہے بلکہ اُس وقت کے مسلمانوں نے بھی اس پر تنقید کی۔ ان دنوں مرزا غلام احمد کو بھی مسلسل اپنی پوزیشن واضح کرنا پڑی تھی۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، غالبًا اس مقبولیت کے باعث انہوں نے جب وہ 54 سال کے تھے، تو 1889ء میں اپنے پیروکاروں سے حلف لیا تھا۔ یہ واضح ہے کہ مرزا قادیانی نے پہلے سے ہی براھین احمدیہ میں یہ اعلان کر رکھا تھا کہ ان کے خدا سے رابطے ہیں اور وہ الہام (روحانی ہدایات) حاصل کرتے ہیں۔ ہر شخص یہ بات جانتا تھا۔ ان کے بیٹے جو جماعت احمدیہ قادیان اور ربوہ کے دوسرے خلیفہ تھے، کے

مطابق انہوں نے دسمبر 1889ء میں تحریک کی بنیاد رکھی۔ دراصل اس تحریک کی بنیاد مارچ 1885ء میں رکھی گئی۔ شروع میں یہ واضح نہیں کہ انہوں نے نبی ہونے یا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا، تاہم اس کا ذکر موجود ہے کہ انہوں نے اپنے پیروکاروں سے حلف لینا شروع کر دیا تھا۔ اس بات میں کوئی ابہام نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے پیروکاروں کی توجہ حاصل کر لی تھی۔ انہیں عربی فارسی اور اردو پر قدرت حاصل تھی اور برائے مہربانی اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ 1889ء کے بارے میں ابہام موجود ہے۔ ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ دسمبر 1889ء میں مرزا کو خدا کی طرف سے الہام نازل ہوا کہ وہ مسیح موعود ہیں لیکن انہوں نے اس کا اعلان نہیں کیا اور قادیان سے لدھیانہ چلے گئے اور اپنے پیروکاروں سے حلف لینا شروع کر دیا۔ انہوں نے قادیان میں اس کا اعلان کیوں کیا، اس کا فیصلہ آپ حضرات نے کرنا ہے۔ یہ کتاب یعنی حقیقی احمدیت سچا اسلام، مرزا محمود کی لکھی ہوئی ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ حلف لینے لدھیانہ گئے تھے۔ اسلامی لٹریچر میں کہیں اور میں نے یہ پڑھا ہے کہ حضرت مسیح موعود ایک مقام جس کا نام لد ہوگا، پر اپنے بارے میں اعلان کریں گے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ مرزا غلام احمد نے حلف لینے کے لیے لدھیانہ جانے کا فیصلہ کیا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے قادیان سے اس بات کا آغاز نہیں کیا۔ یہی وہ بات ہے جس کی میں خاص طور پر آپ کے سامنے نشاندہی کرنا چاہتا ہوں۔ عیسائیوں سے مباحث پر میں بعد میں تبصرہ کروں گا۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں ان سب سے بڑے اعتراض جو مرزا غلام احمد اور احمدی جماعت کے خلاف اٹھایا جاتا ہے، کو نمایاں کروں اور وہ یہ ہے کہ ان کو انگریزوں نے تیار کیا اور معرض وجود میں لائے۔ اس بات کا ذکر نا صرف قرار داد میں موجود ہے بلکہ دوسرے لٹریچر میں بھی موجود ہے کہ یہ مسئلہ پیدا کیا گیا تھا جب سامراجی قابض قوتوں کے خلاف سوڈان سے سماٹرا تک جہاد کا اعلان کیا گیا تھا۔ برطانیوں نے جہاد کو روکنے کی منصوبہ بندی کی تھی اور اس مقصد کی خاطر مرزا غلام احمد قادیانی کی خدمات اُجرتاً حاصل کی تھیں۔ یہ نکتہ بھی آپ کی توجہ کا متقاضی ہے۔ اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ مرزا

غلام احمد کے پیروکاروں پر یہ فرض ہے کہ وہ برطانیہ سے مکمل وفاداری اور عقیدت اپنے ایمان کے لازمی جزو کے طور پر رکھیں۔ انہیں یہ وعدہ کرنا پڑتا ہے جب وہ حلف اٹھاتے ہیں۔ یہ بہت زیادہ اہم بات ہے کیونکہ مسلمان انگریزوں سے وفاداری کی ذمہ داری اٹھانے کے بہت زیادہ خلاف تھے اور قابض سامراج سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے جس نے بزور طاقت انہیں ان کی حکمرانی اور اختیار سے محروم کر دیا تھا۔ برطانیہ سے وفاداری کا حلف اٹھانے سے احمدیوں یا مرزا غلام احمد کے پیروکاروں نے خود کو انگریزوں کا بہترین جاسوس ثابت کیا۔ یہ دستاویزاتی طور پر موجود ہے کہ **1925**ء میں دو مرزائیوں/احمدیوں کو افغانستان میں پھانسی دے دی گئی صرف اس وجہ پر نہیں کہ وہ مرتد ہو چکے تھے بلکہ ان کے قبضے سے کچھ ایسی دستاویزات ملی تھی جس سے ثابت ہوا تھا کہ وہ انگریزوں کے جاسوس تھے اور افغانستان حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے۔ میں صرف حقائق اجاگر کر رہا ہوں، میں ان کی صداقت پر بات نہیں کر رہا۔ جہاں تک مرزا صاحب کی قرآن فہمی یا سوچ کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں وہ کم وبیش سر سید احمد خان جیسی ہے ماسوائے چند آیات کے جن کا تعلق حضرت مسیح علیہ السلام سے ہے یا جن کا تعلق مرزا صاحب کی اپنی 'نبوت' کے بارے میں ہے۔ وہ قرآن کا فہم وادراک رکھتے تھے۔ اور اپنے مخالفین کو ڈرانے دھمکانے کے لیے ان [مرزا صاحب] کا نمایاں ہتھیار اس کی وہ دو قسم کی پیشین گوئیاں تھیں جن کے ذریعے وہ محدود مدت کے اندر اندر مخالفین کی موت یا تذلیل کا دعویٰ کرتے تھے۔ **1891**ء میں مرزا صاحب نے پہلے مسیح موعود ہونے کا اعلان اور بعد میں 'نبی' ہونے کا اعلان کیا۔ موصوف نے کس قسم کی نبوت کا اعلان کیا، اس کا ذکر میں بعد میں کروں گا۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود اپنی کتاب ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' میں لکھتے ہیں: ''یہ وہ نکتہ عظیمہ ہے جسے حضرت مسیح موعود نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ مسلمان یہ تو خیال کرتے تھے کہ قرآن کریم کامل ہے لیکن تیرہ سو سال تک ان کے ذہن اس طرف نہیں گئے کہ وہ صرف کامل ہی نہیں بلکہ ایک خزانہ ہے جس میں آئندہ زمانوں کی ضروریات کے سامان بھی مخفی رکھے

گئے ہیں اوراس کی تحقیق اور تجسس سے بھی اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر علوم نکلیں گے جس طرح کہ نیچر پر غور کرنے سے علوم نکلتے ہیں۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے اس نکتہ کے پیش کرنے سے روحانی عالم میں ایجاد کا ایک وسیع دروازہ کھول دیا ہے جس کا مقابلہ علوم سائنس کی دریافت نہیں کر سکتی۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے یہی نہیں کیا کہ ان مسائل کو جو مرور زمانہ سے بگڑ چکے تھے پھر اصلی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے قرآن کریم کو ایسی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا کہ اس کی تمام وہ ضروریات ذہنی اور علمی جو اس وقت کے متغیر حالات کے سبب سے پیدا ہو رہی تھیں قرآن کریم سے پوری ہو گئیں اور آئندہ کے لیے بھی تمام مشکلات کے حل کی کنجی مل گئی''۔ (احمدیت یعنی حقیقی اسلام مندرجہ انوار العلوم جلد 8 از مرزا بشیر الدین محمود ص 130)

محترم! اس بارے میں صرف ایک دو باتیں کروں گا، یعنی یہ کہ مرزا غلام احمد نے ان پوشیدہ خزانوں کا پتا لگا لیا جن تک گزشتہ تیرہ سو سالوں میں کوئی مسلمان نہیں پہنچ سکا تھا۔اس میں تو کسی شک وشبہ یا تردید کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن کریم خزائن کا مجموعہ ہے۔ یہ عقل وحکمت کا منبع ہے۔ جوں جوں انسان ترقی کرے گا اور قرآن کے اندر گہرا تدبر کرے گا، عقل و دانش کے اسرار و رموز اس پر عیاں ہوتے چلے جائیں گے۔ میں نے مرزا ناصر احمد سے خصوصی طور پر سوال کیا تھا کہ:'وہ کون سے انکشافات تھے جو مرزا غلام احمد سے قبل کسی اور مسلمان پر ظاہر نہ ہوئے۔ ماسوائے ختم نبوت کے مطلب کے بارے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں کہ آیا وہ زندہ ہیں یا نہیں؟' میرے اس سوال کے جواب میں مرزا ناصر احمد نے کہا کہ:'مرزا غلام احمد کی سورۃ فاتحہ کی تفسیر کا ستر فیصد حصہ نیا ہے۔'اس بارے میں فیصلہ کرنا یا کوئی رائے دینا اس ایوان کے فاضل علماء کا کام ہے، مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔ مجھے تو صرف علامہ اقبال کا وہ قول یاد ہے جس میں انھوں نے کہا تھا کہ:

عصر من پیغمبرے ہم آفرید
آن کہ در قرآن بغیر از خود ندید

'یعنی ہمارے دور میں ایک ایسا 'نبی' پیدا ہوا، جس کو قرآن میں اپنے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا۔

میرا خیال ہے کہ یہ ایک نہایت ہی مناسب تبصرہ ہے۔ جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں، مرزا صاحب نے قرآن مجید کے صرف انھی حصوں کی تفسیر کی، جس میں ان کی ذاتی دلچسپی تھی۔

39۔ مورخہ 7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی کے 40 معزز اراکین پر مشتمل پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی کی بہت کٹھن محنت کی تکمیل پر جس کے نتیجے میں دستور (دوسری ترمیم) ایکٹ 1974 پاس ہوا' کے موقع پر اس وقت کے وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی کے ایوان میں ایک تاریخی تقریر کی جو کہ موجودہ کارروائی میں زیر بحث معاملہ کے حوالے سے بہت زیادہ تاریخی اہمیت کی حامل ہے، اس لیے اس کو ذیل میں من وعن درج کیا جا رہا ہے۔

''جناب سپیکر

جب میں کہتا ہوں کہ آج کا فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میری نیت کوئی سیاسی نمبر حاصل کرنے کی نہیں ہوتی۔ ہم نے ایوان کے مختلف اراکین کے ساتھ اس پر تبادلہ خیال کیا ہے اور اس ایوان میں تمام مکتبہ فکر کی نمائندگی موجود ہے۔ یہ ایک قومی فیصلہ ہے، یہ پاکستان کے لوگوں کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے عوام کی سوچ اور ارادوں کا عکاس ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی گروہ یا فرد اس کا کریڈٹ لے۔ میں یہ کہنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ متعدد وجوہات کی بناء پر یہ ایک مشکل فیصلہ تھا بلکہ ایک بہت مشکل فیصلہ اور ایک جمہوری اداروں والے جمہوری ملک کے بغیر اس فیصلے تک پہنچا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ یہ ایک پرانا مسئلہ ہے۔ ایک نوے سالہ پرانا مسئلہ جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ ہمارے معاشرے میں پائے جانے والی تلخی اس کی وجہ سے بڑھ گئی جیسا کہ اس کا حل پیش کیا گیا یا اختیار کیا گیا۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ مسئلہ ماضی میں پیدا کیا گیا تھا اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد بار ماضی میں اس مسئلے کو حل

کرنے کے لیے کوششیں کی گئیں۔ میں نہیں جانتا کہ کیا اقدامات اٹھائے گئے تھے لیکن مجھے یاد ہے کہ 1953ء میں کیا ہوا تھا۔ عوام کو کچلنے کے لیے مطلق طاقت کا استعمال ہوا تھا۔ اس وقت کے مشیران نے عوام کی رائے کو وحشیانہ اور بربریت کیساتھ طاقت کے استعمال سے کچلنے کی وکالت کی تھی اور جب طاقت استعمال کی جاتی ہے تو مسئلہ پس پردہ چلا جاتا ہے اور پھر وہ کبھی حل نہیں ہوتا۔

ہماری نیت اس مسئلے کے مستقل حل تلاش کرنے کی تھی اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ درست حل تلاش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا ہے۔ عوام کے جذبات مجروح تھے، امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو چکا تھا، ہمارے ہاں فسادات برپا ہو چکے تھے، گلیوں اور مسجدوں میں تقریریں کی گئی تھیں اور پچھلے تین ماہ سے پوری قوم اضطراب میں تھی۔ میں، 22 اور 29 مئی کے دوران جو کچھ ہوا، اس کو دوہرانا نہیں چاہتا اور میں اس کی تفصیلات میں بھی نہیں جانا چاہتا لیکن میں اس ایوان کی توجہ 13 جون کو قوم سے کیے گے اپنے خطاب کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا۔ اپنے خطاب میں، میں نے قوم کو بتایا تھا کہ یہ ایک مذہبی مسئلہ ہے اور چونکہ پاکستان مسلمانوں کے لیے مذہبی بنیادوں پر قائم کیا گیا تھا، اس لیے کوئی ایسا فیصلہ جو اکثریت کے جذبات کو مجروح کرے، وہ ملکی مفادات کے حق میں مہلک ہوگا۔ چونکہ یہ ایک خالصتاً مذہبی مسئلہ تھا، اس لیے یہ میری حکومت کے کسی بھی فرد کے لیے مناسب نہیں تھا کہ وہ تیرہ جون کو کوئی فیصلہ جاری کردے۔

میں لاہور میں بہت سے لوگوں کو ملا جنہوں نے احتجاج کیا تھا اور مجھ سے چاہتے تھے کہ میں پاکستان کے عوام کی اکثریت کی خواہش کے مطابق وہیں کے وہیں فیصلہ سنا دوں۔ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ مقبولیت حاصل کرنے کے لیے یہ ایک سنہری موقع تھا اور یہ فیصلہ سنانے سے میں ہمیشہ کے لیے یاد رکھا جاؤں گا لیکن میں نے انہیں بتایا کے یہ ایک 90 سالہ پرانا مسئلہ ہے اور اس نے پاکستان کے قیام سے پہلے اور بعد مسلمانوں کے درمیان سخت بے چینی پیدا کی ہے۔ میرے لیے صورت حال سے

فائدہ اٹھانا درست نہیں تھا، اس لیے میں نے انہیں بتایا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت بحال کی ہے اور ہمارے پاس قومی اسمبلی ہے جو بحث و مباحثہ کرنے کا مقام ہے اور میری عاجزانہ رائے میں اس مسئلے پر بحث کرنے کا یہی مقام ہے۔

ایوان میں اکثریت کا رکن ہونے کے ناتے میں اراکین پر کسی بھی قسم کا دباؤ نہیں ڈالوں گا اور ممبران کی دانش پر اس فیصلے کو چھوڑ دوں گا۔ پیپلز پارٹی کے اراکین اس بات کی تصدیق کریں گے کہ میں نے ان کے فیصلے پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی، سوائے اس وقت کے جب اس مسئلے پر دوٹوک بحث ہوئی تھی۔ جناب سپیکر! میں آپ کو یہ نہیں بتانا چاہوں گا کہ میں اس مسئلے پر متذبذب تھا اور رات کو سو نہیں سکا تھا۔ میں اس فیصلے کے سیاسی و سماجی مضمرات سے واقف ہوں اور اس سے ملک کے دفاع پر بھی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، پاکستان اسلام کے اصولوں پر قائم ہونے والی ایک اسلامی ریاست ہے جس میں مسلمان اکثریت میں آباد ہیں اور میں نے اس فیصلے کے نفاذ کے وقت کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔

پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا مذہب ہے اور اسلام کی خدمت ہماری اولین ترجیح ہے۔ پیپلز پارٹی کا دوسرا اصول جمہوریت کے لیے ہماری پالیسی ہے۔ اس لیے ہماری پارٹی کے لیے اس مسئلے کو اس ایوان میں پیش کرنا ہی مناسب تھا اور میں فخر سے یہ بات کہتا ہوں کہ ہم نے اپنی پارٹی کے اشتراکی ہونے کی روایات پر عمل کیا ہے۔ پس ہم نے اپنی پارٹی کے کسی اصول کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ یہ ایک مذہبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیکولر فیصلہ بھی ہے۔

مذہبی اس معنی میں کہ یہ مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور سیکولر ان معنوں میں کہ ہم موجودہ زمانے میں رہتے ہیں اور ہمارے دستور میں کسی فرقے یا مذہب کو نشانہ نہیں بنانا چاہیے اور ہر پاکستانی کو بلا خوف و خطر اپنے مذہب کے بارے میں اپنی رائے رکھنے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ یہ میری حکومت کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے تحفظ کی ضمانت دے اور یہ ہمارا اخلاقی فرض ہے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو یقین دلانا چاہوں گا اور اس ایوان کے باہر ہر کسی کو یہ بتانا چاہوں گا کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اور کسی کو اپنے ذہن میں یہ شک نہیں رکھنا چاہیے کہ کسی بھی قسم کی مداخلت برداشت نہیں کی جائے گی اور پاکستان کے کسی بھی شہری کی تذلیل کی اجازت دی جائے گی۔ جناب سپیکر: پچھلے تین مہینوں میں بہت زیادہ احتجاج اور فسادات ہوتے رہے ہیں، بہت سی گرفتاریاں کی گئی ہیں اور لوگوں کو جیل بھیجا گیا ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری تھی کہ اس ملک میں انتشار کو روکا جائے۔ جیسا کہ یہ ایوان ایک متفقہ فیصلے پر پہنچ چکا ہے، میں آپ کو یقین دلانا چاہوں گا کہ فوری اقدامات کیے جائیں گے اور گرفتار شدہ لوگوں کے حوالے سے زیادہ نرم اقدامات کیے جائیں گے اور ان میں سے کچھ لوگوں کو چھوڑا جائے گا (اگر انہوں نے دوبارہ لوگوں کے خلاف احتجاج نہ کیا یا دوبارہ تشدد استعمال نہ کیا)

جناب سپیکر: جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ ہمیں امید کرنی چاہیے کہ ہم نے اس مسئلے سے نمٹ لیا ہے اور یہ میری کامیابی نہیں ہے بلکہ پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے۔ میں عوام کو مبارک باد دیتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ یہ متفق علیہ فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا، اگر ساری جماعتیں تعاون نہ کرتیں۔ دستور ہمارے ملک کی زندگی اور روح ہے اور اسے مکمل کرنے میں 27 سال لگے ہیں اور وہ پاکستان کی تاریخ میں ایک یادگار موقع تھا جب تمام جماعتوں نے اسے قبول کیا۔ جناب سپیکر: کون جانتا ہے کہ مستقبل میں ہمیں کیا کیا فیصلے کرنے ہوں گے لیکن میری ادنیٰ رائے میں پاکستان کے قیام سے لے کر اب تک یہ سب سے پیچیدہ اور مشکل ترین مسئلہ تھا جس کا ہم نے سامنا کیا ہے۔ جب میں ماضی پر نگاہ ڈالتا ہوں تو میں یہ بات دہراتا ہوں کہ یہ سب سے پیچیدہ اور مشکل ترین معاملہ تھا جس سے ہم کبھی ہمکنار ہوئے۔ اس نے ملک کے ہر گھر، ہر گاؤں اور ہر فرد کو متاثر کیا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ پیچیدہ ہوتا گیا۔ ہمیں تلخ سچائی کا سامنا کرنا پڑا تھا، ہم اسے اسلامی نظریاتی کونسل یا عدالت عالیہ میں بھجوا سکتے تھے (اسے موخر کرتے ہوئے) لیکن ہم اسے ایوان میں پیش کرنے کی جرأت رکھتے تھے اور ایک خاص کمیٹی اس

مسئلے کے حوالے سے خفیہ طور پر ملی۔ خفیہ طور پر کیوں؟ کیوں کہ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ کوئی نتیجہ نکل سکتا تھا، اگر بند دروازوں کے پیچھے اس پر مباحثہ نہیں کروایا گیا ہوتا؟

اگر اراکین کھلے عام اور میڈیا کے سامنے اس پر سیر حاصل بحث کرتے تب بہت دشواری ہوتی تھی۔ ہم نے اراکین کو یقین دلایا کہ ان کی آراء کو خفیہ رکھا جائے گا اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے انہیں توڑ مروڑ کر پیش نہیں کیا جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائیوں کو ظاہر نہ کرنا اس ایوان کے لیے بہت ضروری تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے ممکن ہوتا جائے گا کہ اس ریکارڈنگ کو ظاہر کر دیا جائے۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے اور ملک کے مفاد میں نئے فیصلے کرنے میں ہمیں اجلاسوں کو خفیہ رکھنا ہوگا۔ یہ فیصلہ ہمارے لیے نیک شگون ہے اور ہمیں قوم پر اثر انداز ہونے والے کسی بھی مسئلے کے حل کی کوشش کرتے ہوئے اسی جوش و جذبے کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔

کچھ لوگ اس فیصلے سے خوش نہیں ہوں گے اور ہر آدمی کو خوش کرنا مشکل ہوا کرتا ہے۔ کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ (بہت زیادہ طاقت کے استعمال سے) یہ مسئلہ **1953**ء میں حل کر دیا گیا تھا لیکن یہ لوگ صورت حال کا تجزیہ کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کچھ لوگ اس فیصلے سے زیادہ ناخوش ہوں گے، میرے لیے ان لوگوں کی نمائندگی ممکن نہیں ہے لیکن اگر وہ یہ سوچیں کہ ان کے لیے زیادہ اچھا ہے کہ ان کے حقوق کا تحفظ کر دیا گیا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے (حزب اختلاف میں ہوتے ہوئے) اس درخواست کو پیش کیا تھا انہوں نے ان لوگوں کے تحفظ کی ضمانت دینے کی بات کی تھی جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے، ایوان اس ضمانت پر پرعزم ہے۔

یہ اس ایوان، اس پارٹی، حزب اختلاف اور حکومت کی اخلاقی ذمہ داری کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کا تحفظ کرے۔ یہ اسلام کی تعلیم ہے اور ایک اسلامی معاشرے کا نشان امتیاز بھی۔ اسے نوٹ کیا جانا چاہیے کہ یہودیوں نے جب انہیں یورپ میں مارا

جا رہا تھا، عثمانی سلطنت میں پناہ لی تھی۔ اس لیے جب یہودی ترکوں اور عربوں میں اپنا تحفظ تلاش کر سکتے ہیں تو ہم تو پاکستانی ہیں اور یہ ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ہم پاکستان کے تمام فرقوں اور تمام شہریوں کو تحفظ فراہم کریں۔

جناب سپیکر: میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ

40۔ ایک طویل مشق کے نتیجے میں، بالآخر، 7 ستمبر 1974ء کو قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو حسب ذیل آئینی ترمیم کے ذریعے غیر مسلم قرار دیا گیا تھا:۔

1۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

(1) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ 1974ء کہلائے گا۔

(2) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

2۔ آئین کی دفعہ 106 میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا، دفعہ 106 کی شق (3) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کیے جائیں گے۔

3۔ آئین کی دفعہ 260 میں ترمیم

آئین کی دفعہ 260 میں شق (2) کے بعد حسبِ ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی (3) جو شخص حضرت محمد ﷺ، جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔

بعد میں جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں 6 سے 8 جولائی 1978ء کو پاکستان نے کراچی میں پہلی ایشیائی اسلامی کانفرنس کا اہتمام کیا۔ اس میں 27 ممالک سے لگ بھگ 200 مندوبین نے شرکت کی۔ اس کو رابطہ عالم اسلامی نے سپانسر کیا تھا جو ایک

بین الاقوامی این جی او اور پارٹی وابستگی سے بالاتر ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ مندوبین کے علاوہ، امریکہ اور روس سے بہت سے سکالر بھی کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے۔ پاکستان میں منعقد ہونے والی یہ پانچویں کانفرنس تھی، اس سے قبل چار ایسی کانفرنسیں موریطانیہ (1976)، امریکہ (1977)، آسٹریلیا(1975) اور ترینیداد(1977) میں منعقد ہوئی تھیں۔ کانفرنس نے قادیانی مسئلے پر اسلام مخالف ایسی قوتوں جو غیر ملکی طاقتوں کے تعاون سے اسلامی دنیا کی یگانگت کے خلاف کام کر رہی ہیں، پر بحث کی۔ اس کانفرنس میں اس مسئلے پر درج ذیل مواد تحریر کیا گیا:

'قادیانیت ایک تباہ کن مذہبی نظریہ ہے جو کہ اپنے سرکش اور بدنیتی پر مبنی عقائد کو مخفی رکھنے کے لیے اسلام کی آڑ میں چھپتا ہے۔ اس کے سب سے بڑھ کر غیر اسلامی دعوے یہ ہیں:

الف) اس کے بانی کا بے بنیاد نبوت کا دعویٰ۔

ب) قرآن کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر بیان کرنا۔

ج) جہاد(اسلام کی خاطر جنگ) کے متعلق غلط بیانی کرنا۔

قادیانیت برطانوی سامراج کی سوتیلی بیٹی ہے جو کہ اس کی سرپرستی اور تحفظ کے تحت زندہ ہے۔ قادیانیت وفاداری کے ساتھ امت مسلمہ کے مقصد کے لیے اپنا کردار ادا نہیں کرتی۔ یہ آنکھ بند کر کے سامراج اور صیہونیت کی وفادار ہے اور دل و جان سے غیر مسلم طاقتوں اور یہودیت طریقہ کاروں کی حمایت کرتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ غیر مسلم طاقتوں کو اسلامی عقیدے کے بنیادی اصولوں کو مسمار کرنے اور ان کے خاتمے کے لیے استعمال کرتی ہے۔ قادیانیت ان سرکش اور بدنیتی پر مبنی مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں ہے۔'

1984ء کے اوائل میں عوامی جلسوں اور مظاہروں کے ایک سلسلہ کے بعد تحریک ختم نبوت کانفرنس کی مجلس عمل نے مندرجہ ذیل مطالبات پر زور دینے کے لیے 27 اپریل 1984ء کو راولپنڈی میں جلسے کے انعقاد کا فیصلہ کیا:۔

i) قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے ہٹانا۔

ii) دوسری ترمیم کا مؤثر نفاذ۔

iii) قادیانی تبلیغ پر پابندی عائد کرنا۔

iv) قادیانیوں کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا نفاذ (کونسل نے مرتد کے لیے سزائے موت تجویز کی)۔

v) مولانا اسلم قریشی کی گمشدگی کے سلسلے میں مرزا طاہر (قادیانی خلیفہ) اور اس کے چند ساتھیوں کی گرفتاری اور مولانا اسلم قریشی کی فوری بازیابی۔

vi) قادیانیوں کی سیاسی اور خفیہ سرگرمیوں اور یہودیوں کے ساتھ ان کے تعاون پر کڑی نظر رکھنا۔

vii) ربوہ کے نیم فوجی گروہوں جس طرح کہ خدام احمدیہ وغیرہ پر پابندی عائد کرنا۔

viii) شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر قادیانیوں کی بطور غیر مسلم شناخت۔

بہت سے نامور علماء اور تحریک کے عہدیداران کو 16 ایم پی او اور 153 تعزیراتِ پاکستان کے تحت اس بنا پر گرفتار کرلیا گیا کہ وہ کانفرنس میں اپنی شرکت روکنے پر قابل اعتراض تقاریر کر رہے تھا۔ انتظامیہ کی جانب سے بے حد پابندیوں کے باوجود، جن میں علماء کی گرفتاری، لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی، راولپنڈی شہر میں دفعہ 144 کا نفاذ شامل تھے جہاں پاکستان کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر سے لوگ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے اڈے چلے آئے تھے۔ تحریک نے دھمکی دی کہ اگر ان کے مطالبات نہ مانے گئے تو وہ براہ راست کارروائی کریں گے۔ اس وقت کے وزیر اطلاعات ونشریات راجہ ظفر الحق نے تحریک کی قیادت اور حکومت کو ایک میز پر لانے میں سرگرم کردار ادا کیا۔ حکومت کو اس مشہور تحریک کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے جو دوسری صورت میں مارشل لاء کے خلاف ایک احتجاجی تحریک کی صورت اختیار کر سکتی تھی۔ کانفرنس (26 اپریل 1984) سے ایک روز قبل صدر پاکستان نے آرڈیننس نمبر XX آف 1984 کا اجراء کیا جسے قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور قادیانیوں کی اسلام مخالف

سرگرمیاں (ممانعت وسزا) آرڈیننس 1984 سے تعبیر کیا گیا۔ اس میں قادیانیوں اور احمدیوں کو اسلام مخالف سرگرمیوں سے منع کیا گیا تھا۔ تعزیرات پاکستان میں ایک نئی دفعہ 298 بی شامل کی گئی جس کے تحت ان گروہوں میں ایسے شخص کے لیے تین سال کی سزا اور جرمانہ مقرر کیا گیا جو زبانی یا تحریری الفاظ سے، یا کھلم کھلا مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشینوں کو امیر المومنین کہے گا، یا اس کے ساتھیوں کو صحابہ کہے گا اور اس کے خاندان کے افراد کو اہل بیت سے تعبیر کرے گا یا اپنی عبادت کی جگہ کو مسجد کہے گا۔ اس دفعہ میں ایسی ہی سزا کسی ایسے شخص کے لیے بھی مقرر کی گئی ہے جو نماز کے لیے پکار کو اذان سے تعبیر کرے گا یا مسلمانوں کے انداز میں اذان دے گا۔ تعزیرات پاکستان میں شامل کی جانے والی نئی دفعہ میں ایسی ہی سزا ایسے شخص کے لیے بھی ہے جو اپنے آپ کو مسلمان اور اپنے عقیدے کو اسلام سے تعبیر کرتا ہے، یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا ترویج کرتا ہے، یا دوسروں کو اپنا عقیدہ ماننے کی دعوت دیتا ہے، یا کوئی ایسا طریقہ استعمال کرتا ہے جس سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوسکتے ہیں۔ اس آرڈیننس نے ضابطہ فوجداری 1898 کی دفعہ A-99 میں بھی ترمیم کی تاکہ صوبائی حکومت کو اختیار دیا جاسکے کہ وہ کسی اخبار، کتاب یا دوسری دستاویز کو ضبط کر سکے جو تعزیرات پاکستان میں درج کی جانے والی دفعات سے متصادم ہوں۔ ترمیم کے ذریعے مغربی پاکستان پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس 1963 کی دفعہ 24 میں بھی ترمیم کی گئی جس کے تحت صوبائی حکومت کو اختیار دیا گیا کہ وہ کسی ایسے پرنٹنگ پریس کی بندش کر سکے جو تعزیرات پاکستان میں درج کی گئی نئی دفعات کی خلاف ورزی میں ملوث کسی کتاب یا صفحے کی پرنٹنگ یا پبلیکیشن میں استعمال ہوا ہو، کی بندش کر سکے۔ کسی ایسے اخبار کی ڈکلریشن منسوخ کر سکے جو ان دفعات کی نفی کرتا ہے اور ایسی کتاب یا صفحے کو ضبط کر سکے جس میں ایسا مواد ہو جس کی اشاعت متذکرہ دفعات میں ممنوع قرار دی گئی ہے۔ قادیانی مخالف آرڈیننس کو مختلف طبقہ ہائے فکر کی مذہبی، سماجی اور سیاسی تنظیموں اور دنیا بھر کے مسلمانوں نے بڑے پیمانے پر سراہا۔ ملک کے سرکردہ اخبارات نے اسے بروقت اقدام

قرار دیا اور قادیانیوں کی اسلام مخالف سرگرمیوں کو چیک کرنے کے لیے حکومتی کوشش کی تعریف کی۔ تمام معروف روزناموں نے آرڈیننس کو خوش آئند قرار دیا اور اس کے کلی طور پر اطلاق کا مطالبہ کیا۔ قادیانیوں کو مشورہ دیا گیا کہ وہ پاکستان میں دیگر امن پسند شہریوں کی طرح رہیں اور اپنی اسلام مخالف سرگرمیاں ترک کردیں۔

41۔ 26 اپریل 1984ء کو، صدر پاکستان ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دور میں، مجموعہ تعزیرات پاکستان میں آرڈیننس 20 کا اضافہ کیا گیا۔ آرڈیننس 20 ایک قانون ہے جو کہ قادیانیوں کو اپنے مذہب کی کھلے عام تبلیغ کرنے سے روکتا ہے۔

''قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدی جو اسلام مخالف سرگرمیوں میں مصروف ہوں، کو روکنے کی بابت قانون میں ترمیم کی جائے؛

ہر گاہ کہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدی جو اسلام مخالف سرگرمیوں میں مصروف ہوں، کو روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے: اور چونکہ صدر مملکت کو اطمینان حاصل ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بناء پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہو گیا ہے؛ لہٰذا، اب، 5 جولائی 1977ء کے اعلان کی پیروی میں، اور اس ضمن میں اسے مجاز کردہ تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے، صدر مملکت نے حسبِ ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے:

حصہ اول

ابتدائیہ

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

1۔ یہ آرڈیننس قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیر) آرڈیننس 1984ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

2۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

3۔ آرڈیننس' عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا۔

4۔ اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود مؤثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعزیراتِ پاکستان

(ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء) کی ترمیم

3۔ ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء میں نئی دفعات

298۔ب اور 298۔ج کا اضافہ

مجموعہ تعزیراتِ پاکستان (ایکٹ نمبر 45' 1860ء میں باب 15 میں' دفعہ 298 الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔ یعنی............

298۔ب: بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب' اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

1۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے' خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف۔ حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین' خلیفہ المومنین' خلیفہ المسلمین' صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجۂ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے' تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

2۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم

کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

298۔ج: قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے، اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

حصہ سوم

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء

(ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی ترمیم)

4۔ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی دفعہ 99۔الف کی ترمیم

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء (ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء میں جس کا حوالہ بعد ازیں مذکورہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے، دفعہ 99، الف میں، ذیلی دفعہ (1) میں الف۔ ''الفاظ اور سکتہ ''اس طبقہ کے'' کے بعد الفاظ، ہندسے، قوسین، حرف اور ''سکتے'' اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ذیلی دفعہ (1) کی شق (ی ی) میں دیا گیا ہے'' شامل کر دیئے جائیں گے، اور

(ب) ہندسہ اور حرف ''298۔ الف کے بعد الفاظ، ہندسے اور حرف'' یا دفعہ 298۔ب یا دفعہ 298۔ج'' شامل کر دیئے جائیں گے۔

ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی جدول دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدول دوم میں دفعہ 298۔الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسبِ ذیل اندراجات شامل کر دیئے جائیں گے۔یعنی......

1	2	3	4	5	6	7	8
298۔ب	بعض مقدس شخصیات کے لیے مخصوص القاب' اوصاف اور خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال	ایضاً	ایضاً	ناقابل ضمانت	ایضاً	تین سال کے لیے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانے	ایضاً
298۔ج	قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

حصہ چہارم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء

(مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء) کی ترمیم

6۔مغربی پاکستان آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ترمیم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء) میں دفعہ 24 میں ذیلی دفعہ (1) میں شق (ی) کے بعد حسب ذیل نئی شق شامل کر دی جائے گی۔یعنی......

''(ی ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء) کی دفعات 298۔الف' 298۔ب یا 298۔ج

میں دیا گیا ہے‘‘یا’’

جنرل محمد ضیاالحق

صدر مملکت‘‘

42۔ مرزا طاہر کی ہدایات کے مطابق، قادیانیوں نے خاموشی مگر ہچکچاہٹ سے آرڈیننس کو قبول کرلیا۔ عبادت گاہوں سے مسجد کا لفظ ہٹا دیا گیا تھا اور اس کی جگہ بیت الحمد، بیت الذکر وغیرہ جیسے الفاظ لکھ دیئے گئے۔ اذان دینا بند کر دیا اور خلافت لائبریری ربوہ اور دیگر کھلی جگہوں سے احمدیہ لٹریچر ہٹا دیا گیا تھا۔ بہت سے قادیانی انڈر گراؤنڈ ہو گئے۔ بعض ایک نے پاکستان چھوڑ دیا اور سویڈن، مغربی جرمنی، ہالینڈ، ڈنمارک، برطانیہ، کینیڈا اور امریکہ جیسے مما لک میں پناہ لے لی۔ آرڈیننس نے انہیں ملک سے باہر سیٹل ہونے اور ان مما لک میں مختلف مدوں میں کام کرنے والی اسلام مخالف تنظیموں کی مدد حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا۔ پاکستان میں قادیانیوں پر ایذا رسانی‘ کے جھوٹے نعرے بلند کر کے اور ضیاء حکومت کی غیر نمائندہ حیثیت کا استحصال کر کے انہوں نے معاشی اور سیاسی طور پر بہت کچھ حاصل کیا۔

43۔ آل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت نے سال 1985 کے اواخر میں ہونے والے متعدد جلسہ ہائے عام میں مندرجہ ذیل مطالبات پیش کیے:

قادیانیوں سے متعلقہ آرڈیننس کی اسمبلی سے ایک بل کی صورت میں منظوری دی جائے تاکہ یہ آئین کا حقیقی جزو بن سکے۔ قادیانیوں کو اسرائیل سے قریبی تعلقات کی بنا پر وزارت خارجہ، دفاع اور اندرون ملک وزارتوں بشمول کہوٹہ ایٹمی پلانٹ میں موجود تمام اہم آسامیوں سے ہٹایا جائے۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں قادیانیوں کے لیے علیحدہ کالم بنایا جائے جس میں انھیں بطور ایک غیر مسلم ظاہر کیا جائے۔ دراصل قادیانی تنظیمیں اسلامی نقاب کی آڑ میں تخریب کاری میں مصروف ہیں جن کو پاکستان مخالف سرگرمیوں اور پاکستان کے آئین سے متصادم ہونے کی وجہ سے غیر قانونی قرار دینا چاہیے اور ان کی املاک کو ضبط کر لینا چاہیے۔

44۔ 15 جولائی 1984ء کو امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ نے مرزا طاہر کی ہدایات پر وفاقی شرعی عدالت میں آرڈیننس کے خلاف ایک پٹیشن دائر کی۔ وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس جناب آفتاب حسین، جناب جسٹس فخر عالم، جناب جسٹس چودھری محمد صدیق، جناب جسٹس مولانا ملک غلام علی اور جناب جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی پر مشتمل ایک فل بنچ نے آئینی درخواست کی سماعت کی۔ لاہوری جماعت نے بھی اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ عدالت 21 روز تک سماعت کرتی رہی اور 12 اگست 1984 کو ایک مختصر حکم کے ذریعے دونوں آئینی درخواستیں غیر موثر قرار دے کر مسترد کر دیں۔ عدالت نے قرار دیا کہ درخواستوں میں عائد کیے گئے الزامات کہ متدعویہ آرڈیننس قادیانیوں کے ہر طرح کے عقیدے کی آزادی کو متاثر کرتا ہے یا انہیں اپنی رسومات ادا کرنے سے منع کرتا ہے یا ان کے حق عبادت کو متاثر کرتا ہے، درست نہ ہیں۔ متذکرہ آرڈیننس آئین کی دفعات اور قرآن وسنت کے احکامات کے تناظر میں درخواست دہندوں یا دوسرے قادیانیوں کے اپنے مذہب کو قائم رکھنے اور اس پر عمل کرنے کے حقوق کو متاثر نہیں کرتا ہے۔ ان کو آزادی ہے کہ وہ قادیانیت یا احمدیہ مذہب اختیار کریں یا مرزا غلام احمد پر بطور پیغمبر، یا مسیح موعود یا مہدی کے طور پر عقیدہ رکھیں۔ ان کو اس بات کی بھی آزادی ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں میں اپنے مذاہب کے مطابق عبادت کریں۔ عدالتی فیصلہ قرار دیتا ہے کہ متدعویہ آرڈیننس 1974 کی آئینی ترمیم کا نتیجہ ہے جس کے تحت قادیانی اور لاہوری گروہ کو اسلامی شریعت کے احکامات کے مطابق غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ اس آئینی فتوے کا نفاذ جسے قادیانیوں نے اپنے لیے سزا سے بریت کے طور پر درخور اعتنا نہ جانا تھا، قادیانیوں کو اس امر کی ممانعت کرتا ہے کہ وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ اپنے آپ کو مسلمان کہلوائیں یا ایسا ظاہر کریں یا اپنے عقیدے کو اسلام کہیں۔ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا اور عبادت کے لیے اذان دینا مسلمانوں کے لیے مختص ہے۔ ایک ہی طرح کے نام یا ایک ہی طرح کی اذان سے مسلمانوں کو دھوکا ہوسکتا ہے اور وہ ایک غیر مسلم امام یا ایک غیر مسلم جگہ پر عبادت کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔

قادیانی اپنی عبادت گاہ کو کسی اور نام سے پکار سکتے ہیں اور اپنے عقیدے کے ماننے والوں کو کسی اور طریقے سے عبادت کے لیے بلا سکتے ہیں۔ ام المومنین، صحابہ، اہل بیت وغیرہ جیسے القابات کا قادیانیوں کی جانب سے استعمال نا صرف مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا سکتا ہے بلکہ خود ان کے بارے میں تاثر مل سکتا ہے کہ قادیانی بھی مسلمان ہیں۔ یہ ممانعت کسی طرح بھی قادیانیوں کے ایک مذہب رکھنے اور اس کی عبادت کرنے میں مداخلت نہیں ہے۔ قادیانیوں کے مذہب کی ترویج کی ممانعت قرآن اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے منافی نہیں ہے۔ یہ ممانعت احمدیوں اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بھی عین مطابق ہے جو انہیں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے سے منع کرتی ہے۔ تبلیغ میں ان کی کل حکمت عملی تبلیغ کے زیر اثر مسلمان کو مطمئن کرنا ہے کہ احمدی ہونے کے باوجود وہ مسلمان رہے گا۔ یہ آئین کے منافی بات ہوگی۔ 224 ٹائپ شدہ صفحات پر پھیلا ہوا تفصیلی عدالتی فیصلہ مرزا غلام احمد کو کافر قرار دیتا ہے۔ فیصلے کے مطابق اس کی زندگی کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک دھوکا باز اور بددیانت شخص تھا جس نے مرحلہ وار اور ایک منصوبے کے تحت اپنی تحریروں اور اقوال سے اپنے آپ کو محدث اور مسیح موعود کے طور پر ابھارا۔ اس کی پیشگوئیاں اور الہام جھوٹے ثابت ہوئے لیکن اپنے مخالفین کے ہاتھوں خفت سے بچنے کے لیے اس نے بسا اوقات اپنی تحریروں کی وضاحت میں کہا کہ اس نے کبھی پیغمبری یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ قائداعظم کا قادیانیوں کے ساتھ ایسا کوئی معاہدہ نہیں تھا کہ انہیں مسلمان تصور کیا جائے گا یا انہیں اسلام کے نام پر عبادت کرنے کی اجازت ہوگی۔ وفاقی شرعی عدالت میں مجیب الرحمٰن و دیگر 3 وغیرہ بنام وفاقی حکومت پاکستان وغیرہ کے شاندار فیصلے (جو کہ پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8 میں رپورٹ ہوا) سے چند ایک پیراگراف یہاں نقل کرنے کے لائق ہیں تاکہ اس وقت کی صورت حال کی عکاسی ہو سکے:-

❑ مرزا قادیانی کے دعووں اور ان کے ارتقائی رجحان کے تاریخی تجزیے میں یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی کے مجدد اور مامور من اللہ ہونے کے دعوے کے

فوراً بعد ہی برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں میں بے چینی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے اور انہوں نے بالکل درست اپنے خدشات کا اظہار کر دیا تھا کہ یہ نبوت کی طرف پہلا قدم ہے۔ مرزا صاحب نے اس کی تردید کرنے میں ہوشیاری دکھائی اور دعویٰ کیا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور ان کی رائے میں کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کفر سے کم نہیں ہے۔

اور جب 1890ء میں مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا گیا' تو مسلمانوں کی بے چینی' غم و غصے اور عداوت میں اضافہ ہوا۔ یہ مرزا صاحب کی کتابوں اور دوسرے قادیانی لٹریچر سے واضح ہوتا ہے کہ جب وہ مختلف شہروں میں جاتے تو مسلمان ان کی قیام گاہ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ علماء بھی سخت مشتعل تھے۔ 1901ء میں مرزا صاحب کے صاف دعویٰ نبوت کی وجہ سے یہ اشتعال اپنے عروج پر پہنچ گیا۔

قیام پاکستان کے بعد اس مسئلے پر ایسا احتجاج ہوا کہ اس کو دبانے کے لیے 1953ء کا مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔ تاہم یہ مسلمانوں کے اس مطالبے کو خاموش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا' جسے علماء نے اپنے 22 نکاتی پروگرام میں آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اور اقلیتی حیثیت دینے کے لیے پیش کیا تھا۔

مارشل لاء کے نفاذ کے علی الرغم احتجاج جاری رہا۔ یہاں تک کہ پارلیمنٹ اور قومی اسمبلی میں مسلمان عوام کے نمائندوں کو' قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد تک قادیانیوں کی مکمل سماعت کرنے کے بعد (دوسرا ترمیمی) آئینی ایکٹ مجریہ 1974ء منظور کرنا پڑا' اور 1973ء کے آئین کی دفعہ 260 میں ایک تعریف کا اضافہ کرنا پڑا' جس کی رو سے دونوں معروف گروہوں کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا اور دفعہ 106 میں ایک ترمیم کے ذریعے انہیں پاکستان کی دوسری اقلیتوں مثلاً عیسائیوں' پارسیوں اور ہندوؤں وغیرہ کے مساوی مقام دے دیا گیا۔

اس اعلان کے نتیجے میں' جو مسلمانوں کے متفقہ مطالبے پر منظور ہوا تھا' قادیانیوں کے لیے روا نہ تھا کہ وہ خود کو مسلمان کہتے یا اپنے تصور کے اسلام کی' حقیقی اسلام

کے طور پر' اشاعت کرتے۔ لیکن انہوں نے آئینی ترمیم کا بالکل احترام نہیں کیا اور اپنے عقیدے کو پہلے کی طرح اسلام قرار دیتے رہے۔ وہ اپنی کتابوں اور رسالوں وغیرہ کی اشاعت کے ذریعے نیز انفرادی طور پر مسلمانوں کے اندر اپنے مذہب کی آزادانہ تبلیغ کرتے ہوئے غیظ وغضب کا باعث بنتے رہے۔ اس سے لازماً اور واضح طور پر امن وامان کی صورت حال پیدا ہوجاتی۔ یہ سلسلہ موجودہ آرڈیننس کے پاس اور نافذ ہونے تک جاری رہا۔ ان حالات میں یہ آرڈیننس' دفعہ 20 کے قانون اور امن وامان کے تحفظ کے تابع ہونے کے استثناء میں شامل دکھائی دیتا ہے''۔

(PLD 1985 Federal Shariat Court 8)

45۔ درج بالا آرڈیننس کے تحت لگائے جانے والی پابندیاں لاہور ہائی کورٹ میں مرزا خورشید احمد وغیرہ بنام حکومت **PLD 1992 Lahore 1** کے عنوان سے چیلنج کی گئیں جس میں قرار دیا گیا:

❑ ''مزید برآں ایسے بینرز اور بیجوں کی نمائش غالب اکثریت کی حامل مسلم آبادی کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کا موجب بنتی۔ یہ چیز سالگرہ کی تقریبات پر پابندی لگانے کا دوسرا جواز فراہم کرتی ہے' کیونکہ اس سے امن عامہ میں خلل پڑنے کا زبردست خدشہ تھا۔ یاد رہے کہ صرف مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق کا دعویٰ تو کیا گیا لیکن سائلان کے فاضل وکلاء یہ ثابت کرنے میں ناکام رہے کہ ان تقریبات کے کھلے بندوں انعقاد اور جس طریقے سے انہیں منانے کا پروگرام بنایا گیا' اس پر پابندی لگانے سے قادیانی مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق کی کس طرح خلاف ورزی ہوتی یا اس میں کمی واقع ہوگئی؟ ہندوؤں' سکھوں' پارسیوں اور دوسری مذہبی اقلیتوں کی طرح قادیانی بدستور اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کر رہے ہیں اور مکمل مذہبی آزادی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ خود کو مسلمان ظاہر کر کے اور شریعت اسلامیہ یا کلمہ طیبہ کو جو کہ اسلام کے اساسی ارکان میں سے ایک ہے' استعمال کر کے وہ اپنے رویہ سے خود مشکل صورتِ حال پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر قادیانی دستوری فیصلہ کو قبول کر لیں اور خود

کومسلمانوں سے ایک علیحدہ اور جداگانہ برادری سمجھنے لگیں جیسا کہ ان کا اپنا دعویٰ ہے تو کوئی ناخوشگوار صورتِ حال پیدا نہ ہو۔ ان کا خود کو مسلمانوں کا بدل ظاہر کرنا اور عامۃ المسلمین کو اسلام کے دائرہ سے خارج کرنا، مسلمانوں کے لیے کسی طرح قابل قبول اور قابل برداشت نہیں۔ ملک اور دستور سے ان کی وفاداری اور ان کا جداگانہ وجود ان کی سلامتی و بھلائی کو یقینی بنا سکتا ہے۔ ہم انہیں خوش آمدید کہیں گے، چاہے وہ کوئی سا مذہب اختیار کریں لیکن وہ مسلمانوں کے دین کو ناپاک کرنے پر کیوں مُصر ہیں؟ اگر مسلمان اپنے مذہب کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک و خالص رکھنے کے لیے کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو اس پر قادیانی کیوں سیخ پا ہوتے ہیں، اسے مسئلہ کیوں بنا لیتے ہیں''۔

(PLD 1992 Lahore 1)

قادیانیوں کے (دونوں گروہوں) نے وفاقی شریعت کورٹ کے فیصلے کو سپریم کورٹ (شریعت بنچ) میں آئین کے آرٹیکل **203F** کے تحت چیلنج کیا۔ درخواست گزار مجیب الرحمان، مرزا نصیر احمد، مبشر لطیف احمد اور مظفر احمد قادیانی جماعت کی ترجمانی کر رہے تھے اور کیپٹن (ر) عبدالواجد نے لاہوری جماعت کا نقطہ نظر پیش کیا۔ قادیانی ترجمانوں نے اپیل جمع کروائی کہ متدعویہ آرڈیننس احمدیوں کے عقیدے اور عبادت کے بنیادی حقوق میں مداخلت ہے اور قرآن وسنت کی منشا سے متصادم ہے۔ ان کا بیان تھا کہ: 'مختصر دلائل کے ساتھ اپیل کی یہ دستاویز مختصر حکم کی بنیاد پر درج کروائی جارہی ہے۔ اپیل دہندگان اپیل کے لیے مفصل دلائل تب پیش کریں گے جب مفصل فیصلہ جاری کیا جائے گا۔' ان کی اپیل کے لیے مختصر دلائل یہ تھے کہ وفاقی شریعت کورٹ نے اپنے مختصر فیصلے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ: 'متدعویہ آرڈیننس، **1974** کی آئینی ترمیم کا نتیجہ تھی جس کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا خواہ وہ لاہوری گروہ سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی اور گروہ سے اور یہ کہ یہ آرڈیننس آئینی فتوے کا نفاذ تھا۔ وفاقی شریعت کورٹ اس بات کا تعین کرنے میں ناکام رہی ہے کہ آرڈیننس کے آئینی ترمیم کا نتیجہ ہونے کا درخواست گزار کی استدعا سے کوئی تعلق نہیں تھا (آئین کا آرٹیکل **203D**)۔

وفاقی کورٹ کی ذمہ داری اس بات کا تعین کرنا تھا کہ کیا یہ آرڈیننس قرآن مجید اور سنت کے احکامات سے روگردانی ہے یا نہیں؟ اس کا آئین سے تعلق نہیں تھا۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے 10 اور 11 جنوری 1988ء کو دونوں شریعت اپیلوں کی سماعت کی اور انھیں واپس لیے جانے پر خارج کر دیا۔

46۔ یہ 23 مارچ 1889ء تھا جب مرزا غلام احمد نے لدھیانہ، پنجاب میں بیعت قبول کر کے باقاعدہ طور پر احمدیہ تحریک کا آغاز کیا۔ کچھ عرصے سے قادیانی منصوبہ بندی کر رہے تھے کہ 1989ء کو اپنی کمیونٹی کی صد سالہ تقریبات کے طور پر منایا جائے۔ اس ضمن میں (خاص طور پر) ربوہ کے قادیانیوں نے اس موقع کو شایان شان طریقے سے منانے کے لیے ایک تفصیلی پروگرام ترتیب دیا تھا۔ البتہ حکومت پنجاب نے مارچ کے مہینے میں ربوہ میں ان تقریبات کے انعقاد پر پابندی لگا دی۔ قادیانیوں کی جانب سے بے رحمانہ مباہلہ کی مہم کے بعد مسلمانوں کا غم وغصہ عروج پر تھا اور یہ خدشہ بجا تھا کہ ایسی تقریبات مسلمانوں کو اشتعال دلائیں کہ وہ اس کے خلاف سخت ردعمل کا مظاہرہ کریں۔ حکومتی پابندیوں کے باوجود ربوہ اور ملک کے دیگر حصوں میں رہنے والے قادیانیوں نے باقاعدہ طور پر اس موقع پر جشن کا اہتمام کیا۔ پنجاب حکومت کی جانب سے جشن پر پابندیوں سے پشیمان ربوہ کے بڑوں نے لاہور ہائیکورٹ میں ایک پٹیشن دائر کی جس میں عدالت سے استدعا کی گئی کہ صوبائی ہوم سیکرٹری کے مورخہ 20 مارچ 1989ء کے صوبہ پنجاب میں جشن کی تقریبات پر پابندی کے احکامات کو غیر قانونی قرار دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ضلعی مجسٹریٹ جھنگ اور ریذیڈنشل مجسٹریٹ ربوہ کی جانب سے تقریب کے دروازے ہٹانے، بینر اور روشنیوں کو ہٹانے اور اس کے ساتھ ساتھ دیواروں پر تحریریں درج نہ کرنے کے احکامات کو بھی غیر قانونی قرار دیا جائے۔ عدالت نے حکومت پنجاب کی جانب سے تقریبات پر پابندی کو جائز قرار دیا۔ جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خاں نے اپنے عدالتی فیصلے میں لکھا کہ:

❑ ''ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں اور دوسری مذہبی اقلیتوں کی طرح قادیانی بدستور

اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کر رہے ہیں اور مکمل مذہبی آزادی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ خود کو مسلمان ظاہر کر کے اور شریعت اسلامیہ یا کلمہ طیبہ کو جو کہ اسلام کے اساسی ارکان میں سے ایک ہے' استعمال کر کے وہ اپنے رویہ سے خود مشکل صورتِ حال پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر قادیانی دستوری فیصلہ کو قبول کر لیں اور خود کو مسلمانوں سے ایک علیحدہ اور جداگانہ برادری سمجھنے لگیں جیسا کہ ان کا اپنا دعویٰ ہے تو کوئی ناخوشگوار صورتِ حال پیدا نہ ہو۔ ان کا خود کو مسلمانوں کا بدل ظاہر کرنا اور عامۃ المسلمین کو اسلام کے دائرہ سے خارج کرنا' مسلمانوں کے لیے کسی طرح قابل قبول اور قابل برداشت نہیں۔ ملک اور دستور سے ان کی وفاداری اور ان کا جداگانہ وجود ان کی سلامتی و بھلائی کو یقینی بنا سکتا ہے۔ ہم انہیں خوش آمدید کہیں گے' چاہے وہ کوئی سا مذہب اختیار کریں لیکن وہ مسلمانوں کے دین کو ناپاک کرنے پر کیوں مُصر ہیں؟ اگر مسلمان اپنے مذہب کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک و خالص رکھنے کے لیے کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو اس پر قادیانی کیوں سیخ پا ہوتے ہیں' اسے مسئلہ کیوں بنا لیتے ہیں''۔ (PLD 1992 Lahore 1)

47۔ مرزا طاہر احمد کی ہدایت پر، قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں اس عدالتی حکم کے خلاف اپیل دائر کی۔ انہوں نے قادیانیت کی ممانعت کے قانون کو بھی اس بنا پر چیلنج کیا کہ یہ آئین کے آرٹیکل 20 کے منافی تھا جو ہر شہری کو آزادی سے اپنا مذہب رکھنے، مشتہر کرنے اور پریکٹس کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جولائی 1993 میں جناب جسٹس شفیع الرحمٰن کی سربراہی میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے پانچ ججوں پر مشتمل فل بنچ نے قادیانیوں کی اپیل کو مسترد کر دیا جو آرڈیننس نمبر 20 کی مختلف دفعات کو چیلنج کرنے کے لیے دائر کی تھی۔ فل بنچ میں جناب جسٹس شفیع الرحمٰن، جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری، جناب جسٹس محمد افضل لون، جناب جسٹس سلیم اختر اور جناب جسٹس ولی محمد خان شامل تھے۔ بہت سے احمدیوں کی اپیلیں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298۔بی کے تحت کلمہ طیبہ کے بیج کے استعمال اور اذان کہنے پر سزا سے متعلق تھیں۔ جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری، جن کا فیصلہ بنچ کی اکثریت نے قبول کیا تھا، نے لکھا کہ ایسا صرف

پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں ہوتا ہے کہ قوانین ایسے لفظوں، ناموں اور القابات کا تحفظ کرتے ہیں جن کے خاص حوالے اور معنی ہوتے ہیں۔ احمدیوں کے اس موقف پر کہ ان میں سے بہت کو کلمہ طیبہ والا بیج لگانے پر سزا ہوئی ہے، جناب جسٹس چودھری نے بھارتی کمپنی لاء کی دفعہ 20 کا تذکرہ کیا جو ایک ہی نام پر کوئی اور رجسٹریشن کی ممانعت کرتا ہے۔ فاضل جج نے کہا کہ بھارتی آئین میں بھی ایسے ہی بنیادی حقوق کا تذکرہ ہے جیسے ہمارے آئین میں ہیں لیکن بھارتی عدالتوں کا ایک بھی ایسا فیصلہ نہیں ہے جو رجسٹریشن کو بنیادی حقوق کے منافی قرار دیتا ہو۔ یہ تاثر دینے کے لیے دوسروں کے ٹریڈ مارک یا تفصیل کا استعمال کہ وہ دراصل استعمال کنندہ سے متعلق ہیں، ایک جرم کے مترادف ہے اور ایسا کرنے والے کو قید اور جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔ جناب جسٹس عبدالقدیر نے کہا کہ مقدمہ ہذا میں اپیل کنندگان جو کہ غیر مسلم ہیں، کی منشا ہے کہ وہ اسلام کو اپنا عقیدہ بیان کریں۔ ''اس بات کو سراہا جانا چاہیے کہ دنیا کے اس حصے میں عقیدہ ابھی بھی ماننے والے کے لیے سب سے قیمتی شے ہے اور وہ ایسی حکومت کو برداشت نہیں کرتا جو اسے اس قسم کے دھوکا دہی اور جعل سازی سے محفوظ نہ رکھے۔'' فاضل جج نے کہا کہ قادیانی کمیونٹی کا اصرار ہے کہ وہ ممنوعہ القابات اور ''شعائر اسلام'' استعمال کریں گے اس سے عام آدمی کے ذہن میں کوئی شک نہیں رہتا کہ اپیل کنندگان (قادیانی) ایسا بالا رادہ کرنا چاہتے ہیں اور اس سے ان پاک شخصیات کی توہین ہوتی ہے اور یہ دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔ فاضل جج نے ایک امریکی جیورسٹ کا حوالہ دیا جس کا کہنا ہے کہ مذہب کا لبادہ کسی کو عوام سے فراڈ کی اجازت نہیں دیتا۔ ''اگر احمدی کمیونٹی کا دھوکا دہی کا ارادہ نہیں ہے تو وہ اپنے القابات کیوں نہیں بنا لیتے؟ انہیں احساس کیوں نہیں ہے کہ دوسرے مذاہب کے خاص علامتوں، نشانوں اور رسوم و رواج پر انحصار کر کے وہ اپنے مذہب کے کھوکھلے پن کو ہویدا کرتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان میں کوئی بھی قانون قادیانیوں کو اپنے القابات ایجاد کرنے اور ان کے بالاستثناء استعمال سے منع نہیں کرتا ہے۔ اس نکتے کی طرف آتے

ہوئے کہ متدعویہ آرڈیننس مذہبی آزادی سے متصادم ہے جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری نے کہا کہ مذہب اختیار کرنے کی آزادی قانون، عوامی امن اور اخلاقیات کے تابع ہے۔ فاضل جج نے کہا کہ دیگر ممالک کی عدالتیں آزادی عمل کی پاسداری کرتی ہیں۔ آزادی عمل قانون کے تابع ہے اور اس سے ہٹ کر اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ فاضل جج نے Joh Stuart Mill کے ''آزادی'' کے موضوع پر لکھے گئے مضمون کا حوالہ دیا اور کہا کہ آزادی کا مطلب کسی فرد کے پاس ایک ایسا لائسنس نہیں کہ جو جی میں آئے کرتا پھرے کیونکہ ایسی آزادی کا مطلب امن و امان کی عدم موجودگی ہوگا جو بالآخر آزادی کی تباہی پر منتج ہوگا۔ جناب جسٹس عبدالقدیر نے کہا کہ اپیل کنندگان (احمدیوں) نے وضاحت نہیں کی کہ متنازع القابات ان کے مذہب کا لازمی حصہ ہیں۔ دنیا بھر میں یہ طے شدہ اصول ہے کہ کوئی بھی ریاست کسی کے حقوق کے نام پر اسے اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ دوسروں کے حقوق کی خلاف ورزی کرے یا ان سے ان کے حقوق چھین لے۔ ''کسی کو بھی کسی دوسرے طبقے کے مذہب کی ہتک، نقصان یا توہین کی اجازت نہیں دی جاسکتی یا ان کے مذہبی جذبات بھڑکانے اور امن و امان کی صورت حال خراب کرنے کی اجازت نہیں دی سکتی ہے۔'' فاضل جج نے مرزا غلام احمد اور اس کے نام نہاد خلفاء کی تحریروں کا کثرت سے حوالہ دیتے ہوئے ثابت کیا کہ وہ (احمدی) مسلمانوں کے مقابلے میں مذہبی اور سماجی طور پر علیحدہ ہیں۔ قادیانیوں کو کوئی حق نہیں کہ ان القابات وغیرہ یا شعائر اسلام کو استعمال کریں جو بالخصوص مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ ان کا استعمال ان پر قانونی طور پر منع کیا گیا ہے۔ فاضل جج نے قرار دیا کہ پیغمبر خدا پر اعتقاد اور ان پر درود و سلام ہر مسلمان کا افضل عقیدہ ہے، اس لیے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کچھ کہا جاتا ہے تو اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ فاضل جج نے کہا کہ ''احمدیوں کو عوامی مقامات پر اجتماع یا جلسے کی اجازت دینے کا مطلب خانہ جنگی کی اجازت دینا ہے،'' معزز عدالت عظمیٰ نے اہم نکات پر ایک متفقہ فیصلہ دیا جبکہ جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری نے کچھ نکات پر اپنا اختلافی نوٹ

لکھا۔ان کے فیصلے (1993 SCMR 1718) کے چند اقتباسات فیصلہ ہذا کا حصہ بنا رہے ہیں اور انہیں یہاں دوبارہ سے درج کیا جا رہا ہے:۔

❑ علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا ان کی برادری دوسروں کو دھوکا دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لیے نئے القاب وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر‘ مخصوص نشانات‘ علامات اور اعمال پر انحصار کر کے‘ وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔اس صورت میں اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب‘ اپنی طاقت‘ میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا بلکہ اسے جعل سازی و فریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا‘ بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں‘ اور اپنے ہیروز کی‘ اپنے طریقہ سے مدح وستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو قادیانیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کے ساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو نیز ان کے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

❑ مسلمانوں کا خیال ہے کہ انگریزی راج کے دوران مسلم معاشرہ میں، قادیانی جماعت کی تخلیق اس کی نظریاتی سرحدوں پر ایک سنگین اور منظّم حملہ ہے‘ وہ اس جماعت کو اپنی سلامتی و یک جہتی کے لیے ایک مستقل خطرہ سمجھتے ہیں کیونکہ مسلم معاشرہ کی سماجی و سیاسی تنظیم کی بنیاد اس کے مذہب پر ہے‘ ایسی صورتحال میں قادیانیوں کی طرف سے مذکورہ بالا القابات و اصطلاحات کا ایسے طریقہ سے استعمال جسے مسلمان اپنی مقدس ہستیوں کی توہین اور بے حرمتی پر محمول کرتے ہیں‘ وہ امت کے اتحاد و یک جہتی اور قومی امن وسلامتی کے لیے خطرہ ہے جو امن وامان کی صورتحال کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ ماضی میں بارہا ہو چکا ہے۔

❑ قادیانیوں کی اس خواہش نے‘ کہ مسلمانوں کی جملہ قابل احترام شعائر پر کسی

نہ کسی طرح قبضہ کرلیا جائے‘ اس لیے جنم لیا‘ کہ وہ اپنے مذہب کو مشکوک انداز اور پیغام کی صورت میں اسلام کے طور پر پھیلانا چاہتے تھے‘ اس مقصد کے لیے ان کی طرف سے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی مخالفت و مزاحمت بالکل قابل فہم بات ہے‘ بہرحال آئین بھی ان کے راستہ میں حائل ہے کیونکہ آرڈیننس تو محض دستور کے منشاء اور مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اندریں حالات کسی قادیانی کے بارے میں پہلے اس کے عقیدہ کی ملامت کیے بغیر‘ یہ دعویٰ کرنا‘ اسے غور وخوض کے لیے پیش کرنا‘ ظاہر کرنا یا قرار دینا کہ وہ مسلمان ہے، ناصرف آرڈیننس کی صریح خلاف ورزی ہے بلکہ دستور کے بھی منافی ہے۔ اس طرح کے واقعات ماضی میں رونما ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہو سکتے ہیں اور وہ ماضی کی طرح امن وامان کی سنگین صورتحال پیدا کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔

- اس کے برعکس متنازعہ آرڈیننس میں وہ اصل القاب‘ خطابات اور اصطلاحیں دی گئی ہیں‘ جن کا تحفظ کرنا مقصود ہے نیز اس سلسلے میں عائد کردہ پابندیاں بیان کی گئی ہیں۔ آرڈیننس میں یہ صراحت بھی کر دی گئی ہے کہ انہیں صرف ایسے افراد یا مواقع کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے‘ جن کے لیے وہ مقرر ومخصوص ہیں‘ کسی اور کے لیے نہیں۔ احمدی ان شعائر کی بے حرمتی کرتے رہے ہیں اور اپنے قائدین و معمولات پر ان کا اطلاق کرتے رہتے ہیں تا کہ لوگوں کو یہ دھوکا دے سکیں کہ وہ بھی اسی مقام ومرتبہ اور صلاحیت کے حامل ہیں۔ احمدیوں کے اس عمل نے ناصرف معصوم‘ سادہ اور بے خبر لوگوں کو گمراہ کیا بلکہ پوری مدت کے دوران امن وامان کا مسئلہ پیدا کرتے رہے۔ اس لیے قانون سازی ضروری تھی جو کسی بھی لحاظ سے احمدیوں کی مذہبی آزادی میں دخل نہیں دیتی۔ یہ قانون محض انہیں ایسے القابات وخطابات استعمال کرنے سے روکتا ہے جن پر ان کا کسی قسم کا حق نہیں‘ از روئے قانون ان پر نئے القابات واصطلاحات وضع کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

اس مرحلے پر چھوٹی عدالت سے دو فیصلے بڑے تاریخ ساز ہیں جن کا تذکرہ موجودہ عدالتی فیصلہ میں ضروری ہے۔ ان میں ایک فیصلہ تقسیم سے قبل کالونی راج کے

دوران کیا گیا تھا جبکہ دوسرا فیصلہ تقسیم کے بعد پہلی دہائی کے دوران ہوا تھا جو دوسری آئینی ترمیم، دیگر قانون سازی اورعدالتی فیصلوں سے دو دہائیاں قبل کیا گیا تھا۔ یہ دونوں فیصلے برصغیر کی عدالتی تاریخ میں مینارہ نور ہیں جن میں فاضل جج صاحبان نے اس موضوع پر متعلقہ قوانین کی فریقین کے پرسنل لاء کے قانون کی روشنی میں وضاحت کی تھی۔ یہ دونوں فیصلے ترمیم کے پاس ہونے سے بھی پہلے واضح کررہے تھے کہ قادیانیوں کی قانونی حیثیت اوردرجہ قرآن وسنت کی روشنی میں بہت واضح ہے۔ 24 جولائی 1926 کو احمد پور شرقیہ کے گاؤں مہمند کے رہائشی مولوی الٰہی بخش نے اپنی بیٹی غلام عائشہ کے ایما پر عبدالرزاق قادیانی کے خلاف احمد پور شرقیہ کی ایک نچلی عدالت میں ایک دعویٰ دائر کیا تھا۔ دعوے میں مدعیہ نے الزام لگایا تھا کہ عبدالرزاق، جس سے اس کی سن بلوغت سے قبل شادی ہوئی تھی، قادیانی عقیدہ اختیار کرنے کے بعد اب اس کا قانونی شوہر نہیں رہا ہے۔ وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہو چکا ہے اور شریعت کے قانون کے تحت ایک مرتد کے ساتھ اس کی شادی منسوخ قرار دی جائے۔ مدعا علیہ نے اپنے جواب میں کہا کہ قادیانی محض اسلام کا ایک فرقہ ہے اور ان کے عقیدے کے مطابق انہیں کافر اور مرتد قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، اس لیے شادی کی منسوخی کی کوئی ٹھوس وجہ نہ ہے۔ یہ مقدمہ مختلف مراحل سے گزرا اور ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر منشی محمد اکبر خان بی اے، ایل ایل بی کے سامنے سماعت کے لیے پیش ہوا۔ فاضل جج نے کئی سالوں کی بھرپور بحث کے بعد جس میں دونوں اطراف سے نامور علماء نے شرکت کی، 7 فروری 1935 کو اپنا فیصلہ سنایا۔ اس فیصلے کے مطابق:

فیصلہ

مدعیہ کے ایما پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب (قادیان کے مرزا غلام احمد) جھوٹی نبوت کا دعویدار ہے، اس لیے مدعا علیہ جس نے مرزا صاحب کو پیغمبر تسلیم کیا ہے، کو مرتد قرار دیا جائے۔ اس لیے احمد پور شرقیہ کے منصف کی جانب سے 4 نومبر 1926 کو جو ابتدائی تنقیح وضع کی تھی، وہ مدعیہ کے حق میں ثابت ہوتی ہے اور قرار دیا

جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانیت اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے اور اس لیے فریقین کے مابین شادی مرتد ہونے کی تاریخ سے ختم سمجھی جاتی ہے۔ اگر مدعا علیہ کے عقیدے کو بحث کے تناظر میں دیکھا جائے تو مدعیہ نے مدعا علیہ کے الزام کے ضمن میں ثابت کر دیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی امتی بطور پیغمبر نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ عقیدے کے دیگر پہلو جو کہ مدعا علیہ نے اپنے لیے بیان کیے ہیں، اسلامی عقیدے کے عمومی اصولوں کے مطابق ہیں اور وہ ویسے ہی ان پر عمل کرے گا جس طرح مرزا صاحب نے ہدایت کی ہے۔ اور چونکہ یہ مسلم امہ کے طریقہ کار سے مختلف ہے، اس لیے وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتا اور دونوں صورتوں میں وہ ایک مرتد ہے اور مرتد کی شادی اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے ختم تصور ہوتی ہے۔ لہٰذا مدعیہ کے حق میں دعویٰ ڈگری کیا جاتا ہے جو کہ مدعا علیہ کے مرتد ہونے کی وجہ سے اس کی بیوی نہیں رہی ہے اور وہ دعوے کے اخراجات کی بھی حقدار ہے۔''

48۔ اس مسئلے پر ایک اور عدالتی فیصلہ ایڈیشنل سیشن جج راولپنڈی کی عدالت سے ہوا تھا جو ذیل میں دیا جا رہا ہے:۔

فیصلہ شیخ محمد اکبر صاحب۔ ایڈیشنل سیشن جج راولپنڈی

فیصلہ

نقل فیصلہ از عدالت شیخ محمد اکبر صاحب پی سی ایس ایڈیشنل سیشن جج راولپنڈی، مورخہ 3 جون 1955ء در اپیل ہائے دیوانی نمبر 33، 34، 1955ء از مسماۃ امتہ الکریم بنام لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک واز لیفٹیننٹ نذیرالدین بنام مسماۃ امتہ الکریم مقدمہ ہائی کورٹ نمبر آر۔ ایس۔ اے 408، 1955ء

مسماۃ امتہ الکریم دختر کرم الٰہی (قوم لوہار از روئے بیان میاں عطاء اللہ وکیل اپیل کنندہ) 25 ستمبر 1949ء کو بہ تقرر مبلغ دو ہزار روپیہ بطور مہر ایک میٹریکولیٹ مسمی نذیر الدین (قوم بڑھئی مطابق بیان میاں عطاء اللہ) کے ساتھ بیاہی گئی تھی۔ یہ نکاح مبینہ طور پر ایک حنفی مولوی سے پڑھوایا گیا تھا۔ اپیل کنندہ کے دوسرے وکیل خواجہ محمد

اقبال کے بیان کی رو سے مسمی نذیرالدین نے ایک بڑھئی اور میٹریکولیٹ ہوتے ہوئے بھی جب اپنی خوش بختی کے باعث افواج پاکستان میں کمیشن حاصل کر لیا تو اس نے سوچا کہ آئندہ جب افسران اعلیٰ کے ساتھ اس کے مراسم بڑھیں گے، تو ایک لوہار کی بیٹی کا شوہر ہونے کے باعث اس کی تذلیل ہوگی اور افسران کی نگاہ میں اسے ''سوشل'' نہ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اس نے مورخہ 16 جولائی 1951ء کو ایک باقاعدہ طلاق نامہ کے ذریعے سے اپنی بیوی کو طلاق دے ڈالی۔ اس پر مسماۃ امتہ الکریم نے اپنے سابقہ شوہر لیفٹیننٹ نذیرالدین ملک کے خلاف مبلغ دو ہزار روپیہ مہر کی وصولیابی کے لیے مقدمہ دائر کر دیا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک اور دعویٰ مبلغ 2,403 روپے مالیت کے اس سامان جہیز کے بارے میں بھی کیا جو شادی کے موقع پر اس کو اپنے باپ سے ملا تھا اور جو اس کے سابقہ شوہر نے اپنے قبضہ میں رکھ لیا تھا۔ یہ مقدمہ (pauper suit) تھا۔ لیفٹیننٹ نذیرالدین ملک نے مسماۃ امتہ الکریم کے عائد کردہ الزامات کو بے بنیاد قرار دیا اور جہیز کے بارے میں بیان کیا کہ اول تو سامان مذکورہ اس کے قبضہ ہی میں نہیں ہے، دوسرے مدعیہ نے اس کی قیمت بھی غلط لگائی ہے۔ مدعیہ کے مطالبہ مہر کے جواب میں یہ دلیل پیش کی گئی کہ اس نکاح کی انجام دہی چونکہ دھوکے اور فریب کے ذریعے سے ہوئی، لہٰذا یہ نکاح سرے سے باطل تھا۔ اس امر کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ شادی کے موقع پر مدعیہ کو مسلک حنفی کا پیرو ظاہر کیا گیا تھا حالانکہ دراصل وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی پیروکار تھی اور یہ کہ اگر شادی کے طے پانے میں دھوکے اور فریب دہندگی کا ثبوت نہ بھی ملے، تب بھی یہ شادی ایک مسلمان اور غیرمسلم کے درمیان ہونے کے باعث باطل تھی۔ اس طرح عذر پیش کیا گیا کہ ان واقعات کی بنا پر مدعیہ حق مہر کے حصول کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس مقدمہ میں یہ ایک متفق علیہ امر تھا کہ فریقین کی شادی واقعی عمل میں آئی اور دونوں کے ملاپ کا ثمرہ پانچ سال کے لگ بھگ عمر کی ایک بچی کی صورت میں ظاہر ہے۔ مسماۃ امتہ الکریم نے مدعا علیہ کی طرف سے عائد کردہ الزام فریب دہندگی کی تردید کی اور عدالت سماعت میں اس نے اپنے حنفی العقیدہ ہونے کا

اظہار کیا۔ اس کے والد کرم الٰہی نے بھی عدالت سماعت میں اپنے حنفی مسلمان ہونے کا اظہار کیا، تاہم ساتھ ہی یہ بات کہی گئی کہ ایک مسلمان مرد اور احمدی عورت کا نکاح بالکل ہی باطل نہیں ہوتا البتہ زیادہ سے زیادہ اس کو ناجائز کہا جا سکتا ہے اور یہ کہ قانون کی نگاہ میں نکاح باطل کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن بطور خود ناجائز شادیوں کی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں خاوند کو مہر کی واجبی یا مصرح رقم کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے جب کہ شادی واقع ہو چکی ہو۔

لیفٹیننٹ نذیرالدین نے یہ بھی بیان کیا کہ مدعیہ اپنے مہر کے حق سے دست بردار ہو چکی ہے۔ کچھ اور ضمنی نکات بھی اٹھائے گئے تھے، چنانچہ فریقین کے دلائل سن کر عدالت سماعت نے مندرجہ ذیل امور برائے بحث واضح کیے:

1- آیا مدعیہ اور مدعا علیہ کی شادی فریب اور دھوکا دہی کے ذریعے سے عمل میں آئی کہ جس کے باعث مدعا علیہ، مدعیہ کو مہر کی ادائیگی کا ذمہ دار نہیں رہا؟

1- (الف) کیا مبینہ دھوکا دہی کے عدم ثبوت کی صورت میں نکاح باطل ہی تھا نیز اس کا اثر دعویٰ مہر پر کیا پڑا؟

2- کیا مدعیہ اپنے مطالبہ مہر سے دست بردار ہو چکی ہے؟

3- کیا مدعیہ کے جہیز کا کوئی سامان مدعا علیہ کے قبضہ میں موجود ہے۔ اگر ہے تو کتنی مالیت کا؟

4- ایسا ہونے کی صورت میں مدعیہ کس قسم کی امداد اور رعایت کی مستحق ہے؟

مقدمہ کی سماعت اور کارروائی کے اختتام پر میاں محمد سلیم صاحب سینئر سول جج راولپنڈی نے اپنے فاضلانہ فیصلے مورخہ 25 مارچ 1954ء کے ذریعے سے مقدمہ طے کیا اور دیگر باتوں کے حسب ذیل نتائج اخذ کیے:

1- فریقین کی شادی کسی قسم کے فریب یا دھوکا دہی کے ذریعے سے طے نہیں پائی۔

2- مدعیہ اپنے حق مہر سے کبھی دست بردار نہیں ہوئی۔

3- مدعیہ کا سامان جہیز مالیتی مبلغ 2403 روپے مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے۔

میں نے مدعیہ مسماۃ امتہ الکریم کی جانب سے میاں عطاء اللہ ایڈووکیٹ اور مدعا علیہ لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک کی جانب سے جناب ظفر محمود ایڈووکیٹ کی بحث اور دلائل سنے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی نے میرے روبرو محولہ بالا نتائج کی صحت کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ عدالت سماعت کے اخذ کردہ دیگر نتائج یہ ہیں:

(الف) قادیانیوں کو اہل کتاب تصور نہیں کیا جا سکتا۔

(ب) مدعا علیہ کے ساتھ شادی کے وقت مدعیہ مسماۃ امتہ الکریم قادیانی ہونے کے سبب غیر مسلم تھی۔

(ج) فریقین کا نکاح مطلقاً ناجائز اور باطل تھا اور ازدواجی تعلقات کے بعد بھی اسے جائز نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

(د) مہر قانوناً قابل بازیابی ہے۔

اوپر دیئے گئے نتائج اور معلومات کی بنا پر میاں محمد سلیم صاحب نے مسماۃ امتہ الکریم کے حق میں اس کے سابقہ شوہر سے مبلغ 2,403 روپے بابت مالیت سامان جہیز کے حصول کی، جو اس کے قبضہ میں تھا، ڈگری دے دی مگر اس کے دعویٰ حق مہر کو خارج کر دیا۔ اس فیصلہ ڈگری کے خلاف یہ دو اپیلیں داخل کی گئی ہیں۔ مسماۃ امتہ الکریم نے تو اپنے مہر مبلغ 2,000 روپے کی وصولی کے لیے اپیل کی ہے اور لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک کی اپیل سامان جہیز کی مالیت سے متعلق ڈگری سے چھٹکارا پانے کے لیے ہے۔ مختلف شہادتوں اور خصوصاً مسماۃ امتہ الکریم کے خطوط سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نکاح کے وقت قادیانی تھی، لہٰذا میں عدالت سماعت کے اخذ کردہ اس نتیجہ کی توثیق کرتا ہوں۔

اپنی بحث کے آغاز میں اپیل کنندہ کے فاضل وکیل میاں عطاء اللہ نے بشمولہ اور باتوں کے درج ذیل امور پیش کیے:

1- مسلمانوں کا اس امر پر کوئی اجماع نہیں ہے کہ پیغمبر اسلام محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

2- مسلمانوں کا اس بات پر بھی اجماع نہیں ہے کہ جو شخص حضرت محمد ﷺ کی ختم

نبوت پر ایمان نہ رکھے، وہ مسلمان نہیں۔

3- اور نہ ہی ان کا اس بات پر اجماع ہے کہ قادیانی احمدی غیر مسلم ہیں۔

عدالت سماعت کے فاضل جج مسئلہ زیر بحث نمبر 1 (الف) پر بحث سننے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ یہ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ سلسلہ انبیا کے آخری نبی تھے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا۔ ان کے اس عقیدے کی خاص بنیاد ''خاتم النبین'' کے وہ الفاظ ہیں جنھیں قرآن حکیم نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے لیے استعمال کیا ہے۔ لیکن قادیانی حضرات ان الفاظ کو ''خاتم النبین'' پڑھ کر ان کے معانی ''نبیوں کے مہر کنندہ'' کے کرتے ہیں۔ ان کے ہاں ان الفاظ کی یہ تعبیر اپنے اندر نبیوں کے ایک ایسے سلسلے کے جاری رہنے کی گنجائش رکھتی ہے جو آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی مہر لگ کر آتے رہیں گے۔ ان کے عقیدے کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب بھی اسی نوع کے انبیا سے تھے اور قرآن حکیم سے علیحدہ کوئی کتاب لے کر مبعوث نہیں ہوئے بلکہ ان کے ذمہ یہ فرض تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے مزید الہامات کی روشنی میں اس کتاب کی تشریح و توضیح کریں۔ قادیانی اس طرح کے نبی کو ''ظلی'' یا ''غیر تشریعی'' نبی کہتے ہیں جو کہ ''تشریعی نبی'' یعنی نئی شریعت کے حامل نبی سے مختلف ہوتا ہے۔ اس موقع پر عدالت سماعت نے یہ ضروری خیال کیا کہ خود مرزا صاحب کے مصنفہ ایک کتاب سے حوالے دے کر یہ دکھایا جائے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ اصل میں کیا تھا؟

❑ ''اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے، وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اُس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی، اُس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رکھنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا''۔ (حقیقۃ الوحی ص 149، مندرجہ روحانی خزائن جلد 22، ص 153، 154 از مرزا قادیانی)

اس باب میں مرزا صاحب کے متبعین کے نظریہ کو واضح کرنے کے لیے دوسرے

قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے مندرجہ ذیل اقتباس کو پیش کرنا ضروری سمجھا گیا:

❑ ''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔''

(انوارِ خلافت صفحہ 90 مندرجہ انوار العلوم جلد 3 صفحہ 148 از مرزا بشیر الدین محمود)

عدالت سماعت مزید اس نتیجہ پر پہنچی کہ نبوت کے بارے میں قادیانی نظریہ دوسرے مسلمانوں کے عقیدہ کے سراسر خلاف ہے۔

مدعیہ کے فاضل وکیل نے عدالت سماعت کے سامنے مقدمہ نمبر اے۔آئی۔آر۔ 1923ء مدراس کی نظیر بھی پیش کی ہے جس میں قادیانیوں کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس نظریہ کی بنا یہ تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب کے اعلان نبوت کو اتنا قلیل عرصہ گزرا تھا کہ یہ کہنا ممکن نہیں تھا کہ مسلمانوں کی رائے عام قادیانیوں کو مسلمان کہنے کے خلاف ہے۔ عدالت سماعت اس بات پر بحث سے ہی اس نتیجہ پر پہنچی تھی کہ یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ احمدیوں کے علاوہ مسلمانوں کے ہر طبقہ خیال کے علما نے کسی نہ کسی موقع پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے نہ کہ مسلمانوں میں ہی کا ایک فرقہ۔ عدالت کے خیال میں یہ حقیقت ''تنسیخ نکاح مرزائیاں'' نامی اس پمفلٹ سے اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے جو 1925ء میں ''اہل حدیث'' امرتسر کے دفتر سے شائع ہوا تھا اور جو اسلام کے مختلف فرقوں کے جید علما کے فتووں پر مشتمل تھا۔ اس مسئلہ کی اس سے بھی زیادہ وضاحت 1935ء کے مشہور مقدمہ مسماۃ عائشہ بنام عبدالرزاق میں فاضل ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کے فیصلہ سے ہو جاتی ہے۔ یہ فیصلہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوا تھا۔ اس میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے متعدد اختلافات پر فریقین اور فریقین کی جانب سے پیش کردہ مذہبی راہنماؤں کے بے شمار دلائل اور فتوؤں کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی تھی۔ اس ضمن میں عدالت سماعت نے اس حقیقت کا عدالتی نوٹس لینا ضروری سمجھا کہ قادیانیوں کے خلاف حالیہ ملک گیر ایجی ٹیشن کے دوران احمدیوں کے سوا مسلمانوں کے ہر طبقہ فکر کے علما

کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں انھوں نے متفقہ طور پر اعلان کیا کہ عرف عام (in the accepted sense) میں قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ ایک بالکل ہی جداگانہ دین کے پیرو ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر یہ بات بلا تامل کہی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کے کامل اتفاق رائے کی رو سے قادیانی غیر مسلم ہیں۔ ایک اور بحث جو مدعیہ کے فاضل وکیل نے چھیڑی، وہ یہ تھی کہ قادیانی کم از کم قرآن مجید پر تو ایمان رکھتے ہیں، لہٰذا انہیں اہل کتاب یا متبعین قرآن پاک کے زمرہ میں شامل کیا جا سکتا ہے اور شریعت اسلامیہ میں مسلمان اور اہل کتاب کی شادی ناجائز نہیں ہے اور ایسی شادی کو ازدواجی تعلقات ہو جانے کی صورت میں ''قانوناً'' تسلیم کیا جاتا ہے اور شوہر پر مہر کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔

یہاں عدالت سماعت نے یہ بات مزید اختیار کی کہ مدعا علیہ کے فاضل وکیل نے شریعت اسلامیہ کے متذکرہ بالا اصول سے تو کوئی اختلاف نہیں کیا لیکن ان کے نزدیک قادیانیوں کو اہل کتاب بھی شمار نہیں کیا جاسکتا۔ فریقین کے وکیل اس بات پر متفق تھے کہ ''اہل کتاب'' کی کوئی معین تعریف (definition) کہیں نہیں ملتی۔ اس اصطلاح کے لفظی معانی ''کسی الہامی کتاب کو ماننے والا'' کے ہیں۔ مدعیہ کی جانب سے اس بات پر پورا زور بحث صرف کیا گیا ہے کہ قادیانیوں کا چونکہ قرآن مجید پر ایمان ہے لہٰذا وہ اہل کتاب ہیں مگر ایسا کہنے سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے نظریہ کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے کیونکہ اگر ایک مرتبہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قادیانی قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر انہیں غیر مسلم قرار دینے کی کوئی معقول وجہ جواز باقی نہیں رہتی۔ مجھے یہ دلیل پسند نہ آئی۔ عدالت سماعت نے مزید کہا کہ درحقیقت واقعہ یہ ہے کہ قرآن پر قادیانیوں کا ایمان مسلمانوں کی متفقہ تاویل وتشریح کے مطابق نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اپنی مطلب برآری کے لیے قرآنی آیات کے مطالب کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، اس وجہ سے انہیں دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ نیز قادیانی قرآن مجید پر اس طرح ایمان نہیں رکھتے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے پیش کیا بلکہ مرزا غلام احمد کے

پیش کردہ مطالب قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ بات بلاشبہ درست ہے کہ عیسائیوں نے بھی اپنی الہامی کتاب یعنی انجیل میں تحریفیں کی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کو اہل کتاب ہی سمجھا گیا ہے لیکن اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے ہیں۔ لہٰذا اس حقیقت کے باوجود کہ مسلمانوں کی نگاہ میں عیسائیوں نے کتاب الٰہی میں تحریفات کیں، انہیں اہل کتاب ہی سمجھا گیا۔ عدالت سماعت کی نگاہ میں قادیانیوں کا معاملہ اس سے قطعاً مختلف ہے کیونکہ مسلمان مرزا غلام قادیانی کو ہرگز خدا کا نبی تسلیم نہیں کرتے بلکہ نبوت کا جھوٹا مدعی سمجھتے ہیں۔ ایسے جھوٹے مدعی نبوت کے پیروؤں کو کسی تخیلی کاوش سے اہل کتاب قرار نہیں دیا جاسکتا خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ وہ قرآن پر انہی معنوں میں ایمان نہیں رکھتے جیسا کہ مسلمانوں کا سواد اعظم رکھتا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید کے پہلے پارے میں ارشاد ہے کہ اس کتاب سے صرف وہی لوگ ہدایت پا سکتے ہیں جو اس چیز پر ایمان رکھتے ہوں جو حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی اور اس چیز پر جسے آپ ﷺ سے پہلے کے انبیا پر نازل کیا گیا۔ **وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ** (البقرہ:4)۔ عدالت سماعت کی رائے میں ان الفاظ کی رو سے یہ کتاب (قرآن) ان لوگوں کے لیے ہدایت کا کوئی سامان نہیں رکھتی جو آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بھی کسی وحی کے آنے پر اعتقاد رکھتے ہوں۔ اس کتاب پر قادیانیوں کا ایمان چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مزعومہ الہامات کے مطابق ہے، لہٰذا عدالت کی نگاہ میں مدعیہ کے فاضل وکیل کے دلائل میں کوئی وزن نہیں اور قادیانی اہل کتاب بھی نہیں سمجھے جاسکتے۔ مدعیہ، مدعا علیہ کے ساتھ شادی کے وقت غیر مسلم تھی، اس لیے فریقین کی شادی قطعاً باطل تھی اور ازدواجی تعلقات کا ہونا بھی اس کو جواز نہیں بخش سکتا، لہٰذا مہر، قانونی لحاظ سے ناقابل بازیابی ہے۔ یاد رہے کہ قادیانیوں کی لاہوری شاخ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتی بلکہ صرف مجدد مانتی ہے۔

اس مقدمہ میں پیش آمدہ سوالات بڑے دور رس نتائج کے حامل ہیں اور روزمرہ کے واقعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہماری معزز عدالت عالیہ لاہور کی طرف سے

ابھی تک کوئی ایسی قانونی سند یا نظیر موجود نہیں جس میں اس نکتہ پر مستند فیصلہ کیا گیا ہو۔
مدعیہ کے فاضل وکیل میاں عطاء اللہ نے فسادات کی جس تحقیقاتی رپورٹ کا حوالہ دیا ہے اور جس پر انحصار کیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب ضلع گورداس پور کے قادیان نامی ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے فارسی اور عربی کی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی اور ان کے مغربی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ وہ 1864ء میں سیالکوٹ کی ضلع کچہری میں محرر مقرر ہوئے جہاں انھوں نے چار سال ملازمت کی۔ مارچ 1882ء میں انھوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں ایک ''الہام'' کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک خاص مشن پر مقرر کیے گئے ہیں۔ بالالفاظ دیگر وہ ''مامور من اللہ'' ہیں۔ 1888ء میں ایک اور الہام کے تحت اپنے وابستگان سے بیعت کا مطالبہ کیا اور 1890ء کے اختتام کے قریب پھر ایک ''الہام'' ہوا جس میں بتایا گیا کہ مسیح ناصری یعنی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے نہ تو صلیب پر وفات پائی اور نہ ہی انہیں آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا بلکہ ان کو ان کے حواریوں نے زخمی حالت میں صلیب پر سے اتار لیا تھا اور پھر ان کے زخم اچھے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ چھپ کر کشمیر چلے گئے جہاں آپ طبعی موت مرے اور یہ عقیدہ کہ وہ قیامت کے قریب اپنی اصل جسمانی حالت میں دوبارہ نزول فرمائیں گے، غلط ہے۔ آپ کے ظہور ثانی کے وعدہ کا مطلب محض یہ ہے کہ ایک شخص عیسیٰ ابن مریم کی صفات کا حامل ہوگا۔ پیغمبر اسلام ہی کی امت میں سے ظاہر ہو گا، سو اب اس وعدہ کی تکمیل خود مرزا صاحب کی بعثت کی صورت میں ہو چکی ہے جو مثیل عیسیٰ ہونے کے سبب مسیح موعود ہیں۔ اس عقیدہ کی تشہیر سے مسلمان بھڑک اٹھے کیونکہ یہ ان کے اس مسلمہ عقیدے، کہ عیسیٰ ابن مریم اپنی اصل جسمانی حالت میں آسمان سے دوبارہ ظہور فرمائیں گے، کے خلاف تھا۔ چنانچہ مسلمان علما میں اس نظریہ کے خلاف شدید مخالفت پیدا ہو گئی۔ پھر اس کے بعد مرزا صاحب نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا۔ وہ مہدی نہیں جو جنگ و قتال کرے گا بلکہ ایک ایسا مہدی جو اپنے دلائل سے مخالفین کو ختم کر دے گا۔ 1900ء میں مرزا صاحب نے ایک مزید عقیدہ لوگوں کے

سامنے پیش کیا کہ اب جہاد بالسیف باقی نہیں بلکہ اب جہاد صرف مخالفین کو دلائل سے قائل کرنے کی کوششوں تک محدود ہوگا۔ 1901ء میں مرزا صاحب نے ''ظلی'' نبوت کا دعویٰ کیا اور ''ایک غلطی کا ازالہ'' نامی اشتہار کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کی تشریح یوں کی کہ پیغمبر اسلام کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں ہوگا جو نئی شریعت لے کر آئے لہٰذا کسی غیر تشریعی نبی کی آمد ختم رسالت کے عقیدہ کے منافی نہیں ہے۔ نومبر 1904ء میں سیالکوٹ کے ایک عام جلسے میں مرزا صاحب نے مثیل کرشن ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔

جماعت احمدیہ کی تاسیس 1901ء میں عمل میں آئی اور اس وقت مرزا صاحب ہی کی درخواست پر مردم شماری کے کاغذات میں اس جماعت کو مسلمانوں کے ایک علیحدہ فرقہ کی حیثیت سے ظاہر کیا گیا۔

مرزا غلام احمد صاحب کے متبعین کے محولہ بالا چند مخصوص عقائد اور نظریات نے مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان شدید مذہبی اختلافات کھڑے کر دیئے۔ تحقیقاتی عدالت کے معزز ججوں نے اپنی رپورٹ میں مزید یہ کہا کہ احمدیہ فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ نبوت نے امت مسلمہ میں ایک ہیجان برپا کر دیا اور مسلمانوں کی رائے میں ان کے اس عقیدے نے انہیں دائرہ اسلام سے قطعی خارج کر دیا۔ ایک عام طور پر تسلیم شدہ حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی کی خاطر جو انبیا مامور فرمائے، ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کو انبیا کے اس سلسلے کا آخری نبی مانتے ہیں۔ ان انبیا میں سے بعض کے نام خاص طور پر قرآن حکیم اور انجیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے یہ معانی کہ نبوت حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ختم ہوگئی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں ہوگا، قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ (الاحزاب:40)

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں

اُس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اُن (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اُس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اُس کی (اُس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اُٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"۔ (آل عمران: 81)

آج کافروں کو تمہارے دین کی طرف سے پوری مایوسی ہو چکی ہے لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارا دین چن لیا ہے۔ (المائدہ: 3)

اس کے علاوہ متعدد احادیث اور قرون اولیٰ کی جن مستند تفاسیر سے استدلال کیا گیا ہے، وہ سب اس مفہوم کی ہیں کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں۔

لیفٹیننٹ نذیرالدین کے فاضل وکیل شیخ ظفر محمود نے اپنی بحث میں رسالہ طلوع اسلام جولائی 1954ء پمفلٹ ''نکاح مرزائیاں'' رسالہ ''ترجمان القرآن'' نومبر 1953ء اور ''قادیانی مسئلہ'' ازمولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے استدلال کیا ہے۔

میاں عطاء اللہ نے رسالہ ''طلوع اسلام'' جولائی 1954ء ''ختم نبوت کی حقیقت'' از مرزا بشیر احمد ایم۔اے (برخوردار مرزا غلام احمد قادیانی) ''الحق'' عرف مباحثہ لدھیانہ'' از بانی فرقہ احمدیہ''، ''حقیقتہ الوحی'' از بانی سلسلہ احمدیہ، فسادات پنجاب 1953ء پر تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کے قادیانی مسئلہ کا قادیانیوں کی طرف سے جواب ''تحقیقاتی عدالت میں مرزا بشیر الدین محمود کا بیان''، ''مقدمہ بہاولپور'' ازجلال الدین شمس ''تصدیق احمدیت'' از بشارت احمد وکیل حیدر آباد دکن ''حقیقتہ الوحی'' چوتھا ایڈیشن 1950ء از مرزا غلام احمد قادیانی، تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر ایک نظر، از جلال الدین شمس صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے مفصل حوالے پیش کیے ہیں انھوں نے میری توجہ خاص طور پر قادیانیوں کے اس نقطۂ نظر کی جانب

مبذول کرائی ہے جس کا اظہار احمدیہ کمیٹی کے فاضل وکیل جناب عبدالرحمٰن خادم نے تحقیقاتی عدالت کے روبرو کیا تھا۔ وہاں خادم صاحب نے قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے استدلال کیا تھا۔

ترجمہ: جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیا (جو تعلیم دیتے ہیں) اور صدیقین (جو صداقت کے شیدائی ہیں) اور شہدا (جو گواہی دیتے ہیں) اور صالحین (جو نیک کام کرتے ہیں) کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔ (النساء:69)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔ (الحدید:19)

ترجمہ: اے بنی آدم! یاد رکھو اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جو تمہیں آیات سنائیں! تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنی اصلاح کر لے گا اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ (الاعراف:35)

ترجمہ: اور حکم دیا (ہم نے ہر دور میں) اے نبیو! تمام پاکیزہ اور اچھی چیزوں سے مستفید ہو۔ نیک کام کرو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے پوری طرح باخبر ہوں۔ (المومنون:51)

بحث اور دلائل کے عمل سے مندرجہ بالا آیات سے یہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ مستقبل میں یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے بعد بھی ایسی ہستیاں پیدا ہوتی رہیں گی جن پر ''نبی'' اور ''رسول'' کے الفاظ کا اطلاق ہو سکے گا اور ان دلائل کو مزید مضبوط بنانے کی کچھ احادیث، کچھ تفاسیر اور کچھ قابل احترام روحانی مرتبہ کے بزرگوں کے اقوال سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس بات کو تو نہیں جھٹلایا گیا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے لیے نبی کا لفظ استعمال کیا تھا، تاہم یہ بحث کی گئی ہے کہ انھوں نے اس لفظ کو ایک مخصوص مفہوم میں استعمال کیا تھا نہ کہ اس کے اصطلاحی مفہوم میں اور وہ

کوئی ایسے شخص نہیں تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی تازہ پیغام لے کر آئے ہوں جو پہلے سے نازل شدہ کسی حکم کی ترمیم و تنسیخ کرتا ہو، نیز ان کا دعویٰ ''ظلی'' اور ''بروزی'' نبوت کا تھا نہ کے تشریعی نبوت کا۔ فریق مخالف نے اس بات پر زور دیا کہ ''بروزی'' اور ''ظلی'' جن کا ترجمہ ''جسمانی ظہور'' کیا جا سکتا ہے، اسلامی عقائد کے لیے اجنبی ہیں اور ہر وہ شخص جو ایک ایسی چیز کے حامل ہونے کا دعویٰ کرے جس کو ''وحی نبوت'' سے تعبیر کیا جا سکے، بہر حال ایک نئی امت کی تشکیل کرتا ہے اور آپ سے آپ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی، ان کے فرقہ کے موجودہ سربراہ اور اس فرقہ کے نمائندہ مصنفین کی متعدد تحریروں کی مدد سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا قادیانی نے ایسے الہامات یا وحی پانے کا دعویٰ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرات انبیا کرام علیہم السلام کے لیے خاص ہے۔ لہٰذا اب ساری بحث سمٹ کر اس سوال پر آ جاتی ہے کہ آیا مرزا صاحب نے کبھی ایسی وحی کی پابندگی کا دعویٰ کیا جسے وحی نبوت سے موسوم کیا جا سکے؟ ماضی میں جب بھی کوئی نبی آیا، اس نے لوگوں پر جن کے درمیان اس کی بعثت ہوئی، ایک ذمہ داری عائد کی (جس طرح ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ساری انسانیت پر آپ ﷺ کے دعوے کو پرکھنے اور ان پر ایمان لانے کی ذمہ داری ڈالی) اور اپنی نبوت کا انکار کرنے پر انہیں آخرت کے مواخذہ کے مستحق ٹھہرایا۔ لہٰذا وہ لوگ اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ یا تو وہ اس کے دعوائے نبوت کو تسلیم کریں یا پھر کھلے بندوں اسے رد کر دیں۔ ایسے کسی دعوے کو قبول کرنے والوں پر مشتمل ایک نئی مذہبی برادری معرض وجود میں آ جاتی تھی جسے پچھلے عقیدہ کے حامل لوگ اپنے سے خارج سمجھتے تھے اور نئی جماعت ان لوگوں کو اپنی برادری سے باہر تصور کرنے لگتی تھی جو اس کے نبی پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ مرزا صاحب نے بھی لوگوں کی طرف اسی ہدایت کے ساتھ اپنا ہاتھ بڑھایا کہ وہ اسے قبول کریں مگر مسلمانوں نے مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت کو مسیلمہ کذاب کے مانند سمجھا۔ اپنی اولین تحریروں میں مرزا صاحب نے صاف صاف الفاظ میں تسلیم کیا تھا کہ مسلمان ہونے کے لیے اسلام

کے بنیادی عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اپنی کتاب ''ایام صلح'' (87 خزائن 14 ص323) میں احمدیہ فرقہ کے بانی نے خود یہ تحریر کیا کہ اہل سنت کے بنیادی عقائد جن پر عام مسلمانوں کا اجماع ہے، اسلام ہے جس پر ایمان لانے کے مسلمان پابند ہیں۔ ایک دوسری کتاب ''انجام آتھم'' (ص143، 144 روحانی خزائن جلد 11، ص143، 144) میں انھوں نے لکھا کہ جو شخص شریعت سے سرمو بھی تجاوز کرے اور ان اصولوں کو اپنانے سے انکار کرے جن پر امت کا اجماع ہے تو وہ اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق ہے۔ اور ان کا اسی بات پر پختہ عقیدہ تھا۔ کتاب ''ازالہ اوہام'' کے صفحہ 556 خزائن 3 ص 399 پر لکھتے ہیں کہ تواتر (جو لوگوں کا مسلسل عقیدہ رہا ہو) کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی مرزا صاحب نے خود اپنی ہی نبوت کا دعویٰ کھڑا کر دیا۔ ان کی اس ''نبوت'' کی نوعیت خود ان کے اپنے اور ان کے جانشینوں اور پیروکاروں کے اعلانات، ہدایات اور تحریرات کی روشنی میں حسب ذیل ہے۔

1- ''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا............ اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی سے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 378، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 503 از مرزا قادیانی)

2- ''مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ''**هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دين الحق ليظهره علی الدين كله**۔'' (اعجاز احمدی صفحہ 7 مندرجہ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 113 از مرزا قادیانی)

3۔ ''یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔ صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہوسکتا ہے جس میں براہِ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا۔ جو کچھ ہیں، قصے ہیں اور کوئی اگرچہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے، اس کی رضا جوئی میں فنا ہوجائے اور ہر ایک چیز پر

اس کو اختیار کر لے، تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا۔ (دریں چہ شک۔ناقل) میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی، اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور اندھا رکھتا ہے اور اندھا ہی مارتا اور اندھا ہی قبر میں لے جاتا ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ صفحہ 184، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 354 از مرزا قادیانی)

4۔ ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء صفحہ 11، مندرجہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 231 از مرزا قادیانی)

5۔ ''مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی، اس نے مجھے عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 150، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 153،154 از مرزا قادیانی)

6۔ ''ازالہ اوہام'' کے پہلے ایڈیشن کے صفحہ 633 پر خود کو رسول احمد کہا ہے اور اپنا مرتبہ قرآن سے جتانے کی سعی کی ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ 665 پر اپنے آپ کو مسیح موعود بتایا ہے اور ''معیار الاخیار'' کے صفحہ 11 پر خود کو متعدد انبیا کرام سے افضل کہا ہے۔ ''خطبہ الہامیہ'' کے صفحات 19 / 35 پر اپنے آپ کو انسانیت کے بلند ترین مقام کا حامل بتایا ہے۔ اپنی تقریر سیالکوٹ کے صفحہ 33 پر مسلمانوں کے لیے مسیح و مہدی اور ہندوؤں کے لیے کرشن مہاراج ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ''دافع البلا'' کے صفحہ 13 پر یہ لکھ کر حضرت امام حسینؓ پر اپنی فوقیت کا دعویٰ کیا ہے کہ حسینؓ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں مارے گئے مگر وہ (یعنی مرزا صاحب) شہید محبت (خدا کی محبت) ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ کے اہل خاندان کی بے حرمتی ان الفاظ میں کی ہے کہ آپ علیہ السلام کی تین دادیاں اور تین نانیاں بدکار عورتیں تھیں نیز آپ علیہ السلام عادی کذب اور دروغ گو تھے اور آپ

علیہ السلام کے پاس دجل وفریب اور مسمریزم کے سوا کچھ نہیں تھا۔

7۔ غیر مبہم اور واضح انداز میں اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں نبی ہوں اور اس امت میں نبی کا لفظ صرف میرے ہی لیے خاص ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص 391)

مجھے وحی آئی ہے۔ اور مجھے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (ایضاً)

میں وحی کے بغیر کچھ نہیں کہتا (اربعین جلد 3)

اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ بلا شبہ میں اس کا رسول ہوں۔ (ایضاً، ص 107)

اللہ نے اور کسی انسان کو وہ عزت نہیں بخشی جو مجھے بخشی ہے۔ (ایضاً، ص 106)

اللہ نے مجھے کوثر عطا فرمایا ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ص 35)

اپنے آپ کو سچا اور اصل خدا کہہ کر اللہ تعالیٰ کا درجہ دیا اور کہا میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں ہی خدا ہوں اور میں نے ہی یہ زمین و آسمان پیدا کیے ہیں۔ (آئینہ کمالات ص 564، 565)

ہر وہ شخص جو ان پر ان کی اپنی بیان کردہ حیثیت میں ایمان نہیں لاتا، وہ کافر ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص 163)

ان کے متبعین کے لیے ان کا انکار کرنے والوں کی اقتدا میں نمازیں پڑھنا ممنوع ہے۔ (فتاوی احمدیہ جلد نمبر 1، ص 18)

خدا نے انہیں اپنا بیٹا کہہ کر مخاطب کیا۔ (البشری، ص 49)

اللہ نے بتایا کہ اگر وہ انہیں پیدا نہ کرتا تو اس کائنات ہی کو پیدا نہ کرتا۔

(حقیقۃ الوحی، ص 99)

مرزا صاحب کے ان دعاویٰ کی بنا پر 1925ء میں تمام فرقوں کے علما سے ایک فتویٰ حاصل کیا گیا جس پر عدالت سماعت نے اعتماد کیا ہے۔

8۔ مرزا غلام احمد کے مذکورہ بالا اعلانات سے نبوت کو ان کے جانشین اور احمدیہ فرقہ کے موجودہ سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کی طرف سے مسلسل دہرایا جاتا رہا ہے۔ اپنی کتاب ''حقیقت نبوت کے صفحہ 228 پر مرزا محمود نے لکھا ہے کہ یہ امر روز روشن کی

طرح ایک مسلمہ حقیقت کا روپ دھار چکا ہے کہ پیغمبر اسلام کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ ''انوار خلافت'' میں انہوں نے کہا ہے کہ مسلمانوں نے غلط طور پر یہ سمجھ رکھا ہے کہ خدا کے خزانے خالی ہو چکے ہیں۔ انہیں اللہ کی قدرت کا اندازہ نہیں ورنہ ایک تو کیا میں یقین سے کہتا ہوں کہ ہزاروں انبیا اور آئیں گے۔ اپنی اسی کتاب کے صفحہ 65 پر احمدیوں کے موجودہ سربراہ نے لکھا ہے کہ اگر اس کی گردن کے دونوں جانب تلواریں رکھ کر اس سے یہ بیان کرنے کو کہا جائے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو وہ یہی کہے گا (کہ ایسے بیان کا مطالبہ کرنے والا) شخص جھوٹا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے بعد انبیا کی بعثت ہو سکتی ہے اور بالیقین نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ اس طرح مرزا غلام احمد صاحب نے نت نئے نبیوں کے ظہور کا دروازہ کھولا اور قادیانی جماعت نے مرزا غلام احمد صاحب کو سچا نبی مانا۔ اس مسئلہ پر حسب ذیل مثالیں پیش کی ہیں:

الف۔ 5 مارچ 1908 کے ''بدر'' میں مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا کہ انہیں اللہ کے حکم سے نبی بنایا گیا ہے۔

ب۔ مرزا بشیر الدین نے ''حقیقت نبوت'' کے صفحہ 174 پر لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب ''نبی'' کی اصطلاح کی معروف تعبیر اور شریعت کے مطابق نبی تھے، وہ مجازی نہیں بلکہ حقیقی نبی تھے۔

اس نوع کی نبوت کے دعوے کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ جو کوئی مدعی کے اعلان کردہ مرتبہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرے، وہ کافر قرار پائے۔ بیان بھی یہی کیا گیا ہے کہ قادیانی ان سارے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کی حقیقی نبوت پر ایمان نہیں لاتے۔ اس نکتہ کی وضاحت میں مندرجہ ذیل مثالیں پیش کی ہیں:

1۔ ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (آئینہ صداقت صفحہ 35 مندرجہ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 110 از مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی)

2۔ ''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے

مگر محمدؐ کو نہیں مانتا اور یا محمدؐ کو مانتا ہے پر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (کلمۃ الفصل صفحہ 110 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

3۔ سب جج گورداسپور کی عدالت میں مرزا بشیر الدین محمود نے حسب ذیل بیان دیا جو ''الفضل'' مورخہ 26، 29 جون 1922ء میں یوں شائع ہوا۔

ہم مرزا صاحب پر ایمان رکھتے ہیں جب کہ غیر احمدی ان پر ایمان نہیں رکھتے اور قرآن کی تعلیمات کی رو سے کسی نبی کا انکار کفر ہے لہٰذا تمام غیر احمدی کافر ہیں۔

9۔ مرزا صاحب نے درج ذیل اشعار کہے ہیں:

(الف) ''منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمدﷺ و احمدﷺ کہ مجتبیٰ باشد''

ترجمہ: ''میں مسیح زماں ہوں، میں کلیم خدا یعنی موسیٰ ہوں، میں محمدﷺ ہوں، میں احمد مجتبیٰ ہوں۔'' (تریاق القلوب صفحہ 6 مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 134 از مرزا قادیانی)

(ب) ''میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 103 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 133 از مرزا قادیانی)

یہ ہے وہ مرتبہ و منصب جس کے مرزا صاحب دعوے دار ہیں اور اس مرتبہ کا انکار کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کے اس عقیدہ کو اپنی نبوت کی تائید کا ذریعہ بنانے کی سوچی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر وفات نہیں ہوئی بلکہ وہ چوتھے آسمان پر زندہ ہیں جہاں سے یوم حشر سے قبل آپ کا زمین پر نزول ثانی ہوگا اور یہ نزول قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔ چنانچہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کا مرتبہ اپنے لیے مختص کیا اور مسیح موعود ہونے کا لقب اختیار کیا۔ یہ ان کے سلسلہ الہامات کے دوسرے مرحلہ کا ذکر ہے۔ مسلمانوں کا ایک اور عقیدہ یہ بھی ہے کہ قیامت سے قبل حضرت امام مہدی علیہ الرضوان تشریف لائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنے لیے مہدی موعود کے منصب کا بھی دعویٰ کیا۔ وہ یہ حقیقت جانتے تھے کہ گزشتہ چو

دہ صدیوں میں مسیلمہ کذاب اور اس قماش کے جس کسی فرد نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اسے مسلمانوں نے برداشت نہیں کیا۔ اس لیے انھوں نے ''مہربان حکومت انگلشیہ'' کی مخالفت کا سہارا تلاش کیا۔ تحقیقاتی عدالت کے فاضل ججوں کا اس نکتہ پر حسب ذیل تبصرہ ہے:

''اس قسم کے تفرقات انگریزوں کے لیے مفید مطلب تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے محکومین ایسے جھگڑوں میں اس حد تک الجھے رہیں جہاں تک ملکی امن و امان کو کسی خطرے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر لوگ ایک دوسرے کو جنت و جہنم میں بھیجنے کے بارے میں باہم اس طرح دست و گریبان رہیں کہ نہ تو ان میں کوئی سر پھٹول ہو اور نہ ہی وہ دنیاوی مفادات کا کوئی مطالبہ کریں تو انگریز اس قسم کے نزاعات کا پورے سکون و استقلال بلکہ تسکین خاطر کے ساتھ تماشا دیکھتے رہتے تھے۔ مگر جونہی انھیں کوئی فریق آمادہ پیکار دکھائی دیتا تو وہ سخت گیر اور غیر مصالحت پسندانہ پالیسی اختیار کر لیتے۔ مرزا صاحب برطانوی راج کی اس برکت کی پوری قدر جانتے تھے جو ایسے بحث مباحثوں کی نا صرف اجازت دیتا تھا بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتا تھا اور تحریک احمدیہ کے بانی اور اس تحریک کے رہنماؤں کے خلاف غیر احمدی حضرات کو ایک خاص شکایت ان کا انگریزوں کی انتہائی خوشامد اور کاسہ لیسی کا یہ طرز عمل بھی ہے۔''

قادیانی فرقہ کے بانی کو ظہور اسلام کے بعد مسیلمہ کذاب اور دیگر مدعیان نبوت کا حشر معلوم تھا، اس لیے یہ فرقہ اپنی ''نبوت'' کے قیام و استحکام کی خاطر تاج برطانیہ کے سایہ محافظت اور سرپرستی کا شدید محتاج تھا۔ اس ضمن میں مرزا غلام احمد صاحب کی ان تحریروں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

1۔ تریاق القلوب کے صفحہ 28 پر مرزا غلام احمد قادیانی رقم طراز ہیں:

❑ ''میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا، اور اپنے مریدوں میں یہی ہدایتیں جاری کرتا رہا، تو کیونکر ممکن تھا کہ ان تمام ہدایتوں کے برخلاف کسی بغاوت کے منصوبے کی میں تعلیم کروں۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے

اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظّمہ میں مل سکتا ہے، نہ مدینہ میں، اور نہ سلطانِ روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ میں۔''

(تریاق القلوب صفحہ 28، مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 156 از مرزا قادیانی)

2۔ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 69 پر غلام مرزا احمد صاحب نے لکھا:

''میں اپنے اس کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں، مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ لہٰذا وہ اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دُعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے سبب سے ہیں۔ کیونکر جدھر تیرا منہ ادھر خدا کا منہ ہے۔''

(اشتہار، عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی نمبر 168 بتاریخ 22 مارچ 1897ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 69، طبع جدید، از مرزا قادیانی)

3۔ مرزا غلام احمد صاحب نے مزید کہا کہ:

''سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کیے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لیے ایک رحمت ہے، تمہارے لیے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو۔''

(اشتہار، اپنی تمام جماعت کے لیے ضروری نصیحت نمبر 287 بتاریخ 7 مئی 1907ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 709 طبع جدید، از مرزا قادیانی)

ان ہی وجوہات کے تحت پاکستان کے بارے میں قادیانیوں کے رویہ کا لب لباب تحقیقاتی عدالت کے معزز ججوں نے اپنی رپورٹ کے صفحہ 196 پر اس طرح بیان کیا ہے:

''1918ء کی پہلی جنگ عظیم کے دوران ترکی کی شکست اور بغداد پر برطانوی قبضہ ہو جانے پر قادیان میں جو جشن فتح منایا گیا، اس نے مسلمانوں میں سخت ناراضگی اور برہمی پیدا کر دی اور احمدیت کو انگریزوں کی لونڈی سمجھا جانے لگا۔ جب افق پر ملک کی تقسیم کے ذریعے مسلمانوں کے لیے جداگانہ وطن کے واقعات کے تصور سے تشویش ہونے لگی۔ ان کی 1945ء سے 1947ء کے اوائل تک بعض تحریروں میں انگریزوں کے جانشین بننے کی توقعات کی جھلک پائی جاتی ہے مگر جب پاکستان کا دھندلا سا تصور ایک متوقع حقیقت کا روپ دھارنے لگا تو ایک نئی مملکت کے نظریہ سے خود کو مستقلاً ہم آہنگ کرنے کے لیے انہیں قدرے مشکلات محسوس ہوئیں۔ اس وقت وہ سخت گومگو کی کیفیت سے دوچار تھے کیونکہ اپنے قیام کی خاطر نہ تو ہندوستان ہی کا انتخاب کر سکتے تھے جو ایک ہندو لادینی ریاست بننے کو تھا اور نہ ہی پاکستان کا کہ اس میں فرقہ بندی کی حوصلہ افزائی کی امید نہ تھی۔ ان کی بعض تحریروں سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ تقسیم کے خلاف تھے اور ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ اگر تقسیم معرض عمل میں آ بھی گئی تو وہ برصغیر کے دوبارہ اتحاد کے لیے جدوجہد کریں گے۔ یہ سب کچھ محض اس امر واقعہ کے سبب سے تھا کہ احمدیت کے گڑھ، قادیان کے غیر یقینی مستقبل کا احساس ان کے اندر ابھرنا شروع ہو گیا تھا جس کے متعلق مرزا صاحب کی متعدد پیشین گوئیاں تھیں۔''

یہی کچھ اغراض تھیں جن کے تحت مرزا قادیانی نے تیرہ سو سال پرانے اسلامی نظریہ جہاد کو منسوخ کرنا چاہا تھا اور اعلان کیا کہ اب سے جہاد بالسیف نہیں ہو سکتا بلکہ جہاد اب صرف ان ہی کوششوں تک محدود ہو گا جو مخالفین کو دلائل سے قائل کرنے کے واسطے کی جائیں۔

جہاد کی حدود و شرائط قرآن کی مندرجہ ذیل آیات میں ملتی ہیں:

❑ **أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌo الَّذِيْنَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا**

اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡراً وَلَیَنصُرَنَّ اللّٰہُ مَن یَنصُرُہُ إِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌo (الحج:39،40)

ترجمہ: اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے ''ہمارا رب اللہ ہے'' اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجے اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔

❑ **فَإِنِ انتَهَوۡاْ فَإِنَّ اللّٰہَ غَفُورٌ رَّحِیۡمٌ o وَقَاتِلُوهُمۡ حَتَّی لاَ تَکُونَ فِتۡنَةٌ وَیَکُونَ الدِّیۡنُ لِلّٰہِ فَإِنِ انتَهَواۡ فَلاَ عُدۡوَانَ إِلاَّ عَلَی الظَّالِمِیۡنَ o الشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَالۡحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعۡتَدَی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُواۡ عَلَیۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدَی عَلَیۡکُمۡ وَاتَّقُواۡ اللّٰہَ وَاعۡلَمُواۡ أَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ o وَأَنفِقُواۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلاَ تُلۡقُواۡ بِأَیۡدِیۡکُمۡ إِلَی التَّهۡلُکَةِ وَأَحۡسِنُوَاۡ إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَo** (البقرہ:192 تا 195)

ترجمہ: پھر اگر وہ باز آ جائیں (تو جان لو کہ) اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے اور لڑتے رہو اِن سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (وفساد) اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لیے پھر اگر وہ باز آ جائیں تو (سمجھ لو) کہ سختی (کسی پر) جائز نہیں مگر ظالموں پر حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور ساری حرمتوں میں (فریقین کے رویہ میں) برابری چاہیے تو جو تم پر زیادتی کرے تو تم اُس پر زیادتی کرلو (لیکن) اس قدر جتنی زیادتی اُس نے تم پر کی ہو اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور جان لو یقیناً اللہ (کی نصرت) پرہیزگاروں کے ساتھ ہے اور خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور نہ پھینکو اپنے آپ کو اپنے ہاتھ تباہی میں اور اچھے کام کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے۔

❑ **وَقَاتِلُوهُمۡ حَتَّی لاَ تَکُونَ فِتۡنَةٌ وَیَکُونَ الدِّیۡنُ لِلّٰہِ فَإِنِ انتَهَواۡ فَلاَ**

عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَo (البقرہ:193)

ترجمہ: تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہوجائے پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔

❑ **الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُواْ عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُواْ اللّهَ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَo (البقرہ:194)**

ترجمہ: ماہ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا۔ لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے تم بھی اس پر دست درازی کرو۔ البتہ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ انہی لوگوں کے ساتھ ہے، جو اس کی حدود توڑنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

❑ **لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِيْ الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَo (الممتحنہ:8)**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

❑ **فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ الَّذِيْنَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ فَيُقْتَلْ أَو يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْراً عَظِيْماًo وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيّاً وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيْراًo (النساء:74،75)**

ترجمہ: پس چاہیے کہ لڑا کریں اللہ کی راہ میں (صرف) وہ لوگ جنہیں نے بیچ دی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے عوض اور جو شخص لڑے اللہ کی راہ میں پھر (خواہ) مارا جائے یا غالب آئے تو (دونوں حالتوں میں) ہم دیں گے اُسے اجرِ عظیم اور کیا ہوگیا ہے تمہیں

کہ جنگ نہیں کرتے ہو راہِ خدا میں حالانکہ کئی بے بس مرد اور عورتیں اور بچے ایسے بھی ہیں جو (ظلم سے تنگ آ کر) عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب نکال ہمیں اِس بستی سے ظالم ہیں جس کے رہنے والے اور بنا دے ہمارے لیے اپنے پاس سے دوست اور بنا دے ہمیں لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔

❑ **فَإِذَا انسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُواْ الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌo (التوبہ:5)**

ترجمہ: پس جب حرام (حرمت والے) مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو۔ پھر وہ اگر توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انھیں چھوڑو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

❑ **فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَاداً كَبِيراً o (الفرقان:52)**

ترجمہ: پس (اے نبی ﷺ) کافروں کی بات ہرگز نہ مانو اور اس قرآن کو لے کر ان کے ساتھ جہاد کبیر کرو۔

لیکن جہاد کے بارے میں قادیانی نظریہ یہ ہے کہ جہاد بالسیف کی اجازت صرف اپنے دفاع کی خاطر دی گئی ہے اور اس مسئلہ پر اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے محض اس عقیدہ کی تشریح و توضیح کی ہے جس کی بنیاد براہ راست متعدد قرآنی آیات پر رکھی کیونکہ انھوں نے کسی قرآنی حکم یا ہدایت کی تنسیخ کا دعویٰ نہیں کیا لیکن فریق مخالف کی دلیل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلے پر اظہار رائے کے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں، ان سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قرآنی حکم کی محض تشریع و توضیح ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ ایک موجود قرآنی قانون کی صریحاً تنسیخ کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں حسبِ ذیل عبارتوں پر انحصار کیا گیا ہے:

''میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے

تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔"

"اب جہاد دین کے لیے حرام ہے۔"

"دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے۔"

"مسیح کے آنے کا یہ نشان ہے کہ وہ دین کی لڑائیاں ختم کر دے گا۔"

"میں نے جہاد کی مخالفت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں کیں۔"

"میں نے جہاد کے خلاف صدہا کتابیں تحریر کیں اور عرب مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کی ہیں۔"

"مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کے حکم منسوخ کر دیئے گئے۔"

"اب زمین کے فساد بند کیے گئے۔"

"اب جو دین کے لیے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔"

"میرے فرقے میں، جس کا خدا نے مجھے امام اور رہبر مقرر فرمایا ہے، تلوار کا جہاد بالکل نہیں۔ یہ فرقہ اس بات کو قطعاً حرام جانتا ہے کہ دین کے لیے لڑائیاں کی جائیں۔"

"اسلام میں جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔"

"مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔"

مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کی تحریروں میں پائے جانے والے ان فقروں اور "اربعین" جلد چہارم کے صفحہ 7 کی عبارت "میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی" کی بنیاد پر یہ بات بڑے پرزور انداز میں پیش کی گئی ہے کہ ان عبارتوں میں مندرج اعلانات ایک قرآنی قانون کی ترمیم و تنسیخ ہی کرتے ہیں۔ اپیل کنندہ کی جانب سے اس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ ان تحریروں میں جو الفاظ اور مطالب اختیار کیے گئے ہیں، ان سے تنسیخ کا کوئی پہلو نہیں نکلتا بلکہ وہ تو ایک ایسے قرآنی حکم کی تشریح کرتے ہیں جس کو تیرہ سو سال سے غلط سمجھا جاتا رہا ہے اور بہرحال دوسرے لوگ مرزا صاحب کے

اقوال کی تعبیرات خواہ کچھ بھی کریں، احمدیوں نے تو ان کا مطلب ہمیشہ یہی لیا ہے کہ قرآن میں کوئی نیا حکم نہیں نکلتا اور مرزا صاحب کے سارے کام کی اصل غرض و غایت قرآن کے حقیقی احکامات پر سے کھوٹ اور میل کو دور کرنا تھی۔ اس بارے میں قادیانی فریق نے ''**یضع الحرب**'' والی روایت کے حوالے سے یہ دلیل فراہم کی ہے کہ مرزا صاحب نے جیسا کہ ان کی کچھ تحریروں سے ثابت ہے جو کچھ کیا، وہ محض یہ تھا کہ انھوں نے مذکورہ روایت کے مصداق جنگ کو معطل کر دیا اور کسی قانون کی تنسیخ ہرگز نہیں کی۔ یہاں یہ نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ اگر مان لیا جائے کہ مرزا صاحب کے ان خیالات کا مقصد قرآنی قانون کی تنسیخ سے ایک نئے حکم کا اجرا یا اس میں جزوی ترمیم تھا (ان کے پیروؤں کے نزدیک انھوں نے یہی کچھ کیا) تو پھر ان کی حیثیت تشریعی نبی کی ہوتی ہے۔ مگر یہ بات آیت ''خاتم النبیین'' کی قادیانیوں کی خود کردہ تفسیر کے خلاف پڑتی ہے اور یہ نتیجہ خاص طور پر اس صورت تو لازماً نکلے گا جب کہ اس نئے حکم کی بنیاد ''وحی'' و ''الہام'' پر رکھی گئی ہو۔ غیر احمدی طریق نے اس دلیل کو یوں آگے بڑھایا ہے کہ ان تحریروں پر مبنی نظریات کی نوعیت اگر محض تشریحی یا تصدیقی بھی ہو تب بھی اصولی طور پر مرزا صاحب کی حیثیت تشریعی نبی کی ہی رہتی ہے کیونکہ اگر شارح کسی قانون کی تعبیر کے بجائے اپنے لیے اس کے استقرار **(declaratory legislation)** کے حق کا بھی مدعی ہو تو اس کی، کی ہوئی تشریحات و توضیحات بجائے خود قانون سازی کے ضمن میں آ جاتی ہیں۔ قادیانی حضرات مندرجہ بالا آیات میں سے متعلقہ آیات کے حوالے سے اور آیت السیف یعنی نویں سورت کی پانچویں، مدینہ میں نازل شدہ آیت کے متعلق اس مروجہ نظریہ کی صحت کو مشتبہ قرار دے کر کہ اس آیت کے نزول سے مکہ میں نازل شدہ وہ آیات منسوخ ہوگئی تھیں (جن کا تعلق اپنے دفاع یا اس زمانہ میں عرب میں کفار کے زیر اثر علاقوں میں آباد مسلمانوں کو ظلم و استبداد سے نجات دلانے کی خاطر کفار کے ساتھ جنگ کرنے سے تھا۔) مرزا صاحب کی ان تحریروں کے اصل مفہوم کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں اس امر کی نشان دہی بھی کر دی

گئی ہے کہ یہ قادیانیوں کا ایک بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن کی کوئی آیت مابعد کی کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتی اور آیت السیف سے مکی آیات کا کوئی تضاد یا تناقض ظاہر نہیں ہوتا۔ نیز ناسخ و منسوخ کے پورے نظریہ کی تردید کی گئی ہے۔ اس فریق نے نظریہ ناسخ و منسوخ پر دلالت کرنے والی درج ذیل آیات کی تشریح و تاویل کسی اور انداز سے کی ہے:

❑ **مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٥ (البقرہ:106)**

ترجمہ: ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں، اس کی جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں یا کم از کم ویسی ہی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

❑ **وَإِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (النحل:101)**

ترجمہ: جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں، اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہ قرآن خود گھڑتے ہو بلکہ اِن میں سے اکثر (آیت بدلنے کی حکمت کو) نہیں جانتے۔

چنانچہ مسلمان قادیانیوں کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

1۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت سے انکار، الفاظ قرآنی کی غلط تاویلات اور اس دین کو لعنتی اور شیطانی قرار دینا جس کے پیروکار حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

2۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا تشریعی نبوت کا قطعی دعویٰ۔

3۔ یہ دعویٰ کہ حضرت جبرائیل ان (مرزا غلام قادیانی) پر وحی لاتے ہیں اور وہ وحی قرآن کے برابر ہے۔

4۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسینؓ کی مختلف طریقوں سے توہین۔

5۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے دین کا اہانت آمیز طور پر ذکر۔
6۔ قادیانیوں کے سوا تمام دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دینا۔

1953ء کے فسادات کے دوران اور 1954ء کی تحقیقات سے پہلے قادیانیوں نے اپنے کئی عقائد سے پلٹنا شروع کر دیا ہے۔ تحقیقاتی عدالت کے روبرو انھوں نے جو موقف اختیار کیا، اس سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کے بانی اور اس کے جانشینوں کے وضع کردہ اصولوں اور عقائد کے معانی کو تبدیل کرنے کے لیے کوشاں رہے مگر ہمارے پاس احمدیہ فرقہ کے بانی اور اس کے جانشینوں کی تصنیف کردہ وہ کتب موجود ہیں جن سے میاں عطاء اللہ نے استدلال کیا ہے گویا اس طرح ہمارے سامنے کثرت سے وہ ذرائع موجود ہیں جن کی مدد سے ہم اس فرقہ کے فلسفہ کی حقیقت جان سکیں۔

اوپر کی ساری بحث سے میں نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں:

1۔ مسلمانوں کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا، وہ مسلمان نہیں۔
2۔ مسلمانوں کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔
3۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعاوی، تشریحات و تاویلات کی روشنی میں ایک ایسی وحی پانے کے مدعی تھے جسے وحی نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
4۔ اپنی اولین تصانیف میں مرزا صاحب کے خود اپنے قائم کردہ معیار ان کے اس دعویٰ نبوت کو جھٹلاتے ہیں۔
5۔ انھوں نے واقعتاً دنیا بھر کے مانے ہوئے انبیا کرام علیہم السلام کی طرح نبی کامل ہونے کا دعویٰ کیا اور ''ظل'' و ''بروز'' کی اصطلاحوں کی حقیقت ایک فریب کے سوا کچھ نہیں۔
6۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد وحی نبوت نہیں آ سکتی اور جو کوئی ایسی وحی کا دعویٰ کرے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس بحث اور اس سے اخذ کردہ نتائج کی بنا پر یہ بات بڑی

آسانی کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ عدالت سماعت نے جو نتائج اخذ کیے ہیں، وہ درست ہیں، چنانچہ میں ان سب کی توثیق کرتا ہوں۔ مسماۃ امتہ الکریم کی اپیل میں کوئی جان نہیں ہے، لہٰذا میں اسے خارج کرتا ہوں۔

جہاں تک لیفٹیننٹ نذیرالدین کی اپیل کا تعلق ہے، جناب ظفر محمود ایڈووکیٹ نے اس کے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ مسماۃ امتہ الکریم کے سامان جہیز پر نذیرالدین کا قبضہ ثابت ہو چکا ہے اور اس کی قیمت کا تخمینہ بھی مناسب لگایا گیا ہے، لہٰذا میں ان کی اپیل میں بھی کوئی وزن محسوس نہیں کرتا اور میں ان کی اپیل کو بھی خارج کرتا ہوں۔

چونکہ دونوں فریق اپنی اپنی اپیلوں میں ناکام رہے ہیں، لہٰذا میں اخراجات کے متعلق کوئی فیصلہ نہ دینے ہی کو ترجیح دیتا ہوں۔

کورٹ فیس کی وصول یابی کے اقدامات کے واسطے کلکٹر راولپنڈی کو اطلاع دی جائے۔

دستخط	تاریخ فیصلہ
محمد اکبر	3 جون 1955ء

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ کورٹ

49۔ قادیانیت کی سب سے عمدہ پردہ کشائی ڈاکٹر محمد اقبال کی طرف سے ہوئی۔ ان کے پراثر بیانات اور زوردار دلائل نے سامراجیت کی اس مذہبی سیاسی ایجنسی کو عوام کی نظروں کے سامنے صراحتاً بےنقاب کیا۔ ڈاکٹر علامہ اقبال کو قادیانیت کے خلاف بھرپور جنگ شروع کرنے کے لیے جس بات نے آمادہ کیا، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال قادیانیت کو اس کے آغاز ہی سے بہت اچھی طرح جانتے تھے اور ہند میں پچھلی نصف صدی کے دوران ہونے والی اس کی ترقی اور نشو و نما کے باریک بین مشاہد تھے۔ شروع کے چند سالوں میں جب اس کا اصل کردار سامنے نہیں آیا تھا، وہ اس کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ ابتدائی 1930ء کے دوران وہ قادیانیت کے اس کردار سے جو وہ ہند میں بالخصوص تحریک کشمیر میں جس سے وہ خود بھی بہت حد تک منسلک تھے،

مکمل طور پر آگاہ ہو چکے تھے۔انہوں نے مناسب توسط کے ذریعے مہاراجہ کشمیر کے ساتھ بہتر معاملہ کے لیے کشمیر کمیٹی کے لیے مرزا محمود کی صدارت کو یقینی بنانے کے لیے کلیدی محرک کا کام کیا تھا۔ چند ہی مہینوں میں انہیں اس بات کا ادراک ہو گیا کہ قادیانیت بہت مکروہ چہرے کی حامل ہے جو انسان دوستی کے پیچھے چھپے ہوئی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ تحریک نا صرف انڈیا کے مسلمانوں کے لیے بلکہ تمام عالم اسلام کے لیے خوفناک سیاسی مضمرات رکھتی تھی۔ انہوں نے پچھلے 50 سالہ (1880ء تا 1935ء) ریکارڈ کی بنیاد پر اس تحریک میں ہونے والی تبدیلی ہیت کا مشاہدہ کیا اور تاریخ کے طالبعلم کے طور پر اسے ایک اسلام مخالف، رجعتی اور سامراجیت نواز گروہ کے طور پر بھانپ لیا جو نام نہاد مذہبی تجدید نو کے نازک پردے کے پیچھے کام کر رہی ہے۔ 2 مئی 1935ء کو ڈاکٹر محمد اقبال نے قادیانی مسئلے کے سماجی اور سیاسی مضمرات کے بارے میں اپنا تاریخی بیان پریس کو بھیجا۔ انہوں نے وضاحت کی کہ انڈیا میں مسلم آبادی کی اساس صرف اور صرف مذہبی نظریے پر قائم ہے، اس لیے کوئی مذہبی گروہ جو اسلام کی گود سے تاریخی طور پر ظاہر ہوا ہو اور اپنی بنیاد میں نئی نبوت کا دعویدار ہو، اس کی مبینہ سلسلہ وحی کی سچائی کو نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہو، اسے ہر مسلمان کو اسلام کی یکجہتی کے لیے ایک سنگین خطرہ سمجھنا چاہیے۔ ایسا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مسلم معاشرے کی سالمیت کی ضمانت صرف اور صرف ختم نبوت کے نظریے پر ہے۔ ان کے بیان کے اقتباسات حسب ذیل ہیں:

''......کوئی مذہبی گروہ جو اسلام کی گود سے تاریخی طور پر ظاہر ہوا ہو اور اپنی بنیاد میں نئی نبوت کا دعویدار ہو اور اس کی مبینہ سلسلہ وحی کی سچائی کو نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہو، اسے ہر مسلمان کو اسلام کی یکجہتی کے لیے سنگین خطرہ سمجھنا چاہیے۔ ایسا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مسلم معاشرے کی سالمیت کی ضمانت صرف اور صرف ختم نبوت کے نظریے پر ہے......'' (قادیانی اور جمہور مسلمان)

''......جس شدت جذبات سے انڈین مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے

خلاف مظاہرہ کیا ہے، وہ جدید عمرانیات کے طالب علم کے لیے مکمل طور پر قابل فہم ہیں، وہ ایک اوسط مسلم جس کو کہ گزشتہ دن ایک لکھاری نے سول اور ملٹری گزٹ میں مولوی کے اشارے پر چلنے والے کے طور پر بیان کیا، وہ اس تحریک کی مخالفت میں ختم نبوت کے مفہوم پر مکمل دسترس رکھنے کی نسبت اپنی شناخت کی جبلت کے تحت اس تحریک کی مخالفت پر وجدانی طور پر آمادہ ہے۔ نام نہاد روشن خیال مسلمان نے اسلام میں ختم نبوت کے نظریے کی حقیقی ثقافتی اہمیت کو سمجھنے کی شاذ و نادر ہی کوشش کی ہے اور مغربیت کے آہستہ رو اور غیر محسوس انداز میں کارفرما تعامل نے اپنی شناخت کی جبلت سے بھی اس کو محروم کر دیا ہے ان نام نہاد روشن خیال مسلمانوں میں سے کچھ اپنے دینی بھائیوں کو ''رواداری'' کی تبلیغ کرنے کی حد تک چلے گئے ہیں؟ میں مسلمانوں کو رواداری کی تبلیغ کرنے پر سر بریٹ ایمرسن سے باآسانی معذرت کر سکتا ہوں، ایک جدید یورپی کے لیے جس کی پیدائش اور نشوونما ایک بالکل الگ ثقافت میں ہوئی ہو، وہ اس بصیرت کا حامل نہیں ہوتا ہے یا شاید نہیں ہوسکتا ہے جو کسی کو اس بات کی تفہیم ممکن بناتا ہے کہ وہ ایک قوم کی ساخت کے بنیادی مسئلے کو مکمل مختلف ثقافتی نظریے سے دیکھ سکے...... حکومت کو موجودہ صورتحال پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور اگر ممکن ہو تو اس مسئلے کے حوالے سے ایک اوسط مسلمان کی ذہنی سطح کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی قوم کی سالمیت کو کس قدر مطلق حیات تصور کرتا ہے۔ بہر حال اگر کسی قوم کی سالمیت خطرے میں پڑ جائے تو اس قوم کے پاس اس کا شیرازہ بکھیرنے کے درپے قوتوں کے خلاف واحد راستہ اپنا دفاع ہوتا ہے اور خود دفاعی کے کیا کیا راستے ہوتے ہیں؟......'' (قادیانی اور جمہور مسلمان)

''......اس شخص کی متنازعہ تحریریں اور دعووں کا ردعمل جو اصل قوم کی طرف سے ایک مذہبی مہم جوئی سمجھا جاتا ہے۔ کیا یہ پھر مناسب بات ہوگی کہ اس کی بنیادی قوم کو رواداری کی تبلیغ کی جائے جس کی سالمیت کو خطرے میں ڈالا جائے اور اس کے باغی گروہ کو اپنے پروپیگنڈا جاری رکھنے کی آزادی دی جائے جبکہ وہ پروپیگنڈا بے حد بدسلوکی والا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر بنیادی قوم کے نقطہ نظر سے کوئی باغی گروہ حکومت کے کسی خاص سروس

میں ہو تو مؤخر الذکر ان کی خدمات کے حوالے سے جتنا بہترین ہو سکتا ہے، اس کا معاوضہ یا انعام دینے کی آزادی رکھتے ہیں۔ دوسری قومیتیں اس کے خلاف عناد نہیں رکھیں گی لیکن اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے کہ کوئی قومیت اپنی اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہونے والی ساری قوتوں کو خاموشی سے نظر انداز کر دے۔ اجتماعی زندگی اپنی تحلیل کے خطرے کے حوالے سے اتنی ہی حساسیت کی حامل ہوتی ہے، جتنی ایک انفرادی زندگی۔ اس حوالے سے یہ اضافہ کرنا بہت مشکل ہے کہ مسلمانوں کے فرقوں کا باہمی فقہی جھگڑا ان بنیادی اصولوں پر اثر انداز نہیں ہوتا جن پر یہ تمام فرقے ایک دوسرے پر بدعت کے الزامات کے باوجود اپنے اختلافات کے ساتھ متفق ہیں......'' (قادیانی اور جمہور مسلمان)

''...........اس کے علاوہ ایک اور نکتہ ہے جو سرکار سے خصوصی غور کرنے کا متقاضی ہے، جدید آزادیوں کے نام پر انڈیا میں مذہبی مہم جو افراد کی حوصلہ افزائی لوگوں کو مذہب سے زیادہ سے زیادہ لاپرواہ کرتی ہے، جس سے ہندوستانی قومیتوں کی زندگی سے مذہب کا اہم عنصر بتدریج مکمل ختم ہو جائے گا۔ ہندوستانی ذہن پھر مذہب کے کسی متبادل کو تلاش کرے گا جو امکانی طور پر ماسوائے لادینی مادیت کی شکل میں ہوگا جیسا کہ روس میں ظاہر ہوا ہے......'' (قادیانی اور جمہور مسلمان)

''...........میں سمجھتا ہوں کہ اس بیان سے کچھ حلقوں میں کچھ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ میں نے حکومت کو لطیف تجویز دی ہے کہ وہ قادیانی تحریک کو بزور قوت کچل دیں۔ ایسا کچھ نہیں۔ میں نے واضح کر دیا ہے کہ مذہب میں عدم مداخلت کی پالیسی وہ واحد پالیسی ہے جسے ہندوستان کے حکمران اپنا بنا سکتے ہیں۔ کوئی دوسری پالیسی ممکن ہی نہیں ہے تاہم مجھے اعتراف ہے کہ میرے اپنے ذہن کے مطابق ریاستی مذہبی پالیسی قومیتوں کے مفادات کے لیے مضر ہے لیکن اس سے فرار نہیں ہے اور جنہیں اس سے نقصان پہنچے انہیں مناسب ذرائع سے اپنے مفادات کا تحفظ کرنا ہوگا۔ میری رائے میں ہندوستانی حکمرانوں کے لیے بہترین راستہ یہ ہے کہ وہ قادیانیوں کو الگ قومیت قرار دے، یہ مکمل طور پر خود قادیانی پالیسی سے ہم آہنگ ہوگی

اور ہندوستانی مسلمان ان کے ساتھ ویسے ہی رواداری برتے گا، جیسی رواداری وہ دیگر مذاہب کے ساتھ برتتا ہے......'' (ضمیمہ، قادیانی اور جمہور مسلمان)

50۔ ڈاکٹر محمد اقبال بہائیت کو قادیانیوں کی نسبت زیادہ دیانت دار قرار دیتے ہیں کہ وہ اول الذکر خود کو کھلے عام اسلام سے الگ قرار دیتے ہیں جبکہ مؤخر الذکر ظاہری طور پر اسلام کے زیادہ وفادار نظر آتے ہیں، لیکن اندرونی طور پر اسلام کی روح کے سخت دشمن ہیں۔ ''قادیانی اور کٹر راسخ العقیدہ مسلمان'' کے بارے میں ڈاکٹر محمد اقبال کے بیان اور اس پر کی جانے والی تنقید راہنما کے طور پر موجود ہے۔ درج ذیل خط جو اس "Statesman" کو جواباً لکھا گیا تھا اور 10 جون 1935ء کو شائع ہوا تھا:

☐ میرے بیان مطبوعہ 14 مئی پر آپ نے تنقیدی اداریہ لکھا، اس کے لیے میں آپ کا ممنون ہوں۔ جو سوال آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے، وہ فی الواقعہ بہت اہم ہے اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا ہے۔ میں نے اپنے بیان میں اسے نظر انداز کر دیا تھا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انھوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے، خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی اقدام اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے اور بھی تقویت ملی۔ سکھ 1919ء تک آئینی طور پر علیحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کیے جاتے تھے لیکن اس کے بعد علیحدہ جماعت تسلیم کر لیے گئے، حالانکہ انھوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو ہیں۔

اب چونکہ آپ نے یہ سوال پیدا کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں اس مسئلہ کے متعلق، جو برطانوی اور مسلم دونوں زاویہ نگاہ سے نہایت اہم ہے، چند معروضات پیش کروں۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں واضح کروں کہ حکومت جب کسی جماعت کے مذہبی اختلافات کو تسلیم کرتی ہے تو میں اسے کس حد تک گوارا کر سکتا ہوں۔ سو عرض ہے کہ:

اوّلاً اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں یعنی وحدتِ الوہیت پر ایمان، انبیا پر ایمان اور رسولِ کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے، جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے کہ فرد یا گروہ ملتِ اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں، لیکن انھیں ملتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیا کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ (1) جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا لیکن ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسولِ کریم ﷺ کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں، یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں اور ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلا دیں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اسلام میں ہوتا کہ انھیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔

ثانیاً ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دُنیائے اسلام سے متعلق اُن کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے۔ اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار، اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی)۔ مسلمانوں کی قیامِ نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیائے اسلام کافر ہے، یہ تمام اُمور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں، جتنے سکھ، ہندوؤں سے کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں

کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندوؤں میں پوجا نہیں کرتے۔

ثالثاً اس امر کو سمجھنے کے لیے کسی خاص ذہانت یا غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں، پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لیے کیوں مضطرب ہیں؟ علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو 56,000 (چھپن ہزار) ہے، انھیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں دلا سکتی اور اس لیے انھیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالسِ قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہوسکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیحدہ لحاظ رکھا گیا ہے لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔ ملتِ اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔

حکومت نے 1919ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا، اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبہ کے لیے کیوں انتظار کر رہی ہے؟

51۔ تاریخ کی یہ ستم ظریفی کہ قادیانیت نے بھارت میں ایک عجیب ہمدرد پایا جو کہ ایک قوم پرست، سیکولر اور کانگریس کا سوشلسٹ رہنما تھا، یعنی پنڈت جواہر لال نہرو۔ اس نے علامہ اقبال کے مضامین المورا جیل میں قید کے دوران پڑھے تھے۔ اس نے ان مضامین پر مختصر نوٹ تحریر کیے تھے تاکہ بھارتی سیاست میں اپنا اثر ورسوخ جما سکے۔ اس کو شدت سے احساس تھا کہ قادیانیت سامراجیت کی ایک ذیلی پراڈکٹ ہے اور اس نے سیاست میں ہمیشہ برطانیہ نواز موقف اپنایا ہے۔ یہ کانگریس کی جانب سے شروع کی جانے والی مختلف تحاریک کو سبوتاژ کرنے میں بھی ملوث تھی لیکن اس کے

باوجود سیاسی مصلحت نے اسے قادیانیوں کو سپورٹ کرنے پر مجبور کیا تاکہ اسماعیلیوں پر تہمت باندھ کر سر آغا خان اور مسلم لیگ کا امیج خراب کر سکے۔ اپنے مختصر مضامین میں نہرو نے علامہ اقبال کی تحریروں میں اپنی دلچسپی دکھائی کیونکہ ان سے اسے ایک ایسی دنیا کو سمجھنے کا موقع ملا تھا جو اس کے لیے آسان نہ تھا۔ اس نے علامہ اقبال کو اسلام پر ایک قابل احترام اتھارٹی قرار دیا اور کہا کہ اس نے ایک راسخ العقیدہ نقطہ نظر کی نمائندگی کی ہے۔ اس نے ڈاکٹر اقبال کے مضمون قادیانیت اور راسخ العقیدہ مسلمان کا حوالہ دیا جو اس نے بتایا کہ اس نے المورا جیل میں بڑی دلچسپی سے پڑھا تھا جو احمدیوں کے ایشو کے تناظر میں اسلام کی یکجہتی کو زیر بحث لاتا ہے۔ اس مضمون نے اسے مجبور کیا کہ وہ ماڈرن ریویو کلکتہ کو 20 اگست 1935ء کو اپنے خیالات لکھ بھیجے جو کہ نومبر 1935ء کے شمارے میں شائع ہوئے تھے۔ پنڈت نہرو نے عرب دنیا میں راسخ العقیدہ نقطہ نظر سے اٹھنے والی قوم پرستی کی لہر کے بارے میں مختصر بیان کیا۔ اس کا خیال تھا کہ اقوام نیشنلسٹ نظریات کے تابع اسلامی یکجہتی کو فراموش کر چکی ہیں۔ اس نے استدلال کیا کہ قادیانیت کا مسئلہ ان بین الاقوامی واقعات کے تناظر میں غیر اہم ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال پنجاب میں ایک سچے لیڈر کی ضرورت پر زور دیتے ہیں تاکہ قادیانیت کے طوفان کا مقابلہ کیا جا سکے۔ لیکن اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں وہ جو راہنمائی دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ آغا خان ہندوستانی مسلمانوں کے رہنما ہیں۔ پنڈت نہرو نے تبصرہ کیا کہ کیا وہ علامہ اقبال کی تعریف کردہ اسلامی یکجہتی کے معیار پر پورا اترے ہیں؟ 21 اگست 1935ء کے ایک اور نوٹ میں اس نے عزت مآب سر آغا خان پر حملہ کرتے ہوئے انہیں تنہا کیا اور سوال اٹھایا کہ آیا ان کا فرقہ اسلامی یکجہتی سے میل کھاتا ہے۔ پنڈت نہرو کی تیسری تحریر جس کا عنوان تمام مذاہب کی راسخ العقیدی کا اتحاد تھا، اگست 1935ء کے آخری ہفتے میں لکھی گئی تھی جو ماڈرن ریویو کلکتہ کے دسمبر 1935ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ یہ ان مختصر مضامین سے مترشح ہوئی تھی جن میں وہ مسلمانوں کو تاثر دینا چاہتا تھا کہ کانگریس کی نام نہاد حامی جماعت مجلس احرار کی جانب سے قادیان مخالف

تحریک کو کانگریس کی حمایت حاصل نہیں ہے۔ وہ اسماعیلیوں کو قادیانیوں سے غیر مسلم فرقے کے طور پر ملا کر سر آغا خان کو مسلم لیگ سے علیحدہ کر کے اس کی آئینی اور مالی پوزیشن بھی کمزور کرنا چاہتے تھے۔ احمدیت کے ایشو پر لکھنے سے پنڈت نہرو کو مختلف سیاسی حلقوں کی جانب سے ناپسندیدگی کا سامنا کرنا پڑا۔ جے ڈی جنکنز نے 18 اور 24 جولائی 1936ء کو ٹائمز آف انڈیا میں شائع ہونے والے اپنے خطوط میں پنڈت نہرو کے پہلے مضمون کو انتہائی خطرناک، نامناسب، انتہائی جارحانہ، شرمناک، حیران کن، مبالغہ آرائی کا مرقعہ اور لایعنی منطق قرار دیا۔ اس نے نہرو پر الزام لگایا کہ وہ مسلم جذبات کو مجروح کرنے کی راہ اپنائے ہوئے ہے اور یوں ایک کمیونٹی میں دوسری کے خلاف تلخی پیدا کر رہا ہے۔ اس نے برطانوی حکومت کو بھی تجویز کیا کہ اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ علامہ اقبال کو مختلف مذہبی اور سیاسی حلقوں کی جانب سے خطوط موصول ہوئے کہ وہ پنڈت کے مضامین کا ٹھوس جواب دیں۔ کچھ چاہتے تھے کہ وہ احمدیوں کی جانب سے ہندوستانی مسلمانوں کے رویے کی وضاحت اور جواز پیش کریں۔ جنوری 1936ء علامہ محمد اقبال نے نہرو کی جانب سے اپنے مضامین میں اختیار کیے گئے دلائل کے جواب میں قادیانیت پر ایک تاریخی مضمون لکھا۔ علامہ اقبال کا جواب جو ایک مضمون اسلام اور احمدیت کے نام سے شائع ہوا اگرچہ کلی طور پر یہاں درج کرنے کے لائق ہے۔ تاہم اس کا ایک پیرہ ہی مقصد کو بھرپور طریقے سے بیان کر دے گا:۔

ماڈرن ریویو کلکتہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کے تین مضامین شائع ہونے کے بعد مجھے اکثر مسلمانوں نے، جو مختلف مذہبی و سیاسی مسلک رکھتے ہیں، متعدد خطوط لکھے ہیں۔ ان میں سے بعض کی خواہش ہے کہ میں احمدیوں کے بارے میں مسلمانانِ ہند کے طرزِ عمل کی مزید توضیح کروں اور اس طرزِ عمل کو حق بجانب ثابت کروں۔ بعض یہ دریافت کرتے ہیں کہ میں احمدیت میں کس مسئلہ کو تنقیح طلب سمجھتا ہوں۔ اس بیان میں مَیں ان مطالبات کو پورا کرنا چاہتا ہوں، جن کو میں بالکل جائز تصور کرتا ہوں اور اس کے بعد ان سوالات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو پنڈت جواہر لال نہرو نے اٹھائے ہیں۔

بہر حال مجھے اندیشہ ہے کہ اس بیان کا ایک حصہ پنڈت جی کے لیے دلچسپ نہ ہوگا۔ لہٰذا ان کا وقت بچانے کے لیے میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ ایسے حصوں کو نظر انداز کر دیں۔

یہ بیان کرنا میرے لیے ضروری نہیں کہ پنڈت جی کو مشرق کے، بلکہ ساری دنیا کے ایک عظیم الشان مسئلے سے جو دلچسپی ہے، میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میری رائے میں یہ پہلے ہندوستانی قوم پرست قائد ہیں، جنھوں نے دنیائے اسلام کی موجودہ روحانی بے چینی کو سمجھنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اس بے چینی کے مختلف پہلوؤں اور ممکن ردِّعمل کے مدنظر ہندوستان کے ذی فکر سیاسی قائدین کو چاہیے کہ اس وقت قلبِ اسلام میں جو چیز ہیجان پیدا کر رہی ہے، اس کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

بہر حال میں اس واقعہ کو پنڈت جی اور قارئین سے پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا کہ پنڈت جی کے مضامین نے میرے ذہن میں احساسات کا ایک دردناک ہیجان پیدا کر دیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ پنڈت جی ایک ایسے انسان ہیں جو مختلف تہذیبوں سے وسیع ہمدردی رکھتے ہیں، میرا ذہن اس خیال کی طرف مائل ہے کہ جن سوالات کو وہ سمجھنے کی خواہش رکھتے ہیں، وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے۔ تاہم جس طریقے سے انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، اس سے ایسی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے جس کو پنڈت جی سے منسوب کرنا میرے لیے دشوار ہے۔ میں اس خیال کی طرف مائل ہوں کہ میں نے قادیانیت کے متعلق جو بیان دیا تھا (جس میں ایک مذہبی نظریہ کی محض جدید اصول کے مطابق تشریح کی گئی تھی) اس سے پنڈت جی اور قادیانی دونوں پریشان ہیں۔ غالبًا اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف وجوہ کی بناء پر دونوں اپنے دل میں مسلمانانِ ہند کے مذہبی اور سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہندوستانی قوم پرست جن کی سیاسی تصوریت نے حقائق کو کچل ڈالا ہے، اس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ شمال مغربی ہند کے مسلمانوں میں احساس خود مختاری پیدا ہو۔ میری رائے میں ان کا یہ خیال غلط ہے کہ ہندوستانی قومیت کے لیے ملک کی مختلف تہذیبوں کو مٹا دینا چاہیے حالانکہ ان تہذیبوں کے باہمی عمل و اثر سے ہندوستان ایک ترقی پذیر اور پائدار تہذیب کو نمو دے سکتا ہے۔

ان طریقوں سے جو تہذیب نمو پائے گی، اس کا نتیجہ بجز باہمی تشدد اور تلخی کے اور کیا ہو گا؟ یہ بات بھی بدیہی ہے کہ قادیانی بھی مسلمانانِ ہند کی سیاسی بیداری سے گھبرائے ہوئے ہیں کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلمانانِ ہند کے سیاسی نفوذ کی ترقی سے ان کا یہ مقصد یقیناً فوت ہو جائے گا کہ پیغمبر عرب ﷺ کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی ایک نئی امت تیار کریں۔ حیرت کی بات ہے کہ میری یہ کوشش کہ مسلمانانِ ہند کو اس امر سے متنبہ کروں کہ ہندوستان کی تاریخ میں جس دور سے وہ گزر رہے ہیں، اس میں ان کا اندرونی استحکام کس قدر ضروری ہے اور ان انتشار انگیز قوتوں سے محترز رہنا کس قدر ناگزیر ہے، جو اسلامی تحریکات کے بھیس میں پیش ہوتی ہیں، پنڈت جی کو یہ موقع دیتی ہے کہ ایسی تحریکوں سے ہمدردی کریں۔

بہرکیف میں پنڈت جی کے محرکات کی تحلیل کے ناگوار فرض کو جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ جو لوگ قادیانیت کے متعلق عام مسلمانوں کے طرزِ عمل کی توضیح چاہتے ہیں، ان کے استفادہ کے لیے میں ڈیورنٹ (1) کی کتاب 'افسانہ فلسفہ' (2) کا اقتباس پیش کرتا ہوں، جس سے قارئین کو واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ قادیانیت میں امرِ تنقیح طلب کیا ہے؟ ڈیورنٹ نے فلسفی اعظم اسپائنوزا (3) کے جماعت بدر کیے جانے سے متعلق یہودی نقطہ نظر کو اختصار کے ساتھ چند جملوں میں بیان کیا ہے۔ قارئین یہ خیال نہ کریں کہ اس اقتباس کے پیش کرنے سے میرا مطلب اسپائنوزا اور بانی احمدیت میں کسی قسم کا موازنہ کرنا ہے۔ عقل و سیرت کے لحاظ سے ان دونوں کے مابین بُعدِ عظیم ہے۔ 'خدامست'' اسپائنوزا نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ کسی جدید تنظیم کا مرکز ہے اور جو یہودی اس پر ایمان نہ لائے، وہ یہودیت سے خارج ہے۔ اسپائنوزا کے جماعت بدر کیے جانے کے متعلق ڈیورنٹ کی عبارت یہودیوں کے طرزِ عمل پر اس قدر منطبق نہیں ہوتی جس قدر کہ قادیانیت کے متعلق مسلمانوں کے طرزِ عمل پر ہوتی ہے۔ یہ عبارت حسبِ ذیل ہے:

''علاوہ بریں اکابر یہود کا خیال تھا کہ امسٹرڈم میں ان کی جو چھوٹی سی

جماعت تھی ان کو انتشار سے بچانے کا واحد ذریعہ مذہبی وحدت ہے اور یہودیوں کی جماعت کو جو دنیا میں بکھری ہوئی ہے، برقرار رکھنے اور ان میں اتفاق پیدا کرنے کا آخری ذریعہ بھی یہی ہے۔ اگر ان کی اپنی کوئی سلطنت، کوئی ملکی قانون اور دنیاوی قوت و طاقت کے ادارے ہوتے جن کے ذریعہ وہ اندرونی استحکام اور بیرونی استحکام حاصل کر سکتے تو وہ زیادہ رواداری ہوتے۔ لیکن ان کا مذہب ان کے لیے ایمان بھی تھا اور حُب الوطنی بھی۔ ان کا معبدان کی عبادت کا اور مذہبی رسوم کے علاوہ ان کی سماجی اور سیاسی زندگی کا بھی مرکز تھا۔ ان حالات کے ماتحت انھوں نے الحاد کو غداری اور رواداری کو خودکشی تصور کیا۔''

امسٹرڈم میں یہودیوں کی حیثیت ایک اقلیت کی تھی۔ اس لحاظ سے وہ اسپائنوزا کو ایسی انتشار انگیز ہستی سمجھنے میں حق بجانب تھے جس سے ان کی جماعت بکھر جانے کا اندیشہ تھا۔ اس طرح مسلمانانِ ہندیہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ تحریکِ قادیانیت جو تمام دنیائے اسلام کو کافر قرار دیتی ہے اور اس سے معاشرتی مقاطعہ کرتی ہے، مسلمانانِ ہند کی حیاتِ ملی کے لیے اسپائنوزا کی اس مابعدالطبیعات سے زیادہ خطرناک ہے جو یہود کی حیاتِ ملی کے لیے تھی۔ میرا خیال ہے کہ مسلمانانِ ہند ان حالات کی مخصوص نوعیت کو جبلی طور پر محسوس کرتے ہیں جن میں کہ وہ ہندوستان میں گھرے ہوئے ہیں اور دوسرے ممالک کے مقابلہ میں انتشار انگیز قوتوں کا قدرتی طور پر زیادہ احساس رکھتے ہیں۔ ایک اوسط مسلمان کا یہ جبلی ادراک میری رائے میں بالکل صحیح ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس احساس کی بنیاد مسلمانانِ ہند کے ضمیر کی گہرائیوں میں ہے۔ اس قسم کے معاملات میں جو لوگ رواداری کا نام لیتے ہیں، وہ لفظ رواداری کے استعمال میں بے حد غیر محتاط ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ اس لفظ کو بالکل نہیں سمجھتے۔ گبن کہتا ہے کہ ایک رواداری فلسفی کی ہوتی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر صحیح ہیں۔ ایک رواداری مورخ کی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر غلط ہیں۔ ایک رواداری مدبر کی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں

طور پر مفید ہیں۔ ایک رواداری ایسے شخص کی ہے جو ہر قسم کے فکر وعمل کے طریقوں کو روا رکھتا ہے، کیونکہ وہ ہر قسم کے فکر وعمل سے بے تعلق ہوتا ہے۔ ایک رواداری کمزور آدمی کی ہے جو محض کمزوری کی وجہ سے ہر قسم کی ذلت کو جو اس کی محبوب اشیاء یا اشخاص پر کی جاتی ہے، برداشت کر لیتا ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ اس قسم کی رواداری اخلاقی قدر سے معرا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اس سے اُس شخص کے روحانی افلاس کا اظہار ہوتا ہے، جو ایسی رواداری کا مرتکب ہوتا ہے۔ حقیقی رواداری عقلی اور روحانی وسعت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ رواداری ایسے شخص کی ہوتی ہے جو روحانی حیثیت سے قوی ہوتا ہے اور اپنے مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے، دوسرے مذاہب کو روا رکھتا ہے اور ان کی قدر کر سکتا ہے۔ ایک سچا مسلمان ہی اس قسم کی رواداری کی صلاحیت رکھتا ہے۔ خود اس کا مذہب ائتلافی ہے، اس وجہ سے وہ بآسانی دوسرے مذاہب سے ہمدردی رکھ سکتا ہے اور ان کی قدر کر سکتا ہے۔ ہندوستان کے شاعر اعظم امیر خسرو نے ایک بت پرست کے قصہ میں اس قسم کی رواداری کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ اس کی بتوں سے بے اندازہ محبت کے تذکرہ کے بعد شاعر اپنے مسلمان قارئین کو یوں مخاطب کرتا ہے ؎

اے کہ زبت طعنہ بہ ہندی بُری
ہم زوے آموز پرستش گری

خدا کا سچا پرستار ہی عبادت و پرستش کی قدر و قیمت کو محسوس کر سکتا ہے، خواہ اس پرستش کا تعلق ایسے ارباب سے ہو جن پر وہ اعتقاد نہیں رکھتا۔ رواداری کی تلقین کرنے والے اس شخص پر عدم رواداری کا الزام لگانے میں غلطی کرتے ہیں جو اپنے مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اس طرزِ عمل کو وہ غلطی سے اخلاقی کمتری خیال کرتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ (اس) طرزِ عمل میں حیاتیاتی قدر و قیمت مضمر ہے۔ جب کسی جماعت کے افراد جبلی طور پر یا کسی عقلی دلیل کی بناء پر یہ محسوس کرتے ہوں کہ اس جماعت کی اجتماعی زندگی خطرہ میں ہے، جس کے یہ رُکن ہیں تو ان کے مدافعانہ طرزِ عمل کو حیاتیاتی معیار پر جانچنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں ہر فکر وعمل کی تحقیق اس لحاظ سے کرنی

چاہیے کہ اس میں حیات افروزی کس قدر ہے؟ یہاں سوال یہ نہیں ہے کہ ایسے شخص کے متعلق جو مُلحد قرار دیا گیا ہو، کسی فرد یا جماعت کا رویہ اخلاقاً صائب ہے یا غیر صائب؟ سوال یہ ہے کہ یہ حیات افروز ہے یا حیات کُش؟ پنڈت جواہر لال نہرو خیال کرتے ہیں کہ جو جماعت مذہبی اصولوں پر قائم ہوئی ہے، وہ محکمہ احتساب کے قیام کو مستلزم ہے۔ تاریخِ مسیحیت کے متعلق یہ بات صحیح ہوسکتی ہے لیکن تاریخِ اسلام پنڈت جی کی منطق کے خلاف یہ ثابت کرتی ہے کہ حیاتِ اسلامی کے گزشتہ تیرہ سو سال میں اسلامی ممالک محکمۂ احتساب سے بالکل ناآشنا رہے ہیں۔ قرآن واضح طور پر ایسے ادارے کی ممانعت کرتا ہے ''دوسروں کی کمزوریوں کی تلاش نہ کرو اور بھائیوں کی چغلی نہ کھاؤ۔'' پنڈت جی کو تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ یہودی اور عیسائی اپنے وطن کے مذہبی تشدد سے تنگ آ کر اسلامی ممالک میں پناہ لیتے تھے۔ جن دو قضایا پر اسلام کی تعقلی عمارت قائم ہے، وہ اس قدر سادہ ہیں کہ ان میں ایسا الحاد ناممکن ہے، جس سے مُلحد دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جب کوئی شخص ایسے مُلحدانہ نظریات کو رواج دیتا ہے جن سے نظامِ اجتماعی خطرہ میں پڑ جاتا ہو تو ایک آزادانہ اسلامی ریاست یقیناً اس کا انسداد کرے گی۔ لیکن ایسی صورت میں ریاست کا فعل سیاسی مصلحتوں پر مبنی ہوگا، نہ کہ خالص مذہبی اصولوں پر۔ میں اس بات کو اچھی طرح محسوس کرتا ہوں کہ پنڈت جی ایسا شخص، جس کی پیدائش اور تربیت ایک ایسی جماعت میں ہوئی ہو جس کی سرحدیں متعین نہیں ہیں اور جس میں اندرونی استحکام بھی مفقود ہے، اس امر کا بمشکل اندازہ کرسکتا ہے کہ ایک مذہبی جماعت ایسے محکمۂ احتساب کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے، جو حکومت کی جانب سے عوام کے عقائد کی تحقیقات کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔ یہ بات کارڈنل نیومن کی اس عبارت سے بالکل واضح ہو جاتی ہے، جو پنڈت جی پیش کر کے حیرت کرتے ہیں کہ میں کارڈنل کے اصولوں کو کس حد تک اسلام پر قابلِ اطلاق سمجھتا ہوں؟ میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی اندرونی ہیئتِ ترکیبی اور کیتھولک مسیحیت میں اختلافِ عظیم ہے۔ کیتھولک مسیحیت کی پیچیدگی اس کی

فوق العقلی نوعیت اور تحکمی عقائد کی کثرت نے، جیسا کہ تاریخِ مسیحیت سے ظاہر ہوتا ہے، مُلحدانہ تاویلات کے لیے راستہ کھول دیا ہے۔ اسلام کا سیدھا سادھا مذہب دو قضایا پر مبنی ہے۔ خدا ایک ہے اور حضرت محمد ﷺ اس سلسلۂ انبیا کے آخری نبی ہیں جو وقتاً فوقتاً ہر ملک اور ہر زمانے میں اس غرض سے مبعوث ہوئے تھے کہ نوعِ انسان کی راہنمائی صحیح طرزِ زندگی کی طرف کریں۔ جیسا کہ بعض عیسائی مصنفین خیال کرتے ہیں کہ کسی تحکمی عقیدے کی تعریف اسی طرح کی جانی چاہیے کہ وہ ایک فوق العقلی قضیہ ہے اور اس کو مذہبی استحکام کی خاطر اور اس کا مابعد الطبیعی مفہوم سمجھے بغیر مان لینا چاہیے تو اس لحاظ سے اسلام کے ان دو سادہ قضایا کو تحکمی عقیدے سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان دونوں کی تائید نوعِ انسان کے تجربہ سے ہوتی ہے اور ان کی عقلی توجیہ بخوبی کی جا سکتی ہے۔ ایسے الحاد کا سوال جہاں یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ آیا اس کا مرتکب دائرہ مذہب میں ہے یا اس سے خارج ہے؟ ایسی مذہبی جماعت میں، جو ایسے سادہ قضایا پر مبنی ہو، اس صورت میں پیدا ہوتا ہے جبکہ مُلحد ان قضایا میں سے کسی ایک یا دونوں سے انکار کر دے۔ تاریخِ اسلام میں ایسا واقعہ شاذ ہی وقوع پذیر ہوا ہے اور ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ جب اس قسم کی کوئی بغاوت پیدا ہوتی ہے تو ایک اوسط مسلمان کا احساس قدرتی طور پر شدید ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ایران کا احساس بہائیوں کے خلاف اس قدر تھا اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کا احساس قادیانیوں کے خلاف اس قدر شدید ہے۔

یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی فرقے فقہ اور دینیات کے فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اکثر و بیشتر، ایک دوسرے میں الحاد کا الزام لگاتے رہے ہیں۔ 'دینیات، کے فروعی مسائل کے اختلاف میں اور نیز الحاد کی ایسی انتہائی صورتوں میں جہاں مُلحد کو جماعت سے خارج کیا جاتا ہے۔ لفظ کفر کے غیر محتاط استعمال کو آج کل کے تعلیم یافتہ مسلمان، جو مسلمانوں کے دینیاتی مناقشات کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں، ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی و سیاسی انتشار کی علامت تصور کرتے ہیں۔ یہ ایک بالکل غلط تصور ہے۔ اسلامی دینیات کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فروعی مسائل کے اختلاف

میں ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگانا باعث انتشار ہونے کے بجائے دینیاتی تفکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ پروفیسر ہرگراؤنج کہتے ہیں کہ ''جب ہم فقہ اسلامی کے نشوونما کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک طرف تو ہر زمانے کے علما خفیف سے اشتعال کے باعث ایک دوسرے کی مذمت یہاں تک کرتے ہیں کہ ایک دوسرے پر کفر کا الزام عائد ہو جاتا ہے اور دوسری طرف یہی لوگ زیادہ سے زیادہ اتحاد عمل کے ساتھ اپنے پیشروؤں کے اختلاف رفع کرتے ہیں، اسلامی دینیات کا متعلم جانتا ہے کہ مسلم فقہا اس قسم کے الحاد کو اصطلاحی زبان میں کفر زیر کفر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی ایسا کفر جس میں مرتکب جماعت سے خارج نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملاؤں کے ذریعے جن کا عقلی تعطل دینیاتی تفکر کے ہر اختلاف کو قطعی سمجھتا ہے اور اختلاف میں اتحاد کو دیکھ نہیں سکتا، خفیف سا الحاد فتنہ عظیم کا باعث ہو جاتا ہے۔ اس فتنہ کا انسداد اس طرح ہوسکتا ہے کہ مدارسِ دینیات کے طلبا کے سامنے اسلام کی حقیقی روح کا واضح ترین تصور پیش کریں اور ان کو یہ بتلائیں کہ منطقی تضاد کے دینیاتی تفکر میں اصولِ حرکت کا کام کرتا ہے۔ یہ سوال کہ الحادِ کبیرہ کس کو کہتے ہیں؟ اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ کسی مفکر یا مصلح کی تعلیم مذہبِ اسلام کی سرحدوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے قادیانیت کی تعلیم میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہاں یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ تحریکِ احمدیت دو جماعتوں میں منقسم ہے، جو قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے نام سے موسوم ہیں۔ اوّل الذکر جماعت بانی احمدیت کو نبی تسلیم کرتی ہے، آخر الذکر نے اعتقاداً یا مصلحتاً قادیانیت کی شدت کو کم کر کے پیش کرنا مناسب سمجھا۔ بہرحال یہ سوال کہ آیا بانی احمدیت ایک نبی تھا اور اس کی تعلیم سے انکار کرنا 'الحادِ کبیرہ، کو مستلزم ہے؟ ان دونوں جماعت میں متنازعہ فیہ ہے۔ احمدیوں کے ان گھریلو مناقشات کے محاسن کو جانچنا میرے پیش نظر مقصد کے لیے غیر ضروری ہے۔ میرا یقین ہے، جس کے وجوہ میں آگے چل کر بیان کروں گا، کہ ایسے نبی کا تصور جس کے انکار کرنے سے منکر خارج (از) اسلام ہو جاتا ہے، احمدیت کا ایک لازمی عنصر ہے اور لاہوری جماعت کے امام کے مقابلہ میں

قادیانیوں کے موجودہ پیشوا تحریک احمدیت کی روح سے بالکل قریب ہیں۔

ختم نبوت کے تصور کی تہذیبی قدر و قیمت کی توضیح میں نے کسی اور جگہ کر دی ہے۔ اس کے معنی بالکل سلیس ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد جنھوں نے اپنے پیرووُں کو ایسا قانون عطا کر کے جو ضمیرِ انسان کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے، آزادی کا راستہ دکھا دیا ہے۔ کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سرنیازِ خم نہ کیا جائے۔ دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں، مکمل اور ابدی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو۔ جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے، وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔ قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریکِ احمدیت کا بانی ایسے الہام کا حامل تھا لہٰذا وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خود بانیِ احمدیت کا استدلال جو قرونِ وسطیٰ کے متکلمین کے لیے زیبا ہوسکتا ہے، یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی نہ پیدا ہو سکے تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی۔ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی، خود اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ حضرت محمد ﷺ کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی نہیں، میں آخری نبی ہوں۔ اس امر کے سمجھنے کے بجائے کہ ختم نبوت کا اسلامی تصور نوعِ انسان کی تاریخ میں بالعموم اور ایشیا کی تاریخ میں بالخصوص کیا تہذیبی قدر رکھتا ہے، بانیِ احمدیت کا خیال ہے کہ ختم نبوت کا تصور ان معنوں میں کہ محمد ﷺ کا کوئی پیرو نبوت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا، خود محمد ﷺ کی نبوت کو نامکمل پیش کرتا ہے۔ جب میں بانیِ احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ ان کے دعویٰ نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیغمبرِ اسلام کی تخلیقی قوت کو صرف ایک نبی یعنی تحریک احمدیت کے بانی کی پیدائش تک محدود کر کے پیغمبرِ اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی

مورث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے۔

اس کا دعویٰ ہے کہ میں پیغمبر اسلام کا ''بروز'' ہوں۔ اس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام کا بروز ہونے کی حیثیت سے اس کا خاتم النبیین ہونا دراصل محمد ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ پس یہ نقطۂ نظر پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کو مسترد نہیں کرتا۔ اپنی ختم نبوت کو پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کے مماثل قرار دے کر بانیِ احمدیت نے ختم نبوت کے تصور کے زمانی مفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بہر حال یہ ایک بدیہی بات ہے کہ بروز کا لفظ مکمل مشابہت کے مفہوم میں بھی اس کی مدد نہیں کرتا کیونکہ بروز ہمیشہ اس شئے سے الگ ہوتا ہے جس کا یہ بروز ہوتا ہے۔ صرف اوتار کے معنوں میں بروز اور اس شئے میں عینیت پائی جاتی ہے۔ پس اگر ہم بروز سے، روحانی صفات کی مشابہت مراد لیں تو یہ دلیل بے اثر رہتی ہے۔ اگر اس کے برعکس اس لفظ کے آریائی مفہوم میں اصل شئے کا اَوتار مراد لیں تو یہ دلیل بظاہر قابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اس خیال کا موجد مجوسی بھیس میں نظر آتا ہے۔

ہسپانیہ کے برگزیدہ صوفی محی الدین ابن العربی کی سند پر یہ مزید دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ایک مسلمان ولی کے لیے اپنے روحانی ارتقا کے دوران میں اس قسم کا تجربہ حاصل کرنا ممکن ہے جو شعورِ نبوت سے مختص ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی کا یہ خیال نفسیاتی نقطہ نظر سے درست نہیں لیکن اگر اس کو صحیح فرض کر لیا جائے تو تب بھی قادیانی استدلال شیخ کے موقف کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ شیخ ایسے تجربہ کو ذاتی کمال تصور کرتے ہیں، جس کی بناء پر کوئی ولی یہ اعلان نہیں کر سکتا کہ جو شخص اس پر (یعنی ولی پر) اعتقاد نہیں رکھتا، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شیخ کے نقطۂ نظر سے ایک ہی زمانہ اور ملک میں ایک سے زیادہ اولیاء موجود ہو سکتے ہیں۔ غور طلب امر یہ ہے کہ نفسیاتی نقطۂ نظر سے ایک ولی کا مشعورِ نبوت تک پہنچنا اگرچہ ممکن ہے، تاہم اس کا تجربہ اجتماعی اور سیاسی اہمیت نہیں رکھتا اور نہ اس کو کسی نئی تنظیم کا مرکز بناتا ہے اور یہ استحقاق عطا کرتا ہے کہ وہ اس نئی تنظیم کو پیروانِ محمد ﷺ کے ایمان یا کفر کا معیار قرار دے۔

اس صوفیانہ نفسیات سے قطع نظر کر کے فتوحات کی متعلقہ عبارتوں کو پڑھنے کے بعد میرا یہ اعتقاد ہے کہ ہسپانیہ کا یہ عظیم الشان صوفی...... حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر اسی طرح مستحکم ایمان رکھتا ہے، جس طرح کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان رکھ سکتا ہے۔ اگر شیخ کو اپنے صوفیانہ کشف میں یہ نظر آ جاتا کہ ایک روز مشرق میں چند ہندوستانی جنھیں تصوف کا شوق ہے، شیخ کی صوفیانہ نفسیات کی آڑ میں پیغمبرِ اسلام کی ختم نبوت سے انکار کر دیں گے تو یقیناً علمائے ہند سے پہلے مسلمانانِ عالم کو ایسے غدارانِ اسلام سے متنبہ کر دیتے۔

اب احمدیت کی رُوح پر غور کرنا ہے۔ اس کے ماخذ اور اس امر کی بحث کہ قبلِ اسلام مجوسی تصورات نے اسلامی تصوف کے ذریعہ بانی احمدیت کے ذہن کو کس طرح متاثر کیا؟ مذہبِ متقابلہ کی نظر سے بے حد دلچسپ ہوگی لیکن میرے لیے اس بحث کو اٹھانا ممکن نہیں۔ یہ کہہ دینا کافی ہے کہ احمدیت کی اصل حقیقت قرونِ وسطیٰ کے تصوف اور دینیات کے نقاب میں پوشیدہ ہے۔ علمائے ہند نے اس کو محض ایک دینیاتی تحریک تصور کیا اور دینیاتی حربوں سے اس کا مقابلہ کرنے نکل آئے۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ طریقہ موزوں نہیں تھا۔ اس وجہ سے علما کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ بانی احمدیت کے الہامات کی اگر دقیق النظری سے تحلیل کی جائے تو یہ ایک ایسا موثر طریقہ ہوگا جس کے ذریعہ سے ہم اس کی شخصیت اور اندرونی زندگی کا تجزیہ کر سکیں گے۔ اس سلسلہ میں مَیں اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مولوی منظور الٰہی نے بانیِ احمدیت کے الہامات کا جو مجموعہ شائع کیا ہے، اس میں نفسیاتی تحقیق کے لیے متنوع اور مختلف مواد موجود ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب بانیِ احمدیت کی سیرت اور شخصیت کی کنجی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ کسی دن نفسیاتِ جدید کا کوئی متعلم اس کا سنجیدگی سے مطالعہ کرے گا۔ اگر وہ قرآن کو اپنا معیار قرار دے (اور چند وجوہ سے اس کو ایسا کرنا ہی پڑے گا، جن کی تشریح یہاں نہیں کی جا سکتی) اور اپنے مطالعہ کو بانیِ احمدیت اور اس کے ہم عصر غیر مسلم صوفیاء جیسے رام کرشنا بنگالی کے تجربوں تک

پھیلائے تو اس کو اس تجربہ کی اصل ماہیت کے متعلق بڑی حیرت ہو گی، جس کی بناء پر بانی احمدیت نبوت کا دعویدار ہے۔

عام آدمی کے نقطہ نظر سے ایک اور موثر اور مفید طریقہ یہ ہے کہ 1799ء سے ہندوستان میں اسلامی دینیات کی جو تاریخ رہی ہے، اس کی روشنی میں احمدیت کے اصل مظروف کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ دنیائے اسلام کی تاریخ میں 1799ء بے حد اہم ہے۔ اس سال ٹیپو کو شکست ہوئی۔ اس کی شکست کے ساتھ مسلمانوں کو ہندوستان میں سیاسی نفوذ حاصل کرنے کی جو امید تھی، اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اسی سال جنگِ نوارینو، وقوع پذیر ہوئی، جس میں ترکی کا بیڑہ تباہ ہو گیا۔ جو لوگ سرنگا پٹم گئے ہیں، ان کو ٹیپو کے مقبرے پر یہ تاریخ وفات کندہ نظر آئی ہو گی۔

ہندوستان اور روم کی عظمت ختم ہو گئی۔

ان الفاظ کے مصنف نے پیش گوئی کی تھی، پس 1799ء میں ایشیا میں اسلام کا انحطاط انتہا کو پہنچ گیا تھا لیکن جس طرح ژینا میں جرمنی کی شکست کے بعد جدید جرمن قوم کا نشوونما ہوا، کہا جا سکتا ہے کہ اسی طرح 1799ء میں اسلام کی سیاسی شکست کے بعد جدید اسلام اور اس کے مسائل معرضِ ظہور میں آئے۔ اس امر پر میں آگے چل کر بحث کروں گا۔ فی الحال میں قارئین کی توجہ چند مسائل کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، جو ٹیپو کی شکست اور ایشیا میں مغربی شہنشاہیت کی آمد کے بعد اسلامی ہند میں پیدا ہو گئے ہیں۔

کیا اسلام میں خلافت کا تصور ایک مذہبی ادارے کو مستلزم ہے؟ مسلمانانِ ہند اور وہ مسلمان جو ترکی سلطنت سے باہر ہیں، ترکی خلافت سے کیا تعلق رکھتے ہیں؟ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ اسلام میں نظریۂ جہاد کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ قرآن کی آیت: خدا، رسول اور تم میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو میں الفاظ، تم میں سے، کا کیا مفہوم ہے؟ احادیث سے آمدِ مہدی کی جو پیشین گوئی کی جاتی ہے، اس کی نوعیت کیا ہے؟ اور اسی قبیل کے دوسرے سوالات جو بعد میں پیدا ہوئے ان کا تعلق بداہتہً صرف مسلمانانِ ہند سے تھا۔ اس کے علاوہ مغربی شہنشاہیت کو بھی جو اس وقت

اسلامی دنیا میں سرعت کے ساتھ تسلط حاصل کر رہی تھی، ان سوالات سے گہری دلچسپی تھی۔ ان سوالات سے جو مناقشات پیدا ہوئے، وہ اسلامی ہند کی تاریخ کا ایک باب ہیں۔ یہ حکایت دراز ہے اور ایک طاقتور قلم کی منتظر۔ مسلمان اربابِ سیاست جن کی آنکھیں واقعات پر جمی ہوئی تھیں، علما کے ایک طبقہ کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ دینیاتی استدلال کا ایک ایسا طریقہ اختیار کریں جو صورتِ حال کے مناسب ہو۔ لیکن محض منطق سے ایسے عقائد پر فتح پانا آسان نہ تھا جو صدیوں سے مسلمانانِ ہند کے قلوب پر حکمران تھے۔ ایسے حالات میں منطق یا تو سیاسی مصلحت کی بناء پر آگے بڑھ سکتی ہے یا قرآن و حدیث کی نئی تفسیر کے ذریعہ۔ ہر دو صورتوں میں استدلال عوام کو متاثر کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ مسلمان عوام کو جن میں مذہبی جذبہ بہت شدید ہے، صرف ایک ہی چیز قطعی طور پر متاثر کر سکتی ہے اور وہ ربانی سند ہے۔ راسخ عقائد کو موثر طریقہ پر مٹانے اور متذکرہ صدر سوالات میں جو دینیاتی نظریات مضمر ہیں، ان کی نئی تفسیر کرنے کے لیے جو سیاسی اعتبار سے موزوں ہو، ایک الہامی بنیاد ضروری سمجھی گئی۔ اس الہامی بنیاد کو احمدیت نے فراہم کیا۔ خود احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ برطانوی شہنشاہیت کی یہ سب سے بڑی خدمت ہے، جو انھوں نے انجام دی ہے۔ پیغمبرانہ الہام کو ایسے دینیاتی خیالات کی بنیاد قرار دینا جو سیاسی اہمیت رکھتے ہیں گویا اس بات کا اعلان کرنا ہے کہ جو لوگ مدعی نبوت کے خیالات کو قبول نہیں کرتے، اوّل درجہ کے کافر ہیں اور ان کا ٹھکانہ نارِ جہنم ہے۔ جہاں تک میں نے اس تحریک کے منشاء کو سمجھا ہے، احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور رجعت مسیح علیہ السلام گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہے۔ اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ چڑھ جاتا ہے لیکن یہ ابتدائی مدارج ہیں۔ اس تصورِ نبوت کو جو ایسی تحریک کے اغراض کو پورا کرتا ہے جن کو جدید سیاسی قوتیں وجود میں لائی ہیں۔ ایسے ممالک میں جو ابھی تمدن کی ابتدائی منازل میں ہیں، منطق سے زیادہ سند کا اثر ہوتا ہے۔ اگر کافی جہالت اور زود اعتقادی موجود ہو اور کوئی شخص اس

قدر بے باک ہو کہ حاملِ الہام ہونے کا دعویٰ کرے، جس سے انکار کرنے والا ہمیشہ کے لیے گرفتارِ لعنت ہو جاتا ہے تو ایک محکوم اسلامی ملک میں ایک سیاسی دینیات کو وجود میں لانا اور ایک ایسی جماعت کو تشکیل دینا آسان ہو جاتا ہے، جس کا مسلک سیاسی محکومیت ہو۔ پنجاب میں مبہم دینیاتی عقائد کا فرسودہ جال اس سادہ لوح دہقان کو آسانی سے مسخر کر لیتا ہے، جو صدیوں سے ظلم وستم کا شکار رہا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو مشورہ دیتے ہیں کہ تمام مذاہب کے راسخ العقیدہ لوگ متحد ہو جائیں اور اس چیز کی مزاحمت کریں، جس کو وہ ہندوستانی قومیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ طنز آمیز مشورہ اس بات کو فرض کر لیتا ہے کہ احمدیت ایک اصلاحی تحریک ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ جہاں تک ہندوستان میں اسلام کا تعلق ہے، احمدیت میں اہم ترین مذہبی اور سیاسی امور تنقیح طلب مضمر ہیں جیسا کہ میں نے اوپر تشریح کی ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کی تائید میں الہامی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ خالص مذہبی امور سے قطع نظر سیاسی امور کی بناء پر بھی پنڈت جواہر لال نہرو کے شایانِ شان نہیں کہ وہ مسلمانانِ ہند پر رجعت پسند اور قدامت پسند ہونے کا الزام لگائیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ احمدیت کی اصل نوعیت کو سمجھ لیتے تو مسلمانانِ ہند کے اس رویہ کی ضرور تعریف وتحسین کرتے جو ایک ایسی مذہبی تحریک کے متعلق اختیار کیا گیا ہے جو ہندوستان کے تمام آفات ومصائب کے لیے الہامی سند پیش کرتی ہے۔

پس قارئین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اسلام کے رخساروں پر اس وقت احمدیت کی جو زردی نظر آ رہی ہے، وہ مسلمانانِ ہند کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں کوئی ناگہانی واقعہ نہیں ہے۔ وہ خیالات جو بالآخر اس تحریک میں رونما ہوئے ہیں، بانی احمدیت کی ولادت سے پہلے دینیاتی مباحث میں نمایاں رہ چکے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ بانی احمدیت اور اس کے رفقا نے سوچ سمجھ کر اپنا پروگرام تیار کیا ہے۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ بانی احمدیت نے ایک آواز سنی لیکن اس امر کا تصفیہ کہ یہ آواز اس خدا کی طرف سے تھی جس کے ہاتھ میں زندگی اور طاقت ہے، یا لوگوں کے روحانی افلاس سے پیدا ہوئی۔ اس

تحریک کی نوعیت پر منحصر ہونا چاہیے جو اس آواز کی آفریدہ ہے اور ان افکار و جذبات پر بھی جو اس آواز نے اپنے سننے والوں میں پیدا کیے ہیں۔ قارئین یہ نہ سمجھیں کہ میں استعارات استعمال کر رہا ہوں۔ اقوام کی تاریخِ حیات بتلاتی ہے کہ جب کسی قوم کی زندگی میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے تو انحطاط ہی الہام کا ماخذ بن جاتا ہے اور اس قوم کے شعراء، فلاسفہ، اولیاء، مدبرین اس سے متاثر ہو جاتے ہیں اور مبلغین کی ایک ایسی جماعت وجود میں آ جاتی ہے، جس کا مقصد واحد یہ ہوتا ہے کہ منطق کی سحر آفرین قوتوں سے اس قوم کی زندگی کے ہر اس پہلو کی تعریف و تحسین کرے جو نہایت ذلیل و قبیح ہوتا ہے۔ یہ مبلغین غیر شعوری طور پر مایوسی کو امید کے درخشاں لباس میں چھپا دیتے ہیں، کردار کے روایتی اقتدار کی بیخ کنی کرتے ہیں اور اس طرح ان لوگوں کی روحانی قوت کو مٹا دیتے ہیں جو ان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی قوتِ ارادی پر ذرا غور کرو جنھیں الہام کی بنیاد پر یہ تلقین کی جاتی ہے کہ اپنے سیاسی ماحول کو اٹل سمجھو۔ پس میرے خیال میں وہ تمام ایکٹر جنھوں نے احمدیت کے ڈرامہ میں حصہ لیا ہے، زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹ پتلی بنے ہوئے تھے۔ ایران میں بھی اسی قسم کا ایک ڈرامہ کھیلا گیا تھا لیکن اس میں نہ وہ سیاسی اور مذہبی امور پیدا ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے جو احمدیت نے اسلام کے لیے ہندوستان میں پیدا کیے ہیں۔ روس نے بابی مذہب کو روا رکھا اور بابیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنا پہلا تبلیغی مرکز عشق آباد میں قائم کریں۔ انگلستان نے بھی احمدیوں کے ساتھ رواداری برتی اور ان کو اپنا پہلا تبلیغی مرکز ووکنگ میں قائم کرنے کی اجازت دی۔ ہمارے لیے اس امر کا فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ آیا روس اور انگلستان نے ایسی رواداری کا اظہار شہنشاہی مصلحتوں کی بناء پر کیا یا وسعتِ نظر کی وجہ سے۔ اس قدر تو بالکل واضح ہے کہ اس رواداری نے اسلام کے لیے پیچیدہ مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ اسلام کی اس ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے جیسا کہ میں نے اس کو سمجھا ہے، مجھے یقینِ کامل ہے کہ اسلام ان دشواریوں سے جو اس کے لیے پیدا کی گئی ہیں زیادہ پاک وصاف ہو کر نکلے گا۔ زمانہ بدل رہا ہے۔ ہندوستان کے حالات ایک نیا رُخ اختیار کر چکے ہیں۔ جمہوریت کی

نئی روح جو ہندوستان میں پھیل رہی ہے، وہ یقیناً احمدیوں کی آنکھیں کھول دے گی۔ انھیں یقین ہو جائے گا کہ ان کی دینیاتی ایجادات بالکل بے سود ہیں۔

اسلام قرونِ وسطیٰ کے اس تصوف کی تجدید کو بھی روا نہ رکھے گا، جس نے اپنے پیروؤں کے صحیح رجحانات کو کچل کر ایک مبہم تفکر کی طرف ان کا رُخ موڑ دیا۔ اس تصوف نے گزشتہ چند صدیوں میں مسلمانوں کے بہترین دماغوں کو اپنے اندر جذب کر کے اور سلطنت کو معمولی آدمیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا۔ جدید اسلام اس تجربہ کو دُہرا نہیں سکتا اور نہ وہ پنجاب کے اس تجربے کے اعادے کو روا رکھ سکتا ہے، جس نے مسلمانوں کو نصف صدی تک ایسے دینیاتی مسائل میں الجھائے رکھا جن کا زندگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اسلام جدید تفکر اور تجربے کی روشنی میں قدم رکھ چکا ہے اور کوئی ولی یا پیغمبر اس کو قرونِ وسطیٰ کے تصوف کی تاریکی کی طرف واپس نہیں لے جا سکتا''۔

آخر میں انھوں نے پنڈت نہرو کے اس دعویٰ سے اختلاف کیا کہ قادیانی اور اسماعیلی ایک ہی زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔ ''قادیانیوں کے برعکس، اسماعیلی اسلام کے بنیادی اصولوں پر یقین رکھتے ہیں'' انہوں نے اس کی وضاحت کی۔

❑ ''سطورِ بالا میں دنیائے اسلام کی صحیح صورتِ حال کو اجمالی طور پر پیش کر دیا گیا ہے، اگر اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ وحدتِ اسلامی کے بنیادی اصولوں کو کوئی بیرونی یا اندرونی قوت متزلزل نہیں کر سکتی۔ وحدتِ اسلامی، جیسا کہ میں نے پہلے توضیح کی ہے، مشتمل ہے اسلام کے دو بنیادی عقائد پر جن میں پانچ مشہور ارکانِ شریعت کا اضافہ کر لینا چاہیے۔ وحدتِ اسلامی کے یہ اساسی عناصر ہیں جو رسولِ کریم ﷺ کے زمانے سے اب تک قائم ہیں۔ گو حال میں بہائیوں نے ایران اور قادیانیوں نے ہندوستان میں ان عناصر میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وحدت دنیائے اسلام میں یکساں روحانی فضا پیدا کرنے کی ضامن ہے، یہی وحدت اسلامی ریاستوں میں سیاسی اتحاد قائم کرنے میں سہولت پیدا کرتی ہے، خواہ یہ اتحاد عالمگیر ریاست (مثالی) کی صورت اختیار کرے یا اسلامی ریاستوں کی جمعیت کی ایک

صورت یا متعدد آزاد ریاستوں کی صورت جن کے معاہدات اور میثاقات خالص معاشی و سیاسی مصلحتوں پر مبنی ہوں گے۔ اس طرح اس سیدھے سادھے مذہب کی تعقلی ہیئت ترکیبی رفتارِ زمانہ سے ایک تعلق رکھتی ہے۔ اس تعلق کی گہرائی قرآن کی چند آیتوں کی روشنی میں سمجھ میں آ سکتی ہے، جن کی تشریح پیشِ نظر مقصد سے ہٹے بغیر یہاں ممکن نہیں۔ سیاسی نقطہ نظر سے وحدتِ اسلامی صرف اس وقت متزلزل ہو جاتی ہے جب کہ اسلامی ریاستیں ایک دوسرے سے جنگ کرتی ہیں اور مذہبی نقطہ نظر سے اس وقت متزلزل ہو جاتی ہے جب کہ مسلمان بنیادی عقائد یا ارکانِ شریعت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اس ابدی وحدت کی خاطر اسلام اپنے دائرے میں کسی باغی جماعت کو روا نہیں رکھتا۔ اسلام کے دائرے سے باہر ایسی جماعت کے ساتھ دوسرے مذاہب کے پیروؤں کی طرح رواداری برتی جا سکتی ہے۔ میرے خیال میں اس وقت اسلام ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے۔ وہ سیاسی وحدت کی ایک صورت سے کسی دوسری صورت کی طرف جو ابھی متعین نہیں ہوئی ہے، اقدام کر رہا ہے۔ دنیائے جدید میں حالات اس سرعت کے ساتھ بدل رہے ہیں کہ مستقبل کے متعلق پیشین گوئی تقریباً ناممکن ہے۔ اگر دنیائے اسلام سیاسی وحدت حاصل کرے (اگر ایسا ممکن ہو) تو غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ کیا ہو گا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب صرف تاریخ ہی دے سکتی ہے۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جغرافیائی حیثیت سے یورپ اور ایشیا کے درمیان واقع ہونے کے لحاظ سے اور زندگی کے مشرقی و مغربی نصب العین کے ایک امتزاج کی حیثیت سے اسلام کو مشرق و مغرب کے مابین ایک طرح کا نقطہ اتصال بننا چاہیے لیکن اگر یورپ کی نادانیاں اسلام کو ناقابلِ مفاہمت بنا دیں تو کیا ہو گا؟ یورپ کے روزمرہ کے حالات جو صورت اختیار کر رہے ہیں، ان کا اقتضا یہ ہے کہ یورپ اپنے طرزِ عمل کو کلیتہً بدل دے جو اس نے اسلام کے متعلق اختیار کیا ہے۔ ہم صرف یہ توقع کر سکتے ہیں کہ سیاسی بصیرت پر معاشی لوٹ اور شہنشاہی ہوس کا پردہ نہیں پڑے گا۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے میں یقین کامل کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانانِ ہند کسی ایسی سیاسی تصوریت کا شکار نہیں بنیں گے

جو ان کی تہذیبی وحدت کا خاتمہ کر دے گی۔ اگر ان کی تہذیبی وحدت محفوظ ہو جائے تو ہم اعتماد کر سکتے ہیں کہ وہ مذہب اور حب الوطنی میں ہم آہنگی پیدا کر لیں گے۔

ہز ہائینس آغا خاں کے متعلق میں دو ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ میرے لیے اس امر کا معلوم کرنا دشوار ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے آغا خاں پر کیوں حملے کیے؟ شاید وہ خیال کرتے ہیں کہ قادیانی اور اسماعیلی ایک ہی زُمرے میں شامل ہیں۔ وہ اس بات سے بداہتۃً بے خبر ہیں کہ اسماعیلیوں کی دینیاتی تاویلات کتنی ہی غلط ہوں پھر بھی وہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اسماعیلی تسلسلِ امامت کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک امام حاملِ وحی نہیں ہوتا ہے، وہ محض قانون کا مفسر ہوتا ہے۔ کل ہی کی بات ہے کہ ہز ہائینس آغا خاں نے اپنے پیروؤں کو حسبِ ذیل الفاظ سے مخاطب کیا تھا۔ (دیکھو اسٹار، الہ آباد، 12 مارچ 1934ء)

''گواہ رہو کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، قرآن اللہ کی کتاب ہے، کعبہ سب کا قبلہ ہے۔ تم مسلمان ہو اور مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کرو، مسلمانوں سے السلام علیکم کہہ کر ملو، اپنے بچوں کے اسلامی نام رکھو، مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں با جماعت نماز پڑھو، پابندی سے روزے رکھو۔ اسلامی قانونِ نکاح کے مطابق اپنی شادیاں کرو۔ تمام مسلمانوں سے اپنے بھائیوں کی طرح برتاؤ کرو۔''

اب پنڈت جواہر لال نہرو کو اس امر کا تصفیہ کرنا چاہیے کہ آیا آغا خاں اسلامی وحدت کی نمائندگی کر رہے ہیں یا نہیں؟''

مورخہ 21 جون 1936ء کو پنڈت جواہر لال نہرو کے نام لکھے گئے ایک خط میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے کہا کہ احمدی، اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں:

- ''ڈیئر پنڈت جواہر لال!

کل آپ کا مرسلہ خط ملا، جس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ میں نے جب آپ کے تحریر کردہ مضامین کا جواب لکھا تو میرا گمان تھا کہ آپ کو احمدیوں کے سیاسی رویہ کا علم نہیں۔ میرے ان جوابات کے لکھنے کی بنیادی وجہ فی الحقیقت اس بات کو

ظاہر کرنا اور خاص طور سے آپ پر یہ واضح کرنا تھا کہ مسلمانوں کے اندر جذباتِ وفاداری کیسے پیدا ہوئے اور یہ کہ احمدیت نے ان کے لیے الہامی بنیاد کس طرح فراہم کی؟ ان مضامین کی اشاعت کے بعد میرے لیے یہ انکشاف انتہائی حیران کن تھا کہ خود مسلمانوں کا پڑھا لکھا طبقہ بھی ان تاریخی وجوہات سے ناواقف ہے، جنھوں نے احمدی تعلیمات کو تشکیل کیا۔ علاوہ ازیں پنجاب اور دوسرے علاقوں میں بسنے والے آپ کے ساتھی بھی آپ کے ان مضامین کے باعث بے چینی محسوس کرتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں آپ کی ہمدردیاں احمدیہ تحریک کے ساتھ تھیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ آپ کے ان مضامین سے احمدی از حد خوشی محسوس کرتے تھے (اور) احمدی پریس خاص طور پر آپ کے خلاف اس غلط فہمی کو پھیلانے کا موجب تھا۔ بہرحال مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میری آپ کے متعلق رائے غلط تھی۔ میں بذاتِ خود مذہبی معاملات میں نہیں الجھتا مگر احمدیوں سے خود اُنہی کے میدان میں مقابلہ کرنے کی خاطر مجھے اس بحث میں حصہ لینا پڑا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان مضامین کو لکھتے وقت ہندوستان اور اسلام کی بہتری میرے پیش نظر تھی اور میں اپنے ذہن میں اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں پاتا کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔

مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں نے لاہور میں آپ سے ملنے کا موقع گنوا دیا۔ میں ان دنوں اتنا بیمار تھا کہ اپنے کمرہ سے باہر نہ نکل سکتا تھا۔ میں اپنی بیماری کے باعث تقریباً ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہا ہوں۔ آئندہ آپ جب لاہور آئیں تو مجھے اپنی آمد سے ضرور مطلع کریں۔ کیا آپ کو میرا شہری آزادی کے متعلق خط مل گیا ہے؟ چونکہ آپ نے اپنے خط میں اس کے ملنے کی اطلاع نہیں دی، اس لیے مجھے خدشہ ہے کہ وہ خط آپ تک پہنچ نہیں پایا۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال''

52۔ ڈاکٹر محمد اقبال کی قادیانیت پر تحریریں مسلمانوں کے اذہان پر بہت اثر انداز

ہوئیں۔اس سے ہندوستان اور اسلامی دنیا میں قادیانی الحاد کے خلاف خاصا غم و غصہ پیدا ہوا۔ یہ ڈاکٹر اقبال کی قادیانیت کے خلاف جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے 1935ء کے اپنے سالانہ اجلاس میں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں سر ظفراللہ کے بحیثیت مسلم رکن شمولیت کے خلاف قرارداد پاس کی۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے اجلاس کی صدارت کی اور مولانا ظفر علی خان نے اکثریتی حمایت سے یہ قرارداد پیش کی۔ اگلے سال (1936ء) میں قادیانی گروہ کے ارکان کو انجمن سے نکال باہر کیا گیا۔ یہ امر مرزا یعقوب بیگ لاہوری جماعت کے ایک سینئر قادیانی اور انجمن کی جنرل کونسل کے رکن کے حق میں مہلک ثابت ہوا۔

53۔ سب سے سنگین مسئلہ جس کے ریاست پاکستان کے لیے سنگین مضمرات تھے اور تا حال ہیں، وہ ملک میں قادیانیوں کی اصل تعداد کا ظاہر نہ ہونا ہے۔ یہ بات ریکارڈ پر آئی ہے کہ اصل آبادی کا کبھی معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ کاغذوں میں درج ''تعداد'' ہمیشہ اتنی کم رکھی گئی ہے کہ اس گروہ کی اکثریت شناخت جان بوجھ کر پوشیدہ رکھی گئی ہے تاکہ خود کو مسلمان ظاہر کر کے ریاستی اداروں میں گھسنے کے قابل ہو سکیں۔ اس صورتحال کا سال 1974ء میں پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی کے اراکین نے سنجیدگی سے نوٹس لیا تھا۔ مختلف جماعتوں کے اراکین اور بالخصوص متحرک اراکین جو حکمران جماعت پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتے تھے نے بہت اہم سوالات اٹھائے اور اس معاملے میں انھوں نے سنجیدہ نوعیت کے تحفظات کا اظہار کیا۔ اس نکتہ کو واضح کرنے کے لیے کمیٹی کی (چند) رپورٹ شدہ تقاریر سے اقتباسات حسب ذیل کیے گئے ہیں:

ڈاکٹر غلام حسین، پی پی راہنما اور جہلم سے رکن پارلیمان نے 5 ستمبر 1974ء کو تعدادی قوت پر حسب ذیل سوال کیا:

❑ ''ہم نے قادیانیوں کے دونوں گروہوں سے ان کی پاکستان میں عددی قوت کے بارے میں پوچھا لیکن انھوں نے صحیح تعداد بتانے سے گریز کیا۔ انھوں نے مختلف جوابات دیئے۔ ایک موقع پر یہ تعداد 35 لاکھ بتائی گئی۔ جبکہ دوسرے موقع پر

30 لاکھ اور یہاں تک کہا گیا کہ ہمارے پاس ہر ایک رکن کا ریکارڈ موجود ہے۔ جب بھی کوئی نیا رکن گروہ میں شامل ہوتا ہے وہ اپنی تمام تفصیلات مہیا کرتا ہے۔''

سردار مولا بخش سومرو، ممبر پارلیمان، پاکستان پیپلز پارٹی سکھر سے تعلق، مورخہ 2 ستمبر 1974ء کو اپنی تقریر میں کہا کہ:

❑ ''جناب، اب یہ بالکل صاف واضح ہے کہ یہ (قادیانیت) ایک منصوبہ تھا اور اس منصوبہ کو اس کی تمام تر مرکبات کے ساتھ زیر بحث لایا جا چکا ہے۔ اس کے بعد اس بات میں کوئی دورائے نہیں ہوسکتیں کہ مسلم تصور کے نزدیک وہ ''کافر'' کے علاوہ کچھ نہیں، اب جب کہ یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے، اس وضاحت کے بعد یہ نتیجہ نکالا یا اقدام اٹھایا جائے گا کہ اب نا صرف انہیں غیر مسلم قرار دینا ہو گا بلکہ ان کی تمام شائع شدہ کتب اور لٹریچر پر بھی پابندی لگانا ہو گی۔ جناب: ان (قادیانیوں) کے عزائم واضح ہیں۔ ان کا نشانہ حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس ہے اور وہ اسی شان اقدس کے طلبگار ہیں اور ان کا مقصد اس کو حاصل کرنا ہے۔ اس لیے جناب ان کی اشاعت پر پابندی لگنی چاہیے۔

ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی، خواتین کی نمائندگی کرتے ہوئے، پی پی پی لاڑکانہ سے تعلق، نے 5 ستمبر 1974ء کو تقریر کی اور اس بات کی نشاندہی کی کہ:

❑ ''جناب: معزز اراکین کے مباحث اور تقاریر کو سننے کے بعد اور اس مقرر خصوصی کمیٹی کے روبرو 'محضر نامے' پیش ہونے کے بعد اور احمدی جماعت کے دو راہنماؤں پر جرح کے بعد اس امر کو آشکار کر دیا ہے اور اس میں کوئی ابہام باقی نہیں رہا کہ یہ احمدی اور قادیانی یا آپ ان کو جو بھی نام دیں، ہم میں سے نہیں ہیں۔ مسلمان جیسا کہ ہم ہیں، میں اس بات پر زور دینا چاہتی ہوں کہ پاکستان کی خواتین آبادی کو بھی اس مسئلہ پر اتنے ہی تحفظات ہیں جتنے کہ پاکستان کی مرد آبادی کو ہیں۔

ہم جانتے ہیں جناب: کہ مسئلہ قطعاً واضح ہو چکا ہے اور ہم ہمیشہ کے لیے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے خاص قوانین پاس کرنے والے ہیں۔ اس مسئلہ کے حل کے بعد ہمیں حل کے مضمرات کا بھی تجزیہ کرنا ہو گا۔''

ملک محمد سلیمان، نارووال سے پی پی رکن پارلیمان، نے مورخہ 5 ستمبر 1974ء کو اپنے تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

❑ ''ہمارے دوستوں نے قادیانیوں یا مرزائیوں کے لیے ''احمدیوں'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ہمیں اس پر بہت شدید اعتراض ہے کہ وہ ''احمدی'' نہیں ہیں۔ اس کا آسان سا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں اپنے نبی مہربان ﷺ سے منافرت کا درس دیا جا رہا ہے۔ اس بات کا تسلسل سے مظاہرہ کیا گیا ہے۔ یہ احمدی مسئلہ نہیں بلکہ ایک قادیانی مسئلہ ہے۔

مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ فتح کے بعد وہ قادیان (انڈیا) واپس چلے جائیں گے۔ اس کا سادہ مطلب یہ ہے کہ وہ سچے پاکستانی نہیں ہیں۔ ان کا ایجنڈا اسرائیلیوں کے ایجنڈے سے بالکل مماثل ہے۔ اگر تمام قادیانی نظام کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ ایک خطرناک گروہ ہے، ان کا مذہب محض ایک دھوکا ہے اور ان کی تنظیم صیہونیوں کی طرح کی ہے۔''

پروفیسر غفور احمد، راہنما جماعت اسلامی اور رکن پارلیمان نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ:

❑ ''دستور میں ترمیم کے بعد ضروری قانون سازی کی جائے گی اور یہ دیکھا جانا ہے کہ کون کون سے قوانین میں ترامیم ہونا ہیں۔ میں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا لیکن میں نشاندہی کر سکتا ہوں کہ متعدد قوانین میں ترامیم کی ضرورت ہو گی۔ اور دستور میں ترمیم کے بعد ان قوانین میں ترامیم بے حد ضروری ہوں گی۔ اور سب سے اولین اور ضروری قدم اس حوالے سے قادیانی گروہ کی مردم شماری کرانا ہو گی چونکہ قادیانیوں کے لاہوری اور ربوہ دونوں کے گروہوں نے اپنے اپنے پیروکاروں کی اصل تعداد سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اتنا زیادہ منظّم گروہ اپنے پیروکاروں کی اصل تعداد سے کیسے بے خبر ہو سکتا ہے؟''

مولانا ظفر احمد انصاری، راہنما تحریک پاکستان اور رکن پارلیمان نے مورخہ 6 ستمبر 1974ء کو کہا کہ:

❑ ''مرزا غلام احمد نے سال 1901ء میں حکومت سے درخواست کی تھی کہ مردم شماری میں ان کے پیروکاروں کو الگ شمار کیا جائے۔ اس درخواست کو اس وقت کی انگریز حکومت نے منظور کرلیا تھا اور اس پر 1931 تک عمل ہوتا رہا، تاہم 1941ء میں اس امتیاز کو نظر انداز کردیا گیا۔ میری درخواست ہے کہ ہم اس درخواست پر پھر سے عمل کریں گے اور مردم شماری میں ان کا الگ سے شمار کیا جائے گا۔''

جناب عبدالحفیظ پیرزادہ، بھٹو کابینہ کے وفاقی وزیر، نے دوسری آئینی ترمیم کے موقع پر پارلیمان کے ایوان میں ایک نہایت اہم اور تاریخی تقریر کی تھی، انہوں نے قوانین میں مابعد ترامیم اور قادیانیوں کی تعددی قوت کی شناخت کے مسئلہ پر بالخصوص بات کی۔ انہوں نے پاکستان کے عوام کی خواہش کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی آواز بلند کی:

❑ ''پوری تفصیل سے سننے کے بعد، ہم محسوس کرسکتے ہیں کہ کیوں مسلمانوں نے اس مسئلہ پر اتنے گہرے اور جذباتی ردعمل ظاہر کیا تھا۔ ایک چیز جو ہمارے مباحث، اجلاسوں اور گفتگوؤں کے نتیجے میں سامنے آئی، وہ یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ جو کہ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا مسلمانوں کے ایمان کا بنیادی رکن ہے، جو کچھ مرضی واقعہ ہو جائے، حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان کے بنیادی عقیدے پر کسی بھی صورت میں مسلمان سمجھوتہ نہیں کرسکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا، جناب، کہ یہ حکومت کا مسئلہ نہیں تھا۔ یہ حزب اختلاف کا مسئلہ نہیں تھا، ہمیں اسے قومی مسئلہ کے طور پر نمٹنا تھا اور قوم اس اہم ترین مسئلہ پر خود کو تقسیم کرنے کی حامل نہ تھی، اور اس لیے حکومت کی کوششوں سے حکومت کے رہنما جناب وزیراعظم پاکستان کے ذریعے اور اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہمارے سارے دوستوں کے ذریعے اتفاق رائے کے حصول کا مقصد تھا تاکہ اس اہم ترین مسئلہ پر قوم تقسیم نہ ہو۔ قومی اسمبلی کا فیصلہ مکمل اتفاق رائے اور یکجہتی سے آنا چاہیے۔

جناب، مجھے یہ بات مطلقاً واضح کردینے دیجیے کہ ہمارے دستور کی شق 20 ہر شخص کو اپنے مذہب پر ایمان لانے، اس کی تبلیغ اور اس پر عمل کرنے کا بنیادی حق دیتی ہے اور یہ کہ ہر گروہ کو آزادی ہوگی اپنے مذہب پر ایمان لانے کی، اس کی اشاعت

کرنے کی اور اس پر عمل کرنے کی لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ختم نبوت جیسا کہ دستور کی شق 260 میں بیان کیا جائے گا، یہ شق عقیدے کی بنیاد ہے، اس لیے یہ سفارش تجویز کرتے ہیں کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ (a)295 میں ایک وضاحت کے اضافے کے ساتھ ترمیم کی جانی چاہیے۔

تعزیرات پاکستان میں ایک شق پہلے سے موجود ہے جو لوگوں کو اپنے مذہب کی اس طرح اشاعت سے روکتی ہے جس سے دوسرے مذہبی عقیدوں کی دل شکنی ہوتی ہو۔ اس لیے ہم مسلمان چونکہ دوسروں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے، ایمان لانے سے یا اس کی اشاعت کرنے سے نہیں روک سکتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص مسلمان ہے جو حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف ایمان لایا ہے، عمل کرتا ہے یا اس کی اشاعت کرتا ہے، جیسا کہ شق 260 کی ذیلی شق (3) میں درج کیا گیا ہے، اس شق کے تحت قابل سزا ہوگا۔

جناب، فطری طور پر، ان ترامیم کے ساتھ، متعاقب طریقہ کار پر مبنی ترامیم ہوں گی یا قوانین میں یا ضوابط میں یا فارمز میں تبدیلیاں ہوں گی۔ جیسے کہ ہمارے ''قومی رجسٹریشن ایکٹ اور انتخابی قواعد'' میں اور یہ بھی غور کرنے کے لیے ایک سفارش ہوگی کہ ایسی متعاقب ترامیم مناسب وقت پر حکومت کرے کیونکہ کچھ ایسے قوانین بھی ہو سکتے ہیں جہاں اندراج پر چارج کیا جائے، لوگوں وغیرہ کے ادفال اور اشخاص کے ادخال پر، علیٰ ہذا القیاس وغیرہ وغیرہ:

لیکن دوسری آئینی ترمیم کے بعد، نہ تو قوانین میں متعاقب تبدیلی کی جاسکی، شاید سیاسی بحران اور فوج کے ہاتھوں دستوری ڈھانچہ کو توڑ دینے کے باعث، اور نہ ہی لوگوں کے ادخال وغیرہ اور اشخاص کے ادخال اور علیٰ ہذا القیاس وغیرہ وغیرہ'' کے خواب کو شرمندہ تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

54۔ میں نے درج ذیل نکات واضح کرنے کے لیے مسلمان تاریخی واقعات، مسلم رہنماؤں، علماء اور دانشوروں، اراکین پارلیمنٹ کے خیالات اور قادیانیت کے خلاف

عوامی جدوجہد کا تذکرہ کیا ہے:۔

(i) مسلمان قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں جو آئینی ترمیم کی صورت میں ان کی حتمی قرارداد بنی۔

(ii) آئینی ترامیم ملک کی اعلیٰ عدالتوں کی جانب سے عدالتی نظر ثانی کا ٹیسٹ بھی پاس کر چکی ہیں۔

(iii) قادیانی مسئلہ کی سیاسی بنیادیں اور محرکات ہیں۔ اسی وجہ سے تسلسل کے ساتھ مطالبہ کیا جاتا رہا ہے کہ قوانین وضع کیے جائیں تا کہ قادیانیوں کو اسلام اور مسلمانوں سے علیحدہ کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں آرڈیننس 1984 مشتہر کیا گیا تھا جس کا مقصد ایسے اقدامات کرنا تھا جن سے دوسری آئینی ترمیم کو کسی حد تک موثر بنایا جا سکے۔

(iv) آرڈیننس 1984 بھی ملک کی اعلیٰ عدالتوں سے عدالتی نظر ثانی کا ٹیسٹ پاس کر چکا ہے اور اسے آئینی ضمانتوں، اقلیتوں کے حقوق اور مذہبی آزادی کے عین مطابق ایک درست قانون قرار دیا گیا ہے۔

(v) وفاقی حکومت کی ذمہ داری تھی کہ آئینی مینڈیٹ کو موثر بنانے کے لیے دیگر قوانین میں ترامیم کرتی لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں کیا گیا ہے۔

(vi) اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے قادیانیوں کی ریاستی اداروں اور کلیدی عہدوں بشمول اعلیٰ آئینی عہدوں پر تعیناتی اور گھس بیٹھنے کے عمل کی موثر درستگی ہونی چاہیے تھی لیکن اس سمت میں کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا ہے، اگرچہ قوم کا مطالبہ اور دوسری آئینی ترمیم کی منشا یہی ہے۔

(vii) قادیانی مسئلہ ملک میں ہمیشہ سے بنیادی مسئلے کے طور پر رہا ہے اور حتیٰ کہ آزادی سے پہلے بھی موجود تھا جس کے سبب فوجی مداخلتیں ہوئیں، حکومتیں تاراج کی گئیں اور آئینی ڈیڈلاک پیدا ہوئے۔ اس مسئلے کی نزاکت فوری اقدامات کی متقاضی ہے لیکن وفاقی حکومت نے موثر اقدامات نہیں کیے ہیں جس کے نتیجے میں حالیہ فیض آباد دھرنے کے دوران حکومتی مشینری فیل ہو گئی تھی اور یہ خطرہ آگے بھی موجود رہے گا۔

درج بالا کے تناظر میں، درخواست دہندگان نے عدالت سے رجوع کیا، خاص طور پر آئینی درخواست نمبر 3862/2017 میں کہا گیا کہ سول سروس میں داخل ہونے والے قادیانی/ لاہوری گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے اعداد وشمار تیار کرنے کا حکم دیا جائے تاکہ مستقبل میں اہم نوعیت کے عہدوں پر تعینات نہ کیے جائیں جیسا کہ پٹیشن ہذا میں بتایا گیا ہے اور ایک تفصیلی رپورٹ ریکارڈ پر لائی جائے تاکہ ان افراد/ افسران کا پتہ چل سکے جو قادیانی/ لاہوری گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس وقت وفاقی حکومت میں اپنے عہدوں پر فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

55۔ اس ضمن میں اعتراض کی کوئی بات نہیں کہ عدالت ہذا وفاقی شرعی عدالت کے احکامات کے تحت پابند ہے جو سپریم کورٹ کے وضع کردہ قانون کے تحت آئین کے آرٹیکل 203 جی جی اور آرٹیکل 189 کے مطابق اس کے دائرہ سماعت میں ہے۔ اس لیے وہ معاملات جو حتمی صورت اختیار کر چکے ہیں اور جن کا اوپر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، کو نہیں چھیڑا جا سکتا ہے۔

عدالتی معاون کو عدالت کی جانب سے کیے گئے سوال کہ آیا ایک اسلامی ریاست کوئی ایسا قانون بنا سکتی ہے جس کے تحت ایک غیر مسلم کو بالواسطہ یا بلاواسطہ اجازت دی جاسکے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے یا بطور مسلمان اپنی پہچان کروائے؟ اور یہ کہ آیا ایک اسلامی ریاست ایک غیر مسلم شہری کو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی اجازت دے سکتی ہے؟ اس پر مختلف مکتبہ فکر (جیسے کہ اہلسنّت والجماعت بریلوی اور اہلسنّت والجماعت دیوبند، اہلحدیث اور اہل تشیع) سے تعلق رکھنے والے عدالتی معاونین کا باہم اتفاق تھا کہ اسلامی ریاست کے پاس ایسا کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ ایسا قانون بنا سکے یا ایسی کوئی اجازت دے سکے۔ اسی طرح، ان سب کا دوسرے سوالات پر بھی اتفاق ہے جیسا کہ اوپر دیئے گئے تفصیلی تذکرے سے واضح ہوتا ہے۔ اوپر دیئے گئے سوالات کے ضمن میں فاضل عدالتی معاون نے اسلام میں مسلمانوں سے غیر مسلموں کی علیحدہ شناخت، شعائر اسلام کا مقام، ان کی اہمیت، اقدامات جو کہ اپنی

علیحدہ شناخت اور جداگانہ خصوصیات کو برقرار رکھنے کے لیے کرنے چاہیے، مسلم کمیونٹی میں غیر مسلموں کی جانب سے اپنی شناخت اور عقیدہ چھپا کر شمولیت پر اسلامی حدود برقرار رکھنے کے لیے اسلامی ریاست کی جانب سے کیے گئے اقدامات کی وضاحت بھی کی ہے۔ ان تمام گزارشات پر ذیل میں غور کیا گیا ہے:

الف۔ قرآن مجید کے احکامات:

قرآن مجید کی آیات پر انحصار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا گیا کہ اللہ نے تمام مسلمانوں پر شعائر اللہ کی عزت وتوقیر کو لازم قرار دیا ہے۔ یہ حکم قرآن مجید کے ان احکامات میں سے ایک ہے جنھیں بار بار ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس بات کا روشن ہدایت میں بار بار دہرانا اسلام میں اس کی اہمیت اور لازمی رکن کے طور پر عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے فرار کی کوئی گنجائش نہیں اور اس کی نافرمانی اللہ کے غضب کو نا صرف انفرادی بلکہ اجتماعی طور پر دعوت دینے کے لیے کافی ہے۔ شعائر اللہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو درج ذیل آیات میں پایا جا سکتا ہے:

آیات

- **إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ** (البقرہ:158)

ترجمہ: بیشک (کوہ) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اُس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے (بلکہ طواف ایک قسم کا نیک کام ہے) اور جو کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ قدر شناس اور دانا ہے۔

- **ذَلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ** (الحج:30)

ترجمہ: ''یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور تمہارے لیے مویشی

حلال کر دیئے گئے ہیں سواء اُن کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔"

❑ **حُنَفَاء لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهِ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاء فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (الحج:31)**

ترجمہ: "صرف ایک اللہ کے ہو کر اور اُس کیساتھ شریک نہ ٹھہرا کر اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اُس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دُور جگہ اُڑا کر پھینک دے۔"

❑ **ذَلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج:32)**

ترجمہ: "یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔"

❑ **لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (الحج:33)**

ترجمہ: "ان میں ایک وقت مقرر تک تمہارے لیے فائدے ہیں پھر ان کو خانہ کعبہ (یعنی بیت اللہ) تک پہنچنا (اور ذبح ہونا) ہے۔"

❑ **وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكاً لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَى مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ (الحج:34)**

ترجمہ: "اور ہم نے ہر ایک اُمت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چارپائے اللہ نے اُن کو دیئے ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں، سو تمہارا معبود ایک ہی ہے اُسی کے فرمانبردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔"

❑ **الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِيْنَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِىْ الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُوْنَ (الحج:35)**

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں اور

(جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا کیا ہے اُس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔“

❑ **وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** (الحج:36)

ترجمہ: ”اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ مقرر کیا ہے اس میں تمہارے لیے فائدے ہیں تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر اُن پر اللہ کا نام لو جب پہلو کے بل گر پڑیں تو اُن میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اس طرح ہم نے اُن کو تمہارے زیر فرماں کر دیا ہے تا کہ تم شکر کرو۔“

❑ **لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ** (الحج:37)

ترجمہ: ”اللہ تک نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے، اسی طرح اللہ نے اُن کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تا کہ اس بات کے بدلے کہ اُس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے، اُسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر!) نیکو کاروں کو خوشخبری سنا دو۔“

❑ **يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تُحِلُّواْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلاَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلاَ الْهَدْيَ وَلاَ الْقَلآئِدَ وَلا آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَاناً وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُواْ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُواْ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ** (المائدہ:2)

ترجمہ: ”مومنو! اللہ کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ ادب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ اُن جانوروں کی (جو اللہ کی نذر کر دیئے گئے ہوں اور)

جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں اور نہ اُن لوگوں کی جو عزت کے گھر (یعنی بیت اللہ) کو جا رہے ہوں (اور) اپنے رب کے فضل اور اُس کی خوشنودی کے طلبگار ہوں اور جب احرام اتار دو تو (پھر اختیار ہے کہ) شکار کرو اور لوگوں کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں عزت والی مسجد سے روکا تھا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُن پر زیادتی کرنے لگو اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔''

قرآن مجید کی درج بالا آیات میں، شعائر کی اصطلاح کا ایک خاص معنی اور مفہوم ہے۔ مختلف مکتبہ ہائے فکر کے مسلمان علماء نے قرآن مجید کی متعلقہ تفاسیر میں اس اصطلاح کے معنی و مفہوم کی وضاحت کی ہے۔ جس طور پر اس اصطلاح کی مختلف تفاسیر میں تعریف اور وضاحت کی گئی، وہ اس لائق ہے کہ اسے حسب ذیل ذکر کیا جائے:

جسٹس (ر) محمد تقی عثمانی نے اس کی یہ تعریف کی ہے:

- ''لفظ شعائر کا لغوی طور پر معنی ہے ایسی علامات جو کچھ خاص حقائق کی نمائندگی کریں۔ یہ شریعت کے ان تمام مظاہر پر منطبق ہوتا ہے جنھیں اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) نے ضروریاتِ لازم کے طور پر تعین فرمائے ہیں۔ بالخصوص حج کے مقدس مقامات شعائر اللہ میں شامل ہیں جن کی عزت و توقیر ایمانی تقاضے کے طور پر کرنا لازم ہے (تفسیر آسان قرآن)۔''

مولانا صلاح الدین یوسف نے اسے حسب ذیل واضح کیا ہے:

- ''لفظ شعائر، شعائرہ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے ایک علامت یا ایک شناختی نشان ہے جسے جنگ کے وقت ایک دوسرے کی شناخت کے لیے مخصوص کیا جاتا ہے۔ شعائر اللہ اسلام کے وہ نمایاں اور امتیازی احکامات ہیں جو ایک مسلمان کا دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے فرق کرتے ہوئے اس کی ایک امتیازی شناخت قائم کرتے ہیں (تفسیر مکہ)۔''

مولانا اسحاق مدنی نے اس کے معنی پر تبصرہ کرتے ہوئے حسب ذیل اس کی تعریف بیان فرمائی ہے:

❑ ''شعائر اللہ سے مراد وہ عمل ہے جس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانوں کو مطلع کیا ہے اور اسے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس اسلام کا ہر وہ حکم جو اس کی ایک علامت خیال کیا جاتا ہے، وہ شعائر اللہ کا حصہ ہے (تفسیر مدنی کبیر)''

ڈاکٹر اسرار احمد نے درج ذیل معنوں میں اس کی تعریف کی ہے:

❑ ''شعائر کی واحد شعائرہ ہے جو لغوی اعتبار سے لفظ شعور سے متعلق ہے۔ اس تناظر میں ہر وہ چیز جو انسانوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا، اس کی صفات کا اور اس کی حتمی اطاعت کا شعور عطا کرے، وہ شعائر اللہ سمجھی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے صفا، مروہ، بیت اللہ اور مقام ابراہیم شعائر اللہ کہلاتے ہیں۔ (تفسیر بیان القرآن)''

مفتی محمد شفیع اپنی مقبول عام تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ:

❑ ''لفظ شعائر شعائرہ کی جمع ہے، جس کے معنی علامت کے ہیں۔ وہ اشیاء جو کسی خاص مذہب یا گروہ کے لیے امتیازی علامات سمجھی جاتی ہیں، شعائر کہلاتے ہیں۔ اسلامی شعائر وہ مخصوص احکامات ہیں جو ایک مسلمان کی شناختی علامات کے طور پر شمار کیے جاتے ہیں۔ (تفسیر معارف القرآن)''

حافظ عبدالسلام بھٹوی اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

❑ ''وہ چیزیں جنھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس لیے قائم فرمایا کہ وہ اس کی عظمت کی یاد دہانی یا شعور پیدا کریں، شعائر اللہ کہلاتی ہیں۔ جو کوئی ان کی توقیر اور ان کا اکرام کرے، وہ ایک متقی دل کا مالک ہے۔ (تفسیر القرآن)''

جسٹس (ر) پیر کرم شاہ الازہری نے اپنی مشہور تفسیر میں اسے یوں بیان کیا ہے:

❑ ''اس سے مراد کسی شے یا اشیاء کی شناخت اور پہچاننے کے لیے علامات ہیں جو درست اور غلط کے درمیان تمیز پیدا کرے، وہ شعائر اللہ کہلاتی ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)''

مولانا حافظ احمد محمد حسن نے اس کی حسب ذیل تعریف بیان کی:

❑ ''شعائر ہر قوم اور شخص کے لیے مخصوص نشانات اور علامات، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے شعائر وہ مخصوص رسومات ہیں جو اللہ نے اپنے فرمانبرداروں کے لیے امتیازی علامات کے طور پر متعین فرما دی ہیں۔ ان نشانات پر عمل تقویٰ پر مبنی عمل ہے۔ ان علامات کو کم تر سمجھتے ہوئے ان پر عمل نہ کرنا اللہ کی نافرمانی والا عمل ہے۔ اس رویے سے قومی یکجہتی کو نقصان پہنچتا ہے۔ (تفسیر احسن التفسیر)''

شعائر کی درج بالا تعریفوں کو جو محترم سکالروں نے فرمائی ہے، انہیں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں یوں بیان کیا ہے:

❑ ''جو کچھ صفاتی طور پر آیا کہ ایک مخصوص نظریہ جو نسل، انداز فکر یا مسلک کو ظاہر کرے، اسے ایک علامت کے طور پر شناخت کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر سرکاری جھنڈے، مسلح افواج کی وردیاں، سکے، کرنسی نوٹ اور ٹکٹیں وہ علامات ہیں جنھیں حکومتیں استعمال کرتی ہیں۔ گرجے، قربان گائیں اور صلیبیں عیسائیت کی علامات ہیں۔ سر پر بالوں کا مخصوص گچھا، ایک مخصوص قسم کی مالا اور مندر ہندوازم کی علامات ہیں۔ پگڑی، کڑا، کرپان (ایک مخصوص خنجر جو سکھ رکھتے ہیں) سکھ مذہب کی علامات ہیں۔ ہتھوڑا اور درانتی اشتراکیت کی علامات ہیں۔

ان نظریات کے پیروکاروں پر لازم ہے کہ وہ ان علامات سے احترام کا برتاؤ کریں۔ اگر کوئی شخص کسی مخصوص نظریہ سے منسلک کسی علامت کی توہین کرتا ہے تو اسے دشمنی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص اس نظریہ کا خود بھی پیروکار ہے تب اس کی طرف سے کی گئی توہین سے مراد اس نظریہ کو ترک کیے جانے اور اس کے خلاف بغاوت کے مترادف خیال کیا جاتا ہے۔ شعائر اللہ کی اصطلاح ان تمام رسومات کا حوالہ دیتی ہے جو بت پرستی اور مکمل عدم ایمان اور الحاد کے برخلاف، خدا کی کامل اطاعت اور صفاتی علامات ہیں۔ (تفسیر تفہیم القرآن)''

❑ درج بالا سے، یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسوماتی علامات ایک خاص مذہب یا نظریے کے کردار، خصوصیت کے اظہار اور نمائندہ علامات ہوتی ہیں۔ ایک اسلامی تصور

کے طور پر وہ ناصرف بیرونی ہیئت، بظاہر رجحان، یا حاشیاتی شکل، یا علیحدہ خصوصیت، یا شناختی نشان کے مقصد کو پورا کرتے ہیں، بلکہ احساسات کی ترجمانی، اللہ کے حکم کی اطاعت اور اتحاد اور امہ کی سالمیت کی علامت بھی ہوتے ہیں۔ مذہبی علامات پر بحث کرتے ہوئے، یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ ایک مذہبی علامت بلامقابلہ اثر رکھتی ہے۔ ایک مذہبی علامت سے جڑی شے اور ایک غیر جانبدار اور تحقیر دین سے جڑی شے میں فرق رسوماتی رویے کا ہوتا ہے۔ یہ ایسی رسومات اور اطاعت پر مائل کرتا ہے جو مذہبی عقائد کے تناظر میں ہی واضح کیے جاسکتے ہیں اور ان کا جواز ڈھونڈا جا سکتا ہے۔

56۔ لینارڈ رائڈن اپنی کتاب بعنوان The symbol of the centre and its religious function in Islam (Religious Symbols and their Functions, Edited by HARALDS BIEZAIS) میں لکھتا ہے کہ رسوم و رواج کی علامتوں کی بنیادی مثالوں میں سے ایک مثال اسلام میں مرکزیت یعنی کعبہ اللہ کی مثال ہے، جسے بیت اللہ، بیت الحرم کہا جاتا ہے اور مکہ کا وہ علاقہ جہاں یہ واقع ہے ''ام القریٰ'' یعنی شہروں کی ماں کہلاتا ہے۔ یہ علامت انتہائی اثر انگیز ہے کیونکہ اس کے نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہ جذبات کو ہوا دیتا ہے اور ان کا اظہار کرتا ہے، روحانی تجربات سے گزارتا ہے، خدا کے فرائض اور دینی بھائیوں کے ساتھ یگانگت کے جذبات کی آبیاری کرتا ہے، یہ جذبات ناصرف اسلام کے بنیادی اصولوں کا تصور پیش کرتے ہیں بلکہ اس علامت کے تجربے سے یہ خیالات فرد (بلکہ کروڑوں افراد) کی شخصیت میں سماجی اور سیاسی یگانگت پیدا کرتے ہیں۔ یہ حقیقت کہ مرکز کو بلاتخصیص قبلہ سمجھا جاتا ہے جو روزمرہ کی رسومات کی سمت ہوتا ہے جس سے معاشرے میں اخلاقی، قومی اور سیاسی حدود سے بالاتر ہوکر ایک قوم بننے کا تصور ابھرتا ہے۔

57۔ عبادات کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ انہیں کعبہ کی طرف منہ کرکے ادا کیا جائے۔ جانور کی قربانی بھی کعبہ کی طرف منہ کرکے کی جاتی ہے۔ فوت ہوجانے

والے کا منہ کعبے کی طرف رکھ کر دفنایا جاتا ہے۔ قبلہ مساجد کے رخ کا تعین کرتا ہے اوراسی لیے بالواسطہ طور پر شہروں کی پلاننگ مسلم دنیا کو تشکیل دیتی ہے۔ مکہ حاجیوں کا مرکز بھی ہے۔ مکہ کی خاص اہمیت اور کعبہ کا تقدس قرآن سے بھی مترشح ہوتا ہے:

''پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت اور جہان کے لیے موجب ہدایت۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ (مقام ابراہیم) ہے۔ جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پا لیا۔ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے، وہ اُس کا حج کرے۔'' (آل عمران:96)

یہاں پر مرکز سے مراد ایک مخصوص شے یعنی کعبہ ہے اور کسی حد تک مکہ کا پورا شہر مراد ہے کیونکہ وہ اسلام کے جغرافیائی رسم کے اعتبار سے ہر کسی کا مرکز نگاہ ہے۔ کعبہ (اور مکہ) کس طرح سے مسلم دنیا کا علامتی مرکز ہوسکتا ہے؟ اس علامت کی آج کیا اہمیت ہے؟ اسلام میں مرکز کی علامت کا کیا مذہبی عمل دخل ہے؟

(i) مکہ اور کعبہ کے تقدس اور منفرد حیثیت کو ''پناہ کے حق'' سے تعبیر کیا گیا ہے ''وہ محفوظ ہے جو داخل ہو گیا'' (آل عمران: 97، القصص: 57، العنکبوت: 67، البقرہ: 187، 191، الحج: 33، 34) الحرام نا قابل تنسخ ہے لیکن اس پناہ کا حق بھی حدود و قیود سے مبرا نہیں۔ یہ کافروں کے لیے جائز نہیں جو مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں۔ (البقرہ: 187) اور کوئی مجرم جو وہاں پناہ چاہے، اسے خوراک نہیں دی جانی چاہیے تاکہ وہ جلد از جلد خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دے۔ یہ حرمت پودوں اور جانوروں کے لیے بھی ہے۔ پودے اور جانور (ماسوائے کچھ استثنات کے) مکہ کے حرم کے اندر محفوظ ہیں۔ حج کے دوران قربانی کی رقم کعبہ میں ادا نہیں کی جاتی ہے، (جیسا کہ قرآن حکم دیتا ہے: (الحج: 33، 34) بلکہ منیٰ میں ادا کی جاتی ہے۔ جانوروں کو مارنے پر پابندی کا ایک نتیجہ مکہ کی مسجد میں کبوتروں کی بہتات ہے۔

(ii) مکہ ایک چھوٹی سی مسلم دنیا بن چکا ہے۔ مکے کی مذہبی اہمیت کے باعث غیر

لوگ اس میں آباد ہو چکے ہیں۔ اسلام کے تمام نسلی گروہ اور قومیتیں یہاں موجود ہیں۔ عقیدت کے مرکز کے طور پر کعبہ کا کردار اس حقیقت سے بھی واضح ہے کہ اس عبادت گاہ کی تصاویر گھروں اور مسجدوں میں ''عقیدت کے نشان'' کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں اور مرکز کی علامت بحیثیت مجموعی مذہب کی علامت بننے کا رجحان رکھتی ہے۔

(iii) اس بات پر بھی غور کیا جا سکتا ہے کہ کعبہ کا امام بہت اہم شخصیت کا حامل ہوتا ہے جو سفارتی وفود وغیرہ کی سربراہی کرتا ہے۔

(iv) اس علامت کا احترام، مسجد کی شان وشوکت اور خوبصورتی سے بھی ظاہر ہے۔ مکہ میں سب سے زیادہ اہم تبدیلی کعبہ کے اردگرد مسجد کی دوبارہ تعمیر ہے جبکہ کعبہ کی حیثیت اپنی جگہ برقرار ہے۔

(v) ساری دنیا سے مسلمان مکہ میں جمع ہوتے ہیں وہ اپنے ہم مذہبوں سے ملتے ہیں۔ سارے کے سارے ایک جیسے لباس میں ملبوس، ایک جیسی رسومات ادا کرتے ہوئے۔ عموماً اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اسلام کی اخوت، اتحاد اور مساوات کا ٹھوس تجربات کے طور پر وہاں عملاً مظاہرہ کیا جاتا ہے جسے مسلمان کو اپنی روزمرہ زندگی میں نافذ کرنا چاہیے۔ اس سالانہ عمل کے ذریعے اس میں شامل تمام مسلم قوم پاک ہو جاتی ہے۔

(vi) کعبہ اور مکہ کا حرم حج کے سب سے اہم لازمی رکن الوقوف ''عرفات میں قیام'' کا حصہ نہیں ہے، جو کہ آدم اور حوا کی ملاقات اور پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کی یاد میں کیا جاتا ہے۔

(vii) حج اور عمرہ دونوں میں ایک اہم رسم طواف ہے جو کعبہ کے گرد رسمی مشق خرام ہے۔ طواف، حجر اسود کے کونے کو نقطہ آغاز کے طور پر لیتے ہوئے طواف گھڑی کی سوئی کے برخلاف سات چکر لگا کر کیا جاتا ہے۔ گھڑی کی سوئی کے برخلاف یہ طواف کرنا دیگر مذاہب میں ایک غیر معمولی رجحان تصور کیا جاتا ہے۔ جہاں تک اس رسم کی توجیہ وتشریح کی گئی ہے، اسے خدا کے حضور اطاعت کا عمل کہا جاتا ہے۔ یہ رسم حج کی تمام رسوم کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے جاری کردہ خیال کی جاتی ہے۔ طواف

وداع، حج اور عمرہ دونوں میں آخری رسم ہے جسے حاجی مکہ چھوڑنے سے بالکل پہلے ادا کرتا ہے۔اس رسم کی ادائیگی میں گہرے جذباتی لگاؤ کا اظہار شامل ہے۔

(viii) مشرقی کونے اور کعبہ کے دروازے کے درمیان شمال مشرقی دیوار کا حصہ شامل ہے جسے ''الملتزم'' کہا جاتا ہے جہاں زائرین دیوار کے ساتھ اپنا چہرہ اور سینہ لگاتے ہیں اپنے بازوؤں کو اپنے سروں سے اوپر لے جا کر وہ اس جہان کی اور دوسرے جہان کی نعمتیں مانگتے ہیں۔

(ix) مقام ابراہیم کعبہ کے شمال مغربی حصے میں موجود پتھر ہے۔روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ کی تعمیر کی۔

(x) کعبہ کے مشرق میں زم زم کا کنواں، روایت کے مطابق وہ ذریعہ ہے جس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی بچی۔ جب وہؑ اور ان کی والدہ ہاجرہؑ نے اس بنجر وادی میں پانی کو تلاش کیا۔اس میں پانی کا بہاؤ معجزاتی خیال کیا جاتا ہے۔

(xi) ابراہیمؑ کے خاندان اور حاجی کے درمیان تعلق دیگر رسومات سے بھی واضح ہوتا ہے: سعی، صفا اور مروہ کا درمیانی راستہ ہاجرہؑ کی پانی کی تلاش کی یاد دلاتا ہے۔

(xii) جمرات میں شیطان کو کنکریاں مارنا، بیٹے کو قربان کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی پر اکسانے کے شیطانی بہکاوے کو رد کرنے کی یاد دلاتا ہے۔ اس تقریب کا اہتمام اس لیے ہے کہ حاجی برائی کی مذمت کرتا ہے اور شیطانی بہکاووں کے خلاف لڑنے کو تیار ہے۔

(xiii) منیٰ میں قربانی کی رسم: جو تمام مسلم دنیا میں عید الاضحیٰ کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ وہ ابراہیمؑ کی عظیم قربانی کی مشق ہے اور ان کی اطاعت کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اس رسم کی اہمیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ اپنی ذاتی ملکیت (یا حتیٰ کہ اپنی زندگی) کو ترک کر دینے کی رضامندی کا اظہار ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا مقصد حاجی کو ضرورت مند کی مدد کرنے کے فرض کی یاد دہانی ہے۔

(xiv) بہت سوں نے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ حج میں کعبہ کا محض نظارہ بہت شدید

جذبات کو ابھار سکتا ہے۔ اسے ایک گہرے مذہبی تجربے، روحانی خوشی کے حصول کے ذریعے، ''دوبارہ جنم'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(xv) حجر اسود: اگرچہ قرآن میں اس کا تذکرہ موجود نہیں ہے، یہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے کعبہ کی باقیات تصور کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات اسے خدا اور اولاد آدم کے مابین عہد سے بھی منسلک کیا جاتا ہے۔

(xvi) زکی بداوی کہتے ہیں کہ کعبہ کو عقیدہ توحید کی خاص نشانی کے طور پر گردانا جاتا ہے۔ کعبہ اور مکہ اسلام کی جغرافیائی مذہبیت کا مرکز ہے۔ اسلام میں مرکز کی علامت، ایک طرف قابل قدر چیز، شہر ہے اور عبادت گاہ ہے اور دوسری طرف اس مرکز سے جڑا رسوماتی طرز سلوک یعنی طوافِ قبلہ وغیرہ وغیرہ۔

(Lennard Ryden; The symbol of the Centre and its religious function in Islam in ReligioiuS Symbols and their Functions; Edited by Haralds Biezais)

58۔ دیگر علامتی رسومات کو ایک طرف رکھتے ہوئے میں نے صرف حج پر توجہ دی ہے تاکہ یہ دکھایا جا سکے کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا کس قدر مذہبی عقیدہ صرف اور صرف اس علامت سے جڑا ہوا ہے۔ اگر میں اسلام سے جڑی دوسری علامتوں کی وضاحت کروں تو یہ بحث کبھی نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ عقیدہ اسلام کی ہر علامت اپنے اعتبار سے اپنا ایک زاویہ، اپنا اندرونی مقصد اور عمل کے اعتبار سے اپنی مخصوص خصوصیات رکھتی ہے جو کے اس کو دنیا کے دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔ قرآن شریف کی ان آیات میں رسوماتی شناخت کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ہر مذہب کی رسومات کی ایک علیحدہ خصوصیت ہوتی ہے اور ان پر عملدرآمد ان کے اظہار، رابطے، علم اور اختیار کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ ہر رسم کے پیچھے ایک عالمی نظریہ ہے۔ ہر رسم اور اس کی ادائیگی کا ایک مقصد اور طریقہ کار ہے۔ یہ فعل اور مقصد ظاہری بھی ہوسکتا ہے اور باطنی بھی، لیکن ان کے ماننے والوں کے رسمی رویے اپنے شریک کاروں کو ایک مذہبی یا کوئی ایسا پیغام دیتے ہیں جس کے معنی وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ب۔سنت کی اتھارٹی

معاملے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ اسلام کی رسومی علامات کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی ربط ہے۔اذان سے لے کر وضو تک جو کہ لازم ہے، دن میں پانچ مرتبہ نماز کی ادائیگی کا فرض، اقامت کا تصور، مسجد میں اجتماع، ایک امام کی امامت میں باہم نماز کی ادائیگی، قرآن سے آیات کی تلاوت، قیام، رکوع، سجود اور اطاعت کی دیگر علامتیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے ادا کرتے دیکھتے ہو۔ اس طرح، اسلام کی رسومات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ یوں جڑی ہوئی ہیں کہ ان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہلکی سی بھی دراڑ کا تصور دخل در معقولات سمجھا جاتا ہے۔

اسلام کی اپنی علیحدہ شناخت ہے جو کسی سے مماثلت نہیں رکھتی ہے۔ اسلامی قوانین سے ہٹ کر اگر ہم صرف اسلام کے پانچ ستونوں کی بات کریں تو اسلامی رسومات کی انفرادیت واضح ہو جاتی ہے۔ دنیا کا کوئی اور مذہب خدائی احکامات کی بجا آوری میں ایسے کھرے پن کا متقاضی نہیں ہوتا۔ یہ قدرتی بات ہے کہ مسلمان اپنی رسومات کی حفاظت میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں جو ان کے مذہب کی نمایاں خصوصیت ہے۔ وہ اسے ان کے ہاتھوں ملاوٹ کا شکار نہیں ہونے دیتے جو ان کے نزدیک عقیدے کے باغی ہوتے ہیں۔ یہ علامات خصوصی طور پر سماجی عمل کا عنصر ہیں اور ان کے عمل میں مثبت انگیخت کا کردار ادا کرتی ہیں۔ان رسمی علامات کا کلیدی کردار مسلم معاشرے کی پوری سماجی زندگی، پیدائش سے لے کر بسترِ مرگ اور تدفین کی رسومات، تک کا احاطہ کرتا ہے۔اس لیے کسی بھی ایسے مذہبی گروہ جسے مسلمان غیر مسلم تصور کرتے ہیں، کو اجازت نہیں دے سکتا کہ اپنے آپ کو مسلمانوں کے لبادے میں پیش کریں۔ مسلمان، قادیانیوں کی جانب سے اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی سے منع نہیں کرتے لیکن وہ ان کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہونے دیں گے کہ وہ اسلام کے لبادے میں اپنے مذہب کو چھپائیں۔ایسی کوئی بھی کوشش ان کے احساسات، جذبات، عقائد پر خطرے کی گھنٹی

بجا دیتی ہے جن کی حفاظت ان کی مذہبی ذمہ داری ہے۔

علیحدہ مسلم تشخص کا تصور مسلم کمیونٹی کی سوچ، ذہن اور عقیدے میں گہری جڑیں رکھتا ہے۔ مسلم برادری کو یہ تصور کسی اور نے نہیں بلکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھایا اور راسخ کیا ہے۔ اللہ کا پیغام جو آپ ﷺ کے ذمے پہنچانے کے لیے لگایا گیا تھا، اس میں واضح علامتوں کا ان سے بیان کر دینا بھی شامل تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنوں میں ریاست مدینہ کی مسلم برادری کو حکم تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ہمسایہ قبائل سے اپنی علیحدہ شناخت قائم رکھیں۔ یہاں تک کہ ایک مسلمان کے انفرادی انداز و اطوار بھی یہودیوں اور عیسائیوں سے علیحدہ ہوتے تھے بلکہ بعض ایک مواقع پر حکم دیا گیا کہ علیحدہ شناخت اختیار کرو۔ درج ذیل احادیث اس نکتے کے سمجھنے کے لیے کافی ہوں گی۔

❑ **حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي مُنِيبٍ الْجُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.**

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔

❑ **أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْن يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَ لاَ تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ.**

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑھاپے کا رنگ بدلو اور یہودیوں کی مشابہت نہ رکھو۔

ج۔ اجماع امہ

59۔ فاضل عدالتی معاونین نے یہ موقف بھی اختیار کیا کہ مسلمانوں کی جانب سے ایک علیحدہ شناخت قائم کرنے کی روش خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد آنے والے خلفاءؓ نے جاری رکھی۔ اس ضمن میں واضح شہادت موجود ہے کہ

مسلمانوں نے خلافت راشدہ کے دور میں اور بعد میں امیہ اور عباسیہ ادوار میں غیر مسلموں کو اجازت نہیں دی کہ وہ مسلم تشخص کو اپنائیں اور اپنے لیے ایک ممتاز طرز عمل اپنائے رکھا۔ پروفیسر ڈاکٹر حافظ حسن مدنی نے شروط العمریہ کی تاریخی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دور کے معاہدہ پر خلافت راشدہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز، خلیفہ ہارون الرشید، خلیفہ جاجر بن محمد، سلطان النیئر محمد بن کلاؤں اور دوسروں کے دور میں بھی عمل درآمد ہوا تھا۔ یہ موقف بھی اختیار کیا گیا کہ ایسے اقدامات دونوں طرح سے اختیار کیے گئے تھے۔ ایک طرف مسلمانوں سے کہا گیا کہ اپنی علیحدہ شناخت قائم رکھیں جبکہ دوسری جانب غیر مسلموں کو بھی مسلمانوں کا طرز عمل اختیار کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ غیر مسلموں سے علیحدہ شناخت قائم رکھنے کی حساسیت سے متعلق تاریخی شہادت تاریخی دستاویز 'عمر کا معاہدہ' میں بھی ملتا ہے جسے شروط عمریہ بھی کہا جاتا ہے جو شام کی فتح کے موقع پر کیا گیا تھا۔ اس معاہدے کی شرائط بتاتی ہیں کہ صحابہؓ اپنی علیحدہ شناخت سے کس درجہ حساس تھے اور کس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کو مسلم رسم و رواج کی علامتوں کو اپنانے سے باز رکھا گیا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس معاہدے نے بعد میں آنے والی حکومتوں کے لیے اسلامی ریاست میں شامل ہونے والے غیر مسلموں سے متعلق ایک ماڈل کی حیثیت اختیار کیے رکھا۔ فاضل عدالتی معاونین نے کہا کہ شروط العمرؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بعد میں آنے والے خلفاء اور مسلم ریاستوں کے حکمرانوں نے تسلیم کیا اور اس کو لاگو کرتے رہے۔ احکام السلطانیہ کے ہر مصنف نے اسے اسلامی ریاست کے لیے ایک راہنما دستاویز قرار دیا۔ فاضل عدالتی معاون حافظ حسن احمد مدنی نے کہا کہ احکام السلطانیہ کے موضوع پر 22 تصانیف کے عظیم اسلامی مصنفین نے اسے ایک اہم دستاویز کے طور پر اپنی تصانیف میں شامل کیا ہے۔

60۔ جناب مدنی نے امام ابوالحسن ماوردی شافعی، امام ابن قداما حنبلی، امام ابویوسف حنفی، امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم اور دوسرے فقہاء کی تحریروں سے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس مسئلے پر اس دستاویز کو اجماع صحابہ سمجھا جانا چاہیے جیسا کہ ان میں سے کسی

نے بھی اس طریقہ کار / معاہدہ کو مبینہ طور پر نامنظور نہیں کیا ہے بلکہ جانشین خلفاء کی طرف سے اس کو اختیار کر لینا اس کی درستگی اور قانونی اہمیت پر مہر تصدیق ثبت کرنا ہے۔ اس معاہدے پر 15 ہجری میں مہاجرین اور انصار صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں عملدرآمد ہوا تھا۔اس تاریخی دستاویز پر حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور حضرت معاویہ بن سفیانؓ نے بطور گواہ دستخط کیے تھے۔ یہ روایت کیا جاتا ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس دستاویز کی تقدس پر رائے دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ وہ حضرت عمرؓ کے اس معاہدے میں درج کسی بھی شرط میں ترمیم نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ وہ (حضرت عمرؓ) سیاسی دانشمندی، اپنی رائے اور اپنی راست بازی میں سب سے بہترین تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مکتبہ ہائے فکر نے مسلم امہ کے مفادات کی حفاظت اور تحفظ کے لیے شروط عمریہ کے نفاذ کی اہمیت کو تسلیم کیا جو کہ حسب ذیل ہیں:

حدیث کے علماء نے عبدالرحمان بن غنم العشری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ، ''میں نے عمر بن خطابؓ کے لیے معاہدہ امن کی شرائط کو لکھا جو انہوں نے الشام (شام) کے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا:

❑ 'اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔یہ فلاں فلاں شہر میں عیسائیوں کی طرف سے اللہ کے غلام عمر، امیر المومنین کی طرف ایک دستاویز ہے، جب تم (مسلمان) ہمارے پاس آئے، ہم نے اپنے لیے، بچوں کے لیے، ملکیت کے لیے اور اپنے مذہب کے پیروکاروں کے لیے تم سے تحفظ کی درخواست کی ہے۔ہم نے خود اپنے لیے یہ شرط رکھی کہ ہم اپنے علاقوں میں نہ کوئی خانقاہ، گرجا گھر، نہ اپنے راہب کے لیے معبد بنائیں یا کھڑا کریں گے نہ کوئی ایسی عبادت گاہ دوبارہ بنائیں گے جسے دوبارہ بنانے کی ضرورت ہے اور نہ ان میں سے کسی کو بھی مسلمانوں کے خلاف دشمنی کے مقصد کے لیے استعمال کریں گے۔ ہم کسی بھی مسلمان کو چاہے وہ دن میں آئے یا رات کو، اپنے گرجا گھروں میں آرام کرنے سے نہیں روکیں گے اور ہم اپنے (عبادت گھروں کے) دروازوں کو مسافروں اور راہ چلنے والوں کے لیے کھول دیں

گے۔ وہ مسلمان جو ہمارے مہمان بنیں گے، وہ تین دن تک ہمارے یہاں قیام کر سکیں گے اور کھانا کھانے کے اہل ہوں گے۔ ہم اپنے گرجا گھروں اور گھروں میں مسلمانوں کے خلاف کسی جاسوس کو اجازت نہیں دیں گے اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف کسی دھوکا (بے وفائی) کے مرتکب ہوں گے۔ ہم اپنے بچوں کو قرآن نہیں پڑھائیں گے، شرک کی رسومات کی اشاعت نہیں کریں گے، کسی کو شرک کی دعوت نہیں دیں گے یا اپنے پیروکاروں میں سے کسی کو اسلام قبول کرنے سے نہیں روکیں گے، اگر وہ ایسا کرنا چاہیں گے۔ ہم مسلمانوں کا احترام کریں گے اور ان مقامات سے جہاں ہم بیٹھے ہوئے تو اٹھ جائیں گے، اگر مسلمانوں نے ان مقامات پر بیٹھنا اختیار کیا۔ ہم ان کے لباس، ٹوپیوں، پگڑیوں، جوتوں، بالوں کے انداز، تقریر، عرفیت اور ان کے خطابات یا گھوڑوں پر سواری، کندھوں پر تلواروں کے لٹکانے میں، کسی بھی قسم کے ہتھیاروں کو اکٹھا کرنے یا ان ہتھیاروں کے اٹھانے میں مسلمانوں کی نقل نہیں کریں گے۔ ہم عربی میں اپنی مہریں نہیں بنائیں گے اور نہ ہی شراب بیچیں گے۔'

'ہم اپنے سر کے اگلے حصے کے بال کاٹیں گے۔ اپنے رواجی کپڑے پہنیں گے۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں، اپنی کمر کے گرد پٹکا باندھیں گے۔ اپنے گرجا گھروں سے باہر صلیبیں کھڑی کرنے اور ان کا مظاہرہ کرنے سے اجتناب کریں گے اور اپنی کتابوں کی مسلمانوں کے میلوں اور بازاروں میں نمائش نہیں کریں گے۔ ہم اپنے گرجا گھروں میں ماسوائے بہت آہستگی کے، گھنٹیاں نہیں بجائیں گے یا مسلمانوں کی موجودگی میں گرجا گھروں کے اندر اپنی مقدس کتابوں کی تلاوت کے دوران اپنی آوازیں بلند نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی اپنے جنازوں میں (دعائیہ) آوازیں بلند کریں گے۔ یا مسلمانوں کے میلوں یا ان کے بازاروں میں جنازوں کے جلوسوں میں شمعیں جلائیں گے۔ نہ تو ہم اپنے مردہ کو مسلمان مردہ کے ساتھ دفن کریں گے یا جو غلام مسلمانوں کے قبضے میں ہوئے، ان کو خریدیں گے۔ ہم مسلمانوں کے گائیڈ کا کام کریں گے اور مسلمانوں کے گھروں میں ان کی نجی زندگی میں جھانکنے سے بھی باز رہیں گے۔ جب

میں نے اس دستاویز کو حضرت عمرؓ کو دیا تو انھوں نے اس میں اضافہ کیا: ’’ہم کسی مسلمان کو نہیں ماریں گے۔ یہ وہ شرائط ہیں جو ہم نے حفاظت اور تحفظ کے بدلے اپنے لیے اور اپنے ہم مذہبوں کے لیے طے کی ہیں۔ اگر ہم ان وعدوں میں سے کسی کو توڑ دیں، تو ہمارا ذمہ (تحفظ کا وعدہ) ٹوٹ جائے گا اور تمھیں اس بات کی اجازت ہوگی کہ تم ہمارے ساتھ وہ سلوک کرو جس کی تمھیں سرکش اور باغی لوگوں کے ساتھ رکھنے کی اجازت ہے۔‘‘

61۔ مقاصد شریعہ پر مبنی دلائل

ہمارے سامنے براہ راست سوالات مقاصد شریعہ سے متعلق ہیں۔ مسلم دانشور شروع دن سے شریعت کے بنیادی مقاصد کو زیر بحث لاتے رہے ہیں اور بنیادی مقاصد کی روشنی میں شریعت کے کردار کی تشریح کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اسلامی قوانین کو مختلف مقاصد سے جوڑا ہے اور پھر نتیجہ نکالا کہ اسلام کے تمام قوانین بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر کسی ایک یا دوسرے مقصد کا تحفظ، حمایت یا ترویج کرتے ہیں۔ مقاصد الشریعہ کے چند نمایاں علامات میں الماتریدی (المتوفی 333/ 945)، الشاشی (المتوفی 365/ 975)، البقیلانی (المتوفی 403/ 1012)، الجوانی (المتوفی 478/ 1085)، الغزالی (المتوفی 505/ 111)، فخرالدین الرازی المتوفی 606/ 1209)، ال آمدی (المتوفی 631/ 1234)، ازالدین ابدالسلام (المتوفی 660/ 1252)، ابن تیمیہ (المتوفی 728/ 1327)، الشتیبی (المتوفی 790/ 1388)، اور ابن آشور (المتوفی 1393/ 1973) شامل ہیں جبکہ دورِ جدید کے محرکین میں سے مسعود (1977)؛ الراسیونی (1992)، ابن الخوجہ (2004)، pp. 79-278، Vol.2، نیازی (1994)، pp. 189-268؛ الخادمی (2005)؛ اور اودہ (2006) قابلِ ذکر ہیں۔

62۔ مقاصد شریعہ قرآن وسنت میں بیان کیے گئے ہیں یا مختلف دانشوروں نے ان سے اخذ کیے ہیں۔ یہ تمام شریعت کی حقیقت بیان کرتے ہیں جیسا کہ تمام محققوں نے تسلیم کیا ہے۔ بنی نوع انسان کے مسائل کے مفادات (جلب المصالح) پورے کرتے

ہیں اور انہیں حرم (دفع المفاسد) سے بچاتے ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے نمایاں اور انتہائی قابل عزت مصلح امام ابو حامد الغزالی نے مقاصد کو پانچ بڑی اقسام میں تقسیم کیا ہے اور کہا ہے کہ:

❏ ''شریعت کا بنیادی مقصد عوام کی فلاح کا فروغ ہے جو ان کے عقیدے، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت میں پنہاں ہے۔ جو کوئی بھی ان پانچ عوامل کی حفاظت یقینی بناتا ہے وہ عوامی مفاد پورا کرتا ہے اور قابل ستائش ہے اور جو کوئی ان کو نقصان پہنچاتا ہے وہ عوامی مفاد کے خلاف ہے اور اس کا خاتمہ ضروری ہے۔''

یہ مقاصد درج ذیل میں اختصار سے پیش کیے جاتے ہیں:۔

i) دین کی حفاظت

ii) نفس کی حفاظت

iii) عقل کی حفاظت

iv) نسل کی حفاظت، اور

v) مال کی حفاظت

تاہم صرف یہی مقاصد ہی نہیں جو انسانی حقوق اور ضروریات کو پورا کر کے انسانی بہتری یقینی بناتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی قرآن اور سنت میں یا مفکرین کی جانب سے ان سے اخذ کردہ نتائج پر مبنی عوامل بھی شامل ہیں۔ لہٰذا، جبکہ ان پانچ کو بنیادی (الاصلیہ) تصور کیا جاتا ہے دیگر کو ان کا ضمنی نتیجہ (تبیعہ) قرار دیا جا سکتا ہے۔ ضمنی مقاصد کا تصور بھی ناگزیر ہے کیونکہ بنیادی مقاصد کو ان کے بغیر سمجھنا مشکل ہے۔ عمومی طور پر تسلیم کیا جانے والا فقہی اصول ہے کہ وسائل کی قانونی حیثیت بھی وہی ہے جو مقاصد کی ہے۔ چنانچہ ایک مشہور قانونی قول (القاعدہ الفقیہہ) قرار دیتا ہے ''کہ کوئی ایسی بات جس کے بغیر ایک فرض کی ادائیگی نہیں ہو سکتی، بھی فرض ہے۔'' ان میں سے کچھ ضمنی نتائج کچھ وقت کے لیے دوسروں سے کم اہمیت کے حامل ہو سکتے ہیں۔ تاہم طویل المدت میں وہ سب یکساں اہمیت کے حامل ہیں اور ان کی ادائیگی سے کوتاہی

گہری سماجی و معاشی اور سیاسی مسائل کو جنم دے سکتی ہے۔ (ایم عمر چھاپرا: مقاصد الشریعہ کے تناظر میں ترقی کا اسلامی وژن)۔''اسلام میں ریاست اور قانون سازی'' میں ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں کہ یہ مقاصد خمسہ نا صرف انصاف کا اصل ہیں بلکہ جملہ انسانی حقوق کی بنیاد ہیں۔ انسانی حقوق کی اسلامی تشریح انہی مقاصد پر منحصر ہے۔عظمت،عزت اور بنیادی حقوق کے انسانی زندگی کے دیگر پہلو شریعت کے مقاصد کے محتاج ہیں۔ پہلے مقصد یعنی دین کا تحفظ کی منشا اسلامی نظریے کا تحفظ، دفاع اور فروغ ہے جو مسلم ریاست اور معاشرے کی اساس ہے۔اس لیے، ایک فرد کی زندگی خاندانی تعلقات، سماجی رویہ، قانونی اور تعلقات کار کا منبع ہے۔ دین کا تحفظ مسلم معاشرے اور ریاست کی اساس ہے۔ اگر اس پر سمجھوتہ ہو جائے یا مفقود ہو جائے تو مسلم معاشرے اور مسلم ریاست کے وجود کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ اگر اس عظیم مقصد کو بغیر دفاع کے چھوڑ دیا جائے تو اس کی سالمیت اور یگانگت خطرے میں پڑ جائے گی۔'عقیدے کے تحفظ' کے تناظر میں عدالتی معاونین نے مقاصدِ شریعہ کے نظریہ کو اٹھائے گئے سوالات کی روشنی میں صحیح طور پراجاگر کیا ہے کیونکہ عقیدے یا دین کا تحفظ جو اسلامی ریاست کا بنیادی خاصا ہے۔ اسلامی ریاست نا صرف اپنی زمینی سرحدوں کی محافظ ہے بلکہ نظریاتی اور بنیادی سرحدوں کا تحفظ بھی کرتی ہے جس کے لیے اس کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے۔ درج بالا بحث اور عدالتی فیصلے کے بعد کے حصے سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ اکثریت کو اقلیت سے مذہب کی آڑ میں اپنے مذہب کو خودکش حملے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس مخصوص تناظر میں یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اکثریت کے عقیدے کی حفاظت کے اقدامات کرے اور اسے اقلیت کے ہاتھوں پراگندہ ہونے سے بچائے۔ ہر شہری کو قانون کا یکساں تحفظ اس کا حق ہے۔ اقلیت کو اپنا مذہب رکھنے کے حق کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اکثریت کے بنیادی مذہبی نظریات اور رواجوں کو ملیامیٹ کردے۔

63۔ سعد الذریعہ کے اصول پر ریاست کا اختیار

فاضل عدالتی معاونین نے اس دلیل کو بھی بڑھاوا دیا ہے کہ اسلامی ریاست

ذریعہ کے اصول کے تحت دو طرح کے مناسب احکامات جاری کرسکتی ہے۔ ایک مثبت اور ایک منفی، جس کا مطلب ہے فتح الذریعہ اور سد الذریعہ۔ ریاستی حکومت کا انتظامی معاملات میں مناسب حکم پاس کرنے کا متذکرہ اصول قرآن پاک اور سنت کی حدود کی بنیاد پر ہے جسے سب سے پہلے مالکی قانون دانوں نے کھوجا تھا ور پھر اسے حنبلی فقہ اور بعد ازاں حنفی فقہاء نے بھی اختیار کرلیا تھا۔ لفظ ذریعہ کا مطلب مثال ہے۔ ایک مالکی فقیہہ امام قرافی نے ذریعہ کے بجائے وسیلہ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ذریعہ یا وسیلہ سے مراد وہ شے یا عمل ہے جو ایک ذریعہ بنتا ہے یا کسی اور شے کے وقوع پذیر ہونے میں آلے کا کردار ادا کرتا ہے یا پھر کسی برے یا غیر قانونی عمل کی سرزدگی پر منتج ہوتا ہے اور اسے لازمی تصور کیا جاتا ہے۔ اس اصول کی تشریح کرتے ہوئے امام قرافی نے کہا: ایک عمل جس کے لیے بہترین ذرائع استعمال ہوں، بہتر ذریعہ کہلاتا ہے جو درمیانی درجے کے مقاصد پورے کرتا ہے، اسے درمیانی درجے کا قرار دیا جاتا ہے۔ ذریعہ کے اصول کا یہ مختصر سا مطلب ہے۔ اس اصول کا اطلاق کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنی کتاب اسلام میں ریاست اور قانون سازی میں کہتے ہیں کہ ریاست کا سربراہ یا اس کی شوریٰ انتظامی احکامات جاری کرسکتی ہے جس سے کسی قانونی عمل کو ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے جو کسی غیر قانونی عمل کی سرزدگی میں بدل چکا ہو یا غیر قانونی شے کے وقوع پذیر ہونے کا سبب بن رہا ہو، یا شہریوں کو ایسی شے یا عمل کرنے کا تقاضا کرتا ہو جو اگرچہ فرد پر لازمی نہیں لیکن شریعہ کے کسی مقصد کے حصول کا واحد ذریعہ بن جاتا ہے یا شریعہ کے کسی حکم/مقدس فرمان کی تکمیل کے لیے لازمی ہوتا ہے۔ اس فقید المثال اصول کی عملداری کی متعدد مثالیں ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری کے ایک نامور حنبلی فقیہ اعلام المواقین ابن القیم نے سد الذریعہ کے اصول پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے مطابق، قانونی نوعیت کے آدھے سے زیادہ انتظامی احکامات ذریعہ کے اصول کے تابع ہیں (صفحہ 159)۔ ابن قیم کی جانب سے دی گئی ننانوے مثالوں میں سے اکثر شوریٰ میں امام کی انتظامی صوابدید کی وسعت پر روشنی ڈالتی ہیں (مثال کے طور پر مثال نمبر

25، 29، 33، 37، 49، 57، 99 دیکھی جا سکتی ہیں)۔ اس بحث کی بنیاد پر، یہ قرار دیا جاتا ہے کہ قادیانیوں کی جانب سے غلط استعمال روکنے کے لیے ریاست کی جانب سے قانون سازی کے لیے اس اصول کا اطلاق جائز ہے۔

64۔ دفع الضرر یا دفع الفساد کا اصول

قادیانیوں کی جانب سے مخفی شناخت کی آڑ میں منفی، ضرر رساں، تباہ کن اور خطرناک سرگرمیوں کے اثرات کے پس منظر میں عدالتی معاونین نے عدالت کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ ریاست کی جانب سے مناسب قانون سازی کے لیے دفع الضرر یا دفع الفساد کا اصول استعمال کیا جا سکتا ہے، خواہ اس سے قبل کے دور میں ایسی کوئی قانون سازی کی نظیر موجود نہ ہو۔ فاضل عدالتی معاونین نے زور دیا کہ اگر کسی معاملے میں واضح ممانعت نہ ہو (جیسا کہ موجودہ معاملے میں) تو بھی ایسی صورت حال میں ایک اسلامی ریاست محض تماشائی بن کر نہیں بیٹھ سکتی ہے۔ اس کے برعکس ایسی کسی بھی صورت حال میں ضروری قانون سازی اور احکامات جاری کرنا ضروری ہو جاتے ہیں۔ ضرر کا لفظی ترجمہ خطرہ، نقصان، گھاٹا اور زخم کے ہیں جبکہ فساد سے مراد بدعنوانی، تباہی، برائی، بدنامی سے لبریز عمل وغیرہ ہوتا ہے۔ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے کہ ضرر اور فساد، جو جس بھی شکل یا درجے کا ہو، کو جہاں تک ممکن ہو، ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ بہت سے قانونی اقوال اس اصول کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہیں۔ مجلّہ الاحکام العدلیہ کی شق 19 قرار دیتی ہے: لا ضرر و لا ضرار یہ قانونی اصول بھی ایک حدیث ہے جسے امام مالکؒ نے اپنی ''مؤطا'' میں، ابن ماجہؒ اور امام دار قطنیؒ نے اپنی سنن میں، امام حاکمؒ نے مستدرک میں، امام بیہقیؒ نے اپنی السنن الکبیر میں روایت کیا ہے یہ حدیث ابو سعید خدریؓ نے عبیدہ ابن الصامتؓ، عبداللہ ابن عباسؓ اور دیگر کی سند پر روایت کی ہے، یہاں 'ضرر' سے مراد نقصان دینا یا کسی دوسرے شخص کے ساتھ غلط کرنا ہے۔ جبکہ 'ضرار' کا مطلب ضرر کو ضرر سے رفع کرنا ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی ضرر کو ضرر سے اور تکلیف کو تکلیف سے رفع نہ کرے۔'' قرآن اور حدیث میں موجود

بے شمار متنی احکامات کے تحت یہ حکم ہے تمام ناجائز اور نقصان دہ عمل اس اصول کی بنیاد پر ممنوع ہیں۔ اسی اصول پر بہت سی سزائیں اور مالی جرمانے بھی مبنی ہیں۔'' اسی اصول کی بنیاد پر ایک دوسرا اصول بھی اخذ کیا گیا ہے جو یہ قرار دیتا ہے کہ حتیٰ الوسع طور پر ضرر سے بچا جانا چاہیے۔ (مجلّہ-31) یہ اصول ضروری قرار دیتا ہے کہ ہر ممکنہ طور پر ضرر کے واقع ہونے سے بچنے کے لیے ہر کوشش کی جانی چاہیے۔ اصول حجر کی بنیاد بھی یہی اصول ہے۔ فقہاء نے اس اصول کی بنیاد پر عمومی عدالتی کارروائیوں کے بغیر غیر شائستگی، غیر اخلاقی اور فساد فی الارض کے لیے بدنام اشخاص کی تادیبی قید کی اجازت دی ہے۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ ''ضرر کبیر کو ضرر صغیر لگا کر دور کیا جائے (اگر دونوں میں سے ایک ناگزیر ہو)۔'' (مجلّہ-27) اسی طرح ایک دوسرا اصول بھی یہ قرار دیتا ہے کہ ''عوامی نفرت سے بچنے کے لیے نجی ضرر بھی لگائی جاسکتی ہے۔'' (مجلّہ-27) درج بالا حدیث سے اخذ کیا ہوا یہ بھی ایک مسلمہ اصول ہے کہ ''برائیوں (مفاسد) کے خاتمے کو اچھائیوں (مصالح) کے حصول پر فوقیت حاصل ہے۔'' اس سے مراد ہے کہ برائی کے خاتمے اور اچھائی کے حصول کے مابین کشمکش کی صورت میں فوقیت برائی کے خاتمے کو دی جانی چاہیے اور یہ بھی کہ ''ایک ضرر پرانی اور وقت کی قید (کی بنیاد پر نظر انداز) نہیں کی جائے گی۔'' (مجلّہ)۔ اس لیے ایک ضرر، چاہے کتنی ہی قدیم ہو، ختم کر دینی چاہیے۔ میرے خیال میں مذہب اسلام کو نقصان دینے سے بڑھ کر کوئی نقصان بڑا نہیں ہوسکتا اور مسلمانوں کے عقیدے کی بنیادوں کو تباہ کرنے کی کوشش سے زیادہ شدید فساد نہیں ہوسکتا ہے۔ انہی قانونی اصولوں کے زور پر کسی بھی طور پر اسلامی ریاست کے ہر طرح کے ضروری اقدامات اٹھائے جانے کے حق اختیار پر کسی بھی لحاظ سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (عمران احسن خان نیازی: اسلامی قانونی اصول، المجلہ الاحکام العدلیہ)۔

65۔ مصلحہ کے اصول:

مفتی محمد حسین خلیل خیل، فاضل عدالتی معاون نے بھی مختلف مکتبہ ہائے فکر کی اصول الفقہ کی بڑی بڑی 22 کتابوں پر انحصار کرتے ہوئے، یہ اظہار کیا ہے کہ اسلامی

ریاست کے انتظامی احکامات مصلحہ یا رفاہ عامہ یا عوامی بھلائی یا عوامی فلاح کے اصول پر قانونی جواز کا اطلاق کر سکتے ہیں۔ قانونی اصطلاح میں کہا گیا ہے: ''امام کی طرف سے کارروائی (یعنی تصرف یا انتظامی اور دوسرے اختیار) قائم کرنے کی طاقت مصلحہ پر واقعاتی بنیاد ہے۔'' کتاب ''ریاست اور اسلام میں قانون سازی'' میں سے ایک اقتباس اس تصور کے درست تناظر میں وضاحت کرنے کے لیے متعلقہ ہوگا:

- ''بیسویں صدی میں اسلامی قانون پر مقبول مقتدر، شیخ مصطفیٰ زرقا کے مطابق، یہ اصول ان حدود و قیود کی تعریف کرتا ہے جن کے اندر رہ کر حکمران اپنے انتظامی اور سیاسی اختیار کو روبہ عمل لا سکتے ہیں اور عوام الناس کے حقوق اور آزادیوں کو متاثر کرنے والے اقدامات اٹھا سکتے ہیں۔'' یہ فرض کر لیتا ہے اولا الامر کی جانب سے اٹھائے گئے تمام اقدامات اور کارروائیاں جو لوگوں پر ان کے نجی اور عوامی حقوق کے حوالے سے لازمی حق استعمال کی حامل ہیں، کی بنیاد قوم کی عمومی بہبود اور اس کی فلاح پر مبنی ہونی چاہئیں۔ کیونکہ حکومتی مشنریاں خلیفہ سے لے کر مختلف انتظامی شعبوں کے ملازمین تک سارے لوگ خود اپنے لیے کارکن نہیں ہیں۔ وہ ''امہ'' (Umah) کے صرف کارندے ہیں جس کے ذمے انصاف کے قائم کرنے، ناانصافی اور ظلم کے خاتمے، حقوق، اخلاقیات کے تحفظ اور اس تحفظ کو قائم رکھنے، علم کے فروغ، عوامی سہولیات کی فراہمی، معاشرہ کی فساد سے تطہیر اور ہر اس چیز کا حصول جو امہ کے لیے موجودہ اور آنے والے زمانے میں بہتر ہو، تمام بہترین ممکنہ ذرائع سے کیا جانا ہے۔ یعنی وہ تمام تر اقدامات جو عوامی فلاح و بہبود کے لیے ضروری خیال کیے جائیں۔ اس لیے ہر وہ کارروائی یا اقدام جو حکمران اس مصلحہ کے خلاف اٹھائیں جس سے اجارہ داری، اقربا پروری اور مطلق العنانی کا راستہ نکلے یا جو ضرر یا فساد برپا کرے، غیر قانونی ہوگا......اس لیے مصلحہ بھی، اسے اسلامی قانون کا ثانوی لیکن اہم ماخذ قرار دیا گیا ہے، اس کی تعریف حسب ذیل کی گئی ہے۔ ''یہ ہر بھلائی، ہر مصلحت اور ہر اہم ضرورت ہے جس کے بارے میں بالخصوص یا بالعموم شریعت میں کوئی واضح حکم موجود نہیں ہوتا۔'' ہر وہ چیز جو

شریعت کی کسی شق کی خلاف ورزی کیے بغیر انسانی حیات کی پانچ بنیادی ضروریات کا تحفظ کرتی ہے، وہ مصلحہ ہے۔ یہ پانچ بنیادی ضروریات، مذہب، روح (یعنی زندگی)، عقل وفہم، آل اولاد اور سرمایہ یا ملکیت ہیں۔ اول الامر کے پاس ان پانچ ضروریات کے تحفظ کے لیے ضروری اقدامات کرنے اور اصولوں اور قوانین کی قانون سازی کا وسیع حق امتیاز موجود ہے۔ قومی مفادات کے معاملے میں عوامی رائے کے اظہار کے لیے ایک قابل عمل نظام تشکیل دینے کا مسئلہ بھی 'عرف اور مصلحہ' کے زمروں میں آتا ہے۔ جیسا کہ موجودہ حکومتوں کو حدود شریعت کے اندر معاہدات کی تمام صورتوں کے بہتر اور منصفانہ انتقال کی خاطر اصول وقواعد مرتب کرنے کا حق اختیار حاصل ہے، انہیں یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اس معاہدہ کے لیے اغلاط سے مبرا طریقوں کو، بلاشبہ، امت کے قابل بھروسا نمائندوں کی مشاورت اور اس حوالے سے شریعت کے بڑے بڑے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے واضح کریں۔''

قرآن مجید کی محولہ بالا آیات اور حضور نبی کریم ﷺ کی سنت (دونوں ہی شریعت اور آئین کے تحت قانون کے بنیادی مآخذ ہیں۔ اس پہلو پر اس فیصلے کے آنے والے پیراگرافوں میں پوری وضاحت کر دی گئی ہے) اور ثانوی مآخذات مثلاً اجماع، مصلحہ مرسلہ اور 'اصول سدالدہریہ' اور 'اصول دفع الضرر' یا 'دفع الفساد' کی بنیاد پر ریاست کے حق اختیار کے بارے میں ریاست کے طرز عمل اور قانون سازی کے اصل کی بنیاد پر، یہ با حفاظت نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ شعائر اللہ کی حفاظت کرے، اپنے حدود و اختیار میں رہنے والے عنصر کی طرف سے اکثریت کے ایمان پر خفیہ حملہ کرنے والے، تمام چھپے ہوئے، چھپائے گئے اور خفیہ طریقوں کے مکمل خاتمے کے لیے اقدامات اٹھائے۔

اس قول میں کسی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے کہ ایک اسلامی ریاست شاندار عمارت ربانی حاکمیت اعلیٰ کی بنیاد پر قائم ہے اور یہ کہ تمام اختیار اور حاکمیت اعلیٰ کا حقیقی اور حتمی مالک اللہ قادر مطلق ہے جو اس کائنات کا خالق ہے، سلطنت (ملک) اسی کا ہے۔

قرآنی آیات: البقرہ:107، آل عمران:26، المائدہ:17، 18، 40، 120، الاعراف:158

اسی کے پاس حکمرانی (امر) مکمل اختیار ہے۔

قرآنی آیات: البقرہ:106، 109، 148 وغیرہ

قرآنی آیات: آل عمران:134، الاعراف:54، ھود:123، الروم:4، السجدہ:5 وغیرہ

صرف اسی کے پاس فیصلے (حکم) کرنے کا مکمل اختیار ہے،

قرآنی آیات: الانعام:57، 62، یوسف:40، 67، القصص:70، 88 وغیرہ

حاکمیت اعلیٰ کی طرف سے تفویض کردہ فرائض سرانجام دینے کی خاطر اس کے وفاداروں غلاموں (عباد) کو اس کے احکامات پر عمل کرنے کے قابل بنانے کے لیے محدود حق اختیار دیا گیا ہے جسے خلافت کی اصطلاح سے بیان کیا گیا ہے۔ انفرادی خلافت انبیائے کرام کو عطا کی گئی تھی جبکہ اجتماعی خلافت امت مسلمہ کو تفویض فرمائی گئی ہے۔ خلافت کا تصور متعدد مقامات پر قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ''وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین پہ خلیفہ بنایا اور تمہارے مناصب بلند کیے دوسروں پر فضلیت بخشی تا کہ جو نعمتیں اس نے تمہیں بخشی ہیں اس میں تمہیں جانچ سکے۔'' (الانعام:165) اس لیے ایک اسلامی ریاست میں شریعت کی حاکمیت کا اصول ایک بنیادی اصول ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی 'ریاست اور اسلام میں قانون سازی' کتاب میں اس تصور کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''شریعت کی حاکمیت سے یہ آسان مفہوم مراد ہے کہ ملک میں قرآن پاک اور سنت اعلیٰ ترین درجے کے قوانین ہونے چاہئیں، جو ریاست کے تمام اداروں اور شہریوں پر مساویانہ طور پر قابل عمل اور مساویانہ طور پر قابل نفاذ ہوں۔ ریاست میں ہر سطح پر پالیسی سازی اور فیصلہ سازی کے لیے راہنمائی کا بنیادی مآخذ شریعت کو ہونا چاہیے۔ تمام قوانین، فیصلے، پالیسیاں اور انتظامی اقدامات شریعت کے تابع ہونے چاہئیں اور شریعت ہی کے تحت ان کو چیلنج کیا جائے اور ان کی چھان بین

کی جائے۔شریعت کی حاکمیت کا تقاضا ہے کہ کوئی قانون رسم یا رواج حتیٰ کہ ریاست کا سب سے بڑا قانون، انتظامی کارروائی محصولات کی وصولی یا ان کا خرچ اگر وہ شریعت سے متصادم ہوں تو انہیں کالعدم قرار دینا چاہیے۔شریعت کی حاکمیت ہمیشہ اسلامی ریاست کا اصل الاصول رہی ہے۔قرآن مجید ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے جو یہ آشکار کرتی ہیں کہ کسی مسلمان کے پاس ایسے معاملے میں فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے جن کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پہلے سے فیصلہ فرمادیا ہو۔قرآن یہ بھی لازم قرار دیتا ہے کہ شہریوں کے مابین یا شہریوں اور حاکم کے مابین تنازعہ ہو تو دونوں صورتوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ یعنی شریعت سے رجوع کیا جانا چاہیے۔ نبی ﷺ کے فرامین اور خلفائے راشدینؓ کے عمل سے بھی اس ضمن میں واضح احکامات ملتے ہیں کہ شریعت کو باقی تمام چیزوں سے بالاتر رکھنا چاہیے۔ اسی اصل الاصول کو مسلمان حکمرانوں،عوام الناس،فقہاء اور سیاسی مفکرین نے ہمیشہ برقرار رکھا تھا۔مسلمانوں کے اذہان میں کبھی کوئی شک نہیں رہا ہے کہ شریعت کی حاکمیت ہی ایک اسلامی ریاست کی بنیادی ضرورت تھی'' اس حوالے سے دستوری حیثیت ناموس رسالت کیس بہ عنوان سلمان شاہد بنام وفاق پاکستان (PLD 2017 Islamabad 218) کے اقتباسات سے صاف واضح ہے جو کہ حسب ذیل درج کیے جاتے ہیں:

پاکستان کی سپریم کورٹ نے اٹھارویں ترمیم کے فیصلے (بعنوان ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن راولپنڈی بنام وفاق پاکستان) میں یہ قرار دیا ہے کہ پاکستان کے دستور پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے جہاں حتمی اقتدار اعلیٰ اللہ رب العزت کا ہے اور یہ اختیار پاکستان کے عوام کو تفویض کیا گیا ہے۔ اسی فیصلے کے پیرا نمبر 54 میں اکثریتی فیصلے کے متن میں، جسے جسٹس شیخ عظمت سعید نے تحریر کیا ہے، یہ قرار دیا ہے کہ

''یہ بات بالکل واضح اور روشن ہے کہ ہمارے اصول قانون جو کہ عدالتوں کے نظائر کی روشنی میں ارتقاء پذیر ہوئے، یہ بات مسلمہ طور پر ثابت اور تسلیم کردہ ہے کہ

دستور کوئی متفرق دفعات کا جتھا نہیں جنہیں باہمی گانٹھ دیا گیا ہو بلکہ دستور کی دفعات میں ایک یکسانیت اور مربوط اسکیم ہے جو دستور کی بنیادی دفعات سے واضح ہے جو کہ دستور کی نمایاں اور واضح خصوصیات ہیں۔''

اسی بات کو جسٹس جواد ایس خواجہ نے اپنی اقلیتی نوٹ میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''آئین کے کسی بھی آرٹیکل کو باقی آئین سے علیحدہ کر کے، انفرادی طور پر نہیں سمجھا جا سکتا'' مزید فرمایا کہ ہمارے اصول قانون میں اب تک یہ بات طے ہو چکی ہے کہ آئین کا مطالعہ تاریخی تناظر میں اور ایک نامیاتی کل (Organic Whole) کے طور پر کیا جائے گا۔ اگر آئین کی جزوی شقوں اور احکامات کو باقی آئین سے الگ کر کے دیکھا جائے تو یہ قاری کو گمراہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا آئین کا مفہوم اور مدعا معلوم کرنے کے لیے اس کے اجزا کی میکانکی انداز میں عقلی توجیہ کرنے کے بجائے اسے ایک مربوط کل کی طرح دیکھنا پڑے گا۔ یہ بات ہماری قدیم اور سادہ دانش کا عطر رہی ہے جو منطق کی رو سے بھی کشید ہوتی ہے اور نظائر سے استدلال کے طریقے میں بھی پوری طرح راسخ ہے۔ اس کے نتیجے میں آئین کی تعبیر و تشریح کا یہ اصول طے پاتا ہے کہ آئین کو ایک زندہ حقیقت یا نامیاتی کل کے طور پر دیکھا اور سمجھا جائے۔''

1973ء کے آئین کا سرچشمہ پاکستان کے عوام ہیں۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی جس نے 1949ء میں قرارداد مقاصد کو منظور کیا، ایسے ارکان پر مشتمل تھی جو جدوجہد آزادی کے سرخیل اور بلاشبہ پاکستان کے بانیان تھے جن کی قیادت میں مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی۔ پہلی دستور ساز اسمبلی نے جب سے قرارداد مقاصد منظور کی تو یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قرارداد مقاصد اس وقت سے پاکستان کے ہر آئین کا دیباچہ رہی۔ اور 1973ء کے آئین کا بھی دیباچہ اور آئینی تمہید قرارداد مقاصد ہی ہے جو کہ دستور کے ساتھ بطور ضمیمہ بھی شامل ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ 1949 میں اور 1973 میں بھی قانون ساز اسمبلی کے ارکان آئینی اصولوں کے نازک اور باریک معاملات کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ پاکستان کی

عدالتی تاریخ میں قرارداد مقاصد اس حوالے سے بھی ایک اہم موضوع کے طور پر زیر بحث رہی ہے کہ آیا باقی دستور پر قرارداد مقاصد کو بالاتر حیثیت حاصل ہے یا نہیں؟ بہرحال قرارداد مقاصد کی باقی آئین پر بالاتر حیثیت پر اختلاف کے باوجود یہ امر متفقہ طے شدہ ہے کہ قرارداد مقاصد کو دستور کی دیگر دفعات کی طرح ایک اہم مقام حاصل ہے اور عدالت عظمیٰ کے اٹھارویں ترمیم کے فیصلے کے مطابق دستور کی تشریح کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ اسے ایک ہم آہنگ اور نامیاتی کل کے طور پر لیا جائے۔ اگر پاکستان کے دستور کو ایک ہم آہنگ، مربوط، منظّم اور نامیاتی کل کے طور پر دیکھا جائے تو دستور کی دینی ساخت اور اسلامی حیثیت کا تعین کرنا چنداں مشکل نہیں۔ دستور کی متعدد دفعات اور دستور کے تحت قائم کیے گئے ادارے قیام پاکستان کے مقاصد اور مملکت کی نظریاتی اساس کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔ دستور چونکہ عوام کی خواہشات کا ترجمان، ماضی کا بیان اور مستقبل کا نشان ہوتا ہے جس سے نا صرف تمام ادارے وجود میں آتے ہیں بلکہ یہی وہ میزان اور مقیاس ہے جس سے عوامی امنگوں، قومی مقاصد اور نصب العین کو پرکھا اور جانچا جا سکتا ہے۔ دراصل دستور ہی وہ آئینہ ہے جس سے ایک طرف ملک کی تاریخ کا عکس جھلکتا ہے، حال کا ادراک ہوتا ہے اور واشگاف الفاظ میں پاکستان کی جمہور کی طرف سے یہ **Preamble** مستقبل کا نقشہ نظر آتا ہے۔ اس تناظر میں **1973**ء کا آئین سب سے پہلے اپنی تمہید میں اعلان کرتا ہے ''جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں پر جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پوری طرح عمل کیا جائے گا۔ جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک و سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں''۔ اس امر کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ ''بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی اور ان حقوق میں قانون اور اخلاق عامہ کے تابع حیثیت اور مواقع میں مساوات، قانون کی نظر میں برابری، معاشرتی، معاشی اور سیاسی انصاف اور خیال، اظہار

خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور اجتماع کی آزادی شامل ہوگی۔'' اور پھر مزید یہ اقرار کہ ''لہٰذا، اب ہم جمہوریہ پاکستان؛ قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے اپنی ذمہ داری کے احساس کے ساتھ، پاکستان کی خاطر عوام کی دی ہوئی قربانیوں کے اعتراف کے ساتھ؛ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اس اعلان سے وفاداری کے ساتھ کہ پاکستان عدل عمرانی کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوری مملکت ہوگی؛ اس جمہوریت کے تحفظ کے لیے وقف ہونے کے جذبے کے ساتھ جو ظلم و ستم کے خلاف عوام کی انتھک جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے۔ اسے اپنا دستور تسلیم کرتے ہیں۔'' دستور کی دفعہ 2 میں اسلام کو پاکستان کا ریاستی مذہب قرار دیا گیا ہے۔ دستور کی دفعہ 2 الف میں یہ قرار دیا گیا کہ ''ضمیمہ میں نقل کردہ قرار داد مقاصد میں بیان کردہ اصول اور احکام کو بذریعہ ہذا دستور کا مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے، بحسبہ مؤثر ہوں گے''۔ ضمیمہ میں شامل قرارداد مقاصد کے متن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''اللہ تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے۔ اس نے جمہور کے ذریعے مملکت پاکستان کو جو اختیار سونپا ہے، وہ اس کی مقررہ حدود کے اندر مقدس امانت کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔

مجلس دستور ساز نے جو جمہور پاکستان کی نمائندہ ہے، آزاد و خود مختار پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

جس کی رو سے اس مملکت اپنے اختیارات و اقتدار کو جمہور کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی۔

جس کی رو سے اسلام کے جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں کو پورا اتباع کیا جائے گا۔

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنا دیا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو قرآن و سنت میں درج اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق ترتیب دے سکیں۔

جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی اہتمام کیا جائے گا کہ اقلیتیں، اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھنے، عمل کرنے اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دینے کے لیے آزاد ہوں۔

جس کی رو سے وہ علاقے جواب تک پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں، ایک وفاق بنائیں گے، جس کے صوبوں کو مقررہ اختیارات و اقتدار کی حد تک خود مختاری حاصل ہو گی۔

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی' اور ان حقوق میں جہاں تک قانون و اخلاق اجازت دیں، مساوات، حیثیت و مواقع کی نظر میں برابری، عمرانی، اقتصادی اور سیاسی انصاف، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور جماعت کی آزادی شامل ہو گی۔

جس کی رو سے اقلیتوں اور پسماندہ و پست طبقات کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا۔

جس کی رو سے نظام عدل گستری کی آزادی پوری طرح محفوظ ہو گی۔

جس کی رو سے وفاق کے علاقوں کی صیانت، آزادی اور جملہ حقوق، بشمول خشکی و تری اور فضا پر صیانت کا تحفظ کیا جائے گا۔

تا کہ اہل پاکستان فلاح و بہبود کی منزل پا سکیں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز و ممتاز مقام حاصل کریں اور امن عالم اور بنی نو انسان کی ترقی و خوشحالی کے لیے اپنا بھر پور کردار ادا کر سکیں۔''

دستور کا ایک اہم عنصر دفعہ (3)260 میں دی گئی مسلمان اور غیر مسلم کی تعریف ہے۔ دستور میں دی گئی تعریف کی رو سے مسلمان وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و توحید اور محمد رسول اللہ ﷺ کے مطلقاً خاتم النبیین ہونے پر ایمان رکھے اور کسی ایسے شخص کو نہ مانتا نہ ایمان رکھتا ہے جو حضرت محمد رسول ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے خواہ وہ کسی بھی مفہوم میں ہو۔ غیر مسلم کی تعریف کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں قادیانی اور لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) اور بہائیوں کو،

غیر مسلم میں شمار کیا گیا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ مسلمانوں کا علیحدہ تشخص اور مستقل وجود کا اظہار واقرار ہے۔ دستور کی یہ دفعات جو مسلمان کی تعریف میں نبی مہربان حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے اعلان سے متعلق ہے وہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور نبی کریم ﷺ کی ذات کے بارے میں امت کے مؤقف کی ترجمان ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ دستور نے ایسے شخص کو غیر مسلم قرار دیا ہے جو نبی کریم ﷺ کو بطور خاتم النبیین تسلیم نہ کرتا ہو تو پھر ایسے شخص کے بارے میں جو نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کرے، اس کے انجام کے تعین میں کوئی ابہام باقی رہتا ہے؟ جس طرح نبی کریم ﷺ کی ذات کو آخری نبی تسلیم کرنے سے انکار کرنا یا پس و پیش سے کام لینا دستور وشریعت کے مطابق دائرہ اسلام سے اخراج کا سبب ہے تو نبی کریم ﷺ کی ذات پر سب وشتم بدرجہ اولیٰ انکار اور کفر ہے۔ اسی طرح دستور پاکستان میں جمہور کی منشاء کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک مستقل باب 10 بعنوان اسلامی دفعات کی دفعہ 227 میں قرار دیا ہے کہ پاکستان میں کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا بلکہ مملکت پر یہ بھی لازم کیا ہے کہ پہلے سے موجودہ تمام قوانین کو اسلام کی تعلیمات جو کہ قرآن اور سنت میں بیان کی گئی ہیں، کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے دستور پاکستان نے اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ تشکیل دیا، دستور کی دفعات 228، 229، 230، 231 اس سلسلے میں مستقل ہدایات سموئے ہوئے ہیں۔ دفعہ 230(1)(a) میں اسلامی نظریاتی کونسل کے اغراض و مقاصد اور فرائض میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ وہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو اپنی تجاویز دے کہ جن کے ذریعے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو تمام معاملات میں اسلام کے اصولوں ومتقضیات جو قرآن وسنت میں بیان ہوئے ہیں، کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل بنائے اور اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ یہاں یہ عمل قابل ذکر ہے کہ دستور نے مذکورہ دفعہ میں اس ضمن میں حوصلہ افزائی (Encouraging) کا لفظ استعمال کیا ہے تاکہ اس امر کی وضاحت ہو سکے کہ ریاست کی ذمہ داری صرف

قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل بنانا ہی نہیں بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرنا ہے۔ دستور مسلمانوں کو نا صرف قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی ضمانت دیتا ہے بلکہ ریاست کی یہ ذمہ داری قرار دیتا ہے کہ وہ اس حوالے سے تمام ضروری اقدامات کرے اور اس عمل کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس مقدمے کی سماعت کے دوران یہ دستوری تقاضا عدالت کے سامنے رہا ہے کہ جہاں اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ فریضہ سونپا گیا ہے کہ وہ ایسی سفارشات پیش کرے جس کے ذریعے مسلمانان پاکستان قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی کو انفرادی و اجتماعی سطح پر تشکیل دے سکیں تو یقیناً دستور پاکستان میں ایک ایسا ماحول پیدا کرنا چاہتا ہے جہاں اطاعت خداوندی کی حوصلہ افزائی ہو، سنت رسول کے اتباع کی افزائش ہو، نیکیوں کی ترویج ہو۔ عصمت انبیاء علیہم السلام، ناموس صحابہؓ، حرمت امہات المؤمنینؓ کی حفاظت ہو اور فحاشی، بے راہ روی اور اسلام دشمنی کے تمام راستے مسدود کیے جا سکیں۔ ''آرٹیکل (3)228 کی رو سے قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی، صدر یا کوئی گورنر اسلامی نظریے کی مشاورتی کونسل کو مشورے کے لیے سوال بھیج سکتے ہیں کہ آیا مجوزہ قانون قرآن وسنت میں بیان اسلامی تعلیمات کی متقضیات کے منافی تو نہیں۔'' آرٹیکل 22 میں کہا گیا کہ کوئی قانون قرآن وسنت میں بیان اسلامی تعلیمات ومتقضیات کے منافی نہیں بنایا جائے گا اور موجودہ تمام قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔'' آرٹیکل 230 کے مطابق کونسل کے وظائف مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے سفارشات تیار کرنا تاکہ پاکستان کے مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو ہر لحاظ سے اسلام کے اصولوں اور تصورات کے مطابق بنا سکیں۔

2۔ کسی ایوان، اسمبلی، صدر یا گورنر کی اس بارے میں راہ نمائی کرنا کہ آیا مجوزہ قانون اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔

3۔ موجودہ قوانین کا جائزہ لے کر ایسی سفارشات تیار کرنا تاکہ یہ قوانین احکام

اسلام کے مطابق ہو جائیں۔

4۔ احکام اسلام کو ایک مناسب شکل میں ترتیب دینا تاکہ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں ان پر قانون سازی کر سکیں۔

آرٹیکل 30 میں ریاست کے بنیادی اصول بیان کرتے ہوئے یہ قرار دیا گیا ہے ''پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق ڈھالیں اور انہیں ایسی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں جن کی مدد سے وہ ان اصولوں اور تصورات کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی جانا چاہیے۔ باہمی اتحاد اور اسلامی اخلاقی معیار کو فروغ دیا جانا چاہیے۔ زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کی باقاعدہ تنظیم کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔'' دستور پاکستان کو قرآن وسنت کی بنیاد پر وضع کرنے کا کس درجہ اہتمام کرتا ہے وہ اسی حقیقت سے عیاں ہے کہ جہاں ایک طرف دستور ملک کی مقنّنہ پر یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ وہ قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں کرے گی تو دوسری طرف اس سلسلے میں مکمل راہنمائی اور جائزے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ قائم کرتا ہے۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی کوئی قانون قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف منشاء ظہور پر آجائے یا پہلے سے وقوع پذیر ایسا قانون باقی رہ جائے تو وفاقی شرعی عدالت اس کا جائزہ لے سکے اور اگر اس قانون کو قرآن وسنت کے منافی پائے تو اسے کالعدم قرار دے کر ختم کر دے۔ دستور کا باب 3A اس حوالے سے ایک مستقل ضابطہ ہے۔ دفعہ 203J میں جو کہ عدالت کے اختیار سماعت سے متعلق ہے، عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ ''عدالت اپنی کسی تحریک پر، یا پاکستان کے کسی شہری، وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی درخواست پر کسی قانون یا اس کی کسی شق کا جائزہ لے سکتی ہے اور فیصلہ کر سکتی ہے کہ آیا یہ قانون یا اس کی کوئی شق احکام اسلام، جیسا کہ قرآن وسنت میں مذکورہ ہیں، کے منافی تو نہیں ہے۔''

اسلامی نظریہ ملک کی اساس ہے اور غیر مسلم عہدیدار بھی اس کے تحفظ کا حلف

اٹھائے گا۔ دستور کے جدول دوم میں سولہ دستوری عہدوں کے حلف کی عبارتیں ملتی ہیں۔ ان میں سے پہلے بارہ عہدوں........... صدر، نائب صدر، وزراء و وزرائے مملکت، اسپیکر اسمبلی، ڈپٹی اسپیکر، رکن قومی اسمبلی، صدر قومی اسمبلی، گورنر صوبہ جات، صوبائی وزراء، صوبائی اسمبلیوں کے سپیکر، صوبائی اسمبلیوں کے ڈپٹی اسپیکر اور رکن صوبائی اسمبلی........... کے حلف کی تمام عبارتوں میں یہ جملہ موجود ہے ''کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے'' حالانکہ ان دستوری عہدوں میں سے صدر اور نائب صدر کے سوا کسی کے لیے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔ ان پر غیر مسلم بھی فائز ہو سکتے ہیں۔ لیکن حلف کی عبارت میں سیاسی اعتبار سے یہ اہتمام موجود ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم کسی وقت ان عہدوں پر فائز ہو تو اپنے مذہب اور عقیدے پر قائم رہتے ہوئے بھی وہ پاکستان کی نظریاتی بنیاد...... اسلامی نظریہ...... کا تحفظ کرے گا۔''

یہ تو دستور کا ایک سرسری جائزہ ہے جو صرف اس امر کے اظہار کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ پاکستان کے دستور جس کی حفاظت ہم سب پر فرض ہے، کی دفعہ 5 کے مطابق پاکستان کے ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ دستور کی پاسداری کرے اور ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان کا وفادار رہے۔ اعلیٰ عدلیہ کے جج کی حیثیت سے یہ عدالت عوام کی ہدایات کی امین ہے اور اس حیثیت میں آئین کے تحفظ پر مامور ہے اور آئین کے تحت حلف کی روشنی میں اس کے فرائض منصبی میں آئین کی حفاظت اور دفاع شامل ہے۔

66۔ درج بالا پیراگراف میں دیئے گئے تاریخی تناظر میں، علامہ اقبال کی تحریریں، پارلیمنٹ کے فلور اور کمیٹی کے معزز اراکین کے سامنے کی جانے والی تقاریر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانان برصغیر کی متفقہ رائے ہے کہ قادیانیت ایک ردعمل، اسلام مخالف اور سامراجیت نواز لابی کے مکروہ سیاسی عزائم پر مشتمل ہے جو مذہبی احیا کے لبادے میں کام کر رہی ہے۔ مسلمانان برصغیر نے قادیانیت کو ایک علیحدہ مذہب اور علیحدہ سماجی اور سیاسی حیثیت دی ہے جو آزادی کے دن سے مسلم عقائد، اسلام اور نظریہ پاکستان کے خلاف ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو بعد ازاں پارلیمنٹ کی کارروائیوں

سے بھی مترشح ہے کہ قادیانیوں نے ہمیشہ برطانوی سامراج اور ہندو حکومتوں کی غیر مشروط، غیر متزلزل اور کھلی وفاداری کی ہے جبکہ ایک آزاد اسلامی ریاست ان کے لیے ایک کڑوی گولی کی حیثیت رکھتی رہی ہے۔ ان کی جانب سے ایک خطرناک کوشش یہ کی گئی کہ ریاست پاکستان میں ایک قادیانی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے۔ میں یہ بات کہنے سے منع نہیں ہوسکتا کہ پاکستان میں کسی اور کمیونٹی، مذہبی گروہ یا اقلیت نے ایسے مکروہ عزائم اور مشتعل رجحانات کا پرچار نہیں کیا ہے۔ اس لیے، مسلمانان برصغیر نے پہلے دن سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔ 1974ء میں دوسری آئینی ترمیم کے پاس ہونے کے بعد اس آئینی ترمیم پر بلا کم و کاست عمل درآمد کا مطالبہ کیا جاتا رہا ہے۔ بعد ازاں، ایک مرتبہ پھر عوامی مطالبے پر 1984ء میں ایک آرڈیننس کے ذریعے قادیانیوں پر مخصوص القابات اور خطابات جو مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مختص ہیں، کے استعمال پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ اسی طرح ان پر اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے پر بھی پابندی لگائی گئی ہے۔ ان (قادیانیوں اور لاہوریوں) پر اپنے عقیدے کے پرچار، یا دوسروں کو زبانی یا تحریری اپنا عقیدہ اپنانے کی دعوت دینے یا کسی اور ایسے طریقے سے جن سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں، کی ممانعت کی گئی ہے لیکن خفیہ طریقے سے قادیانیوں کا مسلمانوں میں گھسنے کا ایک خلا رہ گیا تھا جو دیگر قوانین میں مطلوبہ ترامیم نہ کر کے پیدا کیا گیا تھا اور قادیانیوں کو موقع مل گیا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں کیونکہ پاکستانی عوام کی امنگوں کو قوانین کا حصہ بنانے کے لیے مطلوبہ اقدامات نہیں کیے گئے تھے۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر قادیانیوں کی علیحدہ شناخت کا مطالبہ تسلسل کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے۔ بلاشبہ 1984ء کے آرڈیننس کے اجرا سے ایک اہم قدم اٹھایا گیا تھا جس کے تحت قادیانیوں کو مخصوص اسلامی خطابات کے استعمال سے روکا گیا، لیکن اگر قادیانی اپنی شناخت مخفی رکھتے ہیں تو کیا کیا جائے؟ ایسی صورت میں کیا کیا جائے اگر ایک قادیانی اپنی شناخت مخفی رکھ کر اعلیٰ ترین آئینی عہدے پر پہنچ جاتا ہے؟

ایسی صورت میں کیا کیا جائے اگر کوئی فرد یا افراد آئین اور قانون کو چکمہ دے کر ریاست کی سلامتی اور سالمیت کو خطرے میں ڈالتے ہیں یا اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ یہ اصطلاح اکثر و بیشتر استعمال کی جاتی ہے کہ ہر غلطی کی ایک تلافی ہے۔ پاکستانی عوام کے پاس اس دھوکا دہی اور بے وفائی پر کیا راستہ بچتا ہے؟ یہ بار بار قرار دیا گیا ہے کہ قوانین کا مقصد وسیع تر عوامی مفاد میں کسی بھی غیر قانونی کام کی ممانعت ہوتی ہے لیکن کیا ایسی غلط کاریوں کے قلع قمع کے لیے قوانین بنائے گئے ہیں؟ پاکستان کے عوام اپنی حکومت سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ دوسری آئینی ترمیم کو حقیقی معنوں میں موثر بنانے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں۔ ان شرپسند عناصر پر نظر رکھنے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں جو سوسائٹی میں بگاڑ پر بضد ہیں؟ وہ قادیانی، جو اپنا مذہب ظاہر کرتے ہیں، اقلیتوں کا سٹیٹس قبول کرتے ہیں اور وہ حقوق، استحقاق اور آزادیاں استعمال کرتے ہیں جو آئین اور قانون عطا کرتے ہیں لائق تحسین ہیں مگر ان کے خلاف کیا اقدامات کیے گئے ہیں جو اپنے آپ کو اکثریتی مسلمانوں کا حصہ قرار دے کر اس اکثریت کے حقوق پامال کرتے ہیں جبکہ وہ ان جیسے نہیں ہوتے ہیں؟ ایسے کون سے تادیبی قوانین اور قانونی پابندیاں طے کی گئی ہیں جو دوسری آئینی ترمیم کے تحت لوگوں کے نمائندے اپنے ڈکلریشن میں بیان کرتے ہیں؟ پاکستان کے عوام آئین کے تابع از خود اس بات کا انتخاب کرتے ہیں کہ ان کی ریاست کا سربراہ ایک مسلمان کو ہونا چاہیے لیکن تب کیا ہو اگر ایک قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے غلط کوائف اور شناخت کے تحت اس مقدس عہدے پر پہنچ جاتا ہے؟ ان تمام سوالوں کا جواب ایک بہت بڑی مایوسی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

67- آئینی ترامیم کو حقیقی اور مطلوبہ معنوں میں موثر بنانے کے حوالے سے ریاست کے لیے یہ ضروری تھا کہ ملک کے دیگر قوانین میں ملتی جلتی ترامیم کرے۔ یہ وہ کم سے کم عزت اور احترام ہے جو ایک آئینی شق کا استحقاق رکھتا ہے اور تقاضا کرتا ہے۔ آئینی شق عوامی امنگوں کا مظہر ہے اور ریاست آئینی استقرار کے فرمان کو دبا کر آئین کی منشا کو دبا

نہیں سکتی۔ ریاستی سطح پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا مخصوص نتائج سے منسلک تھا لیکن وہ نتائج حقیقت کا روپ نہ دھار سکے اور آئینی ترمیم محض ایک بات بن کر رہ گئی ہے۔ آئینی ترمیم کی روح، مقصد اور وجود کو ریاستی مشینری کی جانب سے مطلوبہ استحقاق نہیں دیا گیا جس سے موجودہ بحران نے جنم لیا جب انتخابی قوانین میں متدعویہ ترامیم نے ریاست کے سب سے اہم قانون ساز حصے یعنی پارلیمنٹ میں اپنی راہ ہموار کرلی اور مؤثر قانون سازی کی شکل اختیار کی اور ملک گیر احتجاج، شوروغل اور عدم استحکام کو دعوت دی۔ اس صورت حال کا اس حد تک استحصال ہوا کہ حکومتی مشینری غیر موثر ہو کر رہ گئی، عدالت عظمیٰ کے ججوں کی نفرت پر مبنی تقاریر سے علی الاعلان بے توقیری کی گئی، وزیر موصوف کو مستعفی ہونے پر مجبور کیا گیا، اور یہاں تک کہ ترامیم کی واپسی کے باوجود خوفناک سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے احتجاج جاری رہا۔ یہ سب کیوں ہوا؟ اس صورت حال کے کیا عوامل تھے؟ دوسرے عوامل کو ایک طرف رکھتے ہوئے، اس بات سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ قادیانیوں کی مسلمانوں کے بھیس میں اعلیٰ عہدوں تک رسائی اس طرح کے عدم استحکام کا سبب بنتی ہے اور ان تنازعات میں اتنی طاقت پوشیدہ ہوتی ہے کہ ملک کے آئینی نظام کو ہلا کر رکھ دے۔ ہماری ریاست میں قادیانیوں کا اثر ورسوخ کا اندازہ موجودہ قانونی ترامیم اور ان سے جنم لینے والے واقعات سے کیا جا سکتا ہے جب پوری پارلیمنٹ کو دھوکے سے ان کے عزائم کے تابع اور یرغمال بنایا گیا۔

68۔ 1973ء کے آئین کی اساس قرارداد مقاصد کے پاس ہونے کے دن سے قادیانی لابی، خاص طور پر دوسری آئینی ترمیم کے بعد جب انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا اور آرڈیننس 1984ء کا اجراء کیا گیا جس میں انہیں باقاعدہ غیر مسلم قرار دیا گیا، پاکستان میں مذہبی آزادیوں پر پابندیوں پر آواز اٹھاتی رہی ہے اور اقلیتوں کے حقوق کو دبانے کا غلغلہ مچاتی رہی ہے جس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے اور جس کا مقصد محض ریاست پاکستان کو بدنام کرنا ہے۔ تحریک پاکستان جس کی اساس مسلمانان برصغیر کی اس خواہش میں تھی کہ انہیں ایک علیحدہ مملکت چاہیے اور اسی لیے مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کی نظریاتی

بنیاد کو مخصوص حلقوں کے لیے ہضم کرنا آسان نہیں۔ اس تاثر کی نفی کے لیے بابائے قوم محمد علی جناحؒ کا پہلا اہم بیان 1941ء میں آیا جو اقلیتوں کے حقوق سے متعلق تھا جس میں انہوں نے کہا: ''اسلام انصاف، مساوات، مناسب برتاؤ، برداشت اور حتیٰ کہ غیر مسلموں کے ساتھ سخاوت کا تقاضا کرتا ہے جو ان کے زیر اطاعت ہوں۔''

ثانیاً 1942ء میں جب انہوں نے کہا کہ'' ان کے حقوق کا تحفظ اعلیٰ ترین مقتدر یعنی قرآن کے احکامات کے مطابق کیا جائے گا جیسا کہ قرآن کسی اقلیت کے ساتھ منصفانہ سلوک کیے جانے کو ضروری قرار دیتا ہے۔''

69۔ 1943ء میں انہوں نے ایک ہندو وفد سے بات چیت کرتے ہوئے اپنی بات دہرائی''ہم آپ کی اقلیتوں کا اس انداز سے بھی بہتر انداز میں سلوک روا رکھیں گے جو کوئی مہذب حکومت روا رکھتی ہے۔ کیونکہ اقلیتوں سے ایسے طرز سلوک کا خود قرآن میں حکم ہے:

واضح طور پر اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ان کا سیاق و سباق اسلام تھا 14 جولائی 1947ء کی پریس کانفرنس میں جبکہ وہ نئی دہلی میں تھے، ان سے اقلیتوں کے مسئلے پر ایک مختصر بیان دینے کیے لیے کہا گیا تھا۔ ان کا جواب شفاف اور ٹھوس تھا''اس وقت میں صرف نامزد گورنر جنرل ہوں''انہوں نے کہا''ایک لمحے کے لیے ہم یہ فرض کریں گے کہ 15 اگست کو میں پاکستان کا حقیقی گورنر جنرل ہوں گا، اس بنیاد پر مجھے یہ بتانے دیجیے کہ میں اپنی اس بات سے جو میں اقلیتوں کے حوالے سے متواتر کہتا رہا ہوں، منحرف نہیں ہوں گا جب کبھی میں نے اقلیتوں کے بارے میں جو میرا مطلب تھا وہی کہا اور جو کچھ کہا وہی میرا مطالبہ تھا......

''انہیں ان کے حقوق اور استحقاق حاصل ہوں گے اور بلاشک وشبہ اسی کے ساتھ ان پر بطور شہری ذمہ داریاں بھی عائد ہوں گی۔''

مثال کے طور پر 11 اکتوبر 1947ء کو اپنی تقریر میں انہوں نے کہا:

''تقسیم ہند پر اتفاق اس صریح اور مقدس اقرارنامے کے ساتھ ہوا تھا کہ دونوں خود مختار حکومتیں اقلیتوں کا تحفظ کریں گی اور یہ کہ ان اقلیتوں کو جب تک کہ وہ

ریاست سے وفادار رہیں، کوئی خوف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر حکومت ہند کی یہی پالیسی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ابھی تک ہے تو انہیں مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائی کو روک دینا چاہیے جو اگر جاری رہی تو وہ دونوں ریاستوں کے لیے تباہی کے مترادف ہوگی''

70۔ ان کی 30 اکتوبر 1947ء اور 25 جنوری 1948ء کی تقریریں بھی اسی طرح کی ہیں، اقلیتوں کو تحفظ دینے کے لیے انہوں نے اسلامی تعلیمات سے استعانت حاصل کی: انہوں نے کہا: ''اسلامی عقائد ہر مسلمان کو اپنے ہمسایوں اور بلاامتیاز حسب و نسب کے اقلیتوں کے تحفظ کو لازم قرار دیتے ہیں''۔ انہوں نے امریکی عوام سے اپنے پیغام میں اسی بات کو دہرایا۔ انہوں نے کہا: دستور پاکستان ابھی پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی طرف سے وضع کیا جانا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس دستور کی حتمی شکل کیا ہوگی لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ جمہوری طرز کا ہوگا جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہوگا جو کہ آج بھی اتنے ہی لاگو ہیں جس طرح وہ تیرہ سو سال پہلے تھے۔ اسلام اور اس کی فلسفہ تصوریت نے ہمیں جمہوریت کا سبق پڑھایا ہے۔ اسلام نے انصاف اور ہر شخص سے منصفانہ سلوک کی تعلیم دی ہے۔ہم انہی شاندار روایات کے وارث ہیں اور اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کے حوالے سے پاکستان کے مستقبل کے دستور کے معمار ہونے کے ناتے پوری طرح بیدار ہیں۔''

71۔ قائداعظم جانتے تھے کہ تحریک پاکستان کی مذہبی بنیاد غیر مسلموں میں یہ سنجیدہ غلط فہمی پیدا کر رہی تھی جو یہ خیال کرتے تھے کہ نئی ریاست ملائیت میں تبدیل ہوسکتی ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اسلامی ریاست اور ملائیت کے مابین فرق کو واضح کیا۔ انہوں نے کہا: ''کسی بھی صورت پاکستان ملائیت والی ریاست نہیں بن رہی ہے کہ اس پر کسی الٰہیاتی مشن کے ساتھ ملا حکومت کریں۔ ہمارے پاس بہت غیر مسلم، ہندو، عیسائی اور پارسی موجود ہیں لیکن وہ سب پاکستانی ہیں، وہ پاکستان کے معاملات میں مساوی جائز حصہ سے مستفید ہوں گے۔

72۔ بابائے قوم کی واضح یقین دہانی کے مدنظر پہلی آئین ساز اسمبلی میں پاس کی گئی قرارداد مقاصد میں کیے گئے اعلانات اور دی گئی آئینی ضمانتیں ہر طرح کے ابہام کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔ اقلیتوں کا تحفظ اور ان کے حقوق اور استحقاقات کی فراہمی مسلم عقیدے کی روح ہے۔ اگر ایسی آئینی ضمانتیں نہ ہوتیں تو بھی مسلم امہ کی تاریخ، خاص طور پر برصغیر میں مسلم راج کی تاریخ ازخود اقلیتوں کی دیکھ بھال کی عمدہ مثال ہے۔ اس احساس ذمہ داری کی اساس قرآن اور سنت کی تعلیمات میں پائی جاتی ہے جن پر عمل کرتے ہوئے مسلمان ہر طرح کی صورت حال میں لوگوں سے انصاف کرتے ہیں۔ 20ویں صدی کے مشہور مسلم مفکر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی مشہور کتاب ریاست کا مسلم کردار میں شریعت کے تابع غیر مسلموں کو حاصل حقوق کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

❏ ''اسلامی قانون نے مسلم اور غیر مسلم عوام میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ بہت سے اعتبار سے غیر مسلم زیادہ بہتر حالت میں ہیں۔ وہ اضافی جائیداد پر لگنے والے ٹیکس (زکوٰۃ) سے مبرا ہیں جو تمام مرد و عورت، جوان یا بوڑھے مسلمان 2.5 فیصد کے حساب سے اپنے کیش، کاروباری سامان، مویشیوں کے گلے وغیرہ پر ادا کرتے ہیں جو کہ حیدرآبادی چالیس روپے (دو سے دس پاؤنڈ) کم از کم ہے۔ ان پر جہاد بھی فرض نہیں ہے جبکہ تمام مسلمانوں پر حربی خدمت لازم ہے۔ وہ ایک اعتبار سے خودمختاری سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ان کے مقدمات میں ان کے ہم مذہب اپنے عائلی فیملی قوانین کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں ان کی زندگی اور جائیداد کی اسی طرح حفاظت کی جاتی ہے جس طرح مسلمانوں کی، کی جاتی ہے۔ اس سب کے جواب میں ان پر لازم ہے کہ وہ 12 سے 48 درہم (تقریباً دو سے آٹھ روپے) فی کس ادا کریں جبکہ انہیں بہت سے استثنات حاصل ہیں:

''فی کس محصول صرف مردوں سے لیا جاتا ہے خواتین اور بچے مستثنیٰ ہیں۔ امیروں کو 48 درہم ادا کرنے پڑتے ہیں، درمیانے درجے کے شخص کو 24 اور اپنی روزی کمانے والے دستکار کو ایک کسان کی طرح صرف 12 درہم ادا کرنے ہوتے ہیں

جو کہ سال میں صرف ایک بار وصول کیے جائیں گے۔ نقد رقم کے بجائے وہ اس کی قدر بھی ادا کر سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ فی کس محصول اس مقامی فرد سے بھی وصول نہیں کیا جاتا جو صدقہ خیرات لیتا ہے، اور نہ اس نابینا سے جس کا کوئی پیشہ نہیں اور نہ وہ کوئی کام کرتا ہے اور نہ ہی شدید بیمار مرد سے جو صدقہ خیرات لیتا ہے نہ ہی لولے لنگڑے سے ماسوائے ان شدید بیمار اور لولے لنگڑوں سے اور اندھوں سے جو امیر ہیں۔ نہ ہی خانقاہوں میں رہنے والے راہبوں سے نہ ہی ان بوڑھوں سے جو نہ تو کام کر سکتے ہیں نہ ہی ان کے پاس دولت ہے اور نہ کسی پاگل سے حاصل کیا جاتا ہے...... اور اے امیرالمومنین خدا تیری مدد کرے، یہ ضروری ہے کہ تم بھی ان لوگوں کو تحفظ دو جنہیں تیرے پیغمبر اور ترے چچا زاد بھائی محمد (ﷺ) نے (یعنی غیر مسلم رعایا کو) نرمی کے ساتھ تحفظ دیا تھا اور ان کے حالات معلوم کرتے رہو تا کہ نہ ان پر ظلم ہو اور نہ انہیں کوئی تکلیف پہنچے نہ ان کی گنجائش سے بڑھ کر محصول لگایا جائے نہ ہی ان سے ان کی ملک کوئی شے ماسوائے اس محصول کے جس کا ان پر بار ہو، وصول کی جائے جیسا کہ پیغمبرؐ خدا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ''جو کوئی کسی غیر مسلم رعایا پر ظلم کرے یا اس کی حیثیت سے بڑھ کر محصول لگائے تو میں اس کے ساتھ ایک فریق ہوں گا'' اور وہ آخری الفاظ جو خلیفہ عمرؓ ابن خطاب نے اپنے بستر مرگ پر بولے وہ درج ذیل ہیں۔ ''میں اپنے جانشین کو ان لوگوں کے ساتھ جن (یعنی غیر مسلم رعایا) کی حفاظت اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی، حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ ان کے ساتھ کیے معاہدے کی مکمل پاسداری ہونی چاہیے اور ان کی زندگی اور ملک کا دفاع جنگ لڑ کر بھی کیا جانا چاہیے۔ ان کی حیثیت سے زیادہ ان پر محصول نہیں لگانے چاہئیں۔'' ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک گلی سے گزرے جہاں کوئی شخص خیرات مانگ رہا تھا وہ بوڑھا اور نابینا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی پشت سے کندھا تھپتھپایا اور پوچھا تم کس قوم سے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ایک یہودی ہوں۔ انہوں نے کہا تجھے کس چیز نے اس بات پر مجبور کیا ہے جو میں تجھ میں دیکھتا ہوں۔ اس نے جواب دیا: مجھے فی کس محصول دینا ہوگا؛ میں غریب ہوں اور بوڑھا

ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے گئے اور اسے اپنی ذاتی خزانے سے کچھ دیا۔ پھر انہوں نے بیت المال (ریاستی خزانہ) کے خزانچی کو یہ فرمان بھیجا: ''اسے دیکھو اور اس کی قوم کو دیکھو۔ خدا کی قسم ہم انصاف نہیں کر رہے ہوں گے اگر ہم اس کی جوانی کو کھا جائیں اور اسے بڑھاپے میں اکیلا چھوڑ دیں۔ حکومتی محصولات غریبوں اور مقامی لوگوں کے لیے ہیں۔'' غریب سے مراد مسلمان ہیں اور صحیفوں میں یہ مفلس ہے اور حضرت عمرؓ نے اس پر اور اس کی قوم پر فی کس محصول ختم کر دیا۔ (امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج، ص 69، 72)

اسی طرح غلام بھی اس محصول سے مستثنیٰ ہیں۔ اگر غیر مسلم رعایا اپنی مرضی سے فوجی خدمات سرانجام دے تو وہ خدمات کے دوران اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ایسی مثالیں موجود ہیں جب شاندار خدمات کے صلے میں یہ محصول معاف کر دیا گیا جیسے کہ مثال کے طور پر خلیفہ حضرت عمرؓ نے کیا جب ایک غیر مسلم نے قاہرہ سے بحیرہ احمر تک نہر کھودنے کے لیے جگہ کے تعین میں مدد کی۔

اوپر کی گئی بحث کے تناظر میں اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے کہ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کرے جیسا کہ ملکی آئین نے اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا ہے۔

73۔ اب اس تاریخی پس منظر اور تناظر میں عدالت ہذا بآسانی آئینی درخواستوں میں اٹھائے گئے تنقیحات کے جواب دے سکتی ہے۔ جہاں تک پہلی استدعا کا تعلق ہے، یہ پارلیمنٹ کے لیے ہے جو حقیقی ارادے کی وضاحت کر سکتی ہے لیکن بادی النظر میں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ بل کا مسودہ تیار کرنے والوں نے قادیانیوں کو اکثریت کے حلقے میں لانے کی ایک سوچی سمجھی اور مبنی بر محرک کوشش کی تھی تاکہ ان کی بطور غیر مسلم علیحدہ شناخت کو ختم کیا جا سکے۔ میں سخت تشویش کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ قومی اسمبلی اور سینیٹ کے تمام اراکین، (جماعتی وابستگی سے بالاتر) اس کے محرک، غلطی اور سادہ قانون، جس کی قانون میں اجازت نہیں، کے ذریعے آئینی ترمیم کو بگاڑنے کے لیے کی

جانے والی کوشش کو بھانپنے میں ناکام رہے۔ عدالت کا انحصار ذیل کے مقدمات پر رہا۔ پی ایل ڈی 2010 سپریم کورٹ 265 (ڈاکٹر مبشر حسن بنام فیڈریشن آف پاکستان)، پی ایل ڈی 2006 سپریم کورٹ 602 (مبین الاسلام بنام فیڈریشن آف پاکستان)، 2004 ایس سی ایم آر 1903 (غلام مصطفیٰ انصاری بنام حکومت پنجاب)، 2002 ایس سی ایم آر 312 (زمان سیمنٹ کمپنی بنام سنٹرل بورڈ آف ریونیو)، پی ایل ڈی 1999 سپریم کورٹ 504 (لیاقت حسین بنام فیڈریشن آف پاکستان)، 1999 ایس سی ایم آر 1402 (کلکٹر آف کسٹم بنام شیخ سپننگ ملز) اور پی ایل ڈی 1967 لاہور 227 (اے ایم خان لغاری بنام گورنمنٹ آف پاکستان)۔

74۔ میری رائے میں پارلیمنٹرین نے یا تو بہت عمومی رویے کا مظاہرہ کیا یا مسئلے کی حساسیت کو سمجھنے سے قاصر رہے اور اس ضمن میں آئین کے خلاف بُنے گئے جال کو افشا کرنے میں ناکام رہے۔ یہ افسوسناک ہے کہ توجہ دلانے کے باوجود پارلیمنٹرین کی اکثریت اس نازک مسئلے کو مطلوبہ اہمیت اور توجہ دینے میں ناکام رہی جو 22 ستمبر 2017ء، جمعہ کے روز منعقد ہونے والے سینیٹ کے 267ویں اجلاس کی کارروائی سے ظاہر ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ تفصیلی جانچ پڑتال کا متقاضی ہے، اس لیے عدالت ہذا کے لیے کسی ایک فرد، جماعت یا گروہ کو علیحدہ کرنا مشکل ہے۔ تاہم اس ضمن میں ظفر الحق رپورٹ متعلقہ ہے جو ضمیمہ ''الف'' کے طور پر منسلک کی گئی ہے اور یہ عدالت اسے جاری کرنے کا حکم دیتی ہے۔ سہولت کی غرض سے اس رپورٹ کے متعلقہ حصے یہاں پر بیان کیے جا رہے ہیں:-

''9۔ ....

(الف) ....

(ب) ....

(ج) ....

(د) ....

(ح) 24 مئی 2017 کو منعقدہ اپنے 19ویں اجلاس میں ذیلی کمیٹی نے الیکشن بل کے مسودہ پر غور کیا۔ فارم نمبر XXIII، XXVII اور XXVIIC جن کا ممبر قومی اسمبلی انوشہ رحمٰن اور شفقت محمود نے دوبارہ سے مسودہ تیار کیا تھا اور یہ فیصلہ کیا تھا کہ سب کمیٹی کے اگلے اجلاس میں سٹیٹ منسٹر انوشہ رحمٰن فارمز کا ازسرنو جائزہ اور دوبارہ سے اس کا مسودہ تیار کرسکتی ہیں۔''

''11۔ بعد میں، تمام پارلیمانی پارٹیوں کے رہنماؤں سے سپیکر قومی اسمبلی نے رابطہ کیا اور انہیں اس مسئلے کی نزاکت کا احساس دلایا اور 4 اکتوبر 2017ء کو سپیکر کی جانب سے بلائی گئی میٹنگ میں اتفاق کیا گیا اور الیکشن (ترمیم) ایکٹ 2017 کے ذریعے ڈکلریشن کے اصل الفاظ کو بحال کردیا گیا تھا۔

12۔ تمام سیاسی پارلیمانی جماعتوں نے ابتدا میں اتفاق کیا کہ کنڈکٹ آف جنرل الیکشنز ایکٹ 2002 کی شق 7 بی اور 7 سی کو اصل حالت میں بحال کیا جائے۔ نتیجتاً، ان دفعات کو بحال کرنے کے لیے ترامیم کی گئیں۔ اسے متذکرہ بالا الیکشنز (ترمیم) ایکٹ کے ذریعے بھی لاگو کیا گیا۔ (لف جی)

13۔ بعد میں تمام سیاسی جماعتوں کے اتفاق رائے سے الیکشن ایکٹ 2017 میں دفعہ 48A کے ذریعے پہلے کنڈکٹ آف جنرل الیکشنز ایکٹ 2002 کی شق 7 بی اور 7 سی کو بہتر انداز میں حصہ بنایا گیا۔ نئی دفعہ 48A کے اضافہ سے شق 7 بی اور 7 سی کو فعال کردیا گیا جسے 15 برس پہلے 26-06-2002 کو غیر فعال کیا گیا تھا (ضمیمہ ایچ)

14۔ وفاقی وزیر برائے قانون و انصاف زاہد حامد نے جو پارلیمانی کمیٹی برائے انتخابی اصلاحات کے رکن اور اس کی ذیلی کمیٹی کے کنوینر بھی تھے، اس مسئلے پر منعقد ہونے والی ایک میٹنگ میں اس حقیقت کو تسلیم کیا۔ بنیادی طور پر یہ ان کی ذمہ داری تھی کہ آیا مسودہ میں کوئی متنازع شے تو موجود نہیں ہے، تاہم اس کے مطابق وہ اپنی قانونی عقل وفہم، تجربے اور اس زبان پر عبور ہونے کے باوجود فرض کی ادائیگی میں ناکام رہے۔

15۔ اس کمیٹی کے علم میں آیا کہ پی سی ای آر کی ذیلی کمیٹی کی 93ویں میٹنگ کا

ریکارڈ اپنے منسلکہ دستاویزات سمیت (جس میں نیا آسان نامزدگی فارم بھی تھا) قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کے ذریعے مشتہر ہونا تھا لیکن ذیلی کمیٹی کے کنوینر نے قومی اسمبلی کے افسر سے کہا کہ وہ ان کو مشتہر نہ کرے اور یہ بات 22 جون 2017 کے ریکارڈ میں موجود بھی ہے۔ درج بالا حقائق کے تناظر میں یہ ظاہر ہے کہ ایسے حساس اور مقدس معاملے پر ذیلی کمیٹی کے کنوینر، پی سی ای آر کے رکن اور وفاقی وزیر برائے قانون و انصاف زاہد حامد کی ناکامی تھی۔

16۔ جب حتمی مسودہ کی منظوری کے لیے پی سی ای آر کو اس کی 25ویں میٹنگ میں بھیجا گیا، پارلیمانی پارٹیوں کے اراکین نے ختم نبوت سے متعلق ڈکلریشن میں تبدیلی پر دھیان نہیں دیا۔ چونکہ قانون میں ضروری ترامیم پہلے ہی کر دی گئی تھیں، اس لیے عدالت کے لیے یہ مناسب نہیں کہ معاملے پر تفصیل میں جائے، ماسوائے اس کے کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان کا اصول وضوابط بنانے کے اختیارات کا ازسرنو جائزہ لینے کی ضرورت ہے کیونکہ ایک سنجیدہ تشویش پائی جاتی ہے کہ کوئی ایسا اصول اور ضابطہ جو قانون کے مقاصد یعنی مذہب کا ظاہر کرنا کہ آیا ایک شخص مسلمان ہے یا غیر مسلم کے لیے عمل میں لایا گیا تو اس سے امن وامان کی صورت حال اور آئین کے فرمان کو چیلنج کرنے کے مترادف ہوگی۔ یہاں یہ کہنا بجا ہوگا کہ ایسے اقدامات کرنے چاہییں جن سے یقینی ہو سکے کہ ہر پارلیمنٹرین کو دوسری آئینی ترمیم کے پاس ہونے کے موقع پر ہونے والی پارلیمانی بحث سے مناسب آگاہی دی جائے۔

75۔ بلاشک وشبہ، 7 ستمبر 1974ء کو جب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر دوسرا آئینی ترمیمی بل پاس کیا، وہ ہر مسلمان کے لیے ایک بڑی خوشی کا موقع تھا لیکن بدقسمتی سے مخصوص قوانین اس آئینی ترمیم کو بڑھاوا نہ دے سکے۔ دوسری جانب، قادیانیوں نے مختلف طریقوں اور بہانوں سے دوسری آئینی ترمیم کے مقاصد کو بگاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔ قادیانیوں (کے دونوں گروہوں کو) غیر مسلم قرار دینے کے بعد ان کی علیحدہ شناخت، پہچان اور چھان بین کے لیے کچھ اقدامات ضروری تھے کیونکہ قادیانی دوسری

اقلیتوں کی طرح نہیں ہیں جنھیں اپنی ظاہری شکل وصورت، ناموں، عقائد اور طریقہ عبادت سے بآسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ جبکہ قادیانیوں کے مسلمانوں جیسے نام، ظاہری خدوخال اور حتیٰ کہ ان کی عبادات بھی ملتی جلتی ہیں۔ اس لیے ان کی علیحدہ شناخت کے حوالے سے ابہام انہیں غیر مسلم قرار دینے سے ختم ہوسکتا تھا لیکن یہ مقصد حاصل نہ ہوسکا۔ مثال کے طور پر ''احمد'' کا نام قادیانیوں سے مختص ہے اور اسی بنیاد پر وہ احمدی کہلاتے ہیں جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے کیونکہ ''احمد'' کا نام نامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے موسوم ہے جنھیں دیگر مذہبی کتب کے علاوہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس نام سے پکارا ہے۔ مسلمان اس نام کے حوالے سے بہت جذباتی ہیں اور کسی فرد کے پہلے تعارف یا ملاقات میں اس کا نام اس کے مذہب کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن کی موجودہ آیت کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔

❑ **وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ** (الصّف:6)

ترجمہ: ''اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آ چکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں (پھر) جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔''

76۔ اس لیے حالات کا تقاضا ہے کہ قادیانیوں کو غلامان مرزا یا مرزائی سے تعبیر کیا جائے اور کسی صورت احمدی نہ پکارا جائے کیونکہ یہ اصطلاح اور حوالہ ان مسلمانوں کو الجھن میں ڈالتا ہے جن کا حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر عقیدہ ہے۔ قادیانیوں کو اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ مسلمانوں جیسے نام رکھ کر اپنی شناخت کو خفیہ رکھیں، اس لیے ان کو یا تو مسلمانوں سے ملتے جلتے نام رکھنے کی ممانعت ہونی چاہیے یا متبادل کے طور پر قادیانی،

غلام مرزا یا مرزائی کو اس کے نام کا حصہ بنایا جانا چاہیے اور اس کا تذکرہ بھی کیا جائے۔

77۔ ادارہ شماریات پاکستان کے جمع کردہ ڈیٹا کے مطابق، 1981ء اور 1998ء کے سالوں میں صوبوں کی سطح پر کی جانے والی مردم شماری کے مطابق قادیانیوں کی آبادی کچھ یوں ہے:-

نمبر شمار	قادیانی (احمدی) 1981ء مردم شماری	1998ء مردم شماری
1	2	3
ٹوٹل (پاکستان)	104,244	286,212
شمال مغربی سرحدی صوبہ/ خیبر پختونخواہ	11,360	42,162
فاٹا	973	6,541
پنجاب	63,694	181,428
سندھ	21,210	43,524
بلوچستان	5,824	9,800
اسلام آباد	1,183	2,757

جبکہ نادرہ نے ان لوگوں کی تفصیلات فراہم کیں جو دوسرے مذاہب بشمول احمدی/قادیانی سے اب تک مسلمان ہوئے جو کچھ یوں ہے:

مذہب	تعداد
افریقی تہذیب	162
دہریت	120
بہائی	11697
بدھ مت	143
چائنی گروہ	131

عیسائیت	9363
ہندو مذہب	3072
یہودیت	26
کالاشہ	1
غیر مذہب	25
دوسرے	6843
شنتو مذہب	51
سکھ	211
علم روحانی	3
خدا پر اعتقاد نہ رکھنے والے چینی مذہب	1
پارسی	211
جزوی تعداد	32060
احمدیہ	6428
کل تعداد	38488

ان مسلمانوں کی تفصیلات جنھوں نے مذہب اسلام سے دوسرے مذاہب بشمول قادیانیت میں شمولیت اختیار کی درج ذیل ہیں:

مذہب	تعداد
افریقی تہذیب	113
دہریت	106
بہائی	190
بدھ مت	31
چینی گروہ	58

عیسائیت	4749
ہندو مذہب	2097
یہودیت	78
کالاشہ	8
غیر مذہب	54
دوسرے	61
شنتو مذہب	32
سکھ	127
علم روحانی	3
خدا پر اعتقاد نہ رکھنے والے چینی مذہب	5
پارسی	54
جزوی تعداد	7766
احمدیہ	10205
کل تعداد	17971

78۔ ریاستِ پاکستان مخصوص طریقہ کار اور نئے سائنسی اقدامات کے ذریعے اس اقلیت کی اصل تعداد کا پتہ چلائے۔ یہ ایسی صورت حال میں مزید ضروری ہو جاتا ہے جب اس اقلیت کی ایک بڑی تعداد اصل شناخت چھپاتی ہے اور مسلمان ہونے کا غلط تاثر دیتی ہے۔ جنرل پرویز مشرف کے آمرانہ دور میں، ہر کسی نے قادیانیوں کی جانب سے طاقت کی راہداریوں تک رسائی کو محسوس کیا تھا اور یہ تشویش کا باعث بنتا رہا ہے۔ طارق عزیز (ایک سرکاری افسر جو قادیانی تھا) نے صدر جنرل پرویز مشرف کے پرنسپل سیکرٹری ہونے کے ناتے اپنا کردار ادا کیا اور مختلف محکموں میں قادیانیوں کی شمولیت کو یقینی بنایا۔ ان میں آئینی عہدے بھی شامل ہیں اور اس وجہ سے مختلف اہم حساس نوعیت

کے معاملات میں قادیانیوں کو مشاورت کا حصہ بنا دیا۔ یہاں دوبارہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنے پاکستانی اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کا پرنسپل سیکرٹری آئین پاکستان کے آرٹیکل (b)(a)(3)260 کے تحت مسلمان تھا یا غیر مسلم تھا۔ حال ہی میں واجد شمس الحسن نے قادیانیوں کے سرپرست ملک برطانیہ میں قادیانیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اپنے قادیانی عقیدے کو افشا کیا ہے۔

79۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پاکستان کا ہر شہری بلا امتیاز نسل، ذات، عقیدہ یا مذہب کے زندگی کا حق رکھتا ہے اور آئین کی حدود میں اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق رکھتا ہے۔ تاہم، چونکہ قادیانیوں کو پہلے ہی غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے، اس لیے ان کو دیگر اقلیتوں کی طرح ہی تصور کیا جانا چاہیے جن کو بآسانی شناخت کر لیا جاتا ہے اور اپنے ناموں سے اپنے مذہب کو چھپانے کا اہتمام نہیں کرتے۔

80۔ یہ عدالت تشویش کے ساتھ اس بات کا بھی جائزہ لیتی ہے کہ مذہب تبدیل کرنے کا عمل جو مخصوص افراد کی جانب سے حکام کو دھوکا دینے کے لیے شروع کیا گیا ہے اور وہ ایک ایسے مذہب کا فائدہ اٹھاتے ہیں جن سے وہ تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ اس بات کا اطلاق ان تمام افراد پر ہوتا ہے جنھوں نے عقیدے کے طور پر نہیں بلکہ بے بہا فوائد سمیٹنے کے لیے مذہب تبدیل کیا ہے۔ نادرا ریکارڈ کے مطابق ایسے افراد کے حوالے سے جنھوں نے وفاقی تحقیقاتی ادارے کی رپورٹ کے مطابق مذہب تبدیل کر کے بیرون ملک سفر کیا، کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

81۔ ملک کے وسیع تر مفاد میں عدالت ایسے افراد کے نام ظاہر کرنے سے باز رہے گی جو قادیانی عقائد رکھتے ہیں مگر انھوں نے اپنی مذہبی شناخت چھپا کر بیوروکریسی، عدلیہ، فوج، نیوی، ایئر فورس اور دیگر حساس اور اہم اداروں میں اعلیٰ عہدے حاصل کیے ہیں کیونکہ اس سے بدمزگی پیدا ہوگی مگر اس روش کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ ملک کے ہر شہری کا حق ہے کہ وہ ایسے افراد کے بارے میں جانے جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں وہ کس مذہبی برادری سے تعلق رکھتے ہیں، جو لوگ ان کے بچوں کے لیے نصاب ترتیب دیتے ہیں کن

مذہبی عقائد کے حامل ہیں، جو لوگ ان کی پالیسیاں مرتب کرتے ہیں، ان کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تکریم دیتے ہیں، وہ لوگ جو سفیر ہیں اور ان کے اسلامی نظریے کے نمائندہ ہیں اور دنیا بھر میں اس کا پرچار کرنے کے لیے تعینات ہیں، کون سے نظریے کی تشہیر کرتے ہیں اور کس کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں اور سب سے آخر میں لیکن اتنی ہی اہم بات ہے کہ وہ لوگ جن کے ذمے پاکستان کا دفاع ہے، وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ یہ ریاست کی ذمہ داری تھی اور بالخصوص وفاقی حکومت کی لیکن یہ اس سے عہدہ برآ ہونے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے جس وجہ سے عدالت احکامات جاری کرنا ضروری سمجھتی ہے۔

82۔ مختصر حکم کی درج ذیل وجوہات ہیں۔ تمام تبصرے اور احکامات جن کی تفصیل یہاں ہے، وہ 9.3.2018 کے حکم کا حصہ ہوں گے اور ان کو درج ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:۔

1۔ اسلام اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین بھرپور مذہبی آزادی فراہم کرتا ہے جس میں اقلیتوں (غیر مسلموں) کے بنیادی حقوق شامل ہیں۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ان کی زندگی، دولت، جائیداد، عزت اور ان کے اثاثوں کا بطور پاکستان کے شہری کے تحفظ کرے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 5 کے تحت، ہر شہری کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ ریاست سے وفادار رہے اور قانون اور آئین کے تابع رہیں۔ یہ قانون ان پر بھی لاگو ہوتا ہے جو پاکستانی شہری نہیں ہیں لیکن اس وقت پاکستان میں رہ رہے ہیں۔

2۔ پاکستان کے ہر شہری کے لیے لازمی ہے کہ مخصوص کوائف پر مشتمل اپنی شناخت حاصل کرے۔ کسی مسلمان کو اجازت نہیں ہے کہ اپنی شناخت کو بطور غیر مسلم کے بھیس میں رکھے اور کسی غیر مسلم کو حق حاصل نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے۔ کوئی بھی شہری جو ایسا کرتا ہے، ریاست سے دھوکا دہی کا مرتکب ہوگا اور آئین کے استحصال کا مرتکب قرار پائے گا۔

3۔ آئین کے آرٹیکل 260(3)(a)(b) میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی تعریف کی گئی ہے جس پر قوم کا اتفاق ہے۔ بدقسمتی سے اس علیحدگی کے معیار پر قانون

سازی نہیں ہو سکی جس کی وجہ سے ایک غیر مسلم اقلیت اپنے آپ کو مسلم اکثریت کا حصہ ظاہر کر کے اپنی اصل شناخت کو چھپاتی ہے اور ریاست سے دھوکا دہی کی مرتکب ہوتی ہے جس کی وجہ سے پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں بلکہ انتہائی نوعیت کے اہم آئینی تقاضوں کی راہ بھی ہموار ہوتی ہے۔ اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کی ایک رپورٹ کے مطابق اس سے متعلقہ کسی بھی سرکاری ملازم کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہے جو خطرناک امر ہے اور ایک بڑے دھچکے کے مترادف ہے اور یہ آئین کی روح اور تقاضوں کے بھی منافی ہے۔

4۔ پاکستان میں رہنے والی اکثر اقلیتیں اپنے ناموں اور پہچان کے اعتبار سے علیحدہ شناخت رکھتی ہیں لیکن آئین کے مطابق ان اقلیتوں میں سے ایک اقلیت اپنے ناموں اور ظاہری لباس کے اعتبار سے علیحدہ شناخت نہیں رکھتے جس سے بحرانی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اپنے ناموں کی وجہ سے وہ آسانی سے اپنا عقیدہ چھپا سکتے ہیں اور ایک مسلم اکثریت کا حصہ بن سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں، وہ مکرم اور حساس عہدوں تک رسائی بھی پا سکتے ہیں اور جملہ مفادات حاصل کر سکتے ہیں۔

5۔ اس صورت حال کو سنبھالنا اہم ہے کیونکہ ایک غیر مسلم کی آئینی عہدوں پر تعیناتی ہمارے مقامی قانون اور رسومات کے منافی ہے۔ اسی طرح، غیر مسلم مخصوص آئینی عہدوں کے لیے منتخب بھی نہیں ہو سکتے ہیں۔ اکثر اداروں / شعبوں بشمول پارلیمنٹ کی ممبر شپ میں اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں ہیں۔ اسی لیے جب کسی اقلیتی گروہ کا کوئی رکن اپنے اصل مذہبی عقیدے کو دھوکا دہی سے چھپاتا ہے اور اپنے آپ کو مسلم اکثریت کا حصہ ظاہر کرتا ہے تو وہ آئین کے الفاظ اور روح کی نفی کر رہا ہوتا ہے۔ اس پامالی سے محفوظ بنانے کے لیے ریاست کو فوری اقدامات کرنے چاہییں۔

6۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا معاملہ ہمارے مذہب کا مرکزی نکتہ ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے اس کی حفاظت اور پاسداری کرے۔ پارلیمنٹ بحیثیت ایک اعلیٰ معزز ادارے کے پاکستانی قوم کے نمائندہ ہونے کے ناتے اس مذہبی روح کی محافظ ہے۔ اس صورت حال میں، یہ مسلم اکثریت کا حق ہے کہ مناسب آگاہی اور حساسیت کی

توقع رکھے۔ ختم نبوت کے بنیادی عقیدے کے تحفظ کے علاوہ، پارلیمنٹ کو ایسے اقدامات بھی کرنے چاہییے جو ان کا قلع قمع کر سکے جو اس عقیدے کو داغ لگانے کی کوشش کرے۔

7۔ یہ حقیقت قابل تعریف ہے کہ الیکشن ایکٹ 2017 میں خرابی ظاہر ہونے کے فوری بعد پارلیمنٹ نے اجتماعی دانش اور فہم کے ذریعے معاملے کی طرف مکمل حساسیت کا مظاہرہ کیا اور اسے مطلوبہ تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔ یہ معاملات حساسیت اور اتحاد کے طالب ہیں۔ سینیٹر راجہ ظفر الحق بطور وکیل اپنے قانونی عقل و فہم کے حوالے سے اچھی شہرت کے حامل ہیں اور ایک تجربہ کار قانون ساز بھی ہیں جنھوں نے کمیٹی کی صدارت کرتے ہوئے بہت اعلیٰ رپورٹ بنائی۔ مزید برآں، اپنی دیانتداری اور دانش کی مدد سے انہوں نے تمام نکات کا سیر حاصل احاطہ کیا ہے جس نے تمام منفی تاثرات کو ختم کر دیا۔ اب یہ پارلیمنٹ کا کام ہے کہ وہ اس معاملہ پر مزید بحث کرتی ہے یا نہیں۔

8۔ یہ ریاست کے لیے لازمی ہے کہ وہ جذبات اور مذہبی عقائد کا تحفظ کرے اور اقلیت کے حقوق کا ریاست پاکستان کے آئین کے مطابق اعلان کردہ مذہب ''اسلام'' کے مطابق تحفظ کرے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان اقدامات کا مقصد معاشرے کو بحران سے بچانا ہے اور اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے جن کی آئینی ضمانتوں کے مطابق جداگانہ مذہبی شناخت ہے اور جو وہ بطور پاکستان کے شہری کے حق رکھتے ہیں۔

درج بالا بحث کی روشنی میں عدالت درج ذیل قرار دیتی ہے اور حکم دیتی ہے کہ:-

1۔ قومی شناختی کارڈ، پاسپورٹ، پیدائشی پرچی اور فہرست رائے دہندگان میں اندراج کے لیے درخواست دہندہ کو آئین کے آرٹیکل 260(3)(a)(b) کے مطابق مسلمانوں اور غیر مسلموں کی تعریف کی بنیاد پر ایک بیان حلفی دینا ہوگا۔

2۔ اوپر بتائے گئے بیان حلفی کو تمام حکومتی اور نیم حکومتی اداروں خصوصاً عدلیہ، آرمڈ فورسز اور سول سروسز میں تعیناتی کے لیے لازمی قرار دیا جائے۔

3۔ نادار کو کسی بھی شہری کے لیے وقت کا تعین کرنا چاہیے جو اپنے پہلے سے دیئے

گئے کوائف میں، خصوصاً مذہب کے خانے میں، درستگی/تبدیلی کا خواہاں ہے۔

4۔ پارلیمنٹ آئینی تقاضوں اور معزز سپریم کورٹ آف پاکستان اور لاہور ہائیکورٹ لاہور کے بنیادی قانونی اصولوں رپورٹ شدہ کیس لاء بالترتیب (1993 ایس سی ایم آر 1718 اور پی ایل ڈی 1992 لاہور 1) کی روشنی میں ضروری قانون سازی کرے اور مروجہ قوانین میں مطلوبہ ترامیم متعارف کروائے تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جا سکے کہ 'اسلام' اور 'مسلمانوں' کے لیے استعمال ہونے والی مخصوص اصلاحات کسی اور اقلیت کو اپنی شناخت چھپانے یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال کی اجازت نہ ہو۔ اسلامیات/دینیات کی بطور مضمون تعلیم کے لیے ہر ادارے پر مسلم اساتذہ کی موجودگی لازمی قرار دی جائے۔

5۔ حکومت پاکستان تمام شہریوں کے درست کوائف کی دستیابی کو یقینی بنانے کے لیے خصوصی اقدامات کرے تاکہ کسی بھی شہری کے لیے اپنی شناخت کو چھپانا ممکن نہ ہو۔ حکومت کو ایسے اقدامات بھی فوری طور پر یقینی بنانے چاہییں تاکہ نادرا اور حالیہ مردم شماری کے نتیجے میں حاصل ہونے والے اعداد و شمار میں موجود خطرناک فرق کی تفتیش ہو سکے۔

6۔ یہ ریاست پر لازم ہے کہ مسلم امہ کے حقوق، احساسات اور مذہبی عقائد کا خیال رکھے اور اس بات کو بھی یقینی بنائے کہ ملک کے آئین میں اعلان کردہ مذہب اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرے۔

83۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تمام فاضل وکلاء، آئینی ماہرین اور مذہبی دانشوروں نے کارآمد حصہ ڈالا ہے اور پوری دیانتداری سے عدالت کی معاونت کی ہے جس کی عدالت ہذا بھرپور تعریف کرتی ہے۔ اسی طرح، مختلف حکومتی شعبوں کے افسران کی شمولیت جو کہ عدالت ہذا کے سامنے گاہے گاہے پیش ہوئے، بھی لائق تحسین ہے۔ مزید برآں، فاضل ڈپٹی اٹارنی جنرل ارشد محمود کیانی کا کردار بھی قابل تعریف ہے جنھوں نے محنت اور لگن سے کام کرتے ہوئے عدالت کی جانب سے تفویض کی گئی تمام ذمہ داریوں اور کاموں کی کامیابی سے تکمیل کی تاکہ درست نتائج تک پہنچا جا سکے۔

84۔ مختصر عدالتی حکم میں متذکرہ بالا کی شمولیت کے علاوہ میں عمران شفیق ایڈووکیٹ کی معاونت کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے تحقیقی امور میں پوری دلجمعی اور بے حد ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔

تاریخ فیصلہ	دستخط
4 جولائی 2018ء	جسٹس شوکت عزیز صدیقی

(PLD 2019 Islamabad 62)
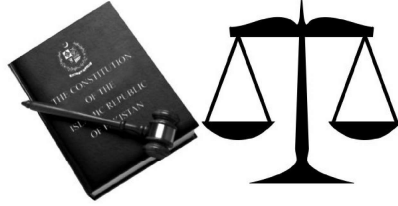
PLJ 2019 Lahore 297

لاہور ہائی کورٹ لاہور

محمد حسن معاویہ بنام انسپکٹر جنرل آف پولیس پنجاب وغیرہ

۞......جناب جسٹس شجاعت علی خاں

قرآن مجید کی حرمت وعظمت کا دفاع کرنے والا لاہور ہائی کورٹ کا

جامع اور مستند فیصلہ

جو آنے والی نسلوں کے لیے نقش راہ ثابت ہوگا۔

’’تمام غیر مسلم جماعتوں کو ایسے مواد کی طباعت/ اشاعت جس میں مسلمانوں کی مذہبی کتب خاص طور پر قرآن مجید یا مسلم مصنفین کے نام استعمال ہوں گے، مضر اثرات سے آگاہ کیا جائے اور غیر مسلموں بالخصوص احمدیوں/ لاہوریوں/ قادیانیوں کو مسلمانوں کے خصوصی القابات (شعائر اسلامی) کے استعمال سے روکا جائے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے تمام شعبہ جات کو غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے ممنوعہ مواد کی طباعت/ اشاعت کی روک تھام کے لیے متحرک کیا جائے۔‘‘

دل کی بات

(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

1974ء میں ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے دونوں گروہوں (ربوی، لاہوری) کو ایک آئینی ترمیم کے ذریعے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ بعد ازاں اپریل 1984ء میں قادیانیوں کو خود کو مسلمان ظاہر کرنے، اپنے مذہب کو اسلام کہنے اور شعائر اسلامی کے استعمال کرنے پر پابندی لگا دی گئی اور اس سلسلے میں تعزیرات پاکستان میں 298۔بی اور 298۔سی کا اضافہ کیا گیا۔ ان آئینی اور قانونی پابندیوں کے باوجود قادیانی اپنی شرانگیز سرگرمیوں میں مصروف رہے جس سے ملک کے کئی شہروں میں لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پیدا ہوئی۔ قادیانیوں کی گستاخانہ جسارتیں یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے تحریف شدہ قرآن مجید شائع کر کے اس کے نسخے ملک کے مختلف حصوں میں تقسیم کرنے شروع کر دیئے۔ ان کی پی ڈی ایف فائلیں بنا کر سوشل میڈیا پر بھی عام کرنے لگے۔ قادیانیوں کی ان مذموم سرگرمیوں کے پیش نظر لاہور کے ایک شہری محمد حسن معاویہ نے اربابِ اقتدار اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اپنی درخواست کے ذریعے آگاہ کیا کہ کاؤنٹر ٹریرزم ڈیپارٹمنٹ/محکمہ انسداد دہشت گردی نے دسمبر 2015ء میں کارروائی کر کے چناب نگر سے کافی تعداد میں قادیانی تحریف شدہ قرآنی نسخوں کو اپنے قبضہ میں لیا تھا مگر اس کے بعد قادیانیوں کی طرف سے مسلسل ان نسخوں کی اشاعت جاری ہے اور چناب نگر، لاہور اور ملک بھر میں ان نسخوں کو ایک سازش کے ذریعے پھیلایا جا رہا ہے۔ چناب نگر میں ایک ادارہ مدرسۃ

الظفر کے نام سے بنایا گیا ہے جس میں نوجوان نسل کو قرآن پاک کی اصل تعلیمات سے ہٹ کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے قرآن پاک جیسی مقدس کتاب کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ قرآن پاک کے جو ترجمے شائع کیے جا رہے ہیں، ان کے نام مسلمان اکابرین کی تفسیرات سے مشابہ رکھے گئے ہیں۔ قرآن پاک کی جو تفسیرات تحریف کر کے شائع کی جا رہی ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

1- تفسیر صغیر (نظارت اشاعت چناب نگر کی طرف سے شائع کی جا رہی ہے اور ضیاء السلام پریس چناب نگر کی طرف سے پرنٹ کی جا رہی ہے۔

2- تفسیر کبیر (نظارت اشاعت چناب نگر کی طرف سے شائع کی جا رہی ہے اور ضیاء السلام پریس چناب نگر کی طرف سے پرنٹ کی جا رہی ہے۔

3- قرآن مجید کا ترجمہ و تشریح نظارت اشاعت چناب نگر کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے اور ضیاء السلام پریس چناب نگر کی طرف سے پرنٹ کیا جا رہا ہے۔ ترجمہ قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین کا ہے۔

اس طرح تقریباً 10 کے قریب مختلف ترجمہ ہائے قرآن پاک تحریف کر کے پرنٹ کیے جا رہے ہیں۔ یہ تمام کام نظارت اشاعت اور نظارت چناب نگر خالد مسعود، ناظر امور عامہ سلیم الدین، صدر انجمن احمدیہ کی ذیلی تنظیم تعلیم القرآن کی سرپرستی میں کیا جا رہا ہے۔ آپ سے بذریعہ درخواست التماس ہے کہ ان کے خلاف قانونی کارروائی کرتے ہوئے اس گھناؤنے جرم کو روکا جائے اور عوام الناس کو بذریعہ اخبارات اور الیکٹرونک میڈیا آگاہ کیا جائے اور تمام تحریف شدہ نسخہ جات کو برآمد کر کے گورنمنٹ اپنے قبضے میں لے۔ ایک اور درخواست میں انہوں نے مزید لکھا کہ قادیانیوں کی طرف سے مرزا غلام قادیانی کی جھوٹی نبوت کے پرچار کی غرض سے تحریف شدہ ترجمہ قرآن کے نسخے اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز کے نام سے ضیاء السلام پریس چناب نگر سے پرنٹ کر کے پاکستان اور بیرون ملک بھجوائے جا رہے ہیں جو کہ پاکستان کے قانون 295۔بی، 298۔سی اور ATA 11-W کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ یہ کہ قرآن ایکٹ 2011

میں واضح طور پر یہ بات تحریر شدہ ہے کہ قادیانی ترجمہ قرآن نہیں چھاپ سکتے اور اس میں قرآن پاک چھاپنے والی فرم کے لیے ایک حلف نامہ بھی موجود ہے کہ وہ قادیانی یا لاہوری گروپ سے تعلق نہ رکھتے ہیں۔

یہ کہ محکمہ داخلہ پنجاب کی طرف سے ان ترجمہ شدہ قرآن پاک کی چھپائی پر بذریعہ نوٹیفکیشن نمبری SO(IS-III)6-15/2010/Pt-I مورخہ 20-01-2016 مکمل پابندی ہے۔ یہ کہ اس کے علاوہ سائل کی درخواستوں پر وزیر اعظم پاکستان، وزیر مذہبی امور اور سپریم کورٹ آف پاکستان کی طرف سے بھی ضروری کارروائی کی ہدایات ہو چکی ہے اور وزارت مذہبی امور کی ہدایات پر پنجاب قرآن بورڈ بھی اس پر سائل کا مؤقف سن چکا ہے اور سائل کے موقف کے حق میں اپنا تحریری فیصلہ صادر کر چکا ہے۔ اس سب کے باوجود قادیانی اپنی گھناؤنی حرکات جاری رکھے ہوئے ہیں۔

قادیانیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں پر متعلقہ اداروں کی طرف سے مجرمانہ چشم پوشی اختیار کرنے پر بالآخر 2019ء میں درخواست گزار نے لاہور ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ عزت مآب جناب جسٹس شجاعت علی خاں صاحب نے اس اہم کیس کی سماعت کی۔ عدالت نے قرآن مجید کا غلط ترجمہ کرنے والوں کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی ہدایت کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

❑ اسلام، مذہب کے معاملہ میں مطلق روا داری کا درس دیتا ہے اور مذہب اسلام کو قبول کرنے کو ہر آدمی کے ضمیر پر چھوڑتا ہے۔ اس بابت اسلام میں کوئی جبر نہیں۔ حتیٰ کہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کو بھی کسی کے عقیدہ کے بارے میں زبردستی کرنے کا اختیار نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو پہنچا دینا تھا۔ تاہم ایسے غیر مسلم جوامت مسلمہ کے اتحاد کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کے حقوق اور مراعات کو غصب کرنے کی سرگرمیوں میں ملوث ہیں، ان کو آئین میں دی گئی رعایت کی بنا پر بے لگام نہیں چھوڑا جا سکتا۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں مکمل غور وفکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ

نہ تو غیر مسلم بالخصوص احمدی/ قادیانی/ لاہوری خود کو مسلمان ظاہر کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ مسلمانوں کی کتب بالخصوص قرآن مجید اور مسلمان مصنفین کے ناموں کو استعمال کرتے ہوئے کوئی مواد شائع کر سکتے ہیں۔ مزید وہ دوسروں کو اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلانے کے لیے مسلمانوں کے القابات (شعائر اسلامی) کے استعمال کا حق نہیں رکھتے۔

لہٰذا یہ پٹیشن مندرجہ ذیل ہدایات کے ساتھ نمٹائی جاتی ہے کہ:

i) وفاقی اور صوبائی حکومت متعلقہ قرآن بورڈ سے منظور شدہ قرآن مجید کا اس کے لفظی ترجمہ کے ساتھ ایک مستند نسخہ کی دستیابی ملکی، صوبائی، ضلعی اور تحصیل سطح پر یقینی بنائے گی جس کو بعد ازاں شائع کیے گئے قرآن پاک کے متن اور ترجمہ کی درستگی کی تصدیق کے لیے بطور نمونہ استعمال کیا جائے گا۔

ii) وفاقی اور صوبائی حکومت صرف قرآن بورڈ سے مجاز طابعین/ ناشرین (Printers/Publisher) کو ہی قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کی طباعت کرنے کی اجازت ہونے کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرے گی۔ مزید مجاز طابعین/ ناشرین کو اس امر کا پابند کیا جائے گا کہ وہ دینی مذہبی کتب بالخصوص قرآن کی ہر جلد کو مخصوص BAR/QR کوڈ اور علیحدہ سیریل نمبر دیں جس سے کتاب کے مستند ہونے کے بارے میں علم ہو سکے اور کسی طابع/ ناشر کی جانب سے کیے گئے رد و بدل کی ذمہ داری کا تعین بھی ہو سکے۔ مزید یہ کہ بعد ازاں کسی صفحہ کی تبدیلی کے امکان کو ختم کرنے کے لیے قرآن مجید کے ہر صفحہ پر ناشر/ کمپنی کا نام کندہ (Embossed) ہو۔

iii) انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے پیش نظر، وفاقی حکومت ممنوعہ مذہبی مواد دکھانے والے انٹرنیٹ سرچ انجنز/ ویب سائٹس کو بند کرنے کے لیے متعلقہ اداروں بالخصوص پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA) اور پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) کے تعاون سے اقدامات کرے۔ مزید یہ کہ صرف ان ویب سائٹس جو PTA کے ساتھ رجسٹرڈ ہوں اور جن کے پاس قرآن بورڈ کی طرف سے مذہبی مواد خاص طور پر قرآن مجید کے مستند ہونے کا سرٹیفکیٹ ہو، کو قرآن

مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب آن لائن دکھانے کی اجازت ہو اور دیگر تمام غیر رجسٹرڈ شدہ ویب سائٹس جو حقیقی متن اور مفہوم کے خلاف مذہبی مواد دکھا رہی ہوں، کو فوراً بند کر دیں۔ اس مقصد کے لیے وفاقی اور صوبائی حکومت اپنے ویب پورٹلز کے ذریعے مذہبی مواد کے لیے رجسٹرڈ/ منظور شدہ ویب سائٹس سے عوام کو مطلع کرے۔

iv) وفاقی حکومت اس بات کو بھی یقینی بنائے کہ قرآن بورڈ سے باقاعدہ منظور شدہ قرآن مجید کا نسخہ انٹرنیٹ پر گوگل پلے سٹور، ایپ سٹور اور ونڈوز سٹور وغیرہ پر حوالہ کے لیے دستیاب ہو۔ مزید وزارت خارجہ قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کے غیر مستند متن والی ایپلی کیشنز کو انٹرنیٹ سے ہٹانے کے لیے ان ایپلی کیشنز سٹورز کے مینجرز/ مالکان/ آپریٹرز کے ساتھ معاملہ کو اٹھائے۔

v) تمام طابعین/ ناشران کو پابند کیا جائے کہ قرآن مجید کے ہر نسخہ کے آخر میں یہ سرٹیفکیٹ دیں کہ یہ نسخہ قرآن بورڈ سے منظور شدہ نسخہ کے سو فیصد عین مطابق ہے۔ مزید قرآن بورڈ کے رابطہ نمبرز (ٹیلیفون، ای میل ایڈریس، فیس بک آئی ڈی وغیرہ) قرآن مجید کے ہر نسخہ پر اس کی طباعت و اشاعت سے متعلقہ غلطی سے آگاہ کرنے کے لیے قارئین کے سہولت کے لیے دیئے جائیں۔

vi) تحریف شدہ متن یا مسخ شدہ ترجمہ کے ساتھ شائع شدہ قرآن مجید کو فوری ضبط کیا جائے اور اس کی اشاعت میں ملوث افراد/ جماعتوں یا کارپوریٹ باڈیز/ کمپنیز کے خلاف ایکٹ 2011 کی شقوں اور اس کے تحت بنے ہوئے قواعد کے مطابق کارروائی کی جائے۔

vii) اصل متن اور مستند مفہوم کے خلاف کوئی بھی مذہبی مواد بالخصوص قرآن مجید کی طباعت و اشاعت پر کڑی نظر رکھنے کے لیے صوبائی اور وفاقی سطح پر قرآن بورڈ کو مزید مؤثر بنایا جائے۔

viii) تمام جماعتوں، کمپنیوں، باڈی کارپوریٹ، ناشران اور افراد کو پابند کیا جائے کہ وہ چیئرمین قرآن بورڈ کو، قرآن پاک اور دیگر مذہبی کتب کی اشاعت والی جگہ پر کسی بھی وقت معائنہ کے لیے باآسانی رسائی دیں۔

(ix) تمام سرکاری حکام بالخصوص قانون نافذ کرنے والے ادارے اس امر کو یقینی بنائیں کہ کوئی بھی مذہبی مواد بیرون ملک سے رولز 2011 کے قاعدہ 8(11) کے تحت دی جانے والی اجازت کے بغیر درآمد نہ ہو اور اگر کوئی درآمد کنندہ، سٹاکسٹ، کتب فروش یا ریکارڈنگ کمپنی ممنوع مواد کی فروخت/ ترسیل میں ملوث پائی جائے تو درآمد کنندگان کے ساتھ ایسے مواد کو وصول کرنے والوں کے خلاف بھی مذکورہ قاعدہ 9 کے تحت کارروائی کی جائے۔

(x) تمام غیر مسلم جماعتوں کو ایسے مواد کی طباعت/ اشاعت جس میں مسلمانوں کی مذہبی کتب خاص طور پر قرآن مجید یا مسلم مصنفین کے نام استعمال ہوں گے، مضر اثرات سے آگاہ کیا جائے اور غیر مسلموں بالخصوص احمدیوں/ لاہوریوں/ قادیانیوں کو مسلمانوں کے خصوصی القابات (شعائر اسلامی) کے استعمال سے روکا جائے۔

(xi) قانون نافذ کرنے والے اداروں کے تمام شعبہ جات کو غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے ممنوعہ مواد کی طباعت/ اشاعت کی روک تھام کے لیے متحرک کیا جائے۔

(xii) مختلف مذاہب، جماعتوں، قبیلوں اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے اس ملک کے تمام شہریوں کے مابین مذہبی ہم آہنگی کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں۔

(xiii) آئین کے آرٹیکل 20 اور 36 کے مطابق اقلیتوں کے حقوق کے لیے تحفظ کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں بشرطیکہ وہ کسی ایسی سرگرمی میں ملوث نہ ہوں جو مذکورہ بالا قوانین کے خلاف ہو۔

(xiv) قرآن بورڈ، صوبائی کابینہ کی ذیلی کمیٹی برائے امن وامان، کمیٹی متحدہ علما بورڈ پنجاب، محکمہ پولیس، محکمہ اوقاف و مذہبی امور صوبہ پنجاب، مذہبی کتب کے ناشران و تاجران کی پنجاب ایسوسی ایشن اور محکمہ انفارمیشن ٹیکنالوجی آپس میں باقاعدہ رابطہ رکھیں اور ممنوعہ مذہبی مواد کی طباعت و اشاعت کی روک تھام کے لیے ملکی سطح پر ایک یکساں حکمت عملی تشکیل دینے کے لیے اپنی سفارشات وزارت مذہبی امور و ہم آہنگی بین المذاہب حکومت پاکستان بھجوائیں۔

(xv وفاقی اور صوبائی حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ ایکٹ 2011 کی دفعہ 2(d) میں بیان کردہ تعریف کے مطابق قرآن مجید، پارہ جات اور سورتوں کے نسخہ جات کسی بھی مسجد، درگاہ، مذہبی یا غیر مذہبی ادارہ میں رکھنے سے پہلے، ان اداروں کے سربراہ/ مالک/ عامل/ منتظم یہ تصدیق کریں کہ مذکورہ نسخہ جات قرآن مجید کے معیاری نسخہ کے عین مطابق ہیں۔

(xvi وفاقی اور صوبائی حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ مختلف اداروں میں پڑھائے جانے والے قرآن مجید اور دیگر مذہبی مواد قرآن بورڈ کی طرف سے قرآن مجید کے باقاعدہ تصدیق شدہ نسخہ کے مطابق ہو۔

(xvii وفاقی اور صوبائی حکومت اس امر کو یقینی بنائیں کہ رولز 2011 کے قاعدہ 8 میں مذکورہ قرآن مجید کی طباعت و اشاعت کے متعلق شرائط کی مکمل پابندی ہو اور جو شخص/ اتھارٹی/ جماعت/ کمپنی وغیرہ اس قاعدہ کی خلاف ورزی میں ملوث ہو، اسے قاعدہ 9 مذکورہ کے تحت سزا دی جائے''۔

آئین اور قانون کے تناظر میں عدالت عالیہ کا صادر کردہ یہ فیصلہ نا صرف غیر معمولی اہمیت و افادیت کا حامل ہے بلکہ اس کے دور رس نتائج بھی برآمد ہوں گے۔ قرآن مجید کی عظمت و حرمت کے حوالے سے یہ فیصلہ ایمان افروز بھی ہے اور قابل صد ستائش بھی۔ عزت مآب جناب جسٹس شجاعت علی خاں صاحب پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے نہایت مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے قرآن مجید کی حرمت کا دفاع کر کے دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کر لی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے اُمید واثق ہے کہ روزِ محشر قرآن مجید جناب جسٹس صاحب کی خصوصی سفارش کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

آخر میں بوجھل دل کے ساتھ عرض ہے کہ مذکورہ فیصلہ مارچ 2019ء میں صادر ہوا۔ لیکن بدقسمتی سے مقتدر اداروں میں قادیانیوں کے اثر و رسوخ کی وجہ سے ہائی کورٹ کے مذکورہ بالا واضح احکامات کے باوجود قادیانیوں کی جانب سے تحریف شدہ

قرآن مجید اوراس کے ممنوعہ تراجم بند کرنے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ ناصرف یہ کہ یہ ملعون گروہ ہزاروں کی تعداد میں پاکستان میں دنیا کی مختلف زبانوں میں تحریف شدہ قرآنی نسخے اور تراجم شائع کر رہا ہے بلکہ چناب نگر (ربوہ) میں ان کے کم از کم پانچ ایسے مراکز ہیں جہاں تحریف شدہ نسخوں کی تعلیم پورے ملک اور بیرون ملک کے سینکڑوں لڑکے لڑکیوں کو دی جا رہی ہے۔ عدالت عالیہ نے اس سلسلہ میں جن اداروں کو ہدایات جاری کی تھیں، وہ اس کوتاہی، لاپرواہی اور مجرمانہ چشم پوشی کی بدولت توہین عدالت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان اداروں نے محض خانہ پوری کی خاطر خطوط لکھ کر قادیانیوں کی غیر قانونی سرگرمیوں سے عملاً آنکھیں بند کر لی ہیں۔ سوچنا چاہیے کہ یہ لوگ روزِ محشر اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ **ان بطش ربک لشدید**

اس فیصلہ کے سلسلہ میں ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن کے جنرل سیکرٹری مجاہد اسلام جناب عبدالوارث ِگل کی کاوشیں قابل صد ستائش ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر

محمد متین خالد

لاہور

PLJ 2019 Lahore 297

لاہور ہائی کورٹ لاہور

محمد حسن معاویہ بنام انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب وغیرہ

فیصلہ کے اہم نکات:

-1 قادیانیوں کے دونوں گروہ (ربوی اور لاہوری) خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ دوسروں کو اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلانے کے لیے مسلمانوں کے القابات (شعائر اسلامی) کے استعمال کا حق رکھتے ہیں۔

-2 قادیانیوں کے دونوں گروہ (ربوی اور لاہوری) قرآن مجید یا اس کے متعلقہ کوئی مواد شائع نہیں کر سکتے۔

-3 قادیانیوں کے دونوں گروہ (ربوی اور لاہوری) مسلمان مصنفین کے ناموں کو استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کی کسی کتاب کی اشاعت نہیں کر سکتے۔

-4 وفاقی اور صوبائی حکومت متعلقہ قرآن بورڈ سے منظور شدہ قرآن مجید کا اس کے لفظی ترجمہ کے ساتھ ایک مستند نسخہ کی دستیابی ملکی، صوبائی، ضلعی اور تحصیل سطح پر یقینی بنائے گی جس کو بعد ازاں شائع کیے گئے قرآن پاک کے متن اور ترجمہ کی درستگی کی تصدیق کے لیے بطور نمونہ استعمال کیا جائے گا۔

-5 وفاقی اور صوبائی حکومت صرف قرآن بورڈ سے مجاز طابعین/ ناشرین (Printers/Publisher) کو ہی قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کی طباعت کرنے کی اجازت ہونے کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرے گی۔ مزید مجاز طابعین/ ناشرین کو اس امر کا پابند کیا جائے گا

کہ وہ دینی مذہبی کتب بالخصوص قرآن کی ہر جلد کو مخصوص BAR/QR کوڈ اور علیحدہ سیریل نمبر دیں جس سے کتاب کے مستند ہونے کے بارے میں علم ہو سکے اور کسی طابع/ ناشر کی جانب سے کیے گئے رد و بدل کی ذمہ داری کا تعین بھی ہو سکے۔ مزید یہ کہ بعد ازاں کسی صفحہ کی تبدیلی کے امکان کو ختم کرنے کے لیے قرآن مجید کے ہر صفحہ پر ناشر/ کمپنی کا نام کندہ (Embossed) ہو۔

-6 انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے پیش نظر، وفاقی حکومت ممنوعہ مذہبی مواد دکھانے والے انٹرنیٹ سرچ انجنز/ ویب سائٹس کو بند کرنے کے لیے متعلقہ اداروں بالخصوص پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA) اور پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) کے تعاون سے اقدامات کرے۔ مزید یہ کہ صرف ان ویب سائٹس جو PTA کے ساتھ رجسٹرڈ ہوں اور جن کے پاس قرآن بورڈ کی طرف سے مذہبی مواد خاص طور پر قرآن مجید کے مستند ہونے کا سرٹیفکیٹ ہو، کو قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب آن لائن دکھانے کی اجازت ہو اور دیگر تمام غیر رجسٹرڈ شدہ ویب سائٹس جو حقیقی متن اور مفہوم کے خلاف مذہبی مواد دکھا رہی ہوں، کو فوراً بند کر دیں۔ اس مقصد کے لیے وفاقی اور صوبائی حکومت اپنے ویب پورٹلز کے ذریعے مذہبی مواد کے لیے رجسٹرڈ/ منظور شدہ ویب سائٹس سے عوام کو مطلع کرے۔

-7 وفاقی حکومت اس بات کو بھی یقینی بنائے کہ قرآن بورڈ سے باقاعدہ منظور شدہ قرآن مجید کا نسخہ انٹرنیٹ پر گوگل پلے سٹور، ایپ سٹور اور ونڈوز سٹور وغیرہ پر حوالہ کے لیے دستیاب ہو۔ مزید وزارت خارجہ قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کے غیر مستند متن والی ایپلی کیشنز کو انٹرنیٹ سے ہٹانے کے لیے ان ایپلی کیشنز سٹورز کے مینیجرز/ مالکان/ آپریٹرز کے ساتھ معاملہ کو اٹھائے۔

-8 تمام طابعین/ ناشران کو پابند کیا جائے کہ قرآن مجید کے ہر نسخہ کے آخر میں یہ

سرٹیفکیٹ دیں کہ یہ نسخہ قرآن بورڈ سے منظور شدہ نسخہ کے سو فیصد عین مطابق ہے۔ مزید قرآن بورڈ کے رابطہ نمبرز (ٹیلیفون، ای میل ایڈریس، فیس بک آئی ڈی وغیرہ) قرآن مجید کے ہر نسخہ پر اس کی طباعت واشاعت سے متعلقہ غلطی سے آگاہ کرنے کے لیے قارئین کے سہولت کے لیے دیئے جائیں۔

9- تحریف شدہ متن یا مسخ شدہ ترجمہ کے ساتھ شائع شدہ قرآن مجید کو فوری ضبط کیا جائے اور اس کی اشاعت میں ملوث افراد/ جماعتوں یا کارپوریٹ باڈیز/ کمپنیز کے خلاف ایکٹ 2011 کی شقوں اور اس کے تحت بنے ہوئے قواعد کے مطابق کارروائی کی جائے۔

10- اصل متن اور مستند مفہوم کے خلاف کوئی بھی مذہبی مواد بالخصوص قرآن مجید کی طباعت و اشاعت پر کڑی نظر رکھنے کے لیے صوبائی اور وفاقی سطح پر قرآن بورڈ کو مزید مؤثر بنایا جائے۔

11- تمام جماعتوں، کمپنیوں، باڈی کارپوریٹ، ناشران اور افراد کو پابند کیا جائے کہ وہ چیئرمین قرآن بورڈ کو، قرآن پاک اور دیگر مذہبی کتب کی اشاعت والی جگہ پر کسی بھی وقت معائنہ کے لیے باآسانی رسائی دیں۔

12- تمام سرکاری حکام بالخصوص قانون نافذ کرنے والے ادارے اس امر کو یقینی بنائیں کہ کوئی بھی مذہبی مواد بیرون ملک سے رولز 2011 کے قاعدہ 8(11) کے تحت دی جانے والی اجازت کے بغیر درآمد نہ ہو اور اگر کوئی درآمد کنندہ، سٹاکسٹ، کتب فروش یا ریکارڈنگ کمپنی ممنوع مواد کی فروخت/ ترسیل میں ملوث پائی جائے تو درآمد کنندگان کے ساتھ ایسے مواد کو وصول کرنے والوں کے خلاف بھی مذکورہ قاعدہ 9 کے تحت کارروائی کی جائے۔

13- تمام غیر مسلم جماعتوں کو ایسے مواد کی طباعت/ اشاعت جس میں مسلمانوں کی مذہبی کتب خاص طور پر قرآن مجید یا مسلم مصنفین کے نام استعمال ہوں گے، مضمر اثرات سے آگاہ کیا جائے اور غیر مسلموں بالخصوص احمدیوں/ لاہوریوں/

قادیانیوں کو مسلمانوں کے خصوصی القابات (شعائر اسلامی) کے استعمال سے روکا جائے۔

14- قانون نافذ کرنے والے اداروں کے تمام شعبہ جات کو غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے ممنوعہ مواد کی طباعت/ اشاعت کی روک تھام کے لیے متحرک کیا جائے۔

15- قرآن بورڈ، صوبائی کابینہ کی ذیلی کمیٹی برائے امن و امان، کمیٹی متحدہ علما بورڈ پنجاب، محکمہ پولیس، محکمہ اوقاف و مذہبی امور صوبہ پنجاب، مذہبی کتب کے ناشران و تاجران کی پنجاب ایسوسی ایشن اور محکمہ انفارمیشن ٹیکنالوجی آپس میں باقاعدہ رابطہ رکھیں اور ممنوعہ مذہبی مواد کی طباعت و اشاعت کی روک تھام کے لیے ملکی سطح پر ایک یکساں حکمت عملی تشکیل دینے کے لیے اپنی سفارشات وزارت مذہبی امور و ہم آہنگی بین المذاہب حکومت پاکستان بھجوائیں۔

16- وفاقی اور صوبائی حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ ایکٹ 2011 کی دفعہ 2(d) میں بیان کردہ تعریف کے مطابق قرآن مجید، پارہ جات اور سورتوں کے نسخہ جات کسی بھی مسجد، درگاہ، مذہبی یا غیر مذہبی ادارہ میں رکھنے سے پہلے، ان اداروں کے سربراہ/ مالک/ عامل/ منتظم یہ تصدیق کریں کہ مذکورہ نسخہ جات قرآن مجید کے معیاری نسخہ کے عین مطابق ہیں۔

17- وفاقی اور صوبائی حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ مختلف اداروں میں پڑھائے جانے والے قرآن مجید اور دیگر مذہبی مواد قرآن بورڈ کی طرف سے قرآن مجید کے باقاعدہ تصدیق شدہ نسخہ کے مطابق ہو۔

18- وفاقی اور صوبائی حکومت اس امر کو یقینی بنائیں کہ رولز 2011 کے قاعدہ 8 میں مذکورہ قرآن مجید کی طباعت و اشاعت کے متعلق شرائط کی مکمل پابندی ہو اور جو شخص/ اتھارٹی/ جماعت/ کمپنی وغیرہ اس قاعدہ کی خلاف ورزی میں ملوث ہو، اسے قاعدہ 9 مذکورہ کے تحت سزا دی جائے۔

PLJ 2019 Lahore 297

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی معلومات)

بعدالت جناب جسٹس شجاعت علی خاں

رِٹ پٹیشن نمبر 214966/2018

عنوان مقدمہ: محمد حسن معاویہ بنام انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب وغیرہ

فریق اوّل: محمد حسن معاویہ

فریق ثانی: انسپکٹر جنرل آف پولیس وغیرہ

شاہد تصور راؤ ایڈووکیٹ معہ پٹیشنر، شیخ عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ برائے درخواست گزار متفرق فوجداری درخواست نمبر 2/2018

زاہد سکندر اسسٹنٹ اٹارنی جنرل معہ انعام الحق، ڈپٹی سیکرٹری، وزارت مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی، رانا شمشاد خان ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل معہ طارق محمود جاوید اسپیشل سیکرٹری محکمہ داخلہ حکومت پنجاب۔ ذوالفقار گھمن، سیکرٹری محکمہ اوقاف حکومت پنجاب۔ مولانا ابوالظفر غلام محمد سیالوی، چیئرمین پنجاب قرآن بورڈ۔ امجد جاوید سلیمی انسپکٹر جنرل آف پولیس پنجاب۔ جواد ڈوگر ڈی آئی جی (لیگل)۔ محمد انور کھیتران ڈی پی او (چنیوٹ)۔ احمد محی الدین ایس ایس پی (سی ٹی ڈی) فیصل آباد۔ سیف المرتضیٰ ایس پی (لیگل)۔ محمد سلیم ڈی ایس پی (لیگل) اور ظفر اقبال ایس ایچ او پولیس اسٹیشن چناب نگر۔

تاریخ سماعت: 5 مارچ 2019ء

تاریخ فیصلہ: 5 مارچ 2019ء

فیصلہ

جسٹس شجاعت علی خاں

فوجداری متفرق درخواست نمبر: 2/2018

بذریعہ درخواست ہذا اور درخواست گزار نے رِٹ پٹیشن عنوان بالا میں فریق بننے کی استدعا کی ہے۔

-2 فاضل کونسل درخواست گزار نے بیان کیا کہ اگرچہ رٹ پٹیشن میں احمدی (قادیانی) جماعت کے خلاف متعدد الزامات لگائے گئے ہیں لیکن اسے فریق نہ بنایا گیا ہے۔ سائل کو کورٹ پٹیشن میں فریق بنائے بغیر کوئی مؤثر حکم صادر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مزید بیان کیا کہ پٹیشن ہذا میں کیا جانے والا حکم سائل کی جماعت پر اثر انداز ہوگا، اس لیے سائل پٹیشن ہذا میں مناسب فریق مقدمہ ہے۔

-3 فاضل کونسل برائے سائل نے درخواست ہذا کی مخالفت اس بناء پر کی ہے کہ چونکہ سائل کے فرقہ کے خلاف کوئی دادرسی طلب نہ کی گئی ہے، لہٰذا وہ ضروری فریق مقدمہ نہ ہے۔

-4 فاضل کونسل فریقین کے دلائل سننے اور رٹ پٹیشن کے مندرجات و منسلکہ دستاویزات کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اصل میں سائل نے سرکاری حکام کے خلاف شکایت کی ہے کہ وہ (غیر مسلم) ان افراد اور جماعتوں کے خلاف کارروائی نہیں کر رہے جو مسلمان مصنفین کا نام استعمال کر کے قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتابوں کے تحریف شدہ متن اور مسخ شدہ ترجمہ کی طباعت/ اشاعت میں ملوث ہیں۔ اس تناظر میں درخواست گزار حق سماعت رکھتا ہے۔ لہٰذا درخواست منظور کی جاتی ہے اور درخواست گزار کو اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

اصل مقدمہ (Main Case)

5- میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قطعی غیر مشروط ختم نبوت اور قرآن مجید کے آخری الہامی کتاب ہونے پر مکمل یقین کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے ہزاروں انبیا علیہم السلام اس دنیا میں بھیجے اور ان انبیا علیہم السلام کے دلوں کو احکامات الٰہی سے منور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو الہامی کتابیں اور صحیفے عطا کیے۔ الہامی کتابوں کے نزول کے سلسلہ میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید کے نزول کی صورت میں اس واضع انتباہ کے ساتھ مکمل ہوا کہ اب یہ (قرآن مجید) تمام انسانوں کے لیے تا قیامت مکمل ضابطہ حیات ہوگا۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کے وقت سے لے کر ہی کچھ بدنصیب لوگ ذاتی مفاد کے لیے اس کے عربی متن کو بدلنے اور اس کے مفہوم کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے ہیں۔ ان مکروہ کوششوں کو ناکام کرنے کے لیے مسلمان شروع وقتوں سے ہی قرآن پاک کو محفوظ کرنے کے لیے انتھک جدوجہد کرتے آرہے ہیں۔ یہ پٹیشن بھی اسی عظیم جدوجہد کا ایک حصہ ہے جس میں سائل نے سرکاری حکام کے ان افراد/ ناشران/ جماعتوں/تنظیموں کے خلاف کارروائی نہ کرنے کی بابت تحرک کیا ہے جو مسلمانوں کی مذہبی کتابوں بالخصوص قرآن مجید کے تحریف شدہ عربی متن یا مسخ شدہ ترجمہ کی طباعت/ اشاعت میں ملوث ہیں۔

6- فاضل کونسل سائل نے بیان کیا کہ اگرچہ حکومت نے غلطی سے پاک قرآن مجید کی طباعت کے لیے Punjab Holy Quran (Printing & Recording) Act, 2011 (ایکٹ 2011) اور Punjab Holy Quran (Printing & Recording) Rules, 2011 (رولز 2011) بنائے ہیں مگر یہ قوانین صحیح طور پر نافذ نہ کیے جا رہے ہیں۔ غیر مسلموں کی طرف سے اس قابل اعتراض مواد کی اشاعت دنیا کو اسلام کے صحیح تصور کے متعلق گمراہ کرنے اور بالخصوص مسلمانوں کے عقیدہ کو خراب کرنے کی کوششوں کا حصہ ہے۔ انھوں نے مزید بیان کیا کہ اگرچہ سائل مختلف حکام کے سامنے اس مسئلہ کو اٹھاتا رہا ہے

لیکن آج تک کوئی بھی ٹھوس قدم بظاہر اس لیے نہ اٹھایا جا سکا ہے کہ ان قابل مذمت سرگرمیوں میں ملوث اشخاص کے حکومتی ارباب اختیار سے روابط ہیں۔

7- فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل نے سائل کے اس مؤقف کی تائید کی کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ ہمارا اولین فرض ہے کہ قرآن مجید کی اصل متن اور مستند ترجمے کے ساتھ اشاعت کو یقینی بنائیں۔ انھوں نے مزید بیان کیا کہ مسئلے کی حساسیت کے پیش نظر صوبائی سطح پر تمام سرکاری حکام ایکٹ 2011 اور رولز 2011 کو نافذ کرنے کے لیے حتی المقدور کوششیں کر رہے ہیں اور اگر کوئی شخص مذکورہ بالا قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو صوبائی سرکاری حکام اس کے خلاف مناسب کارروائی کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔

8- صوبائی پولیس آفیسر نے فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کو آگے بڑھاتے ہوئے بیان کیا کہ وہ انسپکٹر جنرل پنجاب پولیس کے عہدہ کا چارج سنبھالنے سے پہلے ضلع جھنگ میں مختلف عہدوں پر تعینات رہے اور وہاں پر ایسے ممنوع مواد کی اشاعت روکنے کی بھرپور کوشش کی۔ انھوں نے مزید بتایا کہ عدالت ہذا کے احکامات کی تعمیل میں فیلڈ سٹاف کو ضروری ہدایات جاری کی گئی تھیں اور اُن کی بھجوائی ہوئی رپورٹس کے مطابق اس وقت کوئی بھی شخص ایسی سرگرمی میں ملوث نہ ہے اور جب بھی ایسی کوئی سرگرمی پولیس کے علم میں لائی جائے گی تو اس کے خلاف بھرپور تادیبی کارروائی کی جائے گی اور ایکٹ 2011 اور رولز 2011 کی خلاف ورزی میں چھپنے والے مواد کو ضبط کرنے کے علاوہ ملزمان کے خلاف فوجداری مقدمات بھی درج کیے جائیں گے۔ انھوں نے بتایا کہ ایکٹ 2011 اور رولز 2011 کو نافذ کرتے ہوئے اب تک مختلف اشخاص/ ناشران اور جماعتوں کے خلاف بہت سے فوجداری مقدمات درج کیے جا چکے ہیں جو قرآن پاک کے تحریف شدہ متن یا مسخ شدہ ترجمے کی اشاعت میں ملوث تھے اور کئی ملزمان کو ان مقدمات میں سزائیں بھی ہو چکی ہیں۔ جب کہ کچھ کے خلاف کارروائی مختلف سطح پر زیر سماعت ہے۔ اپنی گزارشات کو سمیٹتے ہوئے انھوں نے عدالت کو یقین دلایا کہ وہ قرآن مجید کے تقدس کی حفاظت کے لیے کوئی کسر نہ چھوڑیں گے۔

-9 چیئرمین پنجاب قرآن بورڈ مولانا ابوالظفر غلام محمد سیالوی نے عدالت کو آگاہ کیا کہ ممنوعہ مواد کی اشاعت کے حوالہ سے سائل نے موجودہ پٹیشن میں جس جگہ کی نشاندہی کی ہے، اُس جگہ کا انھوں نے دورہ کیا مگر موقع سے کوئی ایسا مواد برآمد نہیں ہوا۔ انھوں نے مزید بیان کیا کہ پنجاب قرآن بورڈ کا سربراہ ہونے کی حیثیت میں وہ ایکٹ 2011 اور رولز 2011 کے نفاذ کے لیے صوبے کے ہر کونے کا دورہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

-10 اسسٹنٹ اٹارنی جنرل زاہد سکندر نے ڈپٹی سیکرٹری وزارت مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی اسلام آباد کی ہدایات کے مطابق بیان کیا کہ مسئلہ زیر بحث کے اُجاگر ہونے پر وفاقی حکومت نے صوبائی حکام کے ساتھ یہ مسئلہ اٹھایا لیکن ابھی تک انھیں کوئی بھی جواب خصوصاً محکمہ اوقاف کی طرف سے نہ دیا گیا ہے۔ انھوں نے مزید بتایا کہ قرآن مجید اور اس کے صحیح ترجمہ کی غلطیوں سے پاک طباعت کو یقینی بنانے کے لیے وفاقی سطح پر قانون سازی کا عمل جاری ہے جو کہ ایک یا دو ماہ میں مکمل ہو جائے گا۔

-11 شیخ عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان (قادیانیوں) کی نمائندگی کرتے ہوئے بیان کیا کہ اگرچہ عمومی نوعیت کے الزامات ملک کی ایک خاص جماعت (قادیانیوں) کے خلاف لگائے گئے ہیں لیکن اسے فریق مقدمہ نہ بنایا گیا ہے۔ انھوں نے مؤقف لیا کہ صوابدیدی دادرسی ایسے شخص کو مہیا نہ کی جاسکتی ہے جو خود صاف کردار کا مالک نہ ہو کیونکہ سائل کے خلاف نا صرف متعدد فوجداری مقدمات درج ہیں بلکہ وہ مذکورہ جماعت کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے پولیس حکام کے جعلی خطوط کی تیاری میں بھی ملوث پایا گیا ہے۔ انھوں نے مزید بیان کیا کہ اگر کوئی فرد یا جماعت ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہے تو اس کو نامزد کیا جانا چاہیے تاہم کسی شخص کو بھی یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ کسی خاص جماعت کے تشخص کو نقصان پہنچائے، جس کے اراکین اس ملک کے شہری ہونے کے ناتے سے مساوی بنیادی حقوق رکھتے ہیں۔

-12 تردیدی دلائل پیش کرتے ہوئے پٹیشنر کے فاضل وکیل نے بیان کیا کہ صوبائی پولیس آفیسر کے اس بیان کہ نہ تو ایسا کوئی مواد شائع ہو رہا ہے اور نہ مارکیٹ میں

موجود ہے، کی نفی ان تصویروں سے ہوتی ہے جو کہ سائل نے ملک کے مختلف حصوں سے حاصل کی ہیں جن کے مطابق غیر مسلموں کی تصنیف شدہ کتب جن میں مسلمانوں کی کتابوں اور ان کے مصنفین کا نام استعمال کیا گیا ہے، ملک کے ہر کونے میں برائے فروخت دستیاب ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ چیئرمین پنجاب قرآن بورڈ کا یہ مؤقف کہ انھوں نے کوئی ممنوع مواد موقع پر نہ پایا، بے وقعت ہے کیونکہ انھوں نے موقع کا دورہ ممنوع مواد کی تیاری میں ملوث لوگوں کو اطلاع دینے کے بعد کیا۔ انھوں نے بتایا کہ ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' میں چھپنے والی خبر کے مطابق ایک مخصوص جماعت ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہے اور ان سرگرمیوں کو فخریہ طور پر اجاگر کر رہی ہے۔ مزید بتایا کہ غیر مسلموں کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ مسلمان مصنفین اور ان کی مذہبی کتابوں کے نام کو استعمال کرتے ہوئے کوئی مواد شائع کریں۔ پیٹشنر کے فاضل وکیل نے مقدمہ ''مولانا اللہ وسایا وغیرہ بنام وفاقِ پاکستان وغیرہ'' (PLD 2019 Islamabad 62) کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کیا کہ غیر مسلم خاص طور پر قادیانیوں، لاہوریوں اور احمدیوں کو مسلمانوں کے نام تک استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا ان کو مسلمان علما اور ان کی کتابوں کے ناموں کو استعمال کرتے ہوئے مواد شائع کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ اس دلیل کی تائید میں فاضل کونسل نے مقدمات ''ظہیر الدین وغیرہ بنام سرکار وغیرہ'' (1993 SCMR 1718) اور ''مجیب الرحمٰن وغیرہ بنام وفاقی حکومت پاکستان وغیرہ'' (PLD 1985 Federal Shariat Court 8) پر انحصار کیا ہے۔

-13 اپنے کونسل کی مذکورہ گزارشات کے تسلسل میں سائل (پٹشنر) نے بیان کیا کہ غیر مسلموں کے ان ممنوعہ سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی حقیقت اس امر سے ثابت شدہ ہے کہ ایسی کتب اصل متن کے خلاف اور مسخ شدہ ترجمے کے ساتھ مسلمان مصنفین اور ان کی کتابوں کے نام استعمال کر کے نا صرف چھاپی اور شائع کی جا رہی ہیں بلکہ یہ دوسرے ملکوں سے بلا رکاوٹ درآمد بھی کی جا رہی ہیں۔ سائل نے مزید بیان کیا کہ سرکاری حکام بالخصوص پولیس کی غفلت اس امر سے صاف واضح ہے کہ ایسی کتب/ مواد

بذریعہ پاکستان پوسٹ ملک کے مختلف حصوں میں بھجوائی جا رہی ہیں۔ سائل نے اپنے مؤقف کی تائید میں قرآن اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کا نام استعمال کرتے ہوئے غیر مسلموں کی شائع کردہ درج ذیل کتب پیش کی ہیں:

KORANEN

med dansk oversættelse og noter
af A.S. Madsen

The Glorious Qur'an, Arabic Text
Translation into Danish and notes by A.S. Madsen

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS Ltd.

KORANEN

med dansk oversættelse og noter
af A.S. Madsen
(The Qur'an, with Danish translation
and notes by A.S. Madsen
First published in Denmark 1967)
©ISLAM INTERNATIONAL
PUBLICATIONS LTD.
'Islamabad', Sheephatch Lane
Tilford, Surrey, UK GU10 2AQ

Udgivet af Nusrat Djahan Moskeen
Eriksminde Allé 2
DK-2650 Hvidovre, Denmark

I kommission hos
BORGENS FORLAG, København
ISBN(DK) 978-87-21-02843-5
ISBN(UK) 1 85372 034 8
5. udgave, 2. oplag 2009

تصاویر قرآن

THE QURAN
قرآن مجید
CURZON PRESS

تجلیاتِ الٰہیہ کا مظہر
محمد
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
مصنفہ
امۃ الرفیق ظفر
ٹورانٹو کینیڈا
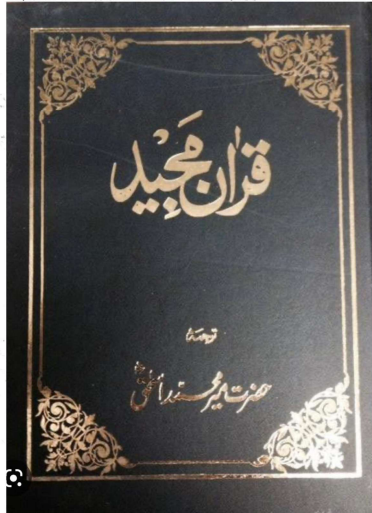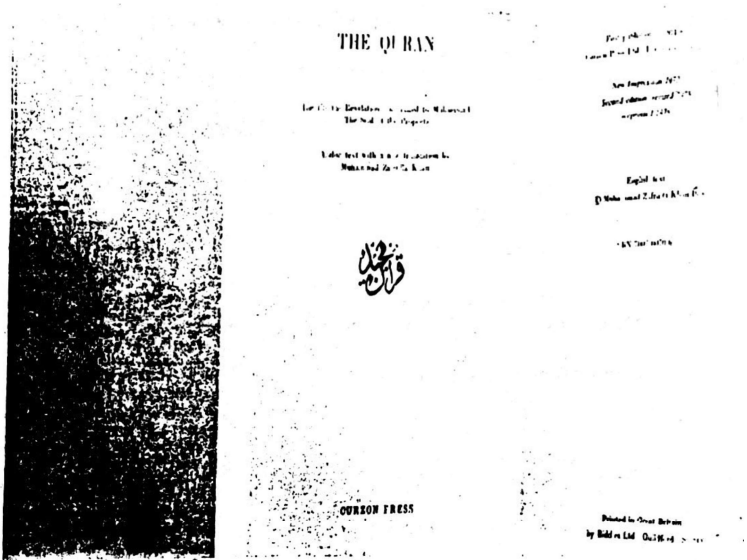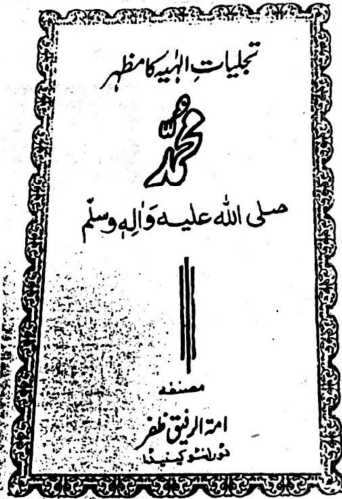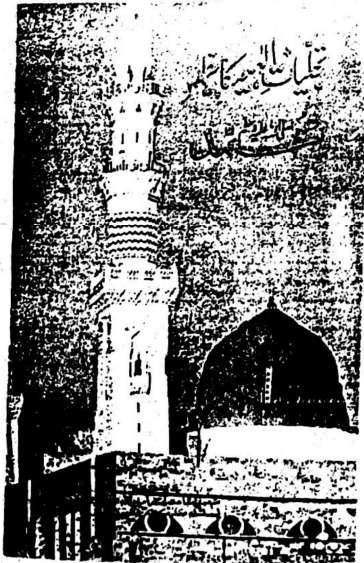
مزید براں سائل نے اپنی پٹیشن کے ساتھ قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کا نام استعمال کرتے ہوئے غیر مسلموں کی تصنیف کردہ درج ذیل کتب کی نقولات لف کی ہیں۔
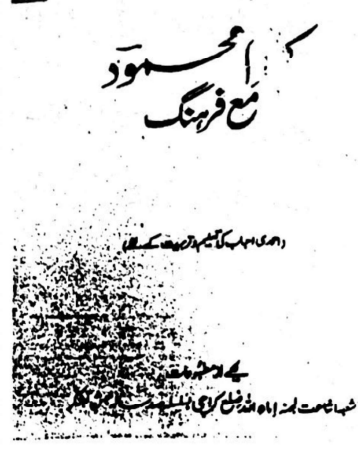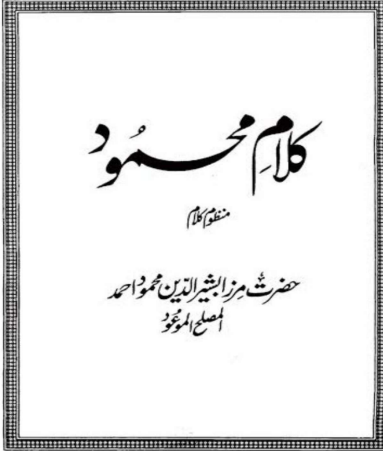
تصاویر قرآن

حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول

کے

درس ہائے قرآن کریم، تصانیف اور خطبات سے مرتبہ

تفسیری نکات

جلد اول

Published by
NAZARAT ISHA'AT RABWAH PAKISTAN

Printed by
ZIA-UL-ISLAM PRESS RABWAH

حقائق الفرقان

حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول

کے

درس ہائے قرآن کریم، تصانیف اور خطبات سے مرتبہ

تفسیری نکات

جلد دوم

Published by
NAZARAT ISHA'AT RABWAH PAKISTAN

Printed by
ZIA-UL-ISLAM PRESS RABWAH

سائل نے بیان کیا کہ اس کی کسی کے خلاف کوئی ذاتی رنجش نہ ہے حالانکہ فوجداری متفرق درخواست نمبر 2/2018 کے درخواست گزار کے وکیل کی جانب سے اس کی کردار کشی صرف اس وجہ سے کی گئی ہے کہ اس نے عدالت کے سامنے ان غیر مسلموں کے خلاف جو مسلمانوں کے عقائد کو نقصان پہنچانے کے لیے قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتب کے تحریف شدہ عربی متن اور مسخ شدہ ترجمہ کی اشاعت کو روکنے کے سلسلہ میں سرکاری حکام کی عدم کارروائی کو اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ جماعت جس کی نمائندگی شیخ عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ کر رہے ہیں ایسی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہے تو اس کے افراد کو اس پٹیشن کی مخالفت کرنے کے بجائے ایسی سرگرمیوں میں ملوث لوگوں/ جماعتوں کو بے نقاب کرنے کے لیے آگے بڑھ کر مسلمانوں کی کوششوں کا ساتھ دینا چاہیے۔

14- معاملہ کی حساسیت کے پیش نظر میں نے فریقین کے دلائل کو بھرپور توجہ دی ہے اور اس پٹیشن کے ساتھ منسلکہ اور دوران بحث پیش کردہ دستاویزات نیز مسئول علیہم کی طرف سے رپورٹ/ پیرا وائز کمنٹس کے ساتھ داخل شدہ مواد اور عدالتی نظائر کا بغور جائزہ لیا ہے۔

15- اللہ تعالیٰ نے مقدس مواد میں انسانوں کی طرف سے تحریفات کرنے کی حماقت کے پیش نظر، جیسا کہ پیشتر اقوام نے سابقہ مقدس کتب میں کیا، خود قرآن مجید کے تحفظ کو یقینی بنایا۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی درجہ ذیل آیات کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

سورۃ الاعلیٰ (87)، آیت نمبر 6، پارہ نمبر 30

- **سنقرئک فلا تنسی**

ترجمہ: ''ہم خود آپ کو پڑھائیں گے پس آپ (اُسے) نہ بھولیں گے''۔

سورۃ الحجر (15)، آیت نمبر 9، پارہ نمبر 13

- **انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون**

ترجمہ: ''بیشک ہم ہی نے اُتارا ہے اس ذکر (قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔

سورۃ حم السجدہ (41)، آیت نمبر 42، پارہ نمبر 24

- **لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ط تنزیل من حکیم حمید**

ترجمہ: ''اس کے نزدیک نہیں آ سکتا باطل نہ اس کے سامنے سے اور نہ پیچھے سے یہ اُتری ہوئی ہے بڑے حکمت والے سب خوبیاں سراہے کی طرف سے''۔

ان قرآنی آیات کا مطالعہ پوری طرح واضح کرتا ہے کہ قرآن مجید کے قیامت تک کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو آخری دن تک اصل صورت میں محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اصل متن انسانی تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس کے تحفظ کی ذمہ داری خود لی ہے۔ اوپر دی گئی قرآنی آیات میں صیغہ (ہم) کا استعمال اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ بھی قرآن مجید کی اصل صورت میں حفاظت کی ذمہ داری میں شامل ہوئے۔

16- رسول اکرم حضرت محمد ﷺ نے اپنی (ظاہری) زندگی میں قرآن مجید کی حفاظت کے لیے بشمول دیگران درج ذیل اقدامات کیے:

- نازل ہونے والی قرآنی آیات کو پارچہ جات پر تحریر کروانا اور محفوظ جگہ پر ان کو رکھوانا۔
- قرآن مجید کی تحریر کی خود نگرانی کرنا۔
- قرآن مجید کی ابواب میں تقسیم اور ان ابواب کو علیحدہ نام دینا۔
- کاتب (وحی) کو تحریر پڑھنے کے لیے کہنا تا کہ غلطی کا احتمال نہ رہے۔
- حفظ قرآن کے ذریعہ قرآن مجید کی حفاظت کروانا۔ آپ ﷺ کی ہدایت پر لوگوں کی ایک بڑی تعداد قرآن مجید کو حفظ کرنے پر راغب ہوئی اور ان میں سے بعض نے مکمل قرآن مجید حفظ کر لیا، اور ''حفاظ'' کے نام سے پکارے جانے لگے۔

رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے اس فانی دنیا سے جانے (ظاہری پردہ فرمانے) کے بعد قرآن مجید کی حفاظت کا کام خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے مکمل کیا۔ خلفائے

راشدینؓ کی وفات کے بعد یہ ذمہ داری مسلمان حکمرانوں اور دیگر نیک مسلمانوں نے تمام دنیا میں پوری کی۔ چونکہ ہمارے پیارے وطن (پاکستان) کی تخلیق کی بنیاد دوقومی نظریہ تھا، لہٰذا قانون سازوں نے قرارداد مقاصد کو بذریعہ آرٹیکل 2-A اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کا حصہ بنایا جس کے مطابق اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور تخلیق پاکستان کا مقصد ایک ایسا ماحول فراہم کرنا تھا جہاں مسلمان اپنی زندگیاں اسلامی احکامات کے مطابق گزار سکیں۔ مزید برآں قانون سازوں نے آئین کے آرٹیکل 31 کے ذریعے اس ملک کے مسلمان شہریوں کے لیے اسلامی طرزِ زندگی کی حوصلہ افزائی کو ضروری قرار دیا۔ مذکورہ آرٹیکل حوالہ کی آسانی کے لیے نیچے تحریر کیا جاتا ہے:

31۔ اسلامی طرزِ زندگی:

(1) پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق ڈھالنے کے قابل بنانے کے لیے اور انھیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔

(2) پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں مملکت مندرجہ ذیل امور کے لیے کوشش کرے گی۔

(ا) قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینا، عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس کے لیے سہولت بہم پہنچانا اور قرآن مجید کی صحیح اور من وعن طباعت اور اشاعت کا اہتمام کرنا۔

(ب) اتحاد اور اسلامی اخلاقی معیاروں کی پابندی کو فروغ دینا۔ اور

(ج) زکوٰۃ، عشر، اوقاف اور مساجد کی باقاعدہ تنظیم کا اہتمام کرنا۔

آئین کے مذکورہ بالا آرٹیکل کے مطابق مملکت کا یہ فرض منصبی ہے کہ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کے مطابق اسلامی طرز زندگی کی حوصلہ افزائی کرے۔ مزید یہ کہ اسلامی طرز زندگی کی حوصلہ افزائی کے لیے، مملکت نے قرآن مجید کی غلطیوں سے

پاک اشاعت کو یقینی بنانا ہے جو کہ احکامات الٰہی کا مستند سرچشمہ ہے۔ اپنے اس فرض کی ادائیگی کے لیے حکومت پنجاب نے ایکٹ 2011 اور رولز 2011 کو نافذ کیا ہے۔ ایکٹ 2011 کی دفعہ 4 کے مطابق مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علماء، حفاظ اور قاری حضرات پر مشتمل پنجاب قرآن بورڈ تشکیل دیا گیا ہے۔ مذکورہ بورڈ قرآن مجید کی غلطیوں سے پاک طباعت اور اشاعت یقینی بنانے کے لیے سفارشات مرتب کرنے کا ذمہ دار ہے۔ قرآن مجید کی غلطیوں سے پاک اشاعت کو یقینی بنانے کے لیے قرآن بورڈ پر طباعت کاران/ ناشران کے استعمال کے لیے قرآن مجید کا ایک مستند نسخہ مرتب کرنے کی ذمہ داری ہے۔ اس تناظر میں قرآن مجید کی غلطیوں سے پاک طباعت اور اشاعت کے لیے قرآن بورڈ کا کردار انتہائی اہم ہے۔

17- ایکٹ 2011 کی دفعہ 6 کے مطابق قرآن مجید کی کسی ایک آیت کے متن میں دانستاً تحریف کرنے والا فرد، ناشر یا جماعت دفعہ 9 میں بیان کردہ سزا کی مستوجب ہوتی ہے۔ اسی طرح ایکٹ 2011 کی دفعہ 7 کے تحت غیر مسلموں پر مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف قرآن مجید کا ترجمہ یا تشریح کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور اس شق کی خلاف ورزی کرنے والا بھی ایکٹ 2011 کی دفعہ 9 میں بیان کردہ سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ ایکٹ 2011 کی دفعہ 10 کے مطابق اگر کوئی کمپنی/ باڈی کارپوریٹ دفعہ 6 اور 7 کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کے پروپرائیٹر، ڈائریکٹر، منیجر اور دیگر عہدیدار دفعہ 9 کے تحت سزا کے مستوجب ہوں گے۔ ایکٹ 2011 کی دفعہ 6، 7، 9 اور 10 کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ نہ تو کسی مسلمان کو قرآنی آیت کے لفظی متن میں تحریف کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف قرآن مجید کا ترجمہ یا تشریح کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی کسی کمپنی/ پبلشر/ باڈی کارپوریٹ/ کمیونٹی کو ایسی (مذموم) سرگرمی کرنے کی اجازت ہے۔

18- جبکہ غیر مسلموں کی طرف سے قرآن مجید کے اصل متن اور اس کے لفظی مفہوم کے تحفظ کے خلاف کسی بھی غلط مہم جوئی کی پیش بندی کے طور پر، قانون سازوں

نے رولز 2011 کے قاعدہ (14)8 کے تحت یہ واضح کیا ہے کہ کوئی بھی غیر مسلم قرآن مجید کی طباعت/ اشاعت میں شریک ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی ناشر کو اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ ایک غیر مسلم کو قرآن مجید کی طباعت یا اشاعت کے عمل میں شریک کرے۔ چونکہ مذکورہ قانون/ قواعد آج بھی نافذ العمل ہیں، لہٰذا وفاقی اور صوبائی سطح پر تمام سرکاری حکام ان قوانین پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے پابند ہیں اور اگر کوئی بھی فرد یا جماعت ان شقوں کی خلاف ورزی کی مرتکب پائی جائے تو اربابِ اختیار سے روابط کے قطع نظر اُس کو دفعہ 9 کے تحت سزا دی جانی چاہیے۔

19- اگلا سوال جو عدالتی تعین کے لیے سامنے آتا ہے وہ ''مسلمان'' اور ''غیر مسلمان'' کی تعریف ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں آئین کے آرٹیکل (3)-260 سے رجوع کرنا ہوگا جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

(3)-260: دستور اور تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق سباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو۔

(ا) مسلم سے مراد ایسا شخص ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو، جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے۔ اور

(ب) غیر مسلم سے مراد ایسا شخص ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ، یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہوں) کا کوئی شخص یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا شخص شامل ہے۔

مذکورہ آرٹیکل کے سرسری مطالعہ سے اس امر میں کوئی ابہام نہیں رہتا کہ احمدی / لاہوری/ قادیانی غیر مسلموں کی تعریف میں آتے ہیں۔ لہٰذا انھیں مسلمانوں کی کتابوں

اور مسلمان مصنفین کے نام استعمال کر کے مذہبی مواد کی اشاعت / طباعت منع ہے۔ معزز عدالت عظمیٰ پاکستان نے ظہیر الدین وغیرہ کے مقدمہ (مندرجہ بالا) میں ایک غیر مسلم کے مسلم القابات کے استعمال کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے منجملہ مندرجہ ذیل رقم کیا:

- ''ان نکات پر بحث کرنے سے پہلے یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر عام قانون' جس کا اب تک اطلاق کیا گیا ہے، ہر ایک کو کسی لفظ' نام یا خطاب کے استعمال کا حق دیتا ہے یا پہلے سے لگائی گئی مسلّمہ پابندیاں موجود ہیں؟ یہ بات قابل قدر ہے کہ بعض القابات' خطابات اور عنوانات' جیسا کہ وہ دفعہ 298۔بی میں مذکور ہیں' قرآن حکیم میں مخصوص شخصیات کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ احزاب کی آیت نمبر 32 اور 54 (اہل بیت) اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر 100 (رضی اللہ عنہ) جبکہ دوسرے القابات گزشتہ 1400 برسوں سے' مسلمان ان شخصیات کے لیے استعمال کرتے آ رہے ہیں' جن کے لیے وہ مخصوص ہیں۔ یہ القابات مخصوص معانی رکھتے ہیں' اسلامی عقیدہ کا جز ہیں اور اظہارِ عقیدت و احترام کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ کسی شخص کی طرف سے دوسروں کے لیے ایسے القابات کا اسی طریقہ سے استعمال' لوگوں کو یہ تاثر دینے کا موجب بن سکتا ہے کہ وہ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔

یہ بات قابل غور ہے کہ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں قوانین' ایسے الفاظ اور جملوں کے استعمال کا تحفظ کرتے ہیں' جن کا مخصوص مفہوم و معانی ہو اور اگر وہ دوسروں کے لیے استعمال کیے جائیں تو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے کا سبب بن سکتے ہیں''۔ (1993 SCMR 1718)

20- بحث کے دوران سائل نے یہ نکتہ اٹھایا کہ قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کی مسلم مصنفین کے نام کے ساتھ اشاعت کے علاوہ، کچھ افراد اور جماعتیں ایسا مواد بیرون ملک سے بلا رکاوٹ درآمد کر رہے ہیں۔ مقنّنہ نے ایسے عمل کی آگہی رکھتے ہوئے رولز 2011 کے قاعدہ 8(11) کے تحت پابند کیا ہے کہ کوئی شخص، پبلشر، سٹاکسٹ، ریکارڈنگ کمپنی کا مالک ایسا مواد حکومتی اجازت کے بغیر درآمد نہیں کر سکتا اور

اگر ایسا مواد حکومتی اجازت کے بغیر درآمد کیا جا رہا ہے تو ریاستی حکام اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اس بارے میں سخت نگرانی رکھیں اور ایسی سرگرمیوں میں ملوث / اشخاص / تنظیموں کے خلاف سخت کارروائی کریں۔ سماعت کے دوران سائل نے وہ کتب جن کی نقولات رٹ پٹیشن کے ساتھ لف کی گئی ہیں، یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کیں کہ یہ کتب نا صرف ملک میں شائع ہو رہی ہیں بلکہ بیرون ملک سے درآمد بھی ہو رہی ہیں اور پورے ملک میں ریاستی اداروں کے ذریعہ بلا رکاوٹ تقسیم ہو رہی ہیں۔ یہ سرکاری حکام کی عدم کارروائی کی انتہا ہے کہ وہ ایکٹ **2011** اور رولز **2011** کے تحت اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام رہے ہیں۔ اگرچہ صوبائی پولیس آفیسر نے عدالت سے مخاطب ہوتے ہوئے واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ نہ تو ایسا مواد ملک میں شائع ہو رہا ہے اور نہ ہی بیرون ملک سے درآمد ہو رہا ہے لیکن پاکستان پوسٹ (ایک ریاستی ادارے) کے ذریعہ ان کتب کی ترسیل ان کے مؤقف کی نفی کے لیے کافی ہے۔ یہ امر سائل کے اس مؤقف کی بھی حمایت کرتا ہے کہ سرکاری حکام جن پر ایکٹ **2011** اور رولز **2011** کے نفاذ کی ذمہ داری ہے، مجرموں کے حکومتی ایوانوں میں تعلقات کی وجہ سے ان کے خلاف کارروائی کرنے سے گریزاں ہیں۔ اگر ہم اجتماعی طور پر ایسی سرگرمیوں کو روکنے میں ناکام رہے تو شاید اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگیاں گزارنے کے لیے علیحدہ وطن حاصل کرنے کی بنیادی وجہ ہی غارت ہو جائے گی۔ **(1993 SCMR 1718)**

21- یہ عدالت شیخ کریم الدین ایڈووکیٹ کی اس بات سے مکمل اتفاق کرتی ہے کہ تمام جماعتیں بلالحاظ عقائد، مذہب یا نسل آئین آرٹیکل **20** اور **36** میں دیئے گئے بنیادی حقوق کی حقدار ہیں۔ تاہم یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ ملک کے شہریوں کے بنیادی حقوق آئین اور دیگر قوانین کی لگائی گئی پابندیوں کے تابع ہے۔ مزید یہ کہ اپنے مذہب اور عقیدے کی پیروی و اشاعت کی آزادی کی آڑ میں غیر مسلموں کو اپنی پہچان چھپانے کے لیے مسلمانوں کے خصوصی امتیازات (شعائر اسلامی) کو استعمال کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس سلسلہ میں قانون سازوں نے تعزیرات پاکستان کے باب

10 میں بعض شقیں تدوین کی ہیں۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298-B غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے مسلمانوں کے خصوصی امتیازات (شعائرِ اسلامی) کو استعمال کے عمل کو قابل دست اندازی جرم قرار دیتی ہے۔ تعزیرات پاکستان کی مذکورہ دفعہ حوالہ کی آسانی کے لیے درج ذیل کی جاتی ہے۔

298۔ب: بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب' اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

1۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے' خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف۔ حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین' خلیفہ المومنین' خلیفہ المسلمین' صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجۂ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے' تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔

2۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہو گا۔

مزید یہ کہ غیر مسلموں کا بالخصوص قادیانیوں، لاہوریوں اور احمدیوں کا خود کو

مسلمان ظاہر کرنے یا خود کو مسلمان ظاہر کر کے اپنے عقیدہ کی تبلیغ یا تشہیر کرنے کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298۔سی کے تحت قابل دست اندازی جرم قرار دیا گیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

298۔ج: قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے، اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے مسلمانوں کے القابات/ خصوصی امتیازات (شعائر اسلامی) کو استعمال کرنے کی ایک وجہ انہیں خود کو مسلمان ظاہر کرنے سے باز رکھنا ہے۔ مثال کے طور پر القابات ام المومنین (مومنوں کی ماں)، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، خلیفہ المومنین (جو مسلم امہ کے سربراہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں) جن میں مومنین اور مسلمین کے الفاظ شامل ہیں، کا استعمال لوگوں کو غلط تاثر دے سکتے ہیں کہ ایسے نام والے مسلمان ہیں۔ اسی طرح ''رضی اللہ عنہ'' کے الفاظ قرآن مجید میں رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں یا زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے لیے ایک نعمت کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح ''صحابی'' اور ''اہل بیت'' کے الفاظ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں اور خاندان کے افراد کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ غیر مسلموں خاص طور پر احمدیوں/ قادیانیوں/ لاہوریوں کی طرف سے غیر مسلموں کے ساتھیوں یا خاندان کے افراد کے لیے ان الفاظ کا استعمال ان کا خود

کو مسلمان ظاہر کرنا ہے۔

ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ ''احادیث''، ''روایات''، ''سنت'' وغیرہ کے الفاظ مسلمان امتیازی طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اگر غیر مسلم کتب تالیف کرتے ہوئے مسلمان مصنفین/ علما کے نام کے ساتھ ان الفاظ کو بھی استعمال کریں تو یہ بات لوگوں کو مسلمانوں کے سچے عقیدے کے بارے میں گمراہ کرے گی۔ سائل کی طرف سے دوران بحث پیش کردہ اور رِٹ پٹیشن کے ساتھ منسلکہ کتب اس امر کا ثبوت ہیں کہ غیر مسلم، مسلمانوں کی کتابوں اور ان کے مصنفین کے نام استعمال کرتے ہوئے برخلاف اصل متن/ سیاق وسباق کے ساتھ کتب کی طباعت/ اشاعت کر رہے ہیں۔ غیر مسلموں کی ایسی سرگرمیوں کا نوٹس لیتے ہوئے اس ملک کی عدالت عظمیٰ نے ظہیر الدین وغیرہ کے مقدمہ (مندرجہ بالا) میں درج ذیل فیصلہ کیا:

❑ ''جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے' عدالت نے قرار دیا کہ اسلامی شعائر کسی غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کیے بغیر' ان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے' تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے' غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکے باز غیر مسلموں کو اسلام کی مخصوص ونمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب نہ کر سکیں بلکہ اپنے مذہب کی آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ مزید قرار دیا گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اگر سائل کی طرف سے اُٹھائے گئے مسئلے کو معزز عدالت عظمیٰ پاکستان کے مذکورہ فیصلے کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس امر میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا کہ غیر مسلم نہ تو مسلمانوں کی کتابوں اور ان کے مصنفین کا نام استعمال کرتے ہوئے کوئی مواد چھاپ/ شائع کر سکتے ہیں اور نہ ہی

مسلمانوں کے خصوصی امتیازات (شعائر اسلامی) کو استعمال کر سکتے ہیں''۔

(1993 SCMR 1718)

اگر سائل کی طرف سے اُٹھائے گئے مسئلے کو معزز عدالت عظمیٰ پاکستان کے مذکورہ فیصلے کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس امر میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا کہ غیر مسلم نہ تو مسلمانوں کی کتابوں اور ان کے مصنفین کا نام استعمال کرتے ہوئے کوئی مواد چھاپ/ شائع کر سکتے ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے خصوصی امتیازات (شعائر اسلامی) کو استعمال کر سکتے ہیں۔

نہایت قابل افسوس بات ہے کہ غیر مسلموں پر مسلمانوں کی مذہبی کتابوں بالخصوص قرآن پاک اور مسلم مصنفین کا نام استعمال کر کے کتابیں چھاپنے/ شائع کرنے پر مختلف قوانین کی دفعات کی عائد شدہ پابندی کے باوجود، سرکاری حکام کی عدم کارروائی اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہے ہیں۔ یہ بات اب طے شدہ ہے کہ ایک پولیس آفیسر جس کو بابت ارتکاب قابل دست اندازی جرم کا کسی بھی ذریعہ سے پتہ چلتا ہے تو وہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ **154** کے تحت فوری کارروائی کرنے کا پابند ہے اور ایسا پولیس آفیسر اگر مذکورہ دفعہ کے مطابق عمل نہیں کرتا تو محکمانہ کارروائی کا مستوجب ہے۔

-22 جہاں تک شیخ عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ کے ایک خاص جماعت (قادیانی) کی شہرت کو نقصان پہنچنے کے مؤقف کا تعلق ہے، اس بارے میں یہ کہنا کافی ہے کہ اسلام، مذہب کے معاملہ میں مطلق روا داری کا درس دیتا ہے اور مذہب اسلام کو قبول کرنے کو ہر آدمی کے ضمیر پر چھوڑتا ہے۔ اس بابت اسلام میں کوئی جبر نہیں۔ حتیٰ کہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کو بھی کسی کے عقیدہ کے بارے میں زبردستی کرنے کا اختیار نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو پہنچا دینا تھا۔ تاہم ایسے غیر مسلم جو امت مسلمہ کے اتحاد کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کے حقوق اور مراعات کو غصب کرنے کی سرگرمیوں میں ملوث ہیں، ان کو آئین میں دی گئی رعایت کی بنا پر بے لگام

نہیں چھوڑا جا سکتا۔

-23 شیخ عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ نے دوران بحث آئین کے آرٹیکل 20 کا حوالہ دیتے ہوئے دلیل دی کہ آئین تمام شہریوں کی اپنے مذہب کے اظہار اور اس پر عمل کی آزادی کو یقینی بناتا ہے۔ اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ آئین غیر مسلموں کو ان کے مذہب اور عقیدہ کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے لیکن یہ آزادی قانون، امن عامہ اور ضابطہ اخلاق کے تابع ہے۔ یہ بات نہایت واضح ہے کہ غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے اصل متن کے خلاف مسلمان مصنفین اور ان کی کتابوں کے نام کے استعمال کے ساتھ کتابوں کی طباعت اور اشاعت مسلمانوں کی مسلسل دل آزاری کا باعث ہے، لہٰذا اقلیتوں کو بنیادی حقوق کی ضمانت کچھ پابندیوں کے تابع ہے جیسا کہ غیر مسلم اپنے مذہب کی پیروی تو کر سکتے ہیں لیکن خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتے اور نہ ہی مسلمانوں کے خصوصی امتیازات (شعائر اسلامی) کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اس بابت مقدمہ ''مرزا خورشید احمد وغیرہ بنام پنجاب حکومت وغیرہ'' مطبوعہ (PLD 1992 Lahore 1) پر انحصار کیا جاتا ہے۔

-24 جہاں تک آئین کے آرٹیکل 36 کی رو سے اقلیتوں کے تحفظ کا تعلق ہے تو یہ کہنا کافی ہے کہ جب کوئی طبقہ یا اس طبقہ کا کوئی فرد کسی قانون (آئین) کے تحت ایک حق کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ اسی قانون کے تحت دوسرے شہریوں کے حوالے سے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا بھی پابند ہے۔ یہ بات واضح کرنے کے لیے دہرائی جاتی ہے کہ چونکہ قادیانی/ احمدی/ لاہوری آئین کے آرٹیکل 260 کے تحت غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں، لہٰذا وہ کوئی بھی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے وہ خود کو مسلمان ظاہر کریں اور اگر وہ ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہوں گے تو پھر قانون حرکت میں آئے گا۔

-25 شیخ عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ نے سائل کے فوجداری مقدمات میں ملوث ہونے کی بنا پر اس کو ایک مشکوک کردار کے شخص کے طور پر ظاہر کرتے ہوئے مؤقف اختیار کیا کہ اس وجہ سے سائل آئین کے آرٹیکل 199 کے تحت صوابدیدی دادرسی کا

حقدار نہ ہے۔اپنے مؤقف کوتقویت دینے کے لیے فاضل کونسل نے مبینہ طور پر سائل کا پولیس حکام کی طرف سے ایکٹ 2011 اور رولز 2011 کی خلاف ورزی کے مرتکب پائے جانے والے افراد کے خلاف کارروائی کے لیے تیار کیے گئے خط کے علاوہ سائل کے خلاف درج شدہ فوجداری مقدمات کا حوالہ دیا ہے۔ یہ عدالت اس بات سے آگاہ ہے کہ انصاف طلب کرنے والے کوخود بھی انصاف کرنا چاہیے۔لیکن یہ اصول مقدمہ ہذا پر قابل اطلاق نہیں کیونکہ اِس کی وجہ یہ ہے کہ سائل اپنے ذاتی فائدے کے لیے کسی چیز کا دعویٰ نہیں کررہا بلکہ وہ عدالت کے سامنے اس لیے حاضر ہوا ہے کہ عدالت ہذا ایکٹ 2011 اور رولز 2011 کے نفاذ کے لیے سرکاری حکام کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے حکم نامہ جاری کرے۔

جہاں تک سائل کے خلاف درج شدہ فوجداری مقدمات اور پولیس کے مبینہ جعلی خطوط کی تیاری میں ملوث ہونے کا تعلق ہے تو اس بابت یہ کہنا کافی ہے کہ متعلقہ محکمہ جات/ ادارے سائل کے خلاف کارروائی (اگر کوئی ہو) کومنطقی انجام تک پہنچانے کے لیے آزاد ہیں لیکن سائل کے خلاف محض اس پٹیشن جس میں ایک حساس مسئلے کو اجاگر کیا گیا ہے، کو دائر کرنے کی وجہ سے مخالفانہ استنباط نہیں کیا جا سکتا۔

26- عدالت کے اس سوال کہ سیکرٹری حکومت پنجاب محکمہ داخلہ کے جاری کردہ نوٹیفکیشن مورخہ 20.01.2016 میں درج کی گئی کتابوں کو ضبط کرنے اور ان کی اشاعت کو روکنے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں، کے جواب میں طارق محمود جاوید سپیشل سیکرٹری حکومت پنجاب محکمہ داخلہ نے بیان کیا کہ صوبہ میں تمام متعلقہ ذمہ داران کو یہ ہدایات دی گئی تھی کہ ایسی کتب جب اور جہاں ملیں ضبط کر لی جائیں مگر وہ سرکاری حکام کی جانب سے نوٹیفکیشن کی تعمیل میں ضبط شدہ کتب کی تعداد اور مجرموں کے خلاف کی گئی کارروائی کی تفصیل نہ بتا سکے۔ یہ امر سائل کے اس مؤقف کو تقویت دیتا ہے کہ سرکاری حکام اپنے فرائض کی ادائیگی سے گریزاں ہیں اور مجرموں کے خلاف کارروائی کرنے کے بجائے ایک محکمہ سے دوسرے محکمہ پر ذمہ

داری ڈال رہے ہیں۔ یہ قابل افسوس صورتحال ہے کہ محکمہ داخلہ جو کہ مختلف قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ذریعہ صوبہ بھر میں امن وامان برقرار رکھنے کا ذمہ دار ہے، پٹیشن میں اٹھائے گئے مسئلہ کی شدت سے واقف نہ ہے۔ اس بارے میں مقامی سطح کے حکام کے لیے محض ایک نوٹیفکیشن جاری کر دینا ہی کافی نہ ہے بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی اور مذہبی استحکام کو بچانے کے لیے اس وقت انتہائی سنجیدہ کوششوں کی ضرورت ہے۔

27- چیئرمین قرآن بورڈ نے عدالت کو بتایا کہ سائل اور دیگر شہریوں کی طرف سے دی گئی درخواستوں پر انھوں نے ضلعی انتظامیہ اور متعلقہ مالکان کو پیشگی اطلاع کے بعد متنازعہ جگہوں کا دورہ کیا تھا۔ یہ بات ہر سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ اگر سرکاری عہدیدار متعلقہ مالکان کو پیشگی اطلاع دے کر کسی جگہ کا دورہ کرے گا تو ملزم اپنے کسی غیر قانونی فعل کا نشان وہاں نہ چھوڑے گا اور مذکورہ عہدیدار وہاں سے کوئی غیر قانونی مواد برآمد نہ کر سکے گا۔ یہ عدالت اس امر سے آگاہ ہے کہ سرکاری حکام اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران رہائشی جگہوں کے تقدس/ تحفظ کو یقینی بنانے کے پابند ہیں لیکن یہ پابندی کسی ملزم کو اس کی غیر قانونی سرگرمیوں کی شہادت کو ختم کرنے کا موقع دینے کے لیے استعمال نہیں کی جا سکتی۔ اس حوالے سے قرآن بورڈ کو مزید متحرک اور مؤثر بنانے کی ضرورت ہے۔

28- دوران بحث سائل کے فاضل وکیل نے ایسے مواد کو نشاندہی کی جو کہ ایکٹ 2011 اور رولز 2011 کی شقوں کے برخلاف شائع کیا گیا اور مزید بتایا کہ یہ مواد پاکستان میں انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے۔ چونکہ انٹرنیٹ سے متعلقہ جرائم (Cyber Crimes) سے نمٹنے کے لیے متعدد قوانین کا نفاذ ہو چکا ہے، لہٰذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے شہریوں/ جماعتوں جو ان سرگرمیوں میں ملوث ہیں، کے خلاف فوجداری کارروائی کرنے کے ساتھ ساتھ متعلقہ قانون کے تحت ملک میں ایسے مواد کو انٹرنیٹ سے ہٹانے اور اس پر پابندی لگانے کے لیے اقدامات کرے۔

29- سائل نے متعدد بار محکمہ انسدادِ دہشتگردی (CTD) کی اس رپورٹ کا حوالہ دیا جو کہ غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے ممنوعہ مواد کی طباعت، اشاعت اور ملک میں مختلف مقامات پر اس کی فروخت کے متعلق ہے۔ سائل نے مزید بتایا کہ CTD کے آفیسران غیر مسلموں کی جانب سے اس رپورٹ کو ان کے مفاد کے مطابق بنانے کے لیے اور ایکٹ 2011 اور رولز 2011 کی خلاف ورزی میں ملوث ملزمان کے خلاف کارروائی روکنے کے لیے دی گئی تحریص سے بھی مغلوب نہیں ہوئے۔ اپنے مؤقف کی تائید میں سائل نے CTD کی مذکورہ رپورٹ پڑھی۔ متعلقہ حکام کی طرف سے CTD کی اس رپورٹ کے مطابق تخریب کاروں کے خلاف کارروائی نہ کرنا قابل مذمت ہے۔

30- سائل نے بیان کیا کہ غیر مسلموں بالخصوص قادیانیوں، لاہوریوں اور احمدیوں کی طرف سے اس کو اس نیک کام سے روکنے کے لیے اس کے ایک ساتھی کو مذکورہ جماعت کے افراد نے قتل کروا دیا اور اس قتل کی بابت درج شدہ مقدمہ کو تفتیشی اداروں نے ملزمان پکڑنے کی کوئی ٹھوس کوشش کیے بغیر ہی داخل دفتر کر دیا۔ سائل نے مزید بیان کیا کہ اس پٹیشن کی سماعت کے دوران اس کو مختلف ذرائع کی طرف سے سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دی گئیں لیکن اس نے رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے تحفظ قرآن کے مشن کو جاری رکھنے کے لیے ان دھمکیوں کے سامنے ہار نہیں مانی اور اس کے لیے اتنا ہی تسلی بخش ہوگا اگر مسلمانوں کی مذہبی کتب بالخصوص قرآن مجید کی مسلمان علما کے نام کے ساتھ تحریف شدہ متن اور مسخ شدہ ترجمہ کے ساتھ اشاعت کو روکنے کے لیے سرکاری حکام کو ہدایت جاری کر دی جائے۔

چونکہ سائل کے اپنے بیان کے مطابق اس کے ساتھی کے قتل کا مقدمہ پہلے ہی درج کیا جا چکا ہے اور اگر اس بارے میں وہ سرکاری حکام کے کسی فعل کے خلاف شکایت رکھتا ہے تو وہ قانونی چارہ جوئی کر سکتا ہے۔ لیکن اس پٹیشن میں اس کے متعلق کوئی حکم نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ پٹیشن صرف غیر مسلموں کی طرف سے مسلمان مصنفوں اور ان کی

کتابوں کے نام کو استعمال کرتے ہوئے مواد کی اشاعت کے معاملہ سے متعلقہ ہے۔

31- فاضل اسسٹنٹ اٹارنی جنرل نے عدالت کو آگاہ کیا کہ مسئلہ کی حساسیت کے پیش نظر وفاقی حکومت کی ممنوعہ مواد کو ختم کرنے کے لیے قانون سازی کی کوششیں آخری مرحلے میں ہیں اور نئے قانون کا نفاذ دو یا تین ہفتوں میں متوقع ہے۔ یہ عدالت اس اہم نوعیت کے مسئلہ سے نمٹنے کے لیے وفاقی حکومت کی ان کوششوں کو سراہتی ہے۔

32- مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں مکمل غور وفکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نہ تو غیر مسلم بالخصوص احمدی/ قادیانی/ لاہوری خود کو مسلمان ظاہر کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ مسلمانوں کی کتب بالخصوص قرآن مجید اور مسلمان مصنفین کے ناموں کو استعمال کرتے ہوئے کوئی مواد شائع کر سکتے ہیں۔ مزید وہ دوسروں کو اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلانے کے لیے مسلمانوں کے القابات (شعائر اسلامی) کے استعمال کا حق نہیں رکھتے۔ لہٰذا یہ پٹیشن مندرجہ ذیل ہدایات کے ساتھ نمٹائی جاتی ہے کہ:

i) وفاقی اور صوبائی حکومت متعلقہ قرآن بورڈ سے منظور شدہ قرآن مجید کا اس کے لفظی ترجمہ کے ساتھ ایک مستند نسخہ کی دستیابی ملکی، صوبائی، ضلعی اور تحصیل سطح پر یقینی بنائے گی جس کو بعد ازاں شائع کیے گئے قرآن پاک کے متن اور ترجمہ کی درستگی کی تصدیق کے لیے بطور نمونہ استعمال کیا جائے گا۔

ii) وفاقی اور صوبائی حکومت صرف قرآن بورڈ سے مجاز طابعین/ ناشرین (Printers/Publisher) کو ہی قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کی طباعت کرنے کی اجازت ہونے کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرے گی۔ مزید مجاز طابعین/ ناشرین کو اس امر کا پابند کیا جائے گا کہ وہ دینی مذہبی کتب بالخصوص قرآن کی ہر جلد کو مخصوص BAR/QR کوڈ اور علیحدہ سیریل نمبر دیں جس سے کتاب کے مستند ہونے کے بارے میں علم ہو سکے اور کسی طابع/ ناشر کی جانب سے کیے گئے رد و بدل کی ذمہ داری کا تعین بھی ہو سکے۔ مزید یہ کہ بعد ازاں کسی صفحہ کی تبدیلی کے امکان کو ختم

کرنے کے لیے قرآن مجید کے ہر صفحہ پر ناشر/ کمپنی کا نام کندہ (Embossed) ہو۔

(iii) انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے پیش نظر، وفاقی حکومت ممنوعہ مذہبی مواد دکھانے والے انٹرنیٹ سرچ انجنز/ ویب سائٹس کو بند کرنے کے لیے متعلقہ اداروں بالخصوص پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA) اور پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) کے تعاون سے اقدامات کرے۔ مزید یہ کہ صرف ان ویب سائٹس جو PTA کے ساتھ رجسٹرڈ ہوں اور جن کے پاس قرآن بورڈ کی طرف سے مذہبی مواد خاص طور پر قرآن مجید کے مستند ہونے کا سرٹیفکیٹ ہو، کو قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب آن لائن دکھانے کی اجازت ہو اور دیگر تمام غیر رجسٹرڈ شدہ ویب سائٹس جو حقیقی متن اور مفہوم کے خلاف مذہبی مواد دکھا رہی ہوں، کو فوراً بند کر دیں۔ اس مقصد کے لیے وفاقی اور صوبائی حکومت اپنے ویب پورٹلز کے ذریعے مذہبی مواد کے لیے رجسٹرڈ/ منظور شدہ ویب سائٹس سے عوام کو مطلع کرے۔

(iv) وفاقی حکومت اس بات کو بھی یقینی بنائے کہ قرآن بورڈ سے باقاعدہ منظور شدہ قرآن مجید کا نسخہ انٹرنیٹ پر گوگل پلے سٹور، ایپ سٹور اور ونڈوز سٹور وغیرہ پر حوالہ کے لیے دستیاب ہو۔ مزید وزارت خارجہ قرآن مجید اور مسلمانوں کی دیگر مذہبی کتب کے غیر مستند متن والی ایپلی کیشنز کو انٹرنیٹ سے ہٹانے کے لیے ان ایپلی کیشنز سٹورز کے مینیجرز/ مالکان/ آپریٹرز کے ساتھ معاملہ کو اٹھائے۔

(v) تمام طابعین/ ناشران کو پابند کیا جائے کہ قرآن مجید کے ہر نسخہ کے آخر میں یہ سرٹیفکیٹ دیں کہ یہ نسخہ قرآن بورڈ سے منظور شدہ نسخہ کے سو فیصد عین مطابق ہے۔ مزید قرآن بورڈ کے رابطہ نمبرز (ٹیلیفون، ای میل ایڈریس، فیس بک آئی ڈی وغیرہ) قرآن مجید کے ہر نسخہ پر اس کی طباعت و اشاعت سے متعلقہ غلطی سے آگاہ کرنے کے لیے قارئین کے سہولت کے لیے دیئے جائیں۔

(vi) تحریف شدہ متن یا مسخ شدہ ترجمہ کے ساتھ شائع شدہ قرآن مجید کو فوری ضبط کیا جائے اور اس کی اشاعت میں ملوث افراد/ جماعتوں یا کارپوریٹ باڈیز/ کمپنیز کے خلاف

ایکٹ 2011 کی شقوں اوراس کے تحت بنے ہوئے قواعد کے مطابق کارروائی کی جائے۔

(vii اصل متن اور مستند مفہوم کے خلاف کوئی بھی مذہبی مواد بالخصوص قرآن مجید کی طباعت و اشاعت پر کڑی نظر رکھنے کے لیے صوبائی اور وفاقی سطح پر قرآن بورڈ کو مزید مؤثر بنایا جائے۔

(viii تمام جماعتوں، کمپنیوں، باڈی کارپوریٹ، ناشران اور افراد کو پابند کیا جائے کہ وہ چیئر مین قرآن بورڈ کو، قرآن پاک اور دیگر مذہبی کتب کی اشاعت والی جگہ پر کسی بھی وقت معائنہ کے لیے با آسانی رسائی دیں۔

(ix تمام سرکاری حکام بالخصوص قانون نافذ کرنے والے ادارے اس امر کو یقینی بنائیں کہ کوئی بھی مذہبی مواد بیرون ملک سے رولز 2011 کے قاعدہ (11)8 کے تحت دی جانے والی اجازت کے بغیر درآمد نہ ہو اور اگر کوئی درآمد کنندہ، سٹاکسٹ، کتب فروش یا ریکارڈنگ کمپنی ممنوع مواد کی فروخت/ ترسیل میں ملوث پائی جائے تو درآمد کنندگان کے ساتھ ایسے مواد کو وصول کرنے والوں کے خلاف بھی مذکورہ قاعدہ 9 کے تحت کارروائی کی جائے۔

(x تمام غیر مسلم جماعتوں کو ایسے مواد کی طباعت/ اشاعت جس میں مسلمانوں کی مذہبی کتب خاص طور پر قرآن مجید یا مسلم مصنفین کے نام استعمال ہوں گے، مضر اثرات سے آگاہ کیا جائے اور غیر مسلموں بالخصوص احمدیوں/ لاہوریوں/ قادیانیوں کو مسلمانوں کے خصوصی القابات (شعائر اسلامی) کے استعمال سے روکا جائے۔

(xi قانون نافذ کرنے والے اداروں کے تمام شعبہ جات کو غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے ممنوعہ مواد کی طباعت/ اشاعت کی روک تھام کے لیے متحرک کیا جائے۔

(xii مختلف مذاہب، جماعتوں، قبیلوں اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے اس ملک کے تمام شہریوں کے مابین مذہبی ہم آہنگی کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں۔

(xiii آئین کے آرٹیکل 20 اور 36 کے مطابق اقلیتوں کے حقوق کے لیے تحفظ کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں بشرطیکہ وہ کسی ایسی سرگرمی میں ملوث نہ ہوں جو

مذکورہ بالا قوانین کے خلاف ہو۔

xiv) قرآن بورڈ، صوبائی کابینہ کی ذیلی کمیٹی برائے امن و امان، کمیٹی متحدہ علما بورڈ پنجاب، محکمہ پولیس، محکمہ اوقاف و مذہبی امور صوبہ پنجاب، مذہبی کتب کے ناشران و تاجران کی پنجاب ایسوسی ایشن اور محکمہ انفارمیشن ٹیکنالوجی آپس میں با قاعدہ رابطہ رکھیں اور ممنوعہ مذہبی مواد کی طباعت و اشاعت کی روک تھام کے لیے ملکی سطح پر ایک یکساں حکمت عملی تشکیل دینے کے لیے اپنی سفارشات وزارت مذہبی امور و ہم آہنگی بین المذاہب حکومت پاکستان بھجوائیں۔

xv) وفاقی اور صوبائی حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ ایکٹ 2011 کی دفعہ 2(d) میں بیان کردہ تعریف کے مطابق قرآن مجید، پارہ جات اور سورتوں کے نسخہ جات کسی بھی مسجد، درگاہ، مذہبی یا غیر مذہبی ادارہ میں رکھنے سے پہلے، ان اداروں کے سربراہ/ مالک/ عامل/ منتظم یہ تصدیق کریں کہ مذکورہ نسخہ جات قرآن مجید کے معیاری نسخہ کے عین مطابق ہیں۔

xvi) وفاقی اور صوبائی حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ مختلف اداروں میں پڑھائے جانے والے قرآن مجید اور دیگر مذہبی مواد قرآن بورڈ کی طرف سے قرآن مجید کے با قاعدہ تصدیق شدہ نسخہ کے مطابق ہو۔

xvii) وفاقی اور صوبائی حکومت اس امر کو یقینی کہ رولز 2011 کے قاعدہ 8 میں مذکورہ قرآن مجید کی طباعت و اشاعت کے متعلق شرائط کی مکمل پابندی ہو اور جو شخص/ اتھارٹی/ جماعت/ کمپنی وغیرہ اس قاعدہ کی خلاف ورزی میں ملوث ہو، اسے قاعدہ 9 مذکورہ کے تحت سزا دی جائے۔

33- اس حکم کے اختتام سے پہلے رجسٹرار عدالت ہذا کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اس حکم کے اُردو ترجمہ کا انتظام کریں اور اس حکم معہ اُردو ترجمہ کی نقل سیکرٹری حکومت پنجاب محکمہ داخلہ لاہور کو ارسال کرے جو آگے صوبائی، ڈویژنل، ضلعی اور تحصیل کی سطح کے پولیس سربراہان اور تمام پولیس اسٹیشنز کے انچارج کو اس کی فراہمی یقینی بنائے۔

رجسٹرار عدالت ہذا اس حکم کی نقل معہ اُردو ترجمہ سیکرٹری حکومت پاکستان، وزارت مذہبی امور بین المذاہب ہم آہنگی کو بھی برائے اطلاع ارسال کرے۔

34- عدالت ہذا کے اسسٹنٹ رجسٹرار (میڈیا ونشر واشاعت) کو ہدایت کی جاتی ہے کہ حکم ہذا کی پرنٹ/ الیکٹرانک میڈیا پر اشاعت کے لیے میڈیا کے نمائندوں کو اس کی کاپی معہ اُردو ترجمہ مہیا کریں۔

دستخط | تاریخ فیصلہ

جسٹس شجاعت علی خاں | 5 مارچ 2019ء

(PLJ 2019 Lahore 297)

PLD 2023 High Court (AJK) 1

ہائی کورٹ آزاد جموں وکشمیر، مظفرآباد

عبدالوحید قاسمی بنام حکومت آزاد جموں کشمیر

- ......جسٹس اظہر سلیم بابر......قائم مقام چیف جسٹس
- ......جسٹس محمد شیراز کیانی

قادیانیوں کی آئینی حیثیت پر ہائی کورٹ آزاد جموں وکشمیر مظفرآباد کا احسن فیصلہ

''حکومت کی آئینی ذمہ داری ہے کہ ایک اسلامی ریاست کے عوام، انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن اور سنت کے مطابق زندگیاں بسر کرنے کے قابل ہوں۔ حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ قرآن اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور عربی زبان کی تعلیم کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے۔ حکومت آزاد جموں وکشمیر آئین کے احکامات کی پابند ہے جو مروجہ قانون میں بالا دست ہے۔''

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

22 مارچ 1973 کو آزاد کشمیر اسمبلی کے معزز رکنِ اسمبلی مجاہد ختم نبوت جناب میجر (ریٹائرڈ) محمد ایوب خاں نے اسمبلی میں تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں ایک قرارداد پیش کی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ریاست میں جو قادیانی رہائش پذیر ہیں، ان کی باقاعدہ رجسٹریشن کی جائے اور انہیں اقلیت قرار دینے کے بعد ان کی اصل تعداد کے مطابق مختلف شعبوں میں ان کی نمائندگی کا تعین کرایا جائے۔ قرارداد میں مزید کہا گیا کہ ریاست میں قادیانیت کی تبلیغ ممنوع قرار دی جائے۔ 29 اپریل 1973 کو اسمبلی نے متفقہ طور پر اس قرارداد کو منظور کر لیا لیکن کلیدی عہدوں پر فائز قادیانیوں کی مداخلت کی وجہ سے آزاد کشمیر کے آئین میں ترمیم نہ ہوسکی۔ قرارداد کی منظوری کے پانچ دن بعد 4 مئی 1973 کو قادیانی جماعت کے تیسرے سربراہ مرزا ناصر نے چناب نگر (ربوہ) میں اپنی مرکزی عبادت گاہ میں اشتعال انگیز تقریر کرتے ہوئے اس قراداد کی منظوری پر شدید غم وغصہ کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ اس قرارداد پر کسی صورت عمل درآمد نہ ہونے دیں گے۔ چنانچہ اس وقت کے سپیکر اسمبلی شیخ منظر مسعود جو جنونی قادیانی تھے، نے باقی سرکردہ قادیانیوں سے مل کر آئین میں ترمیم نہ ہونے دی۔ بہت عرصہ بعد پتہ چلا کہ جناب میجر ایوب صاحب کی پیش کردہ قرارداد اور اس سے منسلکہ اہم دستاویزات بھی قادیانیوں نے ریکارڈ سے غائب کروا دیں۔ حکومت میں قادیانیوں کے اثر ورسوخ کی وجہ سے انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے حوالے

سے آئین میں ترمیم نہ ہوسکی لیکن غیرت وحمیت سے سرشار مسلمانوں نے اپنی آئینی و قانونی جدوجہد جاری رکھی۔ چنانچہ اس قرارداد کی منظوری کے 43 سال بعد آزاد کشمیر اسمبلی نے اپنے مشترکہ اجلاس میں اکثریتی رائے سے متفقہ طور پر 6 فروری 2018 کو آئین میں بارہویں ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دیا۔ چنانچہ اب وہ آزاد کشمیر کے عبوری آئین 1974 کی دفعہ ''2'' کی کلاز (1) کے تحت غیرمسلم قرار پاچکے ہیں۔ 14 فروری 2018 کو صدر آزاد کشمیر نے اس کی توثیق کرتے ہوئے اسے باقاعدہ آئین کا حصہ بنانے کی منظوری دی۔ 16 فروری 2018 کو وزارتِ قانون وانصاف و پارلیمانی امور نے اس اہم آئینی ترمیم کا نوٹیفکیشن جاری کردیا۔ اس سے پہلے 6 اکتوبر 2016 کو تحفظِ ختم نبوت کے محاذ پر ہمہ وقت متحرک مجاہدِ ختم نبوت جناب قاری عبدالوحید قاسمی نے آزاد کشمیر ہائی کورٹ میں ایک رٹ پیٹشن دائر کی کہ آزاد کشمیر کے آئین میں قادیانیوں کے متعلق وہی الفاظ شامل کیے جائیں جو ان کے متعلق پاکستان کے آئین میں شامل ہیں۔ ووٹر فارم میں حلف نامہ ختم نبوت پاکستان کی طرح آزاد کشمیر میں بھی شامل کیا جائے۔ قادیانی مرد وخواتین کے ووٹ پاکستان کی طرح الگ الگ لکھیں جائیں۔ آزاد کشمیر میں قادیانیوں کو غیرمسلم کی حیثیت سے رجسٹر کیا جائے اور ان کی علیحدہ شناخت بنائی جائے۔ 1984 میں پاس ہونے والے امتناع قادیانیت آرڈیننس کو قانون کا حصہ بنا کر قادیانیوں کو اس کا پابند بنایا جائے۔ قادیانیوں کے ارتدادی مراکز جن کی شکل وصورت مساجد کی طرح ہیں، انہیں فی الفور مسمار کیا جائے اور قادیانیوں کے اخبار روزنامہ الفضل، MTA ٹی وی چینل و دیگر لٹریچر پر آزاد کشمیر میں پابندی لگائی جائے۔ قادیانی سرکاری ملازمین کی فہرست جاری کر کے کلیدی عہدوں خصوصاً محکمہ تعلیم سے انہیں فارغ کیا جائے۔ قادیانی اور مسلمان کے نکاح کو قانونی جرم قرار دیا جائے۔ جہاں جہاں ایسے نکاح موجود ہیں، انہیں سرکاری طور پر منسوخ کیا جائے۔ آزاد کشمیر میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے اور 29 اپریل کو

سرکاری طور پر یوم ختم نبوت منایا جائے اوراس دن عام تعطیل کا اعلان بھی کیا جائے۔ آزاد کشمیر کے تمام سرکاری اور نجی سکولوں کے تعلیمی نصاب میں ختم نبوت کی اہمیت پر کتاب شامل کی جائے۔ پاکستان کی قومی اسمبلی کی طرح آزاد کشمیر کی بھی قرار داد ختم نبوت (کارروائی) کوشائع کیا جائے۔

تقریباً ساڑھے تین سال بعد 22 جنوری 2020 کو آزاد کشمیر ہائی کورٹ نے اس رٹ پٹیشن کا فیصلہ سنایا۔معزز عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ قادیانیوں کو آزاد کشمیر کے آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے۔مزید براں قانونِ تعزیرات میں قادیانیوں کوخود کومسلمان کہنے، اپنے مذہب کواسلام کہنے، اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے اور شعائرِ اسلامی استعمال کرنے وغیرہ پر پابندی ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والا 3سال قید کی سزا کا مستوجب کا ہوگا۔ عدالت نے مزید کہا کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ قانون ساز اسمبلی میں ٹریژری بل متعارف کرائے تا کہ قانون ساز اسمبلی میں غیر مسلموں کے لیے ایک الگ نشست تشکیل دی جاسکے۔مزید کہا کہ ختم نبوت کی اہمیت سے نوجوانوں کو آگاہ کرنے کی خاطر حکومت کی طرف سے مناسب اقدامات کیے جائیں تا کہ یہ مضمون نصاب میں شامل کیا جائے۔

مذہب سے بیزاری اور قادیانیت نوازی کے اس ماحول میں آزاد کشمیر ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ تحفظِ ختم نبوت کے کارکنان کے لیے بادِ صبا کا تازہ جھونکا ہے۔آزاد کشمیر میں قادیانیت کے خلاف اب تک جتنی بھی آئینی و قانونی کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں، اس میں جناب قاری عبدالوحید قاسمی، جناب راجہ راحت آصف، جناب حافظ مقصود کشمیری، جناب چودھری محمد انور اور جناب محمد آصف شیدائی کا کلیدی کردار ہے۔ ان حضرات کی کاوشیں سنہرے حروف سے لکھی جانے کے قابل ہیں۔ان حضرات کو اس جدو جہد میں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کن بلاؤں سے پالا پڑا، کن جانگسل حالات سے گزرنا پڑا، وہ عزیمت اور استقامت سے بھرپور ایک دل گداز داستان ہے جس کا

تذکرہ پھر کبھی سہی۔ یہ سب حضرات پوری ملتِ اسلامیہ کی طرف سے مبارکباد اور خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ جناب محمد نور اللہ قریشی ایڈووکیٹ نے جس محنت اور اخلاص سے اس کیس کی تیاری کی اور عدالت میں دلائل دیئے، وہ قابل صد ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر
محمد متین خالد
لاہور

(PLD 2023 High Court (AJK) 1)

ہائی کورٹ، آزاد جموں و کشمیر، مظفر آباد

عبدالوحید قاسمی بنام حکومت آزاد جموں کشمیر

فیصلہ کے اہم نکات:

1- عدالت یہ تجویز بھی پیش کر سکتی ہے کہ قانون ساز اسمبلی میں ٹریژری بل متعارف کرایا جائے تاکہ قانون ساز اسمبلی میں غیر مسلموں کے لیے ایک الگ نشست تشکیل دی جائے۔ اس امر کا اظہار بھی قابل اہمیت ہے کہ ختم نبوت کی اہمیت سے نوجوانوں کو آگاہ کرنے کی خاطر حکومت کی طرف سے مناسب اقدامات کیے جائیں تاکہ یہ مضمون نصاب میں شامل کیا جائے۔

2- حکومت کی آئینی ذمہ داری ہے کہ ایک اسلامی ریاست کے عوام، انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن اور سنت کے مطابق زندگیاں بسر کرنے کے قابل ہوں۔ حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ قرآن اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور عربی زبان کی تعلیم کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے۔ حکومت آزاد جموں و کشمیر آئین کے احکامات کی پابند ہے جو مروجہ قانون میں بالا دست ہے۔

ہائی کورٹ، آزاد جموں و کشمیر، مظفر آباد

ابتدائی معلومات

جسٹس اظہر سلیم بابر...... قائم مقام چیف جسٹس
جسٹس محمد شیراز کیانی

رٹ پٹیشن نمبر : 2753/2016

1- عبدالوحید قاسمی ولد راجا شیر زمان، موضع کوٹیڑی قندیل، ضلع باغ، صدر تحریک تحفظِ ختم نبوت۔
2- چودھری محمد انور ولد دین محمد، ڈاکخانہ چکار، موضع موہڑہ مشتمبہ، تحصیل و ضلع مظفر آباد۔
3- راحت آصف ولد راجا بدر منیر خان، ڈاکخانہ چکار، موضع موہڑہ مشتمبہ تحصیل و ضلع مظفر آباد۔
4- محمد آصف شیدائی ولد محمد صادق، ساکن موضع نوڈیری، ڈاکخانہ گوئی تحصیل و ضلع کوٹلی۔

............سائلان

بنام

1- حکومت آزاد جموں و کشمیر بذریعہ چیف سیکرٹری، موجود دفتر ہذا، واقع نیو سیکرٹریٹ، مظفر آباد۔
2- سیکرٹری اسمبلی، دفتر واقع، اسمبلی سیکرٹریٹ، مظفر آباد۔
3- محکمہ قانون، بذریعہ، سیکرٹری محکمہ ہذا موجود دفتر ہذا، واقع، نیو سیکرٹریٹ، مظفر آباد
4- وزیر اعظم، آزاد جموں و کشمیر، دفتر واقع، نیو سیکرٹریٹ، مظفر آباد۔
5- الیکشن کمیشن، آزاد جموں و کشمیر، بذریعہ سیکرٹری چیف الیکشن کمیشن، دفتر واقع، نیو سیکرٹریٹ، مظفر آباد۔
6- سیکرٹری الیکشن کمیشن، آزاد جموں و کشمیر، دفتر واقع، نیو سیکرٹریٹ، مظفر آباد۔
7- قانون ساز کمیٹی، بذریعہ چیئرمین قانون ساز کمیٹی، دفتر واقع، نیو سیکرٹریٹ، مظفر آباد۔
8- قانون ساز اسمبلی/کنسٹیٹیوئنٹ اسمبلی، بذریعہ سپیکر آزاد جموں و کشمیر، قانون ساز اسمبلی، مظفر آباد۔

-9 ڈائریکٹر، ایجوکیشنل کوریکلم، آزاد جموں وکشمیر، مظفرآباد۔

-10 انسپکٹر جنرل پولیس، آزاد جموں وکشمیر، دفتر واقع، نیو سیکرٹریٹ، مظفرآباد۔

-11 کمشنر، میرپور ڈویژن، آزاد کشمیر۔

-12 کمشنر، پونچھ ڈویژن، مظفرآباد۔

-13 کمشنر، مظفرآباد ڈویژن، آزاد جموں وکشمیر۔

-14 سیکرٹری امورِ دینیہ، آزاد جموں وکشمیر، دفتر واقع، نیو سیکرٹریٹ، مظفرآباد۔

-15 عوام الناس، آزاد جموں وکشمیر۔............ ریئل نان پٹیشنرز

-16 مسمی سردار سکندر حیات خان، (اس وقت) رکن قانون ساز اسمبلی، آزاد جموں وکشمیر، سردار ہاؤس، سٹی ہاؤسنگ سکیم، کوٹلی، آزاد کشمیر

-17 مسمی سردار خان بہادر خان، رکن، قانون ساز اسمبلی، ڈاکخانہ، تڑاڑکھل، موضع پھلجیری، ضلع پونچھ۔............ پروفارما نان پٹیشنرز

ترمیم شدہ درخواست زیر دفعہ 44، عبوری آئین، آزاد جموں وکشمیر، 1974

-1 محمد نوراللہ قریشی، ایڈووکیٹ، برائے سائلان۔

-2 راجہ اخلاق حسین کیانی، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل برائے مدعا علیہان

درخواست تاریخ : 6 اکتوبر 2016ء

تاریخ فیصلہ : 22 جنوری 2020ء

فیصلہ

جسٹس اظہر سلیم بابر...... قائم مقام چیف جسٹس
جسٹس محمد شیراز کیانی

سائلان ریاست جموں و کشمیر کے اول درجے کے شہری اور مذہب کے لحاظ سے مسلمان ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ میجر (ریٹائرڈ) محمد ایوب خان، (اس وقت) رکن، قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر نے 22 مارچ 1973ء کو آزاد جموں و کشمیر اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی کہ:

الف: قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

ب: آزاد جموں و کشمیر کے علاقے کے قادیانیوں کا اندراج کیا جائے اور انہیں غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے نمائندگی دی جائے۔

ج: ریاست جموں و کشمیر کی قسمت کا فیصلہ ہونے تک ان کا ریاست میں داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

د: قادیانیت کی تبلیغ کو جرم قرار دیا جائے۔

2. قرارداد مذکورہ مورخہ 28 اپریل 1973ء کو آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی نے منظور کی۔ مزید یہ بھی قرار دیا گیا کہ عبوری آئین 1974، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کے راہنما نکات کے تحت تیار کیا گیا ہے لیکن عبوری آئین میں غیر مسلم کی تعریف، آئین پاکستان 1973 کی دفعات کے مطابق نہیں کی گئی۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دفعہ 260(3) آئین پاکستان واضح طور پر ایسے شخص کو قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا رکن قرار دیتی ہے جو خود کو احمدی یا کسی دیگر نام سے پکارتے ہیں، غیر مسلم ہے۔ یہ

موقف اختیار کیا گیا ہے کہ عبوری آئین یہ کہتا ہے کہ اسلام، آزاد جموں وکشمیر کا سرکاری مذہب ہوگا،اس لیے، غیر مسلم کی ایک مناسب رمعقول تعریف کو عبوری آئین میں شامل کرنا چاہیے جبکہ احمدیوں اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا سکتا تھا۔ درخواست گزار،عبدالوحید قاسمی، نے ایک درخواست وزیراعظم حکومت آزاد جموں وکشمیر کو پیش کی کہ ختم نبوت کی قرارداد پر عمل درآمد کیا جائے۔ مزید یہ کہا گیا ہے کہ غیر مسلم اقلیتوں اور خواتین کے لیے نشستیں جیسا کہ آئین پاکستان 1973 میں مختص کی گئی ہیں لیکن (آزاد جموں وکشمیر کے) عبوری آئین 1974 میں یہ متعارف نہیں کرائی گئیں۔ درخواست گزار نے الیکشن کمیشن آف پاکستان کی طرف سے تیار کردہ ایک فارم کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں ایک ووٹر کو اپنے مذہب، جنس اور تاریخ پیدائش تحریر کرنا ہوتی ہے۔ درخواست گزار نے یہ شکایت کی ہے کہ الیکشن کمیشن، آزاد جموں وکشمیر نے یہ اقدامات نہیں کیے۔ درخواست گزار نے وزیراعظم، حکومت آزاد جموں وکشمیر کے روبرو مورخہ 21-08-2016 کو منشورِ مطالبات پیش کیا جس کے متعلق بھی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ سائلان نے عدالت سے استدعا کی ہے کہ اس سلسلہ میں احکامات جاری کیے جائیں جنہیں اگلے پیروں میں ازسرنو بیان کیا جا رہا ہے۔

3. فریقین کو ہدایت کی گئی کہ اپنے موقف کی تائید میں تحریری دلائل پیش کریں۔ درخواست گزاروں نے تحریری دلائل پیش کیے ہیں لیکن مدعا علیہان نے مواقع دستیاب ہونے کے باوجود تحریری دلائل پیش کرنے سے احتراز کیا ہے۔ مدعا علیہان نے ابھی تک مفصل تحریری بیان بھی پیش نہیں کیا ہے جبکہ اس کے بجائے انہوں نے کچھ تکنیکی اعتراضات اٹھائے ہیں۔ آغاز میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قادیانی راحمدی، مروجہ قانون کے مطابق غیر مسلم ہیں۔ تاہم، درخواست کا فیصلہ، اس کی استدعا کے حوالے سے کرنا ہوگا۔ درخواست کے ساتھ مندرجہ ذیل استدعات لف کی گئی ہیں:

❑ ''اس لیے یہ التماس کی گئی ہے کہ درخواست گزاروں کے حق میں درخواست قبول کرتے ہوئے، براہِ مہربانی مندرجہ ذیل طریقے کے مطابق ایک مناسب حکم نامہ جاری کیا جائے:

(i) سرکاری مدعاعلیہان کو ہدایت کی جائے کہ وہ آزاد جموں وکشمیر کے عبوری آئین 1974 کی دفعہ 2 میں غیر مسلم کی تعریف کے حوالے سے اضافے /ترمیم کا اعلان کریں اور قادیانیوں، احمدیوں اور لاہوری گروپ کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ (3)260 کی رو سے آزاد جموں وکشمیر کی منظور کردہ قرارداد کے مطابق غیر مسلم قرار دیا جائے (منسلکہ PB)

(ii) سرکاری مدعاعلیہان کو ہدایت کی جائے کہ وہ ریاست آزاد جموں وکشمیر کے علاقوں میں قادیانیوں/احمدیوں کی طرف سے اپنے 'مربیوں' (جو آزاد جموں و کشمیر کے کچھ علاقوں میں سرگرم عمل ہیں) کے ذریعے لفظ 'مسلمان' کے پردے میں احمدیت کی تبلیغ پر مشتمل غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کریں۔

(iii) سرکاری مدعاعلیہان کو ہدایت کی جائے کہ وہ درخواست گزار نمبر 1 کی درخواست مورخہ 4 مارچ 2016ء (منسلکہ PL) کے متعلق فیصلہ کریں اور مدعاعلیہ نمبر 5 کو ہدایت جاری کی جائے کہ وہ آزاد جموں وکشمیر انتخابی فہرست قانون کی دفعہ 2 کے تحت ریاست آزاد جموں وکشمیر میں غیر مسلم (قادیانیوں، احمدیوں اور لاہوری گروپ) کے لیے الگ انتخابی فہرست تیار کریں کہ جس طرح الیکشن کمشنر کی طرف سے تیار کی گئی۔

(iv) سرکاری مدعاعلیہان کو ہدایت کی جائے کہ ختم نبوت کے موضوع پر ایک کمیشن تشکیل دیں اور خیبر پختون خوا کے مانند ختم نبوت کے مضمون کو لازمی تعلیمی مضمون قرار دیا جائے (منسلکہ PM)

(v) یہ کہ ریاستی عوام کے قانون 1980 اور آزاد جموں وکشمیر کے ڈومیسائل قانون میں ترمیم کی جائے اور قادیانیوں کو غیر مسلموں کے طور پر درج کیا جائے کہ جس طرح نادرا کی طرف سے شناختی کارڈ اور پھر پاسپورٹ کی تیاری کے ضمن میں مطلوب ہوتا ہے۔ مزید یہ ہدایت کی جائے کہ قوانین میں ترمیم کرتے ہوئے ان ان کے مذہب کا اندراج مندرجہ بالا دستاویزات میں کیا جائے۔

(vi) سرکاری مدعا علیہان کو یہ بھی ہدایت کی جائے کہ وہ آزاد کشمیر ضابطہ تعزیرات میں ترمیم کرتے ہوئے ایسے قوانین تیار کریں اور ایک ایسی دفعہ جاری کریں تا کہ ان نومسلموں کی احمدیوں کی طرف سے زبردستی ہراسگی کے خلاف حفاظت کی جائے جو احمدیت/ قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کرتے ہیں اور جو نومسلموں کو خوفزدہ کرتے ہیں، اس لیے انہیں شدید سزا بھی دی جائے۔

(vii) سرکاری مدعا علیہان کو یہ بھی ہدایت کی جائے کہ قوانین کی تشکیل کرتے وقت ان اصولوں کی پیروی کی جائے جو قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں۔

(viii) کوئی دیگر سہولت اور رعایت جو معزز عدالت سمجھتی ہے کہ سائلان اس کے حقدار ہیں، برائے کرم عطا فرمائی جائے''۔

4. استدعا کی دفعہ (i) کا تعلق مدعا علیہان کو اس ہدایت سے ہے کہ عبوری آئین 1974 میں ایک اعلان شامل کیا جائے کہ قادیانی/ احمدی یا لاہوری گروپ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کی دفعہ 260(3) کی رو سے غیر مسلم ہیں۔ درخواست ہذا عدالت کے روبرو، آزاد جموں و کشمیر کے عبوری آئین 1974 میں 12ویں ترمیم سے قبل دائر کی گئی۔ ترمیم کے بعد صورت حال تبدیل ہوگئی اور مقننہ نے غیر مسلم کی تعریف عبوری آئین کی دفعہ 2 میں یوں شامل کی:

- ''غیر مسلم سے مراد ایک ایسا شخص ہے، جو مسلمان نہیں اور اس میں ایسا شخص شامل ہے جو مسیحیت، ہندومت، سکھ مت، بدھ مت یا پارسی مت سے تعلق رکھتا ہے، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے منسلک شخص (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دیگر نام سے پکارتے ہیں) یا بہائی، یا کوئی بھی شخص جو ایک مسلمان کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتا''۔

5. اس لحاظ سے درخواست گزاران کی شکایت، آئین کی متذکرہ بالا شق کے پیش نظر دور کر دی گئی ہے۔ تاہم پارلیمان کو ہدایت نہیں جاری کی جاسکتی کہ آئین میں کوئی خاص شق شامل کی جائے یا اس میں ترمیم کی جائے۔ یہ معاملہ مقدمہ بعنوان ''ریاض حنیف راہی بنام وفاق پاکستان و دیگر نو'' (PLD 2015 Islamabad 7)

کے فیصلے کے پیرا نمبر 14 اور 15 میں یہ مفصل بیان کیا گیا ہے۔ تاہم، سہولت اور آسانی کی خاطر متعلقہ پیرے ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

14- اور اب آخر میں، میں اس سوال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ کیا پارلیمان یا سب کمیٹی کو کوئی ہدایت جاری کی جا سکتی ہے جو انتخابی اصلاحات کے لیے تشکیل دی گئی ہو۔ آئین بالا دست اور اعلیٰ قانون ہے اور اس کی بنیاد اختیارات کی علیحدگی کے تصور پر ہے۔ مقدمہ بعنوان ''ریاست بنام ضیاء الرحمان و دیگر'' (PLD 1973 CS 49) میں عزت مآب محمود الرحمان، چیف جسٹس کے الفاظ میں کہ عدالتی نظرثانی کے اختیارات استعمال کرتے ہوئے، عدالت اداروں پر بالادستی کا دعویٰ نہیں کرتی۔ حتیٰ کہ جب ایک قانونی طریقے کو غیر آئینی اور ناجائز قرار دیتی ہے، یہ ایسا نہیں کرتی کیونکہ عدالتی اختیار مقنّنہ کے اختیار کی حد تک یا اس کے وقار سے برتر ہوتا ہے لیکن چونکہ آئین نے اسے یہ اختیار دیا ہے کہ یہ قرار دیا جائے کہ مقدمہ کے لحاظ سے قانون کیا ہے جو اس کے سامنے آتا ہے۔ یہ عدالت کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ آئین پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔

15- مقدمہ بعنوان ''الجہاد ٹرسٹ بذریعہ حبیب الوہاب الخیری ایڈووکیٹ اور دیگر نو بنام وفاق پاکستان بذریعہ سیکرٹری وزارت امور کشمیر، اسلام آباد و دیگر تین'' (1999 SCMR 1379) میں سپریم کورٹ کی طرف سے یہ واضح طور پر قرار دیا گیا ہے کہ مقنّنہ کو کوئی ہدایت جاری نہیں کی جا سکتی کہ کوئی خاص قانون تشکیل دیا جائے۔ تاہم انتظامیہ کو ایک ہدایت جاری کی جا سکتی ہے کہ ''انتظامی اور قانونی طریقے'' اختیار کیے جائیں تاکہ آئین کے تقاضے پورے کیے جا سکیں۔ اس ضمن میں مقدمہ بعنوان ''آصف علی زرداری بنام وفاق پاکستان و دیگر'' (PLD 1999 Karachi 54) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔''

.5 یہ بڑی حد تک واضح ہو چکا ہے کہ عدالتوں کو اختیار حاصل ہے کہ وہ آئین اور قانون کی تشریح کریں۔ ہائی کورٹ اپنی آئینی حدود میں بااختیار ہے کہ وہ کسی بھی قانون کی شق یا آئین کی شق کو منسوخ کر سکتی ہے کہ جو بذات خود آئین کے خلاف ہو۔ مقدمہ، (1999 SCMR 1379) میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے واضح طور پر یہ قرار دیا ہے کہ مقنّنہ کو ہدایت نہیں دی جا سکتی کہ کوئی خاص قانون تشکیل دیا جائے۔

.6 مقدمہ بعنوان "The Jurists Foundation through its Chairman v Federal Government through its Secretary, Ministry of Defencse and others" میں معزز سپریم کورٹ آف پاکستان نے یہی اصول ذیل میں پیرا نمبر 41 میں بیان کیا ہے:

❑ ''عدالت نے بارہا یہ قرار دیا ہے کہ پارلیمان کی طرف سے قانون سازی کرنے کی ذمہ داری اور اختیار کسی اور کو نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے پیچھے منطق یہ ہے کہ مقنّنہ کے لازمی طور پر قانون سازی کے راہنما نکات ہونا چاہئیں تا کہ قواعد وضوابط تشکیل کیے جائیں اور یہ راہنما نکات، خط وخال یا حدود بذات خود مقنّنہ کی طرف سے متعارف ہونا چاہئیں۔ مقنّنہ کی طرف سے انتظامیہ کو ایک ''لازمی قانونی مظہر'' کی سپرداری، آئین کے تحت ممنوع ہے۔ ایک امتناع کی بنیاد کا ماخذ، مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے درمیان اختیارات کی تقسیم ثلاثی کا تصور ہے جو ہمارے آئینی ساخت کا بنیادی اصول ہے۔ آئین کے تحت ریاست کے یہ تین ستونوں کو الگ اور مخصوص اختیارات دیے گئے ہیں۔ مقنّنہ کا بنیادی کام یہ ہے کہ قوانین کی تشکیل کی جائے، انتظامیہ کا بنیادی کام یہ ہے کہ ان قوانین پر عمل درآمد کیا جائے اور عدلیہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قوانین کی تشریح کی جائے۔ چیف جسٹس مارشل، امریکی سپریم کورٹ کے الفاظ کو تقریباً گزشتہ دو صدیوں میں مختلف عملداریوں کی حامل عدالتوں کی طرف سے اختیارات کی علیحدگی کے حوالے سے اکثر بیان کیا جاتا ہے اور ابھی تک اس میں یہ کہا گیا ہے ''مقنّنہ قوانین بناتی ہے، انتظامیہ ان پر عمل درآمد کرتی ہے اور عدلیہ قانون کی تشریح کرتی ہے''۔ مقنّنہ، آئین

کے تحت دیے گئے کام سے پہلو تہی نہیں کر سکتی اور ایک متوازی مقنّنہ ادارہ قائم نہیں کر سکتی۔ اگرچہ مقنّنہ کسی بھی شخص یا ادارے کو اپنا اختیار تفویض کر سکتی ہے کہ ذیلی قانون سازی کرے (قوانین، قواعد اور طرز عمل) تا کہ اس کے تشکیل کردہ قانون پر عمل درآمد ہو لیکن اسے لازمی قانون سازی کرنا چاہیے، یعنی، پالیسی کے لحاظ سے امور کے متعلق اپنا فیصلہ دے اور تفویض شدہ اختیارات کے لیے عمومی راہنما نکات فراہم کرے''۔

7- سائلان کی طرف سے جو دوسری استدعا کی گئی تھی، اس کو بھی منظور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ درخواست گزاران کے پاس مقصد ہذا کے لیے اور ایک اور متبادل بھی ہے۔ درخواست گزاران نے استدعا کی ہے کہ یہ ہدایت جاری کی جائے کہ ریاست میں قادیانیوں کی طرف سے ان کے مربیوں کے ذریعے ان کے مذہب کی تبلیغ پر مشتمل غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کی جائے۔ عبوری آئین 1974ء کی دفعہ 44 کی ذیلی دفعہ (2) کہتی ہے کہ ''آئین کے مطابق ہائی کورٹ، اگر مطمئن ہو کہ قانون کے مطابق کوئی دوسرا مناسب طریقہ موجود نہیں۔

a------------

-------------''

اس لیے، عبوری آئین کی دفعہ 44 کے تحت آئینی عملداری پر محض اس وقت عمل کیا جا سکتا ہے اگر درخواست گزاران کے پاس کوئی بھی متبادل حل نہ ہو۔ معاملہ ہذا کے لحاظ سے ضابطہ تعزیرات کی دفعہ 298-C درخواست گزاران کو ایک متبادل طریقہ فراہم کرتی ہے۔ یہ قانونی گنجائش، ریاست آزاد جموں و کشمیر کے قانون VIII1985 میں نافذ العمل ہے جو 6 اکتوبر 1985ء میں اختیار کی گئی ہے۔ آسانی کی خاطر دفعہ 298-C، ذیل میں بیان کی گئی ہے:

298-C، قادیانی گروپ وغیرہ سے منسلک شخص جو خود کو مسلمان کہتا ہے یا پھر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا ہے۔

”قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے منسلک کوئی بھی شخص (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے پکارتے ہیں)، جو براہ راست یا بالواسطہ، خود کو مسلم ظاہر کرتا ہے، یا پکارتا ہے، یا حوالہ دیتا ہے کہ اس کا مذہب اسلام ہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا ہے، یا پھر الفاظ کے ذریعے کسی دوسرے کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، یا پھر تحریری یا پھر بیان کے ذریعے یا پھر ایک جائز نمائندگی کے ذریعے یہ کام کرتا ہے، مسلمانوں کے مذہبی جذبات بھڑکاتا ہے، اسے تین برس تک کی مدت تک قید کی سزا یا جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔“

مندرجہ بالا قانون کے جائزے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ یا ان کی طرف سے کسی دوسرے نام سے ان کے مذہب کی تبلیغ جرم ہے جو ضابطہ تعزیرات کے تحت قابل سزا ہے۔ اسے NLR 1993 SD 624 میں یوں قرار دیا گیا ہے:

❑ ”احمدیوں اور قادیانیوں کی طرف سے اپنے مذہب کی تبلیغ یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت، ماورائے آئین ہے کیونکہ یہ اس آزادی یا مذہب کی خلاف ورزی ہے جس کی ضمانت آئین 1973 کی شق 20 میں دی گئی ہے۔ اگر یہ سرگرمیاں احمدی اور قادیانی، خود کو ایک مسلمان دکھاتے ہوئے، یا کہتے ہوئے، یا اپنے مذہب کو اسلام کے نام سے پکارتے ہوئے انجام دیں، مسلمانوں کے مذہبی جذبات بھڑکائیں تو پھر ان سرگرمیوں کی پاداش میں انہیں دی گئی سزا آزادی مذہب کی خلاف ورزی نہیں ہوگی جس کی ضمانت آئین 1973 کی شق 20 میں دی گئی ہے۔

(قادیانیوں پر) خود کو مسلمان کہنے، اپنے مذہب کو اسلام کہنے یا کسی بھی طرح، مسلمانوں کے مذہبی جذبات بھڑکانے کی پابندی، بنیادی حق کی خلاف ورزی نہیں اور یہ قانون موجودہ آئینی دفعات 19، 20 اور (3)260 کے مطابق ہے۔ (Minority View)۔“

-8 سائلان نے یہ بھی استدعا کی ہے کہ مدعا علیہان کو ہدایت کی جائے کہ وہ درخواست گزار نمبر 1 کی درخواست مورخہ 4 مارچ 2016ء پر عمل کریں۔ قاری

عبدالوحید قاسمی، درخواست گزار نے وزیراعظم، حکومت آزاد جموں وکشمیر کے روبرو ایک درخواست مورخہ 21 اگست 2016ء کو پیش کی جس میں مندرجہ ذیل مطالبات کیے گئے:

☆ آزاد کشمیر کے آئین میں قادیانیوں کے متعلق وہی الفاظ شامل کیے جائیں جو ان کے متعلق پاکستان کے آئین میں شامل ہیں۔

☆ ووٹر فارم میں حلف نامہ ختم نبوت پاکستان کی طرح آزاد کشمیر میں بھی شامل کیا جائے۔

☆ قادیانی مرد وخواتین کے ووٹ پاکستان کی طرح الگ الگ لکھے جائیں۔

☆ آزاد کشمیر میں قادیانیوں کو غیر مسلم کی حیثیت سے رجسٹر کیا جائے اور ان کی علیحدہ شناخت بنائی جائے۔

☆ 1984 میں پاس ہونے والے امتناع قادیانیت آرڈیننس کو قانون کا حصہ بنا کر قادیانیوں کو اس کا پابند بنایا جائے۔

☆ قادیانیوں کے ارتداری مراکز جن کی شکل وصورت مساجد کی طرح ہیں، انہیں فی الفور مسمار کیا جائے اور قادیانیوں کے اخبار روزنامہ الفضل، MTA ٹی وی چینل و دیگر لٹریچر پر آزاد کشمیر میں پابندی لگائی جائے۔

☆ قادیانی سرکاری ملازمین کی فہرست جاری کر کے کلیدی عہدوں خصوصاً محکمہ تعلیم سے انہیں فارغ کیا جائے۔

☆ قادیانی اور مسلمان کے نکاح کو قانونی جرم قرار دیا جائے۔ جہاں جہاں ایسے نکاح موجود ہیں، انہیں سرکاری طور پر منسوخ کیا جائے۔

☆ آزاد کشمیر میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے اور 29 اپریل کو سرکاری طور پر یوم ختم نبوت منایا جائے اور اس دن عام تعطیل کا اعلان بھی کیا جائے۔

☆ آزاد کشمیر کے تمام سرکاری اور نجی سکولوں کے تعلیمی نصاب میں ختم نبوت کی اہمیت پر کتاب شامل کی جائے۔

☆ پاکستان کی قومی اسمبلی کی طرح آزاد کشمیر کی بھی قرارداد ختم نبوت کو شائع کیا جائے۔

امید ہے کہ اس عظیم کام کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے حضور ﷺ کی ختم نبوت

اور ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی خاطر منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے تعاقب کے لیے اسمبلی فورم میں کردار ادا کر کے کل قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ بنا سکیں گے۔

والسلام

قاری عبدالوحید قاسمی

صدر تحریک تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر

9- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محکمہ لاء جسٹس اینڈ پارلیمانی افیئرز نے سیکرٹری مذہبی امور سے بمطابق چٹھی مورخہ 30 ستمبر 2016ء ایک رپورٹ طلب کی لیکن یہ معاملہ حل نہیں کیا گیا۔ استدعا میں سائلان نے کہا ہے کہ مدعا علیہان کو ہدایت کی جائے کہ غیر مسلموں (قادیانی اور لاہوری گروپ) کی ایک الگ انتخابی فہرست تیار کی جائے۔ اس امر کا پہلے ہی ذکر کیا جا چکا ہے کہ قادیانی / احمدی، غیر مسلم ہیں، تاہم، آزاد کشمیر کے علاقے میں اس قسم کے غیر مسلم کی تعداد متعین کرنے کی خاطر کوئی حساب کتاب نہیں کیا گیا تا کہ یہ غور کیا جائے کہ کیا آزاد جموں و کشمیر کی قانون ساز اسمبلی میں اس قسم کے غیر مسلموں کے لیے الگ نشست تخلیق کی جا سکتی ہے۔ اس امر کا اعادہ بھی کیا گیا ہے کہ آئینی حدود اختیار کرتے ہوئے اس قسم کی کوئی ہدایت جاری نہیں کی جا سکتی۔ تاہم، یہ حکومت کا کام ہے کہ عبدالوحید قاسمی، درخواست گزار کی درخواست پر مناسب وقت کے اندر غور کیا جائے اور اس کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔ عدالت یہ تجویز بھی پیش کر سکتی ہے کہ قانون ساز اسمبلی میں ٹریژری بل متعارف کرایا جائے تا کہ قانون ساز اسمبلی میں غیر مسلموں کے لیے ایک الگ نشست تشکیل دی جائے۔ اس امر کا اظہار بھی قابل اہمیت ہے کہ ختم نبوت کی اہمیت سے نوجوانوں کو آگاہ کرنے کی خاطر حکومت کی طرف سے مناسب اقدامات کیے جائیں تا کہ یہ مضمون نصاب میں شامل کیا جائے۔

10- آزاد جموں و کشمیر کے عبوری آئین 1974 کی تمہید میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلمان، قرآن وسنت میں دی گئی اسلامی تعلیمات کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگیاں بسر کریں۔ عبوری آئین 1974 کی ایک اور دفعہ 3-C کے مطابق یہ کہا گیا ہے:

''اسلامی طرز حیات: (1) اس ضمن میں ایسے اقدامات کیے جائیں گے کہ مسلم ریاست کے عوام، انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام کے بنیادی اصولوں اور بنیادی تصورات کے مطابق اپنی زندگیاں منظّم کریں اور اس قسم کی سہولیات فراہم کی جائیں کہ وہ قرآن اور سنت کے مطابق زندگی کے مفہوم سے آشنا ہو جائیں''۔

11. اس لیے، یہ حکومت کی آئینی ذمہ داری ہے کہ ایک اسلامی ریاست کے عوام، انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن اور سنت کے مطابق زندگیاں بسر کرنے کے قابل ہوں۔ حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ قرآن اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور عربی زبان کی تعلیم کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے۔ حکومت آزاد جموں وکشمیر آئین کے احکامات کی پابند ہے جو مروجہ قانون میں بالادست ہے۔

ان امور کی روشنی میں جس کے متعلق اوپر گفتگو کی گئی، درخواست کو نمٹا دیا گیا ہے۔ اس فیصلے کی ایک نقل پرنسپل سیکرٹری وزیر اعظم آزاد جموں وکشمیر، چیف سیکرٹری حکومت آزاد جموں وکشمیر، سیکرٹری لاء، جسٹس اینڈ پارلیمانی افیئرز کے علاوہ الیکشن کمشنر کو مفت بھیجی جائے گی تا کہ قانون کے مطابق مزید کارروائی کی جائے۔

دستخط	تاریخ فیصلہ
جناب جسٹس اظہر سلیم بابر	22 جنوری 2020ء
جناب جسٹس محمد شیراز کیانی	

(PLD 2023 High Court (AJK) 1)

2005 Y L R 985

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

بشیر احمد بنام حکومت پاکستان

- ...... جناب جسٹس اعجاز احمد چودھری
- ...... جناب جسٹس محمد فرخ محمود

تحفظ ناموس رسالت ﷺ پر ایک اہم فیصلہ
تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کا جرم ملزم پر ثابت
کرنے کے لیے زیادہ گواہان کی تعداد درکار نہیں۔

”تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کا جرم ملزم پر ثابت کرنے کے لیے زیادہ گواہان کی تعداد درکار نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ گستاخانہ اور غلیظ زبان، کسی عوامی مقام پر بلند آواز میں یا کسی ملاقات میں استعمال کی جائے یا پھر کسی خاص جگہ استعمال کی جائے، بلکہ کسی ایک گواہ کا یہ بیان کہ کسی شخص نے گھر کے اندر بھی نبی اکرم ﷺ کے متعلق توہین آمیز زبان استعمال کی ہے، اس قسم کی توہین کے مرتکب کو سزائے موت دینے کے لیے کافی ہے۔“

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

اس مقدمہ کے حقائق مختصراً اس طرح ہیں کہ بہاولنگر کا رہائشی ملزم بشیر احمد عجیب گستاخانہ عقائد رکھتا تھا۔ وہ اکثر اپنی محافل میں اللہ تعالیٰ، حضور نبی کریم ﷺ، امہات المومنین، صحابہ کرامؓ اور دین اسلام کے متعلق گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا، لوگوں کو نماز اور حج کی ادائیگی سے منع کرتا۔ اس سلسلہ میں مدعی مقدمہ اپنے کئی ساتھیوں کے ہمراہ ملزم کو ملنے اس کے گھر گئے جہاں ملزم کے بہت سے مرید جمع تھے اور وہ انہیں تبلیغ کر رہا تھا۔اس دوران ملزم نے مندرجہ ذیل اہانت آمیز جملے ادا کیے جسے انہوں نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے ریکارڈ کرلیا۔

(i) اسے (ملزم کو) بھی معراج پیش آئی؛

(ii) نبی اکرم ﷺ..

(iii) حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بھیس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے ساتھ......کی؛

(iv) کعبہ ایک عظیم ترین بت ہے؛

(v) نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں؛

(vi) کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو (؟) دکھائی جائے۔

(vii) تمام کلمہ گو لوگ کافر ہیں؛

(viii حضرت عمر .... تھے؛

(ix پیغمبروں کی کوئی حیثیت نہیں جبکہ پیغمبروں کی نسبت قلندر کی حیثیت اعلیٰ و ارفع ہے؛

(x پیغمبر پاک نہیں ہوتے بلکہ وہ جو عام آدمی کی مانند ہیں اور ان کے کوئی سینگ نہیں ہوتے؛

(xi) اس نے بذات خود امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا؛

اس پر مدعی اور گواہان مقدمہ نے ملزم کے خلاف تحصیل کونسل بہاولنگر میں ایک قرارداد منظور کروائی اور پھر اندراج مقدمہ کے لیے تھانہ میں درخواست دی۔ چنانچہ 30 اکتوبر 2001ء کو مدعی مقدمہ مولانا محمد قاسم شجاع آبادی کی درخواست پر تھانہ سٹی بہاولنگر میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C کے تحت ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔ مدعی نے ثبوت کے طور پر گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ پر مشتمل ملزم کی ریکارڈ کی گئی گفتگو پر مشتمل 2 کیسٹیں بھی پولیس کے حوالے کیں۔ جنہیں پولیس نے مسلسل مقدمہ کا حصہ بنا لیا۔

تقریباً 2 سال تک اس مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔ معزز عدالت نے معتبر گواہان کے مضبوط بیانات اور شہادتوں کے علاوہ فریقین کی موجودگی میں کمرۂ عدالت میں متنازعہ کیسٹوں کی خود سماعت کی۔ تمام فریقین بغیر کسی شک و شبہ کے اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ گستاخانہ گفتگو ملزم کی اپنی آواز میں ہے۔ چنانچہ 6 اگست 2003ء کو جناب جاوید اختر ایڈیشنل سیشن جج بہاولنگر نے جرم ثابت ہونے پر ملزم کو موت کی سزا سنائی۔ ملزم نے اس فیصلہ کے خلاف لاہور ہائی کورٹ کے بہاولپور بنچ میں اپیل دائر کی۔ 14 ستمبر 2004ء کو لاہور ہائی کورٹ کے دو معزز جج صاحبان جناب جسٹس اعجاز احمد چودھری اور جناب جسٹس محمد فرخ محمود نے اس کیس کی سماعت کی۔ دونوں جج حضرات نے ملزم کی اپیل خارج کرتے ہوئے سیشن کورٹ سے ملزم کو والی سزا ''سزائے موت'' کو برقرار

رکھا۔ یہ فیصلہ اس قدر ایمان افروز اور علمی ہے کہ اسے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی تاریخ میں ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔ معزز عدالت نے اپنے فیصلہ میں ایک بے حد علمی اور قانونی نکتہ بیان کیا جو آئندہ ایسے کیسز میں نہایت مدد و معاون ثابت ہوگے۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں لکھا:

❑ ’’تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کا جرم ملزم پر ثابت کرنے کے لیے زیادہ گواہان کی تعداد درکار نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ گستاخانہ اور غلیظ زبان، کسی عوامی مقام پر بلندآواز میں یا کسی ملاقات میں استعمال کی جائے یا پھر کسی خاص جگہ استعمال کی جائے، بلکہ کسی ایک گواہ کا یہ بیان کہ کسی شخص نے گھر کے اندر بھی نبی اکرم ﷺ کے متعلق توہین آمیز زبان استعمال کی ہے، اس قسم کی توہین کے مرتکب کو سزائے موت دینے کے لیے کافی ہے‘‘۔

اللہ تعالیٰ جسٹس صاحبان کو ہر مرحلہ زندگی میں کامیاب وکامران فرمائے۔ (آمین)

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر
محمد متین خالد
لاہور

2005 Y L R 985

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

بشیر احمد بنام حکومت پاکستان

فیصلے کا اہم نکتہ:

1- تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کا جرم ملزم پر ثابت کرنے کے لیے زیادہ گواہان کی تعداد درکار نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ گستاخانہ اور غلیظ زبان، کسی عوامی مقام پر بلند آواز میں یا کسی ملاقات میں استعمال کی جائے یا پھر کسی خاص جگہ استعمال کی جائے، بلکہ کسی ایک گواہ کا یہ بیان کہ کسی شخص نے گھر کے اندر بھی نبی اکرم ﷺ کے متعلق توہین آمیز زبان استعمال کی ہے، اس قسم کی توہین کے مرتکب کو سزائے موت دینے کے لیے کافی ہے۔

2005 Y L R 985

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

ابتدائی معلومات

جناب جسٹس اعجاز احمد چودھری

جناب جسٹس محمد فرخ محمود

بشیر احمد بنام سرکار

مقدمہ قتل نمبر : 45/2003

فوجداری اپیل نمبر : 247/2003

وکیل اپیل کنندہ: چودھری محمد رفیق ناصر ایڈووکیٹ۔

وکیل برائے مدعی: طلعت محمود ککے زئی ایڈووکیٹ۔

وکیل برائے سرکار: شاہین مسعود رضوی ایڈووکیٹ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل۔

تاریخ سماعت : 14 ستمبر 2004ء

تاریخ فیصلہ : 14 ستمبر 2004ء

فیصلہ

جناب جسٹس اعجاز احمد چودھری

-1 اس فیصلہ کے ذریعے مقدمہ قتل نمبر 45 سال 2003 نمٹایا جائے گا جو بشیر احمد، اپیل کنندہ کو دی گئی سزائے موت کی توثیق کے لیے بھیجا گیا، نیز اس کی طرف سے دائر کی گئی فوجداری اپیل نمبر 247 سال 2003ء کا بھی فیصلہ کیا جائے گا جو معزز ایڈیشنل سیشن جج، بہاولنگر کے فیصلے مورخہ 6 اگست 2003ء کے خلاف دائر کی گئی جس کے مطابق اپیل کنندہ کو زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان کے تحت سزائے موت دی گئی، نیز ایک لاکھ روپے (Rs.100,000/-) جرمانہ بھی عائد کیا گیا جس کی عدم ادائیگی کی صورت میں اسے مزید چھ ماہ قید بامشقت بھگتنی ہے۔ تاہم، اپیل کنندہ کو زیر دفعہ 295-A تعزیرات پاکستان، ارتکاب جرم سے بری کر دیا گیا تھا۔

-2 مولانا محمد قاسم شجاع آبادی (گواہِ استغاثہ نمبر 3) کی جانب سے تحریری درخواست (Exh.PB) موصول ہونے پر محمد عبدالرشید انسپکٹر/ایس ایچ او، پولیس سٹیشن، سٹی بہاولنگر (گواہِ استغاثہ نمبر 2) نے زیر دفعہ 295-A تعزیرات پاکستان، مورخہ 30 اکتوبر 2001ء کو بوقت 2.15 بجے دوپہر، اپیل کنندہ کے خلاف باقاعدہ ایف آئی آر نمبر 577 (PB/1) درج کی۔

-3 بطور گواہِ استغاثہ نمبر 3، مدعی مولانا محمد قاسم شجاع آبادی کی طرف سے بیان کی گئی استغاثہ کی کہانی یہ ہے کہ 30 اکتوبر 2001ء سے ایک ہفتہ قبل، وہ سٹیشن سووائے والا پر موجود تھا جب کسی نے اسے بتایا کہ بستی جورانہ کا رہائشی بشیر احمد، حضور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ اسلام کے بنیادی عقائد اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

کرامؓ کے خلاف گستاخانہ اور توہین آمیز الفاظ بول رہا ہے، نیز اس نے بشیر احمد، اپیل کنندہ کو مندرجہ ذیل الفاظ بولتے ہوئے سنا:

(i اسے (ملزم کو) بھی معراج پیش آئی؛

(ii نبی اکرم ﷺ ....

(iii حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بھیس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے ساتھ .... کی؛

(iv کعبہ ایک عظیم ترین بت ہے؛

(v نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں؛

(vi کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (؟) دکھائی جائے۔

(vii تمام کلمہ گو لوگ کافر ہیں؛

(viii حضرت عمر .... تھے؛

(ix پیغمبروں کی کوئی حیثیت نہیں جبکہ پیغمبروں کی نسبت قلندر کی حیثیت اعلیٰ وارفع ہے؛

(x پیغمبر پاک نہیں ہوتے بلکہ و جو عام آدمی کی مانند ہیں اور ان ے کوئی سینگ نہیں ہوتے؛

گواہِ استغاثہ نمبر 3 کے مطابق، مولانا محمد قاسم شجاع آبادی نے اس (اپیل کنندہ) کی گمراہ کن تعلیمات، گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ بھی کیسٹوں میں ریکارڈ کر لیے جن کی تصدیق کی جا سکتی ہے، نیز گواہان ماسٹر غلام حسین، محمد ارشاد، راؤ لیاقت علی، حاجی محمد یعقوب اور محمد امین سے ان الزامات کی تصدیق کی جا سکتی ہے جنہوں نے متذکرہ گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ، اپیل کنندہ بشیر احمد کی زبان سے خود سنے۔ سب سے پہلے انہوں نے تحصیل کونسل بہاولنگر سے ایک قرارداد منظور کرائی اور پھر مقدمہ کے اندراج کے لیے ایک درخواست دائر کی جس پر متذکرہ بالا ایف آئی آر (Exh.PB/1) تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-A اور 295-C کے تحت قلمبند کر لی گئی۔

-4 مقدمہ کے اندراج کے بعد ایک عدد کیسٹ (Exh.P.5)، محمد عبدالرشید،

انسپکٹر/ ایس ایچ او، گواہِ استغاثہ نمبر 2 نے اپنی تحویل میں لے لی جسے مولانا سعید احمد نے، ماسٹر غلام حسین (گواہِ استغاثہ نمبر 4) اور حاجی محمد یعقوب (جسے پیش نہیں کیا گیا) کی موجودگی میں بمطابق میمو (Ex.P.C) پیش کی۔ اسی طرح مولانا محمد قاسم شجاع آبادی نے گواہِ استغاثہ نمبر 2 کے روبرو چار عدد کیسٹیں پیش کیں جنہیں تفتیشی افسر نے اسی دن بمطابق ریکوری میمو (Exh.PE)، اپنی تحویل میں لے لیا۔ اپیل کنندہ بشیر احمد کو مورخہ 30 اکتوبر 2001ء کو گرفتار کر لیا گیا اور اس نے چار کتابوں کی برآمدگی کرائی جنہیں گواہِ استغاثہ نمبر 2 نے بمطابق ریکوری میمو، اپنی تحویل میں لے لیا۔

-5 تفتیش مکمل ہونے کے بعد زیر دفعہ 173 مجموعہ ضابطہ فوجداری کے تحت تفتیشی رپورٹ مقدمہ کی سماعت کرنے والی فاضل عدالت کے روبرو پیش کر دی گئی۔ زیر دفعہ 265-C، مجموعہ ضابطہ فوجداری، مطلوب دستاویزات، حاجی بشیر احمد کو فراہم کی گئیں، اس کے خلاف فرد جرم عائد کی گئی جس کا اس نے انکار کیا اور مقدمہ کی سماعت کی استدعا کی۔

-6 استغاثہ نے اپیل کنندہ کا جرم ثابت کرنے کی خاطر 6 گواہان پیش کیے۔ رانا نذیر احمد، ہیڈ کانسٹیبل (گواہِ استغاثہ نمبر 1)، باقاعدہ گواہ ہے کیونکہ اس نے اپیل کنندہ بشیر احمد سے اس کی موجودگی میں چار کتابیں برآمد کیں۔ (گواہِ استغاثہ نمبر 2)، محمد عبدالرشید، انسپکٹر/ ایس ایچ او، نے رسمی ایف آئی آر درج کی اور اس مقدمہ کی تفتیش بھی کی۔ (گواہِ استغاثہ نمبر 3) مولانا محمد قاسم شجاع آبادی، مدعی ہے جبکہ غلام حسین (گواہِ استغاثہ نمبر 4)، محمد ارشاد (گواہِ استغاثہ نمبر 5) اور محمد امین (گواہِ استغاثہ نمبر 6) نے استغاثہ کی کہانی کی تصدیق کی۔

-7 استغاثہ کی گواہیوں کے اختتام پر اپیل کنندہ بشیر احمد نے زیر دفعہ 342 مجموعہ ضابط فوجداری قلمبند کیے گئے اپنے بیان میں استغاثہ کی طرف سے خود پر عائد کیے گئے الزامات کی تردید کی اور کہا کہ مقدمہ ہذا، گواہانِ استغاثہ کے گٹھ جوڑ کے ذریعے دائر کیا گیا ہے۔ مزید برآں، اپنی صفائی اور دفاع میں، وہ زیر دفعہ (2)340 مجموعہ ضابطہ

فوجداری، بطور صفائی نمبر 4 پیش ہوا اور ساتھ ہی ساتھ تین گواہ، چودھری نیاز احمد، محمد اکرم، محمد اسلم بطور گواہِ صفائی نمبر 1 تا گواہِ صفائی نمبر 3، اپنی صفائی میں پیش کیے۔

8- فریقین کے فاضل وکلاء کے دلائل سماعت کرنے کے بعد، فاضل عدالت نے سزا کا اعلان کیا جسے اس اپیل کے ذریعے چیلنج کیا جا رہا ہے۔

9- اپیل کنندہ کے فاضل وکیل کا موقف ہے کہ استغاثہ، اپیل کنندہ کے خلاف مقدمہ ثابت کرنے میں ناکام رہا؛ مزید یہ کہ ایف آئی آر درج کرنے میں سات دن کی تاخیر ہوئی جس کی وضاحت نہیں کی گئی جس کے باعث اس ضمن میں توجہ دلانا نہایت ہی مناسب ہے کہ گواہانِ استغاثہ جھوٹ بول رہے تھے؛ مزید یہ کہ گواہانِ استغاثہ قابل بھروسا نہیں کیونکہ گواہانِ استغاثہ اور گواہِ استغاثہ نمبر 3 کے بیانات میں واضح تضادات موجود تھے۔ مولانا محمد قاسم شجاع آبادی نے بذات خود گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ نہیں سنے جبکہ گواہِ استغاثہ نمبر 4 غلام حسین اور گواہِ استغاثہ نمبر 5، ارشاد، بھی چشم دید گواہ نہیں؛ مزید یہ کہ استغاثہ نے چار گواہان پیش کیے اور انہیں جھوٹا ثابت کرنے کے لیے دفاع کی طرف سے گواہ پیش کیے گئے جنہوں نے کہیں زیادہ واضح اور قابل اعتماد موقف پیش کیا جس پر بھروسا کیا جا سکتا ہے کیونکہ گواہِ صفائی نمبر 1 چودھری نذیر احمد، جو اپیل کنندہ کا رشتہ دار ہے، نے اپیل کنندہ کے خلاف عائد الزامات کی واضح طور پر تردید کی جبکہ گواہِ صفائی نمبر 2، محمد اکرم، ایک آزاد و خودمختار گواہ ہے اور گواہِ صفائی نمبر 3، محمد اسلم، ہیڈ ماسٹر ہے اور اسلامیات میں ایم۔اے ہے جبکہ اپیل کنندہ بشیر احمد، بذات خود، گواہِ صفائی نمبر 4 کی حیثیت سے پیش ہوا اور اپنے خلاف عائد کیے گئے الزامات کی تردید کی۔ مزید کہا گیا کہ گواہِ استغاثہ نمبر 3 مولانا محمد قاسم شجاع آبادی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، بہاولنگر کا صدر ہے جس نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اس نے اس سے پہلے بھی اسی جرم کے تحت ایک اور شخص کے خلاف بھی فوجداری مقدمہ دائر کیا تھا اور اس طرح یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کی ایف آئی آر درج کرانے کا عادی ہے اور یوں وہ قابل اعتماد گواہ نہیں؛ مزید یہ کہ گواہانِ استغاثہ، اسی علاقے کے رہائشی نہیں اور ایسا کوئی وقوعہ نہیں ہوا

کہ اپیل کنندہ نے ان کے سامنے اس قسم کے گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ بولے؛ مزید یہ کہ گواہِ استغاثہ نمبر 4 غلام حسین اور گواہِ استغاثہ نمبر 5، ارشاد، بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے منسلک ہیں اور اپیل کنندہ کا جرم ثابت کرنے کی خاطر استغاثہ نے کوئی بھی آزاد اور خودمختار گواہ پیش نہیں کیا؛ مزید یہ کہ گواہِ استغاثہ نمبر 6، محمد امین، قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس نے 1993ء میں مبینہ طور پر الفاظ سنے لیکن اس وقت اس نے یہ معاملہ پولیس کے روبرو پیش نہیں کیا؛ مزید یہ کہ پہلے اپیل کنندہ کے خلاف تحصیل کونسل، بہاولنگر سے قرارداد منظور کرائی گئی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اپیل کنندہ کو سزا دلوانا چاہتے تھے لیکن کسی نے پولیس کے روبرو یا عدالت میں اپیل کنندہ کے خلاف بیان نہیں دیا، نیز پولیس نے عوام کے دباؤ پر جانبدارانہ تفتیش کی اور یہ کہ اپیل کنندہ بری ہونے کا حق بجانب ہے کیونکہ کسی مناسب شک وشبہ کے بغیر استغاثہ اپنا مقدمہ ثابت کرنے میں بری طرح ناکام رہا جبکہ اپیل کنندہ، تمام پیغمبروں کا احترام کرتا ہے اور وہ ان کی توہین کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ صفائی کے فاضل وکیل کے مطابق اپیل کنندہ ایف آئی آر کے اندراج کے پہلے ہی دن سے اس قسم کے گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ بولنے کی تردید کرتا رہا ہے اور اسے گواہانِ استغاثہ کے متضاد بیانات کی بنیاد پر جرم کا مرتکب قرار نہیں دیا جا سکتا جو قابل اعتبار نہیں۔ اس ضمن میں PLD 2002 SC 1048، PLD 2002 Lahore 587 اور 2002YLR1273 پر انحصار کیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عفوودرگزر اور رحم کا نمونہ تھے۔ آخر میں یہ موقف اپنایا گیا کہ اپیل کنندہ بشیر احمد کی عمر 85 برس ہے جو جیل میں ذہنی طور پر پریشان ہے اور اسے اس جرم سے بری کیا جائے۔

10- اس کے برعکس، مدعی کے فاضل وکیل نے اس بنیاد پر اس اپیل کی مخالفت کی ہے کہ گواہانِ استغاثہ کی اپیل کنندہ کے خلاف کوئی دشمنی یا مخاصمت نہیں کہ اسے اس مقدمہ میں غلط طور پر ملوث کیا جائے اور مقدمہ کے اندراج کے لیے پولیس کو اس معاملے سے آگاہ کرنے میں بے حد احتیاط کی گئی۔ فاضل وکیل کے مطابق گستاخانہ اور

اہانت آمیز الفاظ جو اپیل کنندہ نے بولے، مختلف مواقع پر ٹیپ کے ذریعے ریکارڈ کیے گئے اور یہ ثابت کرنے کے لیے پانچ کیسٹیں پیش کی گئیں کہ اپیل کنندہ اس طرز عمل کا عادی تھا۔ فاضل وکیل نے مزید دلیل پیش کی کہ اسلام میں اس جرم کی سزا محض موت ہے اور اپیل کنندہ کسی رعایت کا مستحق نہیں۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں سے ایک واقعہ کا حوالہ دیا کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخانہ الفاظ استعمال کرتی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے کہا کہ کون اس عورت کو جہنم واصل کر سکتا ہے، اس پر ایک نابینا صحابیؓ رات کو سیدھے اس (گستاخ عورت) کے پاس گئے اور اس وجہ سے اسے قتل کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گیا ہے۔ مزید یہ موقف اختیار کیا گیا کہ جرم زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، کے تحت ضروری نہیں کہ عوام الناس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جائے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخانہ بات کہنا، توہین کے مرتکب فرد کو سزائے موت دینے کے لیے کافی ہے اور اس کا خون رائیگاں جائے گا۔

11- سرکار کی طرف سے پیش ہونے والے فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے بھی اس اپیل کی مخالفت کی لیکن PLD 2002 Lahore 587 کو مثال بناتے ہوئے نرم رویہ اپنانے کی درخواست کی۔

12- ہم نے فریقین کے دلائل سماعت کرنے کے علاوہ انتہائی احتیاط اور غور سے ریکارڈ بھی ملاحظہ کیا۔

13- مقدمہ ہذا میں ایف آئی آر میں واضح طور پر مندرج گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ، جرم زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان کے زمرے میں آتے ہیں۔ استغاثہ نے اپنا مقدمہ ثابت کرنے کی خاطر، گواہانِ استغاثہ نمبر 3 تا 6 پیش کرنے کے علاوہ وہ پانچ عدد کیسٹیں بھی پیش کیں جو اپیل کنندہ کی طرف سے مختلف مواقع پر اپنی آواز میں بولے گئے گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ پر مشتمل تھیں، نیز تحصیل کونسل، بہاولنگر کی اس

قرارداد کی نقل بھی پیش کی گئی جس کی رو سے اپیل کنندہ کے خلاف مقدمہ کے اندراج کے لیے درخواست (Exh.P.F) بھی پیش کی جو مدعی نے دائر کی تھی۔

-14 گواہِ استغاثہ نمبر 3، مولانا محمد قاسم شجاع آبادی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر کا ناظم ہے اور وہاں گزشتہ چار برس سے تعینات ہے۔ اس نے بیان دیا کہ اس نے کسی سے سنا کہ اپیل کنندہ بشیر احمد، جس کا تعلق بستی جورانہ سے ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے خلاف بھی گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ بول رہا ہے۔ وہ خاص طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ بول رہا تھا۔ گواہِ استغاثہ نمبر 3 کے مطابق، اس نے بذات خود یہ گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ، اپیل کنندہ، بشیر احمد کی طرف سے کہتے ہوئے سنے جنہیں سابقہ پیرا نمبر 3 میں مفصل بیان کیا گیا۔ گواہِ استغاثہ نمبر 3، نے مزید بتایا کہ ماسٹر غلام حسین، گواہِ استغاثہ نمبر 4، محمد ارشاد، گواہِ استغاثہ نمبر 5، راؤ لیاقت علی، حاجی محمد یعقوب اور محمد امین، گواہِ استغاثہ نمبر 6، جنہوں نے اپیل کنندہ کو متذکرہ گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ بولتے ہوئے سنا تھا، پر مفصل جرح کی گئی۔ اس نے بغیر لگی لپٹی بتا دیا کہ وہ اس شخص کا نام نہیں بتا سکتا جس نے پہلے اسے اپیل کنندہ کی طرف سے بولے گئے گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ کے متعلق بتایا اور اس سے قبل، اسے نہ تو اپیل کنندہ کی سرگرمیوں کے متعلق علم تھا اور نہ ہی یہ معلومات حاصل ہونے سے قبل وہ کبھی اس سے ملا بھی تھا۔ گواہِ استغاثہ نمبر 3 نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس نے تین افراد، حاجی محمد یعقوب، محمد ارشاد اور راؤ لیاقت علی کو اپیل کنندہ کے خلاف تحقیقات کرنے کے لیے مقرر کیا تھا اور انہوں نے اس سلسلہ میں اسے یہ معلومات فراہم کیں کہ وہ (اپیل کنندہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے خلاف گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ بولنے کا عادی ہے۔ گواہِ استغاثہ نمبر 3 نے مزید بتایا کہ اس نے بذات خود گواہِ استغاثہ لیاقت علی کی دکان، جو مہاجر کالونی نزد مسجد پر واقع ہے، اپیل کنندہ کی زبان سے گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ سنے تھے، جب وہ ایف آئی آر کے اندراج سے دو دن

قبل نماز مغرب کے بعد اس دکان میں گیا تھا۔ گواہِ استغاثہ نمبر 3 نے اس امر سے انکار کیا کہ دیگر گواہانِ استغاثہ، مجلس تحفظ ختم نبوت، تحصیل کونسل، بہاولنگر کے ارکان ہیں۔ کوئی بھی ایسی چیز ریکارڈ پر پیش نہیں کی گئی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ گواہِ استغاثہ نمبر 3 کو اپیل کنندہ سے دشمنی اور مخاصمت تھی اور اسے اس جھوٹے مقدمے میں پھنسانے میں اس کا کوئی مفاد تھا۔

15- استغاثہ گواہ نمبر 4، غلام حسین بھی بہاولنگر کا رہایشی ہے۔ جس طرح گواہِ استغاثہ نمبر 3، مولانا محمد قاسم شجاع آبادی نے استغاثہ کی کہانی کی تصدیق کی، عین اسی طرح اس نے بھی استغاثہ کی کہانی کی توثیق کی۔ وہ ایم، اے۔ انگلش اور بی ایڈ ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ وہ ایک نجی ٹیوٹر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ اس کے مطابق، اس نے پہلے بھی مولانا اللہ یار اشرفی، مہتمم جامعہ رضائے مصطفیٰ کے روبرو اپیل کنندہ کے گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ کے خلاف تحریری درخواست پیش کی تھی۔ دوران جرح جب اس سے اس امر کے متعلق اس کے گزشتہ بیان (Exh.DA) کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ اپیل کنندہ کے گستاخانہ اوراہانت آمیز خیالات سے گزشتہ ایک ڈیڑھ سال سے آگاہ تھا اور اس کے بیان میں لفظ ایک ڈیڑھ سال کا ذکر نہ تھا۔ اس نے تصدیق کی کہ مولانا محمد قاسم شجاع آبادی (گواہِ استغاثہ نمبر 3) نے اپنے اور دیگر گواہانِ استغاثہ پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی تھی اور اس نے ملزم کی گفتگو ریکارڈ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور اس مقصد کی خاطر اس نے لیاقت علی اور ارشاد کو اتفاقیہ طور پر ملزم کی گفتگو ریکارڈ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اگر چہ اس نکتے پر اس کے سامنے اس کا پہلا بیان پیش کیا گیا تھا۔ دورانِ جرح، گواہِ استغاثہ نمبر 4، نے یہ تسلیم کیا کہ اپیل کنندہ کے بہت سے مرید (پیروکار) ہیں جنہیں وہ تبلیغ کرتا ہے اور گواہانِ استغاثہ اس کے مرید نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اپیل کنندہ ایک عام شخص نہیں تھا اور اس سے توقع کی جا سکتی ہے وہ اپنے خیالات خود تشکیل دے سکتا ہے اور ان کا اظہار بھی کر سکتا ہے۔ گواہِ استغاثہ نمبر 4 کے بیان سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ پہلے بھی اپیل کنندہ سے شناسا تھا کیونکہ وہ اپیل کنندہ

کے پوتوں کو اس کے گھر ٹیوشن پڑھاتا رہا تھا۔ اس نے اس امر سے انکار کیا کہ متذکرہ پڑھائی/ ٹیوشن اپیل کنندہ کے مشکوک کردار کے باعث منقطع کر دی گئی تھی اور اس نے یہ بھی بتایا کہ چونکہ ایک دفعہ اپیل کنندہ نے پیغمبروں کے متعلق قابل اعتراض، گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ کا اظہار کیا تھا جس پر اس نے متذکرہ ٹیوشن پڑھانے کا سلسلہ منقطع کر دیا اور اپیل کنندہ کے بیٹے محمد ظفر کو اس امر کی شکایت بھی کی جس نے اس ضمن میں اس سے معافی طلب کی۔ اس گواہ کے متعلق کوئی خاص دشمنی، مخاصمت یا کوئی مفاد ظاہر نہیں ہوا جس کے باعث وہ کسی رنجش یا پرخاش کے باعث اسے اس جھوٹے مقدمے میں ملوث کر سکے۔

16- گواہِ استغاثہ نمبر 5، محمد ارشاد نے بھی استغاثہ کے موقف کی تائید کی۔ ریکارڈ پر کوئی ایسی بات موجود نہیں جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ اس کی اپیل کنندہ کے ساتھ کوئی دشمنی، پرخاش یا رنجش تھی۔ تاہم، محمد امین، گواہِ استغاثہ نمبر 6، جو اسی علاقے کا رہائشی ہے، یہ ثابت کرنے کے لیے پیش ہوا کہ اپیل کنندہ، 1990ء سے ہی اسلامی تعلیمات کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا اور وہ اس چیز کا گواہ ہے۔ متذکرہ بالا گواہانِ استغاثہ آزاد اور خودمختار ہیں۔ ان کی اپیل کنندہ کے ساتھ کوئی دشمنی اور پرخاش نہیں جس کا دورانِ جرح، اپیل کنندہ نے بطور گواہِ صفائی پیش ہوتے ہوئے اقرار کیا کہ اسے اس وحشیانہ اور ہولناک جرم جس کی سزا، موت ہے، میں جھوٹے طور پر ملوث کیا۔

17- اپیل کنندہ کے خلاف عائد کردہ الزامات کی نوعیت کے متعلق ہم گواہانِ استغاثہ کے بیانات میں کسی بھی قسم کا تضاد تلاش نہیں کر سکے۔ یہ صرف اپیل کنندہ ہی کا موقف ہے کہ چونکہ گواہِ استغاثہ نمبر 4، غلام حسین، اپیل کنندہ کے پوتے کو پڑھاتا رہا، لیکن اسے اس کی اس ملازمت سے فارغ کر دیا گیا اور سرکاری ملازمت کے حصول کے لیے اپیل کنندہ سے دو لاکھ روپے دینے کا مطالبہ اپیل کنندہ نے پورا نہیں کیا، اس لیے وہ اپیل کنندہ کے خلاف ہو گیا اور اس نے گواہِ استغاثہ نمبر 3 مولانا محمد قاسم شجاع آبادی کے ذریعے یہ جھوٹا مقدمہ تیار کیا۔ ہم نے یہ بھی محسوس کیا کہ جب غلام حسین گواہی

دینے کے لیے بطور گواہِ استغاثہ نمبر 4 پیش ہوا تو فاضل وکیل صفائی کی طرف سے جرح کے دوران اس سے ایسی کوئی بات نہیں پوچھی گئی۔ اس سے صرف یہی پوچھا گیا کہ اس کے مشکوک کردار کے باعث پڑھائی منقطع کر دی گئی۔ اپیل کنندہ نے بطور گواہِ صفائی نمبر 4 پیش ہوتے ہوئے واضح طور پر بیان کیا کہ مقدمہ ہٰذا کے حوالے سے کسی بھی گواہ کی اس کے ساتھ کوئی دشمنی، مخاصمت یا پرخاش نہیں تھی کہ اسے جھوٹے مقدمے میں ملوث کیا جائے۔ اگرچہ اس نے یہ کہانی گھڑی کہ گواہِ استغاثہ نمبر 4، غلام حسین، جو اس کے پوتے اور پوتیوں کو ٹیوشن پڑھایا کرتا تھا، نے ایک دن اس سے کالونی ہائی سکول میں ملازمت کے حصول کے لیے دو لاکھ روپے (-/Rs.2,00,000) کا مطالبہ کیا لیکن مندرجہ بالا گفتگو کی بنا پر اس کے متعلق معلوم ہوا کہ یہ موقف دانستہ اور جان بوجھ کر اپنایا گیا اور اس کے بیان کو مسترد کرنے کے لیے اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔

18- ریکارڈ پر موجود تمام گواہیوں کا باریک بینی سے جائزہ لینے کے بعد، ہمیں گواہانِ استغاثہ کی طرف سے کوئی دشمنی، مخاصمت یا پرخاش معلوم نہیں ہوئی جس کی بنا پر اس قسم کے ہولناک اور وحشیانہ جرم میں جس کی سزا موت ہے، اپیل کنندہ کو جھوٹے طور پر ملوث کیا جائے۔ یہ آزاد، خودمختار قابل اعتبار گواہان ہیں اور ان پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ تاہم، ہم آڈیو کیسٹوں پر یقین نہیں کر سکتے جو مبینہ طور پر اپیل کنندہ کی طرف سے گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ پر مشتمل ہیں ورنہ یہ ایک تائیدی ثبوت ہوتا کیونکہ یہ واضح نہیں کہ کیسٹوں میں ریکارڈ آواز اپیل کنندہ کی ہے۔ اس لیے یہ استغاثہ کے لیے بے کار ہیں۔ لیکن جہاں تک مقدمہ ہٰذا کا تعلق ہے، استغاثہ، گواہان نمبر 3 تا 6 کے زبانی بیانات کے ذریعے بغیر کسی شک وشبہ، اپیل کنندہ کے خلاف اپنا مقدمہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مزید براں، مدعی کی طرف سے پیش کی گئی درخواست پر تحصیل کونسل، بہاولنگر کی طرف سے مورخہ 29 اکتوبر 2001ء کو منظور کردہ قرارداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہر کے لوگ اپیل کنندہ کے گھناؤنے فعل کے خلاف جلوس نکال رہے تھے اور اس صورت حال کے ذریعے گواہانِ استغاثہ کی طرف سے اپیل کنندہ کو مقدمہ

میں جھوٹے طور پر یا بدنیتی یا اپنے مخصوص مفاد کی خاطر ملوث کرنے کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ فاضل وکیل صفائی نے اپیل کنندہ کے حق میں جس مقدمے کی مثال پیش کی ہے، مقدمہ ہذا کے حقائق اور حالات پر منطبق نہیں ہوتا۔ **PLD 2002 SC 1048** میں گواہانِ استغاثہ کی ملزم کے ساتھ دشمنی اور مخاصمت پائی گئی اور انہیں نا قابل اعتبار قرار دیا گیا جبکہ **2002 YLR 1273** میں یہ فیصلہ دیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو معاف فرما دیا کرتے تھے، ایف آئی آر **21** دن کی تاخیر سے درج کرائی گئی، اہم گواہ پیش نہیں کیا گیا اور آزاد اور خودمختار ذرائع نے استغاثہ کی گواہی کی تائید نہیں کی۔ **PLD 2002 Lahore 587** میں ملزم پر الزام عائد کیا گیا کہ اس نے مسجد کے مرکزی دروازے پر اشتہارات چسپاں کیے ہیں اور استغاثہ کا ثبوت نا کافی پایا گیا تھا۔

-19 جہاں تک دفاع کی گواہی کا تعلق ہے، گواہِ صفائی نمبر **1**، چودھری نیاز احمد، اپیل کنندہ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ گواہِ صفائی نمبر **2**، محمد اکرم، اپیل کنندہ کا مزارع ہے اور اس کے بیٹوں نے اس سے دکان کرایہ پر لی ہے جہاں وہ اپنا کاروبار کر رہا ہے اور گواہِ صفائی نمبر **3**، محمد اسلم، عارف والا میں رہتا ہے۔ یقینی طور پر ان میں سے کوئی بھی، دورانِ تفتیش، اپیل کنندہ کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے پیش نہیں ہوا، نیز دورانِ جرح، انہوں نے کہا کہ وہ پہلی دفعہ عدالت میں گواہانِ صفائی کی حیثیت سے پیش ہوئے اور اپیل کنندہ کے بیٹوں کے بے حد اصرار پر پیش ہوئے ہیں۔ ان کے بیانات کو گواہانِ استغاثہ کے بیانات پر ترجیح نہیں دی جا سکتی جن کے بیانات کو دورانِ جرح غلط ثابت نہیں کیا جا سکا اور وہ قابل اعتبار ثابت ہوئے۔ ممکن ہے کہ اپیل کنندہ نے گواہانِ صفائی کے روبرو گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ نہ بولے ہوں، لیکن ان کے بیانات یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں کہ گواہانِ استغاثہ دروغ گوئی کر رہے ہیں۔ زیرِ دفعہ **295-C**، جرم متشکل کرنے کے لیے، گواہان کی تعداد درکار نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ گستاخانہ اور غلیظ زبان، کسی عوامی مقام پر بلند آواز میں یا کسی ملاقات میں استعمال کی جائے یا پھر کسی خاص جگہ استعمال کی جائے، بلکہ کسی ایک گواہ کا یہ بیان کہ کسی شخص نے

گھر کے اندر بھی نبی اکرم ﷺ کے متعلق توہین آمیز زبان استعمال کی ہے، اس قسم کی توہین کے مرتکب کو سزائے موت دینے کے لیے کافی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں سے مندرجہ ذیل واقعات اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں:

ابن عباسؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ کے زمانہ میں ایک نابینا شخص کے پاس ایک لونڈی تھی جو رسول پاک ﷺ پر سب وشتم کیا کرتی تھی۔ اس نابینا شخص نے اسے اس حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا اور اسے ایسا نہ کرنے کی تنبیہ کی' مگر اس نے پروا نہ کی۔ ایک شب جب وہ حسب معمول رسول پاک ﷺ کو گالیاں دے رہی تھی' اس نابینا شخص نے چھری اٹھائی اور اسے ہلاک کر دیا۔ اگلی صبح جب اس عورت کے قتل کا مقدمہ رسولِ پاک ﷺ کی عدالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا ''یہ کام کس نے کیا ہے؟ کھڑا ہو جائے اور اقبال کرے' کیونکہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس کے باعث میرا اس پر حق ہے۔'' اس پر نابینا شخص کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو چیرتا ہوا رسول پاک ﷺ کے سامنے آیا اور بولا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس لونڈی کو قتل کیا ہے' کیونکہ اس نے آپ کو گالیاں دی تھیں۔ میں نے مسلسل اسے منع کیا' مگر اس نے کوئی پروا نہ کی۔ اس سے میرے دو خوبصورت بیٹے ہیں اور وہ میری بہت اچھی ساتھی تھی' مگر کل جب اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں تو میں نے اپنی چھری اٹھائی اور اس کے پیٹ پر حملہ کیا اور اسے ہلاک کر دیا۔'' رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''اے لوگو! گواہ رہنا اس عورت کا خون رائیگاں گیا۔'' (ابوداؤد جلد دوم صفحات 355-357)

حضرت علیؓ کی سند سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت رسول پاک ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی' اس کو ایک شخص نے قتل کر دیا۔ رسول پاک ﷺ نے اس کا خون بے حقیقت قرار دیا۔ (مندرجہ بالا)

حضرت عمیر ابن امیہ کی سند سے روایت ہے کہ اس کی ایک مشرکہ بہن تھی جو اس کو رسولِ پاک ﷺ سے ملاقات پر طعنے دیتی تھی اور رسولِ پاک ﷺ کو برا بھلا کہا کرتی تھی۔ آخر کار ایک دن انہوں نے اپنی تلوار سے اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بیٹے

چلائے اور بولے ''ہم ان قاتلوں کو جانتے ہیں جنہوں نے ہماری ماں کو ہلاک کیا اور ان لوگوں کے والدین مشرک ہیں۔'' عمیر نے سوچا کہ اس عورت کے بیٹے کہیں غلط اشخاص کو قتل نہ کر ڈالیں، وہ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں آئے اور پورے معاملہ کی اطلاع آپ کو دی۔ نبی ﷺ نے ان سے کہا ''کیا تم نے اپنی بہن کو مار ڈالا؟ انہوں نے جواب دیا ''ہاں''۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا ''کیوں''؟ انہوں نے کہا کہ وہ مجھے آپ ﷺ کے تعلق کی وجہ سے نقصان پہنچا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے بیٹوں کو بلایا اور قاتلوں کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے دوسرے لوگوں کی بطور قاتل نشان دہی کی۔ اس پر اللہ کے رسولؐ نے انہیں بتایا اور اس کی موت کو رائیگاں قرار دیا۔

(مجموعہ الزوائد ومنابع الفوائد جلد پنجم صفحہ 260)

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص رسول پاک ﷺ کے پاس آیا اور بولا ''اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے باپ نے آپ کو برا بھلا کہا، میں برداشت نہ کر سکا اور انہیں قتل کر دیا'' رسول پاک ﷺ نے اس کے اس عمل کی توثیق فرمائی۔

(الشفاء از قاضی عیاض جلد دوم صفحہ 285)

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C کے تحت اپیل کنندہ کی سزا برقرار رکھی جاتی ہے۔

-20 جہاں تک سزا کی مقدار اور حجم کا تعلق ہے، بلاشبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو معاف کر دیا تھا جو آپ ﷺ کی توہین کیا کرتے تھے لیکن فقیہوں کا موقف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کو معاف کر دینے کا اختیار تھا جو آپ ﷺ کی توہین کرتے تھے، جبکہ امت کو آپ ﷺ کی توہین کے مرتکبین کو معاف کر دینے کا کوئی اختیار نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی حیثیت سے قرآن پاک نے ناراضی کے ہلکے سے اظہار کو ممنوع قرار دیا اور اعلان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے شادی ممنوع ہے اور مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے ورنہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہوں گے۔ قرآن

پاک میں ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو نبی کریم (ﷺ) کے گھروں میں بجز اس (صورت) کے کہ تم کو کھانے کے لیے آنے کی اجازت دی جائے (اور) نہ کھانا پکنے کا انتظار کیا کرو۔ لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر چلے آؤ پس جب کھانا کھا چکو تو فوراً منتشر ہو جاؤ۔ اور نہ وہاں جا کر دل بہلانے کے لیے باتیں شروع کر دیا کرو۔ تمہاری یہ حرکتیں (میرے) نبی (ﷺ) کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہیں پس وہ تم سے حیا کرتے ہیں (اور چپ رہتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کسی کی شرم نہیں کرتا حق بیان کرنے میں۔ اور جب تم مانگو ان سے کوئی چیز تو مانگو پس پردہ ہو کر۔ یہ طریقہ پاکیزہ تر ہے تمہارے دلوں کے لیے نیز ان کے دلوں کے لیے۔ اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی۔ بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔ (الاحزاب:53)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات کی بہترین تفسیر کرنے والے ہیں اور ان کی سنت کے ذریعے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کی توہین کے مرتکبین، سزائے موت کے مستحق ہیں۔ مندرجہ بالا احادیث کے علاوہ مندرجہ ذیل حدیث کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے:

حضرت علیؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا ''اس شخص کو قتل کرو جو ایک نبی کو گالی دیتا ہے اور جو میرے صحابہؓ کو گالی دے اسے درے لگاؤ۔''

(الشفاءؔ قاضی عیاض جلد دوم صفحہ 194)

21- ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں کہ ابو سلیمان خطابی نے کہا ''اگر شاتم رسول ﷺ مسلمان ہو تو اس کی سزا موت ہے اور اس میں میرے علم کے مطابق مسلمانوں میں کوئی اختلاف رائے نہیں۔ **(الصارم المسلول صفحہ 4)**

22- قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں۔ ''اس نکتہ پر ائمہ کا اجماع ہے کہ ایک مسلمان مرتکب توہین رسالتؐ کی سزا موت ہے۔'' **(الشفاء جلد دوم صفحہ 211)**

قاضی عیاضؒ مزید رقم طراز ہیں "ہر وہ شخص جو رسول پاک ﷺ کو گالی دے' آپ ﷺ میں کوئی نقص نکالے یا آپ ﷺ کے نسب میں یا آپ کی کسی صفت میں یا آپ کی طرف کوئی کنایہ کرے یا کسی دوسری چیز سے آپ کی مشابہت کرے بطور آپ ﷺ کی توہین' بے عزتی' تذلیل' بے لحاظی یا نقص کے' تو وہ آپ ﷺ کا شاتم ہے اور وہ قتل کیا جائے گا اور علماء وفقہاء کا اس نکتہ پر اجماع' صحابہ کے زمانہ سے آج تک ہے۔" (الشفاء از قاضی عیاضؒ جلد دوم صفحہ 214)

23- ابوبکر جصاص حنفیؒ لکھتے ہیں۔ "مسلمانوں میں اس امر میں کوئی اختلافِ رائے نہیں کہ ایک مسلمان جو دانستہ رسول پاک ﷺ کی تضحیک وتوہین کرتا ہے' مرتد ہو جاتا ہے اور سزائے موت کا مستوجب ہوتا ہے۔" (احکام القرآن' جلد ہشتم صفحہ 106)

یہاں ایک اور حدیث بیان کرنا مفید ہوگا۔

24- "عبداللہ ابن عباسؓ کی سند سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اس شخص کو قتل کر دو جو اپنا مذہب (اسلام) تبدیل کرتا ہے۔" (بخاری جلد دوم صفحہ 123)

25- قاضی عیاضؒ نے بیان کیا ہے کہ ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے شاتم رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ عراق کے کچھ فقہاء نے اس کو دُرے لگانا تجویز کیا ہے۔ اس پر امام مالکؒ غضب ناک ہو گئے اور کہا "اے امیر المومنین! اس امت کو زندہ رہنے کا کیا حق حاصل ہے' جب اس کے رسول کو گالیاں دی جائیں۔ پس اس شخص کو جو رسول ﷺ کو برا بھلا کہے' قتل کرو اور اس کے دُرے لگاؤ جو آپ کے صحابہ کو برا بھلا کہے۔" (الشفاء جلد دوم' صفحہ 215)

26- ابن تیمیہؒ اس ضمن میں فقہاء کی آراء بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ابوبکر فارسی شافعی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول ﷺ کی سزا موت ہے' اگر وہ مسلمان ہے۔" (الصارم المسلول صفحہ 3)

27- "الشفا" جلد دوم، صفحہ 284 اردو ترجمہ از قاضی عیاضؒ میں بتایا گیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرمایا لیکن ابن خطل اور

اس کی لونڈی کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ ﷺ کی ہجو لکھتے تھے۔

28- مندرجہ بالا بحث اور گفتگو کے نتیجے میں، ہمیں موت سے کسی کم سزا کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اس لیے (سیشن) عدالت کی طرف سے اپیل کنندہ کو دی گئی سزائے موت کی توثیق کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ اپیل بے بنیاد ہے، اس لیے مسترد کی جاتی ہے اور مجرم کو دی گئی سزا برقرار رکھی جاتی ہے۔

29- اسی طرح قتل کا مقدمہ نمبر 45 سال 2003ء جو توثیق کے لیے بھیجا گیا، اس کی توثیق کی جاتی ہے اور اپیل کنندہ کی سزائے موت کی تصدیق کی جاتی ہے۔

دستخط	تاریخ فیصلہ
جسٹس اعجاز احمد چودھری	14 ستمبر 2004ء
جسٹس محمد فرخ محمود	

(2005 Y L R 985)

(2021 M L D 1633)

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

لقمان حبیب بنام حکومت پاکستان

⊛...... جناب جسٹس محمد قاسم خاں
(چیف جسٹس)

لاہور ہائی کورٹ کا اہم فیصلہ جو سوشل میڈیا پر اسلام دشمن طاقتوں کی اسلام اور اس کی مقدس شخصیات کے خلاف گستاخانہ سرگرمیوں اور ناپاک سازشوں کے سدباب کا باعث بنے گا۔

لاہور ہائی کورٹ کا نہایت اہم فیصلہ

’’آئین کے آرٹیکل A-2 کے تحت اسلام کا تحفظ حکومت کا فرض ہے اور اس مقصد کے لیے حکومت ایک سرکاری ویب سائٹ/ پورٹل قائم کرے جہاں قرآن مجید کے مستند نسخہ کے ساتھ معروف علماء کرام کا ترجمہ، احادیث مبارکہ کی کتابیں، ختم نبوت سے متعلق تمام قوانین، اس موضوع پر لکھے گئے مضامین اور اس اہم موضوع پر اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے عام عوام کی آگاہی کے لیے اسی ویب سائٹ پر فراہم کیے جائیں گے۔ ایک ونڈو/ پورٹل بھی قائم کیا جائے گا جہاں معروف اسلامی اسکالر اسلام اور ختم نبوت کے احکامات کے بارے میں کسی کے سوالات/ اشکالات کا جواب دیں گے۔‘‘

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

حضور نبی کریم ﷺ اور اسلام کی دیگر مقدس شخصیات کے خلاف سوشل میڈیا پر گستاخانہ اور توہین آمیز مواد کو روکنے کے لیے دینی غیرت وحمیت کے جذبہ سے سرشار چند معزز شخصیات جن میں جناب لقمان حبیب، جناب بلال ریاض شیخ، جناب لیاقت علی چوہان، جناب محمد سعید اللہ سندھو اور جناب ندیم سرور سرفہرست ہیں، نے لاہور ہائی کورٹ میں مختلف رِٹ پٹیشنز دائر کیں۔ ان حضرات نے اپنی رٹ پٹیشنز میں موقف اختیار کیا کہ سوشل میڈیا بالخصوص فیس بک (Facebook) پر حضور خاتم النبیین ﷺ، صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ کے خلاف انتہائی گستاخانہ مواد موجود ہے۔ اس لیے فیس بک وغیرہ پر ایسی توہین آمیز سرگرمیوں اور متنازعہ ویب پیجز کی بندش وغیرہ کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں۔

اس کیس میں تمام درخواست گزار ذاتی طور پر پیش ہوئے۔ علاوہ ازیں جناب محمد اظہر صدیق، جناب صفدر شاہین پیرزادہ، جناب محمد فیضان مقصود، جناب محمد عثمان شیخ، جناب زبیر جنجوعہ، جناب فیصل نواز بھٹی، جناب زاہدہ غفار، جناب آصف محمود خان، جناب عدنان پراچہ، جناب عیسیٰ عثمان غازی اور جناب عرفان اکرم ایڈووکیٹس جو درخواست گزار کی طرف سے تھے، بھی پیش ہوئے۔ ان کے علاوہ جناب اسد علی باجوہ ڈپٹی اٹارنی جنرل، محمد اسامہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر (سافٹ ویئر)، وقاص ریاض انسپکٹر CEW، اسد اقبال سب انسپکٹر اور نبیل حسین سب انسپکٹر ایف آئی اے۔ چودھری سرفراز احمد کھٹانہ، ڈپٹی پراسیکیوٹر جنرل، جناب بیرسٹر راجہ ہاشم جاوید، جناب بیرسٹر

چوہدری محمد عمر، جناب مفتی احتشام الدین حیدر، جناب رانا محمد انصار ایڈووکیٹس کے ساتھ محمد فاروق، ڈائریکٹر پی ٹی اے، شہزادہ محمد حمید، اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ویجیلنس) پی ٹی اے بھی عدالت میں پیش ہوئے۔

درخواست گزاران کی طرف سے گستاخانہ مواد پر مشتمل متن کے ساتھ ساتھ تصویروں کی شکل وغیرہ کے خاکوں کے سکرین شاٹ جب عدالت میں پیش کیے گئے تو وہاں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مستند ریکارڈ کے مطابق ان ناپاک سازشوں میں فتنہ قادیانیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسا مفسد گروہ بھی شامل ہے جس نے ہمیشہ اسلام کے اساسی عقائد ونظریات پر نہ صرف حملہ کیا بلکہ اسلامی نقاب اوڑھ کر منافقانہ کردار بھی ادا کیا۔ میں نے اس کیس کی مکمل فائل کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ میں پوری دیانتداری سے عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں اسلام کی مقدس شخصیات کے خلاف کبھی ایسا گستاخانہ، دل آزارانہ اور توہین آمیز مواد اور خاکے نہیں دیکھے۔ انہیں دیکھ کر کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے، دل ٹکڑے ہوتا ہے، سینہ چھلنی ہوتا ہے، آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں، ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے ہیں، روح میں زہر آلود نشتر چبھتے اور دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہوتا ہے۔

معزز جسٹس صاحب نے فاضل وکلا کے دلائل اور فائل میں دستیاب ریکارڈ ملاحظہ کرنے کے بعد اپنے فیصلہ میں لکھا:

''اس امر کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جب کسی فعل کو جرم قرار دیا جاتا ہے تو یہ ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے اس طرح کے جرائم کو روکنے کے لیے تمام قانونی اقدامات کرے اور دوسرا یہ کہ اگر کوئی جرم سرزد ہو تو مجرموں کو حتمی فیصلے کے لیے قانون کے کٹہرے میں لایا جائے۔ اسی تناظر میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کا آرٹیکل 5 ریاست کے ساتھ وفاداری اور آئین اور قانون کی اطاعت سے متعلق ہے، اس لیے یہ ریاستی عہدیداروں کا آئینی فرض ہے کہ وہ اپنے فرائض تندہی سے سرانجام دیں تاکہ جرائم پر قابو پایا جا سکے۔ ...... یہ بہت حساس مسئلہ ہے اور عدالت میں پیش کیا گیا مواد واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ اس طرح کی (سوشل میڈیا پر)

پوسٹوں کے پیچھے نظر آنے والا مقصد پوری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا تھا اور ہمارے پاس تاریخی شواہد ہیں کہ جب بھی اس طرح کی کوئی ناپاک سازش کی گئی تو اس نے ہمارے پورے معاشرے کے (امن و امان) لیے دھماکے کا کام کیا۔ ......
ہمارے آئین کی تمہید واضح طور پر ظاہر کرتی ہے کہ ہر طبقے کے حقوق حساس انداز میں متوازن رہے ہیں اور تقریر/ اظہار رائے اور معلومات کی آزادی بھی ہمارے آئین کی پہچان ہے، لیکن ''آزادی اظہار رائے'' کی اصطلاح کو اس حد تک نہیں بڑھایا جا سکتا کہ اسے کسی مذہب کی مذہبی تعلیمات یا مقدس شخصیات کی توہین کے لیے ایک آلے کے طور پر استعمال کیا جائے۔ یہ عدالت بخوبی جانتی ہے کہ ''آزادی اظہار رائے'' کی چھتری کے تحت نہ صرف مسلمانوں بلکہ دیگر تمام مذاہب کے پیروکاروں کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ ...... اس موقع پر یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ کچھ افراد کا خیال ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کے آرٹیکل 19 اور 19-A نے تقریر اور معلومات کی آزادی کا بلا روک ٹوک حق دیا ہے، لہٰذا اس طرح کے کسی بھی مواد کے خلاف کارروائی نہیں کی جا سکتی ہے، جیسا کہ یہ چیز اس رٹ پٹیشن کا حصہ ہے۔ لیکن، وہ اس حقیقت سے مکمل طور پر لاعلم ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا آرٹیکل 19، واضح الفاظ میں یہ بتاتا ہے کہ مذکورہ آزادی دین اسلام کے تقدس یا پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی سالمیت، سلامتی یا دفاع، غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ، تہذیب یا اخلاق کے مفاد کے پیش نظر یا توہین عدالت، کسی جرم کے ارتکاب یا اس کی ترغیب سے متعلق قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع ہر شہری کو تقریر اور اظہار رائے کی آزادی کا حق ہوگا۔ عدالت اس بات سے باخبر ہے کہ آزادی اظہار کو بے حد اہمیت کا بنیادی حق سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ آزادی اظہار، تقریر، رواداری اور احترام ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ شاید کچھ شر پسند عناصر اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کا اولین اور بنیادی فرض ہے۔ مسلمان کسی بھی نعرے ''آزادی اظہار'' یا ''اظہار رائے کی آزادی'' کی بنیاد پر حضرت محمد ﷺ کے

وقار کو مجروح کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ...... انٹرنیٹ پر دستیاب فیس بک صارفین کے حقوق اور ذمہ داریوں کی شق 3 (6) واضح طور پر متنبہ کرتی ہے کہ اس کا صارف ایسا مواد پوسٹ نہیں کرے گا جو نفرت انگیز تقریر، دھمکی آمیز یا فحش مواد پر مشتمل ہو۔ تشدد کو بھڑکاتا ہو، عریانی یا بلاوجہ تشدد پر مشتمل ہے۔ مزید یہ کہ اس کی شق 5 (1) اور (2) واضح کرتی ہے کہ صارف فیس بک پر ایسا مواد پوسٹ نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی ایسا اقدام کرے گا جو کسی اور کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے یا قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے، اور فیس بک کسی بھی ایسے مواد یا معلومات کو ہٹا سکتا ہے جو پوسٹ کیا گیا ہے۔ مزید براں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خود فیس بک اپنے قواعد یا پالیسیوں کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اسی طرح قابل احترام رویے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی''۔

معزز جسٹس صاحب کے مذکورہ بالا ایمان افروز ریمارکس پر یاد آیا کہ جون 2021ء میں سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد کی تشہیر کے خلاف ایک کیس کی سماعت کے دوران اپنے ریمارکس میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے معزز جسٹس عامر فاروق صاحب نے کہا تھا کہ اسلام کی مقدس ہستیوں کی توہین سے متعلق ہماری صفر رواداری کی پالیسی ہے۔ مغرب کا اظہار رائے کی آزادی کے حوالے سے دوہرا معیار ہے۔ اپنے لیے ایک اور ہمارے لیے دوسرا معیار ہے۔ مغرب اپنے مذہب یا اپنے مذہبی عقائد کی توہین نہیں برداشت کرتا، ہم بھی اپنے مذہب اور مقدس ہستیوں کی توہین کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے۔ ایسے ہی دینی غیرت وحمیت پر مبنی ریمارکس 2 دسمبر 2022ء کو ایک کیس کی سماعت کے دوران لاہور ہائی کورٹ راولپنڈی بنچ کے جسٹس عزت مآب جناب چودھری عبدالعزیز صاحب نے بھی دیئے تھے۔ (اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں مزید عزتوں اور کامرانیوں سے نوازے۔)

لاہور ہائی کورٹ کے زیر نظر فیصلہ میں فاضل عدالت نے پی ٹی اے (Pakistan Telecommunication Authority) کو جو ہدایات جاری کیں، وہ آئندہ صفحات میں 'فیصلہ کے اہم نکات' میں درج کر دی گئی ہیں تاکہ تکرار نہ ہو۔

ترجمہ کے دوران معلوم ہوا کہ اس فیصلہ میں چند ایسی فاش غلطیاں ہیں

جنہیں کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً فیصلہ کے صفحہ نمبر 1636 پر فاضل جج صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں لکھا:

"In the Quran, He is also known by the term Khatam-ul-Mursaleen (Seal of the Envoys)"

یعنی قرآن مجید میں انہیں (حضرت محمد ﷺ کو) خاتم المرسلین (یعنی نبیوں اور رسولوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

بصد احترام عرض ہے کہ قرآن مجید میں ایسا کہیں نہیں ہے۔ البتہ حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کے اس لقب اور منفرد اعزاز کا ذکر موجود ہے۔

اسی صفحہ پر درج ہے کہ

"Muslims take this to mean that Muhammad (PBUH) was the final prophet and that no prophet after him would be able to come at all."

یعنی مسلمان اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی (نیا) نبی کسی صورت نہیں آ سکتا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں نہ کہ تھے۔ آپ ﷺ قیامت تک کے لیے نبی و رسول ہیں اور زندہ و پائندہ ہیں۔

ان کے علاوہ بھی کئی اغلاط ہیں جنہیں حواشی میں درست کر دیا گیا ہے۔ کاش کوئی صاحب، اہل اسلام پر احسان فرماتے ہوئے سی پی سی کی دفعہ 152 کے تحت لاہور ہائی کورٹ سے ان اغلاط کی اصلاح کروا سکیں۔

لاہور ہائیکورٹ کے زیر نظر فیصلے کو کالعدم قرار دینے کے لیے پی ٹی آئی کے دور حکومت میں وفاقی حکومت کی جانب سے سپریم کورٹ میں تین اپیلیں (CPLAs No. 5464, 5465, 5466 of 2021) دائر کی گئیں۔ 6 دسمبر 2022ء کو فاضل جسٹس سید منصور علی شاہ اور فاضل جسٹس عائشہ اے ملک پر مشتمل سپریم کورٹ کے دو رکنی بینچ نے ان اپیلوں کی سماعت کی۔ وفاقی حکومت کی جانب سے ڈپٹی اٹارنی جنرل اور فریق مخالف کی جانب سے جناب جسٹس (ر) شوکت عزیز صدیقی

فاضل عدالت کے روبرو پیش ہوئے۔ سینئر قانون دان سینیٹر کامران مرتضیٰ بھی وفاق کی طرف سے خصوصی طور پر فاضل عدالت کے روبرو پیش ہوئے۔ سماعت کے آغاز پر جناب کامران مرتضیٰ ایڈووکیٹ نے عدالت میں موقف اختیار کیا کہ موجودہ وفاقی حکومت نے پی ٹی آئی کے دورِ حکومت میں سپریم کورٹ میں دائر کی گئیں مذکورہ تینوں اپیلیں واپس لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ اُن کی استدعا کو منظور کرتے ہوئے فاضل عدالت نے مذکورہ تینوں اپیلیں واپس لینے کی بنیاد پر خارج کر دیں۔ اس موقع پر تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ حافظ سعد حسین رضوی اور اہلسنّت والجماعت کے صدر علامہ اورنگزیب فاروقی بھی سپریم کورٹ پہنچے تھے۔

قابل ذکر بات ہے کہ جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے وزیراعظم میاں محمد شہباز شریف سے رابطہ کر کے سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد کی تشہیر کے خلاف لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دینے کے لئے پی ٹی آئی کے دورِ حکومت میں وفاقی وزارت آئی ٹی اور پی ٹی اے کی جانب سے سپریم کورٹ میں دائر کی گئیں مذکورہ اپیلیں واپس لینے کی درخواست کی تھی۔ مولانا فضل الرحمٰن نے مذکورہ اپیلیں واپس لینے کے متعلق قانونی نکات پر غور کے لیے معروف قانون دان سینیٹر کامران مرتضیٰ کو بھی خصوصی طور پر کوئٹہ سے اسلام آباد طلب کیا تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے مذکورہ معاملے پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''مقدس ہستیوں اور شعائر اسلام کی عزت و ناموس اور حرمت و تقدس پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا جاسکتا۔ مقدس ہستیوں اور شعائر اسلام کی عزت و ناموس اور حرمت و تقدس کا تحفظ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ پی ٹی آئی کے دورِ حکومت میں وفاقی حکومت کی جانب سے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دینے کے لیے سپریم کورٹ میں اپیلیں دائر کرنا انتہائی قابل تشویش اور قابل مذمت ہے۔ اس سے بھی زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ پی ٹی آئی کے دورِ حکومت میں سپریم کورٹ میں دائر کی گئیں مذکورہ اپیلوں کی ایک دفعہ بھی سماعت نہیں ہوئی۔ جب پی ٹی آئی کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا، پی ڈی ایم کی حکومت قائم ہو چکی تو اب پی ٹی آئی کے دورِ حکومت میں دائر کی گئیں۔ مذکورہ شرمناک اپیلوں کی

سپریم کورٹ میں سماعت شروع ہونا سوالیہ نشان ہے، کیا خفیہ عناصر پی ٹی آئی کی حکومت کا یہ گند موجودہ حکومت کے سر ڈالنا چاہتے ہیں؟'' انہوں نے مزید کہا کہ میں مذکورہ اپیلیں واپس لینے کے لیے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد شہباز شریف اور وفاقی وزیر قانون سے خصوصی طور پر بات کروں گا۔ چنانچہ سربراہ جے یو آئی کی جانب سے رابطے کے بعد وزیر اعظم نے مذکورہ اپیلیں واپس لینے کی ہدایت جاری کی۔ مذکورہ اپیلیں واپس لینے میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے جس طرح سے متحرک کردار ادا کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اس کامیابی پر دین اسلام کی سربلندی کے لیے بے پایاں خدمات انجام دینے والے عزت مآب جناب راؤ عبدالرحیم ایڈووکیٹ، تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ پاکستان کے ذمہ داران جناب حافظ احتشام احمد، جناب شیراز احمد فاروقی اور بالخصوص معروف کالم نگار محترم نوید مسعود ہاشمی بھی تحسین کے مستحق ہیں۔

تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ہمہ وقت مستعد اور سرگرم مجاہد ختم نبوت جناب محمد نوید شاہین ایڈووکیٹ ہائی کورٹ نے زیر نظر فیصلہ کی مکمل فائل (فوٹوسٹیٹ) مہیا کی جس پر وہ نہایت شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر

محمد متین خالد

لاہور

(2021 M L D 1633)

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

لقمان حبیب بنام حکومت پاکستان

فیصلے کے اہم نکات:

1- حکومت پاکستانی ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی کے تحت ایک شعبہ قائم کرے گی جس میں آئی ٹی کے ماہرین اور اسلامی اسکالرز بطور ممبر شامل ہوں گے۔ مذکورہ شعبہ ویب سائٹس کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا پروگراموں پر بھی نظر رکھے گا۔ جہاں بھی کوئی قابل اعتراض مواد گستاخانہ سمجھا جائے تو اسے اسلامی اسکالرز کے پاس بھیجا جائے اور اگر یہ معلوم ہو کہ مذکورہ مواد میں کوئی ایسی چیز ہے جس سے پاکستان کے اندر قانون کی کسی شق کی خلاف ورزی ہوتی ہے یا یہ مسلمانوں کے عقائد اور ملک کی سالمیت کے خلاف ہے تو متعلقہ ویب سائٹ/سوشل میڈیا پیج وغیرہ کی بلاکنگ/ بندش کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے اور ساتھ ہی ذمہ دار کے خلاف قانونی کارروائی شروع کی جائے گی۔

(2) آئین کے آرٹیکل 2-A کے تحت اسلام کا تحفظ حکومت کا فرض ہے اور اس مقصد کے لیے حکومت ایک سرکاری ویب سائٹ/ پورٹل قائم کرے جہاں قرآن مجید کے مستند نسخہ کے ساتھ معروف علماء کرام کا ترجمہ، احادیث مبارکہ کی کتابیں، ختم نبوت سے متعلق تمام قوانین، اس موضوع پر لکھے گئے مضامین اور اس اہم موضوع پر اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے عام عوام کی آگاہی کے لیے اسی ویب سائٹ پر فراہم کیے جائیں گے۔ ایک ونڈو/ پورٹل بھی قائم کیا جائے گا

جہاں معروف اسلامی اسکالر اسلام اور ختم نبوت کے احکامات کے بارے میں کسی کے سوالات/ اشکالات کا جواب دیں گے۔

حکومت پاکستان مذکورہ ویب سائٹ پر ایک مخصوص پورٹل قائم کرے گی جہاں تمام مستند اسلامی ویب سائٹس/صفحات کی تفصیلات پوری دنیا بالخصوص امت مسلمہ کی راہنمائی کے لیے متعارف کرائی جائیں گی۔

(3) قواعد مجریہ 2020 کے تحت آن لائن غیر قانونی مواد (طریقہ کار، نگرانی اور حفاظت) کو ہٹانے اور مسدود کرنے کے قانون 5 (1) کے مطابق، اتھارٹی کو صرف اس صورت میں کارروائی شروع کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جب اس کے سامنے دفعہ 5 (2) اور 5 (3) کے مطابق شکایت درج ہو۔ جبکہ اگر کوئی ایسا مواد موجود ہو جو پاکستانی قانون بالخصوص تعزیرات پاکستان کی خلاف ورزی کرتا ہے، جو کہ دفعہ 154، مجموعہ ضابطہ فوجداری کے پیش نظر خود قابل شناخت جرم ہے۔ اس عدالت کا موقف ہے کہ شکایت درج کرنا لازمی نہیں ہے بلکہ یہ اتھارٹی کا فرض ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کارروائی شروع کرے۔ اس سلسلے میں یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ متعلقہ قوانین میں اسی کے مطابق ترمیم کی جاسکتی ہے۔

(4) جب بھی اسلامی احکامات، ختم نبوت اور ناموس صحابہؓ کے بارے میں کوئی شکایت درج کی جائے تو ایسی شکایت پر کارروائی ویب سائٹ/ پورٹل پر فراہم کی جائے گی اور مرحلہ وار اپ ڈیٹ کی جائے گی تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ اس سلسلہ میں اعلیٰ سطح پر مناسب اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ ایسا اقدام عام لوگوں کے جذبات پر قابو پانے کا باعث بنے گا۔

(5) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں اور اس پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے اردو اور اسلامیات کی درسی کتب میں پرائمری سے ایم اے تک مخصوص باب شامل کیا جائے گا۔

(6) جب حکومت کی جانب سے ایسی ویب سائٹ قائم کی جائے تو اس کی تشہیر میڈیا، ہائر ایجوکیشن کمیشن، پبلک اور پرائیویٹ یونیورسٹیوں، کالجوں اور دیگر سرکاری اداروں کے نوٹس بورڈز پر بھی ہونی چاہیے۔ اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے تاکہ تمام لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

(7) سوشل میڈیا فراہم کرنے والے اداروں کو لازمی طور پر پاکستان میں اپنے ذیلی دفاتر قائم کرنے کے لیے مجبور کیا جانا چاہیے تاکہ اسلامی احکامات یا آئین پاکستان کے کسی آرٹیکل کی خلاف ورزی پائی جانے کی صورت میں ان سے بروقت بات چیت کی جا سکے۔ اگر کچھ عناصر بالواسطہ یا بلاواسطہ اس طرح کی خلاف ورزی کے ذمہ دار پائے جاتے ہوں تو ان پر ہاتھ ڈالا جا سکے۔

(2021 M L D 1633)

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

ابتدائی معلومات

رٹ پٹیشن نمبر: 67129/2020
لقمان حبیب بنام حکومت پاکستان وغیرہ
رٹ پٹیشن نمبر: 3110/2019
بلال ریاض شیخ بنام حکومت پاکستان وغیرہ
رٹ پٹیشن نمبر: 46684/2020
لیاقت علی چوہان بنام ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے وغیرہ
رٹ پٹیشن نمبر: 67329/2020
محمد سعید اللہ سندھو اور دیگر بنام حکومت پاکستان وغیرہ
رٹ پٹیشن نمبر: 18311/2021
ندیم سرور بنام حکومت پاکستان وغیرہ

تاریخ سماعت : 9 جون 2021ء
تاریخ فیصلہ : 9 جون 2021ء

فیصلہ

جناب جسٹس محمد قاسم خاں (چیف جسٹس)

-1 جناب بلال ریاض شیخ، جناب محمد اظہر صدیق، جناب صفدر شاہین پیرزادہ، جناب محمد فیضان مقصود، جناب محمد عثمان شیخ، جناب زبیر جنجوعہ، جناب فیصل نواز بھٹی، جناب زاہدہ غفار، جناب آصف محمود خان، جناب عدنان پراچہ، جناب عیسیٰ عثمان غازی اور جناب عرفان اکرم ایڈووکیٹس جو درخواست گزار کی طرف سے پیش ہوئے۔

رٹ پٹیشن نمبر **3110/2019**، رٹ پٹیشن نمبر **46684/2020**، رٹ پٹیشن نمبر **67329/2020** اور رٹ پٹیشن نمبر **18311/2021** میں تمام درخواست گزار ذاتی طور پر پیش ہوئے۔

جناب اسد علی باجوہ ڈپٹی اٹارنی جنرل، محمد اسامہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر (سافٹ ویئر)، وقاص ریاض انسپکٹر **CEW**، اسد اقبال سب انسپکٹر اور نبیل حسین سب انسپکٹر ایف آئی اے۔ چودھری سرفراز احمد کھٹانہ، ڈپٹی پراسیکیوٹر جنرل، جناب بیرسٹر راجہ ہاشم جاوید، جناب بیرسٹر چوہدری محمد عمر، جناب مفتی احتشام الدین حیدر، جناب رانا محمد انصار ایڈوکیٹس کے ساتھ محمد فاروق، ڈائریکٹر پی ٹی اے، شہزادہ محمد حمید، اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ویجیلنس) پی ٹی اے بھی عدالت میں پیش ہوئے۔

اس عدالتی حکم کے ذریعے میں رٹ پٹیشن نمبر **67129/2020**، رٹ پٹیشن نمبر **3110/2019**، رٹ پٹیشن نمبر **46684/2020**، کو نمٹانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پٹیشن نمبر **67329/2020** اور رٹ پٹیشن نمبر **18311/2021** میں قانون اور حقائق کے ایک جیسے سوالات شامل ہیں جیسا کہ ان تمام رٹ پٹیشنز میں درخواست

گزاروں کی خاص طور پر شکایت یہ ہے کہ انتہائی قابل اعتراض مواد جو کہ اسلامی تعلیمات، صحابہ کرامؓ اور حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے تقدس کے خلاف ہے، کوسوشل میڈیا میں خاص طور پر فیس بک پر شائع کیا جا رہا ہے، اس لیے فیس بک پر ایسی (گستاخانہ) سرگرمیوں اور بعض ویب پیجز کی بندش وغیرہ کے لیے مناسب اقدامات کی ضرورت ہے۔

-2 میں نے درخواست گزاروں کی طرف سے پیش کردہ دلائل پر غور کیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈپٹی اٹارنی جنرل، پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) کی جانب سے پیش ہونے والے فاضل وکلا کے دلائل اور فائل میں دستیاب ریکارڈ بھی ملاحظہ کیا۔

-3 مذہب انسانی زندگی اور معاشرے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسلام بطور مذہب تمام انسانی اعمال کے لیے جامع (اور مکمل ضابطہ حیات) ہے۔ یہ توحید اور رسالت کے عقائد کو مؤثر طریقے سے بیان کرتا ہے۔ یہ ہمیں بتاتا ہے کہ ایک صالح زندگی کیسے گزارنی ہے، باہر لوگوں میں یا گھر میں کیسے رہنا ہے۔ والدین، رشتے داروں، دوستوں، اجنبیوں، غریبوں اور یتیموں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے۔ یہ ہمیں معاشی، سماجی، تعلیمی اور سیاسی مقاصد کے بارے میں ہدایات دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو تمام نوع انسانی کو درپیش مسائل میں راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ایمان کے چھ اہم ارکان ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے: ''آپ کو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی مقدس کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، روزِ قیامت اور تقدیر پر (اس کے اچھے اور برے پہلوؤں پر) یقین کرنا چاہیے۔'' اسلامی تعلیمات اور شریعت کے بنیادی ذرائع قرآن وحدیث ہیں۔ قرآن وحدیث ہدایت کا بنیادی ذریعہ ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھا کر انسان دنیاوی اور اخروی خوشحالی اور کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے۔ قرآن مجید کے مطابق حضرت محمد ﷺ کی حیثیت ''نبوت پر مہر (Seal)'' یعنی آپ خاتم النبیین ہیں۔ قرآن مجید میں انہیں خاتم المرسلین (1) (یعنی نبیوں اور رسولوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

مسلمان اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں (2) اور ان کے بعد کوئی (نیا) نبی کسی صورت نہیں آ سکتا۔ درج ذیل آیات میں ختم نبوت کے حوالے سے واضح احکامات ہیں۔ ترجمہ: ''نہیں ہیں محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول اور تمام انبیا کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (الاحزاب: 40) سلسلہ ختم نبوت قیامت تک جاری رہے گا ....(3) ترجمہ: ''آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمھارے لیے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت، اور میں نے پسند کر لیا ہے تمھارے لیے اسلام کو بطور دین۔'' (المائدہ: 3)

4- قرآنی آیات کے علاوہ ختم نبوت سے متعلق احادیث مبارکہ کی خاصی تعداد موجود ہے جو احادیث کی سات کتابوں (صحاح ستہ) میں شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس کے حوالہ سے چند احادیث درج ذیل ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔'' (احمد بن حنبل، مسند احمد، المکتب الاسلامی بیروت، صفحہ 98/2)

''حضرت ابو ہریرہؓ، حضور نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال مجھ سے پہلے انبیا کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور آراستہ و پیراستہ بنایا، مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی، پس لوگ اس کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا اور مجھ سے ہی قصرِ نبوت مکمل ہوا، اور میں ہی خاتم النبیین ہوں، (یا) مجھ پر تمام رسل ختم کر دیے گئے۔'' (بخاری حدیث نمبر 2/880) حضرت انس بن مالکؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔'' (ترمذی شریف 2/1989)

قرآن و سنت کے بعد تیسرا اہم ترین مقام صحابہ کرامؓ کا (ختم نبوت پر)

اجماع ہے۔ ان تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے (ظاہری) دور کے فوراً بعد، جنہوں نے (جھوٹی) نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کو قبول کیا، صحابہ کرامؓ نے ان سب (مرتدین) کے خلاف متحد ہو کر جہاد کیا۔ اس سلسلے میں (جھوٹے مدعی نبوت) مسیلمہ کذاب کا معاملہ قابل ذکر ہے۔ اس شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار نہیں کیا بلکہ دعویٰ کیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت میں حصہ دار ہے۔ (اس کے قبیلہ) بنو حنیفہ (کے لوگوں) نے (غلط فہمی میں) نیک نیت سے اس پر یقین کیا۔ اور وہ واقعی اس دھوکے میں ڈالے گئے تھے کہ محمد، خدا کے رسول نے اسے (مسیلمہ کذاب کو) اپنی نبوت میں شریک بنایا ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے انہیں مسلمان تسلیم نہیں کیا اور اسے قتل کر دیا۔ جب مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروکاروں پر حملہ کیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا جائے اور جب انہیں قید میں لے لیا گیا تو وہ (قبل ازیں) دراصل غلامی میں تھے۔ اس کے علاوہ ختم نبوت کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے اور اس پر ان کے پیروکاروں کے اجماع کی شاید ہی کوئی واضح مثال موجود ہو۔ آپ (امام ابوحنیفہؒ) کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک شخص نے کہا کہ میں جا کر اس سے کوئی نشانی اور معجزہ طلب کرتا ہوں تا کہ اس کا صدق و کذب عیاں ہو۔ اس پر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ترجمہ: ''جو شخص اس سے علامت طلب کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔''

(سیوطی، جلال الدین، تبیض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ، ص 129)

5- صحابہ کرامؓ وہ افراد تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال و اعمال کے ذریعے پوری امت کو آپس میں جوڑنے کا ذریعہ بنایا۔ اس تعلق کے بغیر قرآن مجید کو امت مسلمہ تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔ قرآن پاک کی بہت سی آیات ہیں جنہیں صرف نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ ہی تھے جنہوں نے یہ جواہرات ہمارے حوالے کیے۔ نبی کریم ﷺ کا ہر عمل اور

قول ان صحابہ کرامؓ نے اگلی نسلوں کے لیے تفصیل سے محفوظ کیا اور آگے بیان کیا۔ صحابہ کرامؓ، رسول کریم ﷺ کے قریبی معتقد تھے۔ یہ وہ (عظیم) لوگ تھے جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کی حفاظت میں اپنی دولت اور جانوں کو قربان کیا۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ (4) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع کا) نشانہ نہ بنانا۔ (یاد رکھو) جس نے اِن سے محبت کی، پس میری محبت کی وجہ سے اُس نے اُن سے محبت کی جس نے اُن سے بغض رکھا، پس میرے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا اور جس نے اُن کو اذیت دی پس اُس نے مجھے اذیت دی۔ جس نے مجھے اذیت دی، اُس سے اللہ کو اذیت دی، پس وہ دن دور نہیں جب خدا اسے پکڑ لے گا''۔ (جامع ترمذی 6/169)

6- اب اس رٹ پٹیشن کے ضمیمہ جات پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے کیس کے حقائق کی طرف آتے ہیں۔ عدالت یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ مذکورہ (گستاخانہ) مواد پر مشتمل متن کے ساتھ ساتھ تصویروں کی شکل وغیرہ کے خاکے ہماری اسلامی نظریاتی ریاست کی مطلق مسلم اکثریت کے درمیان وسیع پیمانے پر عوامی بے چینی اور غم وغصہ پیدا کرنے کے لیے کافی سے زیادہ تھیں۔ اس لیے اس مسئلے کی سنگینی کا نوٹس لیتے ہوئے فاضل ڈپٹی اٹارنی جنرل، ایف آئی اے کے عہدیدار اور پی ٹی اے کے نمائندوں کو (عدالت میں) طلب کیا گیا۔

اس امر کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جب کسی فعل کو جرم قرار دیا جاتا ہے تو یہ ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے اس طرح کے جرائم کو روکنے کے لیے تمام قانونی اقدامات کرے اور دوسرا یہ کہ اگر کوئی جرم سرزد ہو تو مجرموں کو حتمی فیصلے کے لیے قانون کے کٹہرے میں لایا جائے۔ اسی تناظر میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کا آرٹیکل 5 ریاست کے ساتھ وفاداری اور آئین اور قانون کی اطاعت سے متعلق ہے، اس لیے یہ ریاستی عہدیداروں کا آئینی فرض ہے کہ وہ اپنے فرائض تندہی سے سرانجام دیں تاکہ جرائم پر قابو پایا جاسکے۔ ان درخواستوں کے ساتھ منسلک

(گستاخانہ) مواد سے واضح طور پر ان جرائم کا انکشاف ہوا جنہیں پاکستان پینل کوڈ کے باب نمبر پندرہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ عدالت اس بات سے چشم پوشی نہیں کر سکتی کہ قانون ساز اداروں نے اس طرح کے حالات کے پیش نظر تعزیرات پاکستان کی مخصوص دفعات 295/A، 295/B اور 295/C (5) شامل کر رکھی ہیں، جہاں کوئی بھی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں توہین آمیز ریمارکس وغیرہ استعمال کرتا ہے۔ خواہ زبانی، تحریری یا اعلانیہ یا کسی غلط بیانی سے، براہ راست یا بالواسطہ طور پر، اور اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے مقدس نام، یا (آپ ﷺ کی) کسی زوجہ محترمہ (ام المومنینؓ) کا نام، یا آپ ﷺ کے خاندان (اہل بیت اطہارؓ) کے افراد کی توہین، یا حضور نبی کریم ﷺ کے صالحین خلفاء (خلفائے راشدینؓ) یا آپ ﷺ کے صحابہؓ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔

7- یہ بہت حساس مسئلہ ہے اور عدالت میں پیش کیا گیا مواد واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ اس طرح کی (سوشل میڈیا پر) پوسٹوں کے پیچھے نظر آنے والا مقصد پوری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا تھا اور ہمارے پاس تاریخی شواہد ہیں کہ جب بھی اس طرح کی کوئی ناپاک سازش کی گئی تو اس نے ہمارے پورے معاشرے کے (امن و امان) لیے دھماکے کا کام کیا۔ یہ عدالت ریاستی ایجنسیوں کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کی تمہید یاد کرائے گی کہ جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں پر جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہیں، پوری طرح عمل کیا جائے گا۔ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جس طرح قرآن پاک اور سنت نبوی ﷺ میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔ بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی اور ان حقوق میں قانون اور اخلاق عامہ کے تابع حیثیت اور مواقع میں مساوات، قانون کی نظر میں برابری، معاشرتی، معاشی اور سیاسی انصاف اور آزادی اظہار رائے، عقیدہ، دین، عبادت اور اجتماع کی آزادی شامل ہوگی۔

8- ہمارے آئین کی تمہید واضح طور پر ظاہر کرتی ہے کہ ہر طبقے کے حقوق حساس انداز میں متوازن رہے ہیں اور تقریر/ اظہار رائے اور معلومات کی آزادی بھی ہمارے آئین کی پہچان ہے، لیکن ''آزادی اظہار رائے'' کی اصطلاح کو اس حد تک نہیں بڑھایا جا سکتا کہ اسے کسی مذہب کے مذہبی تعلیمات یا مقدس شخصیات کی توہین کے لیے ایک آلے کے طور پر استعمال کیا جائے۔ یہ عدالت بخوبی جانتی ہے کہ ''آزادی اظہار رائے'' کی چھتری کے تحت نہ صرف مسلمانوں بلکہ دیگر تمام مذاہب کے پیروکاروں کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

9- اس سلسلہ میں کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی کہ ٹیکنالوجی کی ترقی اور استعمال نے پوری کائنات کو ایک عالمی گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ سوشل میڈیا اب علم اور نظریات کو پھیلانے اور ان کا اشتراک کرنے میں سب سے زیادہ نتیجہ خیز عنصر سمجھا جاتا ہے، جو بالآخر عوام کو بڑے پیمانے پر فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس چیز کا مشاہدہ کرنے کے بعد، یہ عدالت اس حقیقت سے باخبر ہے کہ مذکورہ بالا تمام فوائد کے باوجود، سوشل میڈیا صارفین میں سے کچھ (شر پسند) عناصر نے اسے تباہ کن مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس تناظر میں ہم اس بات سے آگاہ ہیں کہ بدقسمتی سے کچھ عناصر منفی طور پر اپنی مذموم سرگرمیوں کے ذریعے سوشل میڈیا کو استعمال کر رہے ہیں۔ اس سے نہ صرف ملکی قوانین کی خلاف ورزی ہو رہی ہے بلکہ ہر قسم کی برادریوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس بھی پہنچائی جا رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ ''آزادی اظہار رائے'' کی آڑ میں کیا جا رہا ہے۔

10- اس موقع پر یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ کچھ افراد کا خیال ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کے آرٹیکل 19 اور 19-A نے تقریر اور معلومات کی آزادی کا بلا روک ٹوک حق دیا ہے، لہٰذا اس طرح کے کسی بھی مواد کے خلاف کارروائی نہیں کی جا سکتی ہے، جیسا کہ یہ چیز اس رٹ پٹیشن میں لکھی گئی ہے۔ لیکن، وہ اس حقیقت سے مکمل طور پر لاعلم ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا آرٹیکل 19، واضح الفاظ میں یہ بتاتا ہے کہ مذکورہ آزادی دین اسلام کے تقدس یا پاکستان یا اس

کے کسی حصہ کی سالمیت، سلامتی یا دفاع، غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ، تہذیب یا اخلاق کے مفاد کے پیش نظر یا توہین عدالت، کسی جرم کے ارتکاب یا اس کی ترغیب سے متعلق قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع ہر شہری کو تقریر اور اظہار رائے کی آزادی کا حق ہوگا۔ عدالت اس بات سے باخبر ہے کہ آزادی اظہار کو بے حد اہمیت کا بنیادی حق سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ آزادی اظہار، تقریر، رواداری اور احترام ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ شاید کچھ شر پسند عناصر اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کا اولین اور بنیادی فرض ہے۔ مسلمان کسی بھی نعرے ''آزادی اظہار'' یا ''اظہار رائے کی آزادی'' کی بنیاد پر حضرت محمد ﷺ کے وقار کو مجروح کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ دلائل کے دوران، حکام کو صارفین کے ان حقوق اور ذمہ داریوں سے متعلق بتایا گیا جسے فیس بک انتظامیہ نے اپ لوڈ کیا تھا۔ انٹرنیٹ پر دستیاب فیس بک صارفین کے حقوق اور ذمہ داریوں کی شق 3 (6) واضح طور پر متنبہ کرتی ہے کہ اس کا صارف ایسا مواد پوسٹ نہیں کرے گا جو نفرت انگیز تقریر، دھمکی آمیز یا فحش مواد پر مشتمل ہو۔ تشدد کو بھڑکاتا ہو، عریانی یا بلاوجہ تشدد پر مشتمل ہے۔ مزید یہ کہ اس کی شق 5 (1) اور (2) واضح کرتی ہے کہ صارف فیس بک پر ایسا مواد پوسٹ نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی ایسا اقدام کرے گا جو کسی اور کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے یا قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے، اور فیس بک کسی بھی ایسے مواد یا معلومات کو ہٹا سکتا ہے جو پوسٹ کیا گیا ہے۔ مزید براں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خود فیس بک اپنے قواعد یا پالیسیوں کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اسی طرح قابل احترام رویے کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔

11- دلائل کے دوران اس عدالت نے بار بار چیئرمین پی ٹی اے کے سامنے یہ سوالات اٹھائے کہ اگر فیس بک ایسے صفحات کو بلاک کرنے سے انکار کرتا ہے یا نفرت انگیز مواد پھیلانے کے ارادے سے کچھ نئے اکاؤنٹس/صفحات کھولے جاتے ہیں جو کہ قانون اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے خلاف ہے اور اس سے ریاست کی

سالمیت اور خودمختاری کو نقصان پہنچ سکتا ہے، خواہ ریاستی ادارے خاموش تماشائی بنے رہیں۔ اس پر چیئرمین پی ٹی اے نے اپنے بیان میں کہا کہ اگر متعلقہ انفارمیشن سسٹم مناسب وقت کے اندر اس طرح کے تمام مواد کو ہٹانے کے لیے فیصلہ کن اقدامات نہیں کرتا تو پھر آخری حربے کے طور پر اتھارٹی ایسی تمام متنازعہ سائٹس کو بغیر کسی حجت کے بلاک کر دے گی۔

12- اس مسئلے کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے، جو کہ عام طور پر عام لوگوں خاص طور پر ناخواندہ افراد کے جذبات کو بڑھا سکتا ہے، عدالت سمجھتی ہے کہ حکومتی عہدیداروں کی جانب سے اس سلسلے میں اب تک کیے گئے اقدامات واضح طور پر ناقص ہیں، لہٰذا معاملہ جس میں نیک نیتی کا تقاضا ہے، مناسب اقدامات ضروری ہیں۔ لہٰذا تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے، یہ عدالت مندرجہ ذیل احکامات جاری کرنا مناسب سمجھتی ہے:۔

(1) حکومت پاکستانی ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی کے تحت ایک شعبہ قائم کرے گی جس میں آئی ٹی کے ماہرین اور اسلامی اسکالرز بطور ممبر شامل ہوں گے۔ مذکورہ شعبہ ویب سائٹس کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا پروگراموں پر بھی نظر رکھے گا۔ جہاں بھی کوئی قابل اعتراض مواد گستاخانہ سمجھا جائے تو اسے اسلامی اسکالرز کے پاس بھیجا جائے اور اگر یہ معلوم ہو کہ مذکورہ مواد میں کوئی ایسی چیز ہے جس سے پاکستان کے اندر قانون کی کسی شق کی خلاف ورزی ہوتی ہے یا یہ مسلمانوں کے عقائد اور ملک کی سالمیت کے خلاف ہے تو متعلقہ ویب سائٹ/سوشل میڈیا پیج وغیرہ کی بلاکنگ/ بندش کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے اور ساتھ ہی ذمہ دار کے خلاف قانونی کارروائی شروع کی جائے گی۔

(2) آئین کے آرٹیکل 2-A کے تحت اسلام کا تحفظ حکومت کا فرض ہے اور اس مقصد کے لیے حکومت ایک سرکاری ویب سائٹ/ پورٹل قائم کرے جہاں قرآن مجید کے مستند نسخہ کے ساتھ معروف علماء کرام کا ترجمہ، احادیث مبارکہ کی کتابیں، ختم نبوت سے متعلق تمام قوانین، اس موضوع پر لکھے گئے مضامین

اور اس اہم موضوع پر اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے عام عوام کی آگاہی کے لیے اسی ویب سائٹ پر فراہم کیے جائیں گے۔ ایک ونڈو/ پورٹل بھی قائم کیا جائے گا جہاں معروف اسلامی اسکالر اسلام اور ختم نبوت کے احکامات کے بارے میں کسی کے سوالات/ اشکالات کا جواب دیں گے۔

حکومت پاکستان مذکورہ ویب سائٹ پر ایک مخصوص پورٹل قائم کرے گی جہاں تمام مستند اسلامی ویب سائٹس/صفحات کی تفصیلات پوری دنیا بالخصوص امت مسلمہ کی راہنمائی کے لیے متعارف کرائی جائیں گی۔

(3) قواعد مجریہ 2020 کے تحت آن لائن غیر قانونی مواد (طریقہ کار، نگرانی اور حفاظت) کو ہٹانے اور مسدود کرنے کے قانون 5 (1) کے مطابق، اتھارٹی کو صرف اس صورت میں کارروائی شروع کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جب اس کے سامنے دفعہ 5 (2) اور 5 (3) کے مطابق شکایت درج ہو۔ جبکہ اگر کوئی ایسا مواد موجود ہو جو پاکستانی قانون بالخصوص تعزیرات پاکستان کی خلاف ورزی کرتا ہے، جو کہ دفعہ 154، مجموعہ ضابطہ فوجداری کے پیش نظر خود قابل شناخت جرم ہے۔ اس عدالت کا موقف ہے کہ شکایت درج کرنا لازمی نہیں ہے بلکہ یہ اتھارٹی کا فرض ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کارروائی شروع کرے۔ اس سلسلے میں یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ متعلقہ قوانین میں اسی کے مطابق ترمیم کی جاسکتی ہے۔

(4) جب بھی اسلامی احکامات، ختم نبوت اور ناموس صحابہؓ کے بارے میں کوئی شکایت درج کی جائے تو ایسی شکایت پر کارروائی ویب سائٹ/ پورٹل پر فراہم کی جائے گی اور مرحلہ وار اپ ڈیٹ کی جائے گی تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ اس سلسلہ میں اعلیٰ سطح پر مناسب اقدامات کیے جارہے ہیں۔ ایسا اقدام عام لوگوں کے جذبات پر قابو پانے کا باعث بنے گا۔

(5) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں اور اس پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے اردو

اور اسلامیات کی درسی کتب میں پرائمری سے ایم اے تک مخصوص باب شامل کیا جائے گا۔

(6) جب حکومت کی جانب سے ایسی ویب سائٹ قائم کی جائے تو اس کی تشہیر میڈیا، ہائر ایجوکیشن کمیشن، پبلک اور پرائیویٹ یونیورسٹیوں، کالجوں اور دیگر سرکاری اداروں کے نوٹس بورڈز پر بھی ہونی چاہیے۔ اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے تا کہ تمام لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

(7) سوشل میڈیا فراہم کرنے والے اداروں کو لازمی طور پر پاکستان میں اپنے ذیلی دفاتر قائم کرنے کے لیے مجبور کیا جانا چاہیے تا کہ اسلامی احکامات یا آئین پاکستان کے کسی آرٹیکل کی خلاف ورزی پائی جانے کی صورت میں ان سے بروقت بات چیت کی جا سکے۔ اگر کچھ عناصر بالواسطہ یا بلاواسطہ اس طرح کی خلاف ورزی کے ذمہ دار پائے جاتے ہوں تو ان پر ہاتھ ڈالا جا سکے۔

-13 مذکورہ رٹ پٹیشن مندرجہ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ نمٹا دی گئی ہے۔

دستخط　　　　تاریخ فیصلہ

جسٹس محمد قاسم خاں　　　　9 جون 2021ء

چیف جسٹس

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

(2021 M L D 1633)

حواشی:

-1 بصد احترام عرض ہے کہ قرآن مجید میں ایسا کہیں نہیں ہے۔ البتہ احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کے اس لقب اور منفرد اعزاز کا ذکر موجود ہے۔

-2 یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں نہ کہ تھے۔ آپ ﷺ قیامت تک کے لیے نبی و رسول ہیں اور زندہ و پائندہ ہیں۔

-3 فیصلہ کی یہ عبارت JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION AND CULTURE (JICC) کی اشاعت جلد نمبر 3، شمارہ نمبر 1 (جنوری تا جون 2020ء) میں شائع مقالہ The Finality of Prophethood in the light of Qur'an and Hadith از مس مسرت شوکت اور ڈاکٹر سجیلہ کوثر سے لی گئی ہے۔ اس مقالہ کو مندرجہ ذیل ایڈریس پر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ عبارت نہایت گڈمڈ ہے۔ لہٰذا میں ترجمہ کرنے سے قاصر ہوں۔

http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/article/view/111/110

-4 فیصلہ میں عبداللہ بن مغل لکھا گیا ہے۔

-5 میرے خیال میں 295/A کے بجائے 298/A ہونا چاہیے۔

(Not Reported)

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

ظہیر احمد بنام حکومت پاکستان

۞...... جناب جسٹس طارق سلیم شیخ

قادیانی سوشل میڈیا پر اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر اور کسی قسم کے ممنوعہ مواد کو شیئر نہیں کر سکتے۔

لاہور ہائی کورٹ کا چشم کشا فیصلہ

''کوئی قادیانی (ربوی یا لاہوری) سوشل میڈیا (واٹس ایپ، فیس بک، ٹوئیٹر، انسٹاگرام وغیرہ) پر اپنے مذہب کی کوئی ممنوعہ کتاب یا اس کا کوئی اقتباس وغیرہ شیئر نہیں کرسکتا، خلاف ورزی کی صورت میں اس کے خلاف قانونی کارروائی ہوگی اور وہ ضمانت پر رہائی کا بھی مستحق نہیں ہوگا۔ اگر ایسا مواد حضور نبی کریم ﷺ یا قرآن مجید سے متعلقہ ہوتو یہ حضور نبی کریم ﷺ اور قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے اور اس کے مرتکب کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔بی اور سی کے تحت مقدمہ درج ہوگا۔''

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

قادیانی جماعت کے چند افراد نے اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر کے لیے سوشل میڈیا واٹس ایپ (WhatsApp) پر ''سندھ سلامت'' کے نام سے اپنا متنازعہ گروپ بنایا اور اس گروپ میں باقاعدگی سے گستاخانہ، دل آزار اور ممنوعہ مواد شیئر کرنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد محمد عرفان نامی ایک شخص نے ڈپٹی ڈائریکٹر ایف آئی اے سائبر کرائمز لاہور کو اس سلسلہ میں شکایت کی جس پر سائبر کرائمز کے ایڈیشنل ڈائریکٹر نے ایک چھاپہ مار پارٹی تشکیل دی جس کی سربراہی اسسٹنٹ ڈائریکٹر جناب نعیم ظفر نے کی جو ہارڈ ویئر انجینئر تھے۔ وہ محمود ہاشمی کے گھر 143/4 آصف بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور گئے۔ جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو محمود ہاشمی خود آیا۔ چھاپہ مار پارٹی نے اسے حراست میں لے کر اس کی تلاشی لی۔ اس سے فون نمبر 0300-9468153 برآمد ہوا جسے نعیم ظفر صاحب نے موقع پر ہی چیک کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس نے سندھ سلامت واٹس ایپ گروپ پر (سابق قادیانی خلیفہ) مرزا طاہر کے تحریر کردہ قرآن پاک کے ممنوعہ اور تحریف شدہ ترجمے کی پی ڈی ایف اپ لوڈ کی تھی۔ محمود ہاشمی کو گرفتار کر لیا گیا اور 20 جون 2019ء کو پولیس اسٹیشن ایف آئی اے سائبر کرائمز ونگ، لاہور میں تعزیرات پاکستان کی دفعات 295۔اے، 298۔سی اور الیکٹرانک جرائم کی روک تھام ایکٹ 2016 (''پی ای سی اے'') کی دفعہ 11 کے تحت مقدمہ کی ایف آئی آر نمبر 88/2019 درج کر لی گئی۔ بعد ازاں تعزیرات

پاکستان کی دفعات 295۔بی، 295۔سی، 34 اور 109 بھی شامل کی گئیں۔ پولیس نے ملزمان سے موبائل فونز، لیپ ٹاپ اور ممنوعہ کتب بھی برآمد کیں۔ ملزمان کے خلاف عدالت میں چالان پیش ہوا۔ ملزمان نے ضمانت کے لیے سیشن کورٹ سے رجوع کیا جہاں اُن کی ضمانتیں خارج ہوگئیں۔ اس کے بعد ملزمان نے لاہور ہائی کورٹ سے رجوع کیا جہاں عزت مآب جناب جسٹس طارق سلیم شیخ نے ٹھوس دلائل، شہادتوں کا مکمل جائزہ اور تجزیہ کے بعد تمام قانونی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ملزمان کی ضمانتیں خارج کردی۔ جناب جسٹس صاحب نے اپنے فیصلہ میں لکھا:

❑ ''درخواست گزاروں نے ''سندھ سلامت'' کے نام سے واٹس ایپ گروپ بنایا۔ ان کے اور دیگر اراکین کے درمیان ہونے والی گفتگو کے سکرین شاٹس کا مطالعہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ ان کا مقصد قادیانی مذہب کی تشہیر کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرنا تھا۔............ ریکارڈ پر دستیاب شواہد سے بادی النظر میں ظاہر ہوتا ہے کہ درخواست گزار اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ کئی طریقوں سے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں جو نفرت کو بھڑکائے گا اور فرقہ وارانہ امن کو خراب کرے گا۔''

❑ آئین کے آرٹیکل 31 کو اوپر مکمل طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس آرٹیکل کے تحت ریاست پاکستان کا اہم فرض ہے کہ وہ نہ صرف قرآن پاک کی صحیح اور درست چھپائی اور اشاعت کو محفوظ بنائے بلکہ غلط (ترجمہ یا) تشریح کے ذریعے اسے ہر قسم کی تحریف سے محفوظ بنائے۔ لہٰذا اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دفعہ 295۔بی تعزیرات پاکستان میں استعمال ہونے والے ہر لفظ کی تشریح کی جانی چاہیے۔ اس میں ''بے حرمتی'' کی اصطلاح نہ صرف قرآن پاک کی ظاہری بے حرمتی کی طرف اشارہ کرتی ہے بلکہ وہ تمام عوامل شامل ہیں جو ظاہر کریں کہ اس کے معنی یا تعلیمات کو (تحریف سے) آلودہ کیا جا رہا ہے۔

❑ درخواست گزاروں کے وکلاء کا مؤقف ہے کہ دفعہ 295۔اے اور 295۔سی تعزیرات پاکستان میں استعمال ہونے والے ''الفاظ، یا تو بولے یا لکھے گئے، یا ظاہری

نمائندگی کے ذریعے‘‘ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ناپسندیدہ مواد کا مقرر، مصنف یا موجد ہے تو اس پر مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ صرف ٹرانسمیشن (ترسیل) کے سلسلے کا حصہ ہے تو اسے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس طرح کی تشریح نہ صرف قانون کے مقاصد بلکہ قانون سازی کے ارادے سے متصادم ہوگی۔ مذہب دنیا میں تقریبا ہر جگہ لوگوں کے ہر طبقے کے لیے ایک حساس معاملہ ہے۔ تعزیرات پاکستان کے باب پندرہ کا مقصد ہر کمیونٹی کو قابو اور معاشرے میں امن وامان کو برقرار رکھنا ہے۔ یہ کہنا کہ اگر کوئی جو خود کسی مواد کا مصنف نہیں ہے، وہ کوئی بھی ایسا جارحانہ مواد ترسیل کرسکتا ہے، تباہی کا راستہ ہوگا۔

اس اہم فیصلہ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ قادیانی جماعت کا کوئی فرد سوشل میڈیا پر اپنے مذہب کی تبلیغ وتشہیر نہیں کرسکتا اور اگر وہ ایسا کرے گا تو جرم کی نوعیت کے اعتبار سے اُس پر فوجداری دفعات کا اطلاق ہوگا۔ نہایت جامع اور مؤثر فیصلہ جاری کرنے پر جناب جسٹس صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اس فیصلہ کا ترجمہ جناب شعیب صفدر صاحب (کراچی) نے کیا جس پر وہ نہایت شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس سلسلہ میں مجاہد ختم نبوت جناب محمد احمد ترازی (کراچی) کی خدمات قابل صد ستائش ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر

محمد متین خالد

لاہور

(Not Reported)

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

ظہیر احمد بنام حکومت پاکستان

فیصلہ کے اہم نکات:

1- کوئی قادیانی (ربوی یا لاہوری) سوشل میڈیا (واٹس ایپ، فیس بک، ٹوئیٹر، انسٹاگرام وغیرہ) پر اپنے مذہب کی کوئی ممنوعہ کتاب یا اس کا کوئی اقتباس وغیرہ شیئر نہیں کر سکتا، خلاف ورزی کی صورت میں اس کے خلاف قانونی کارروائی ہوگی اور وہ ضمانت پر رہائی کا بھی مستحق نہیں ہوگا۔

2- اگر ایسا مواد حضور نبی کریم ﷺ یا قرآن مجید سے متعلقہ ہو تو یہ حضور نبی کریم ﷺ اور قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے اور اس کے مرتکب کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔بی اور سی کے تحت مقدمہ درج ہوگا۔

(Not Reported)

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی معلومات)

بعدالت جناب جسٹس طارق سلیم شیخ

عنوان مقدمہ	......	ظہیر احمد بنام حکومت پاکستان
مقدمہ نمبر	......	متفرق فوجداری مقدمہ نمبر 27057/B/2021
درخواست گزار کے وکلاء	......	حنا جیلانی ایڈووکیٹ فوجداری متفرق درخواست نمبر 27057/B/2021 شیخ عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ فوجداری متفرق درخواست نمبر 28986/B/2021 اور فوجداری نظر ثانی درخواست نمبر 53955/2021
حکومتی وکلاء	......	اسد علی باجوہ ڈپٹی اٹارنی جنرل اور سید محمد حیدر کاظمی اسسٹنٹ اٹارنی جنرل، نوید اسلم ایس آئی ایف آئی اے سائبر کرائمز لاہور کے ہمراہ محمد شاہد تصور راؤ ایڈووکیٹ کی معاونت میاں تبسم علی ایڈووکیٹ نے شکایت کنندہ کی طرف سے پیروی کی۔
تاریخ ہائے سماعت:	......	24 دسمبر 2021ء
تاریخ فیصلہ	......	24 دسمبر 2021ء

فیصلہ

جسٹس طارق سلیم شیخ

اس اہم حکم کے ذریعے میں متفرق فوجداری درخواست نمبر 27057/B/2021، 28986/B/2021 اور فوجداری نظرثانی درخواست نمبر 53955/2021 کا فیصلہ ایک ساتھ کرتا ہوں۔

حقائق پر مبنی پس منظر

-2 محمد عرفان (شکایت کنندہ) نے ایف آئی اے سائبر کرائمز لاہور کے ڈپٹی ڈائریکٹر کے پاس شکایت درج کرائی کہ محمود اقبال ہاشمی (فوجداری نظرثانی درخواست نمبر 53955/2021 میں درخواست گزار)، شیراز احمد (فوجداری متفرق درخواست نمبر 28986/B/2021 میں درخواست گزار)، اے واکیل راجپوت اور عتیق نے قادیانی عقیدے کی تشہیر کے لیے ماورائے قانون اور ممنوع مواد کی اشاعت کے لیے ''سندھ سلامت'' کے نام اور طرز پر ایک واٹس ایپ گروپ تشکیل دیا تھا جو اسلام کی تعلیمات اور حکومت کی طرف سے مجوزہ قرآن پاک کے ترجمہ سے متعارض تھا۔ شکایت کنندہ نے مزید بتایا کہ ملزم نے اسے گروپ میں شامل کیا تھا جس کی وجہ سے وہ ان کی سرگرمیوں کا سراغ لگانے اور اسکرین شاٹس لینے کے قابل ہوا جسے اس نے اپنی شکایت کے ساتھ منسلک کیا تھا۔ مجاز اتھارٹی نے 18 جون 2019ء کو انکوائری نمبر 953/2019 کے تحت اس معاملے کی تحقیقات کا حکم دیا۔

-3 27 جون 2019ء کو ایف آئی اے کو اطلاع ملی کہ قادیانی عقیدے کا پیروکار محمود اقبال ہاشمی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے مذہب کی تشہیر میں ملوث ہے

اور وہ (گروپ میں) غیر قانونی مواد رکھ رہا ہے جسے فوری کارروائی کی صورت میں برآمد کیا جاسکتا ہے۔ جس پر سائبر کرائمز کے ایڈیشنل ڈائریکٹر نے ایک چھاپہ مار پارٹی تشکیل دی جس کی سربراہی اسسٹنٹ ڈائریکٹر نعیم ظفر نے کی جو ہارڈ ویئر انجینئر تھے اور 143/4 پر واقع محمود ہاشمی کے گھر آصف بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور گئے۔ جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو محمود ہاشمی خود آیا۔ چھاپہ مار پارٹی نے اسے حراست میں لے کر تلاشی لی۔ اس سے فون نمبر 03009468153 برآمد ہوا جسے نعیم ظفر نے موقع پر ہی چیک کیا۔ اس نے دیکھا کہ اس نے سندھ سلامت واٹس ایپ گروپ پر (سابق قادیانی خلیفہ) مرزا طاہر کے تحریر کردہ قرآن پاک کے ممنوعہ ترجمے کی پی ڈی ایف اَپ لوڈ کی تھی۔ محمود ہاشمی کو گرفتار کیا گیا اور 20 جون 2019ء کو پولیس اسٹیشن ایف آئی اے سائبر کرائمز ونگ، لاہور میں تعزیرات پاکستان کی دفعات 295۔اے، 298۔سی، 1860 (''تعزیرات پاکستان'') اور الیکٹرانک جرائم کی روک تھام ایکٹ 2016 (''پی ای سی اے'') کی دفعہ 11 کے تحت مقدمہ کی ایف آئی آر نمبر 88/2019 درج کر لی گئی۔ بعد ازاں تعزیرات پاکستان کی دفعات 295۔بی، 295۔سی، 34 اور 109 بھی شامل کی گئیں۔

-4 ایف آئی آر میں شیراز احمد کا نام بھی ہے۔ 25 فروری 2021ء کو تفتیشی افسر نے اس کا سرچ وارنٹ حاصل کیا اور اپنی ٹیم کے ساتھ چک چٹھہ تحصیل و ضلع حافظ آباد گئے۔ شیراز احمد مبینہ طور پر (اپنے مذہب کی) تبلیغ میں مصروف تھا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا اور اس کا موبائل فون، لیپ ٹاپ، ممنوعہ کتابیں اور کچھ سٹیشنری ضبط کر لی گئیں۔

-5 ظہیر احمد کا نام (درخواست گزار فوجداری متفرق درخواست نمبر 27057/B/2021) تفتیش کے دوران منظر عام پر آیا۔ شیراز احمد نے انکشاف کیا کہ اس نے واٹس ایپ نمبر 03218808063 کے ذریعے اسے ممنوعہ مواد فراہم (شیئر) کیا تھا۔ استغاثہ کے مطابق اس کی فرانزک رپورٹ کے ذریعے تصدیق ہو گئی تھی۔ ظہیر احمد کو اس وقت ایف آئی آر نمبر 77/2020 میں کیمپ جیل لاہور میں قید کیا

گیا تھا۔اسے 27 فروری 2021 کو فوری طور پر گرفتار کیا گیا تھا۔

6- ظہیر احمد اور شیراز احمد نے سیشن کورٹ میں گرفتاری کے بعد ضمانت کے لیے درخواستیں دائر کیں جو خارج کر دی گئیں۔ اب انہوں نے متفرق فوجداری درخواستوں 27057/B/2021 اور 28986/B/2021 کے ذریعے اس عدالت سے رجوع کیا ہے۔محمود ہاشمی کا معاملہ مختلف ہے۔انہیں ایڈیشنل سیشن جج لاہور نے اپنے حکم مورخہ 22 اگست 2019ء کے حکم کے مطابق گرفتاری کے بعد ضمانت دی۔ بعد ازاں جب تفتیشی افسر نے ایف آئی آر میں تعزیرات پاکستان کی دفعات 295۔بی، 109 اور 34 شامل کیں تو شکایت کنندہ نے اس کی ضمانت منسوخ کرانے کے لیے مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 497(5) کے تحت درخواست پیش کی۔ ایڈیشنل سیشن جج نے اسے اپنے حکم مورخہ 9 اگست 2021ء کے مطابق قبول کیا جس پر محمود ہاشمی کو دوبارہ گرفتار کر لیا گیا جس پر مذکورہ حکم کے خلاف اس نے فوجداری نظر ثانی درخواست نمبر 53955/2021 دائر کی اور رہائی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

دلائل

7- درخواست گزار ظہیر احمد کی وکیل حنا جیلانی ایڈووکیٹ نے فوجداری متفرق درخواست نمبر 27057/B/2021 میں مؤقف اختیار کیا کہ شکایت کنندہ قادیانیوں کے خلاف مذہبی طور پر متحرک شخص تھا۔ وہ اس مذہب کے دو دیگر افراد کے خلاف اس سے قبل تھانہ اقبال ٹاؤن، لاہور میں درج ایف آئی آر نمبر 245/2017 بتاریخ 15-03-2017 کے معاملے میں گواہ تھا۔ فاضل وکیل نے مزید مؤقف اختیار کیا کہ ظہیر احمد نے نہ تو مبینہ جرم کیا ہے اور نہ ہی دوسرے ملزمان سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ اسے ایف آئی اے نے ایف آئی آر نمبر 77/2020 کے تحت گرفتار کیا اور جب لاہور ہائی کورٹ نے اسے ضمانت دی تو انہوں نے اسے اس کیس (ایف آئی آر نمبر 88/2019) میں مقید رکھنے کے لیے بدنیتی کے ساتھ پھنسا دیا۔ حنا جیلانی نے مزید مؤقف اختیار کیا کہ دفعہ 196 مجموعہ ضابطہ فوجداری کے تحت تعزیرات پاکستان کی دفعہ

295۔اے کے تحت جرم کا مقدمہ صرف وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کی شکایت پر ہی چلایا جا سکتا ہے۔ اس طرح کی کوئی شکایت درج نہیں کی گئی تھی، لہٰذا اس دفعہ کے تحت ایف آئی آر نمبر 88/2019 درج نہیں کی جا سکی۔ اس نے کہا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔اے، 295۔بی اور 295۔سی اور پی ای سی اے کی دفعہ 11 پر یہ حقائق اور حالات لاگو نہیں ہوتے جبکہ دیگر جرائم مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 497 کی ممنوعہ شق کے اندر نہیں آتے۔

8- درخواست گزار شیراز احمد کے وکیل عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ نے متفرق فوجداری درخواست نمبر 28986/B/2021 میں حنا جیلانی ایڈووکیٹ کے دلائل کو اپنایا اور مزید کہا کہ اگر کوئی جرم ہے تو یہ پنجاب قرآن پاک (پرنٹنگ اینڈ ریکارڈنگ) ایکٹ 2011 (''قرآن ایکٹ'') کے سیکشن 9 کے زمرے میں آتا ہے۔ انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ یہ ایکٹ ایک خصوصی قانون ہے جو تعزیرات پاکستان پر برتری رکھتا ہے کیونکہ یہ ایک عمومی قانون تھا اور اس لیے تعزیرات پاکستان کی دفعات 295۔اے، 295۔بی اور 295۔سی کے تحت کوئی ایف آئی آر درج نہیں کی جا سکتی۔

9- عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ نے بھی فوجداری نظر ثانی درخواست نمبر 53955/2021 میں درخواست گزار محمود اقبال ہاشمی کی نمائندگی کی۔ انہوں نے کہا کہ ایڈیشنل سیشن جج نے مذکورہ درخواست گزار کی ضمانت جس بنیاد پر منسوخ کی تھی، وہ غیر قانونی اور بلا جواز ہے۔ ظہیر احمد کے سیل فون سے ملنے والے سکرین شاٹس، جو نئے قابل اعتراض مواد کے طور پر تراشے گئے تھے، انتہائی مشکوک تھے اور درخواست گزار محمود ہاشمی کو ان سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اسی طرح ثبوتوں میں رد و بدل کے حوالے سے عدالت کا مشاہدہ بھی غلط تھا۔ مذکورہ سائل کے لیے ایسی کسی چیز میں ملوث ہونا ناممکن تھا کیونکہ اس کا سیل فون ایف آئی اے کے پاس تھا اور اس تک اس کی کوئی رسائی نہیں تھی۔ عثمان ایڈووکیٹ نے مؤقف اختیار کیا کہ درخواست گزار محمود ہاشمی نے ضمانت کی رعایت کا کسی بھی طرح غلط استعمال نہیں کیا، اس لیے اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔

10- فاضل ڈپٹی اٹارنی جنرل نے ان درخواستوں کی سخت مخالفت کی۔ انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ قرآن مجید کی غلطیوں سے پاک اشاعت اور اس کی طبع شدہ کاپیوں کو مناسب طریقے سے نمٹانے کو یقینی بنانے کے لیے قرآن ایکٹ کا نفاذ کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد و اطلاق مختلف ہے اور اس معاملے پر یہ لاگو نہیں ہوتا۔ انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ درخواست گزاروں کے خلاف الزام دستاویزی شواہد پر مشتمل ہے جس کی تصدیق فرانزک رپورٹ نے کی ہے۔ ایف آئی آر میں مذکور تمام دفعات (ملزمان پر) مکمل طور پر (درست) لگی تھیں اور ان میں کوئی استثنیٰ نہیں لیا جا سکتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ درخواست گزاروں نے ایک گھناؤنا جرم کیا اور وہ ضمانت کے حقدار نہیں ہیں۔

11- شکایت کنندہ کے فاضل وکیل جناب محمد شاہد تصور راؤ ایڈووکیٹ نے بھی لاء آفیسر کی طرز پر بحث کی۔

بحث

12- اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کے دوسرے باب کے حصہ دوم میں پالیسی کے اصول طے کیے گئے ہیں اور آرٹیکل (1)29 ہر ادارے پر فرض ادا کرتی ہے کہ چونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، اس لیے آرٹیکل 31 ریاست کو ایک ایسا ماحول فراہم کرنے کا پابند کرتا ہے جس میں مسلمان اپنی زندگیوں کو اپنے مذہب کی ضرورت کے مطابق ترتیب دے سکیں۔ آرٹیکل 31 کا حکم ہے:

31۔ اسلامی طریق زندگی۔ (1) پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اس کے اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لیے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔

(2) پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں مملکت مندرجہ ذیل کے لیے کوشش کرے گی۔

(ا) قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینا، عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس کے لیے سہولت بہم پہنچانا اور قرآن پاک کی صحیح اور من و عن طباعت اور اشاعت کا اہتمام کرنا۔

(ب) اتحاد اور اسلامی اخلاقی معیاروں کی پابندی کو فروغ دینا اور

(ج) زکوٰۃ، عشر، اوقاف اور مساجد کی باقاعدہ تنظیم کا اہتمام کرنا۔

13- آئین میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مسلمان کون ہے۔ آرٹیکل 260(3) کی شق (الف) میں کہا گیا ہے کہ:

''ہر وہ شخص مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی، اللہ کی کلی اور غیر مشروط ابدیت پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، ان کے آخری نبی ہونے پر ایمان رکھتا ہے اور کسی بھی ایسے شخص کو پیغمبر یا مذہبی مصلح نہ ہی مانتا اور نہ ہی تسلیم کرتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی اعتبار سے نبی ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے یا کرے۔'' آرٹیکل 260(3) کی شق (ب) میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ: غیر مسلم افراد میں جو عیسائیت، ہندومت، سکھ مت، بدھ مت یا پارسی کمیونٹی یا قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ سے تعلق رکھنے والے (احمدی یا کسی اور نام سے پہچانے جانے والے) یا بہائی کے علاوہ شیڈول ذاتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں۔ یہ تعریفیں تمام قانون سازی اور دیگر قانونی دستاویزات پر لاگو ہوتی ہیں جب تک کہ موضوع یا مواد میں کوئی الگ (متضاد) بات نہ ہو۔

14- درخواست گزار قادیانی ہیں۔ ایف آئی آر نمبر 88/2019 میں ان پر تعزیرات پاکستان کی دفعات 295-اے، 295-بی، 295-سی، 298-سی، 34 اور 109 اور پی ای سی اے کی دفعہ 11 کے تحت جرائم کا الزام ہے لیکن ان کا موقف ہے کہ یہ غلط الزام ہے۔ ان کے مطابق استغاثہ زیادہ سے زیادہ قرآن ایکٹ کی دفعہ 9 یا فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ 1932 (1932 کی XXIII) کی دفعہ 5 کا نفاذ کر سکتا ہے۔ چونکہ یہ جرائم دفعہ 497 مجموعہ ضابطہ فوجداری کی ممنوعہ شق کے تحت

نہیں آتے، اس لیے درخواست گزار معزز سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ (PLD 1995 SC 34) کی رو سے طارق بشیر اور 5 دوسرے بنام حکومت پاکستان میں طے شدہ قانون کے لحاظ سے ضمانت کے حقدار ہیں۔ آیئے! سب سے پہلے اس معاملہ پر نظر ڈالتے ہیں۔

15- قرآن ایکٹ کے دیباچے میں کہا گیا ہے کہ اس قانون کا مقصد کتاب کی غلطی سے پاک اشاعت اور اس کے طبع شدہ اور شہید نسخوں کو مناسب طریقے سے نمٹانا ہے۔ دفعہ 3 میں پبلشرز اور ریکارڈنگ کمپنیوں کی رجسٹریشن کی گنجائش ہے۔ دفعہ 4 قرآن بورڈ قائم کرتی ہے اور اس پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ وہ قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک چھپائی، اشاعت اور ریکارڈنگ کے اقدامات کی سفارش کرے اور مزید کہا کہ قواعد اس کے لیے دیگر اقدامات بھی تجویز کرسکتے ہیں۔ دفعہ 5 طریقہ کار سے متعلق ہے۔ دفعہ 6 میں آیت کے متن کو لفظی طور پر بگاڑنے کو جرم قرار دیا گیا ہے، چاہے وہ قرآن پاک کی نقل یا ریکارڈ میں ہو یا کسی متن کتاب، نماز کی کتاب، مذہبی کتاب یا کسی اور طرح سے شائع ہونے والا کوئی اقتباس ہو۔ اس طرح کی تحریف، لفظ کی تبدیلی یا ترتیب کی وجہ سے ہوسکتی ہے یا اعراب کی وجہ سے ہوسکتی ہے جو آیت کے معنی کو تبدیل کرتی ہے۔ دفعہ 7 میں مسلمانوں کے عقیدے کے برعکس کسی غیر مسلم کے ذریعہ قرآن پاک کے ترجمے، تشریح اور تفسیر (یا اس کا اقتباس) کو جرم قرار دیا گیا ہے۔ دفعہ 6 اور 8 کے تحت جرائم کی سزا دفعہ 9 کے تحت تین سال تک قید کی سزا ہے، یا بیس ہزار روپے تک جرمانہ یا دونوں ایک ساتھ۔ دفعہ 10 میں کہا گیا ہے کہ اگر دفعہ 9(1) کے تحت کسی جرم کا مرتکب شخص کسی کمپنی یا دیگر باڈی کارپوریٹ ہے تو اس کا ہر ڈائریکٹر، منیجر، سیکرٹری یا کوئی اور افسر اس وقت تک ذمہ دار ہوگا جب تک کہ وہ یہ ثابت نہ کرے کہ یہ جرم اس کے علم میں لائے بغیر کیا گیا تھا اور اس نے اس کی روک تھام کے لئے مناسب اقدام کیے تھے۔ یہ جاننا ہرگز مشکل نہیں کہ قرآن ایکٹ صرف پرنٹر اور پبلشرز تک محدود ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کو اب بھی کوئی شک ہے تو وہ سیکشن 9 کے ذیلی سیکشن (1) کو

دیکھ سکتا ہے جس میں جرائم کے لئے سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ اس میں صاف اور واضح طور پر کہا گیا ہے:

جرمانہ۔ (1) جو بھی پرنٹر، ناشر یا ریکارڈنگ کمپنی کا مالک جو اس ایکٹ یا اس کے تحت بنائے گئے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرتا ہے، یا کوئی شخص جس کی آواز میں ریکارڈ تیار کیا جاتا ہے، یا کوئی شخص جس نے دفعہ 5 کے ذیلی سیکشن (3) کے تحت تصدیق کی ہو، قرآن پاک کے ریکارڈ کی ایک نمونہ نقل جو اس ایکٹ کی دفعات کے مطابق نہیں ہے، اور اس کی سزا سات سال تک ہوسکتی ہے لیکن یہ تین سال سے کم نہیں ہو گی یا جرمانے کے ساتھ جو ایک لاکھ روپے سے کم نہیں ہوگا یا دونوں سزائیں ایک ساتھ دی جائیں گی۔

16- درخواست گزاروں کے مطابق، اس معاملے میں جو دوسری دفعہ استعمال کی جاسکتی ہے وہ 1932 کے ایکٹ XXIII کی دفعہ 5 ہے جو درج ذیل ہے:

5۔ ممنوعہ دستاویز کے مندرجات کی اشاعت۔ (1) جو بھی ناشر، اخبار، کتاب یا دیگر دستاویزی کاپیوں سے کسی بھی اقتباس / عبارت کو عوامی سطح پر گردش کرتا ہے یا دہراتا ہے جس کی کسی بھی قانون کے تحت حکومت کو فی الحال ضبط کرنے کا اعلان کیا گیا ہے، اسے ایک مدت کے لیے قید کی سزا دی جائے گی جس کی معیاد چھ ماہ تک بڑھائی جا سکتی ہے، یا جرمانہ کے ساتھ، یا دونوں سزائیں ایک ساتھ دی جائیں گی۔

(2) کوئی بھی عدالت اس دفعہ کے تحت قابل سزا جرم کی سماعت نہیں کرے گی جب تک صوبائی حکومت یہ تصدیق نہ کرے کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 99-A کے ذیلی سیکشن (1) یا پریس (ایمرجنسی پاورز) ایکٹ 1931 (1931 کی XXIII) کی دفعہ 4 کا ذیلی سیکشن (1) شائع شدہ، مشتہر شدہ یا بار بار شائع ہونے والی عبارت میں صوبائی حکومت کی رائے میں مفسدانہ یا اِسی نوعیت کا دیگر مواد ہے۔

17- 1932 کا ایکٹ XXIII فوجداری قانون کو نرم کرنے اور اس مقصد کے لیے پریس (ایمرجنسی پاورز) ایکٹ 1931 (1931 کے XXIII) کی دفعہ میں ترمیم

کرنے اور فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ 1908 (1908 کے XIV) میں مزید ترمیم کرنے کے لیے نافذ کیا گیا تھا۔ مذکورہ بالا سیکشن 5 کا ایک سرسری مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ کسی بھی ذرائع کے ذریعے ممنوعہ دستاویز کے مواد کی اشاعت کو جرم قرار دیتا ہے۔ اس کا اطلاق اس صورتحال پر نہیں ہوتا جہاں ملزم پابندی کے باوجود اخبار یا دیگر کوئی دستاویز گردش کرتا ہے اور حکومت کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ موجودہ استغاثہ کا مقدمہ اس زمرے میں آتا ہے۔

-18 مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر، میری رائے میں، نہ تو قرآن ایکٹ کی دفعہ 9 اور نہ ہی 1932 کے ایکٹ XXIII کی دفعہ 5 موجودہ کیس پر لاگو ہوتی ہے اور اس کے بارے میں درخواست گزاروں کا حوالہ غلط تصور کیا جاتا ہے۔

-19 درخواست گزاروں نے تعزیرات پاکستان کی دفعات 295۔اے، 295۔بی، 295۔سی اور پی ای سی اے کی دفعہ 11 کے اطلاق پر بھی سوال اٹھایا ہے۔ تاہم اس اعتراض کی جانچ پڑتال سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ یہ دفعات کس بارے میں ہیں؟

دفعہ 295۔اے تعزیرات پاکستان

-20 تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔اے جان بوجھ کر اور غلط کاموں کو جرم قرار دیتی ہے جس کا مقصد کسی بھی طبقے کے لوگوں کے مذہبی جذبات کو اس کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کر کے مشتعل کرنا ہے۔ مذکورہ توہین آمیز الفاظ، بولے یا لکھے ہوئے یا اشکالی صورتوں سے ہو سکتے ہے۔ یہ سیکشن ایک خاص حد مقرر کرتا ہے۔ اس کا نفاذ وہاں ہوتا ہے جہاں اس توہین کا مقصد جان بوجھ کر اور بدخواہ ہونے کے علاوہ ایک برادری کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا ہے۔ پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی لاہور بنام ریاست (PLD 1960 (W.P) Lahore 629) کے مقدمہ میں عدالت کے فل بنچ نے دفعہ 295۔اے تعزیرات پاکستان کے دائرہ کار پر غور کیا اور فیصلہ دیا:

''تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔اے کے اجزاء (نافذ ہوں گے) صرف

اس صورت میں جب یہ ثابت ہو جائے کہ مذہبی عقائد کی توہین کا ارادہ جان بوجھ کر اور بدخواہانہ تھا۔ جب اس کا مقصد دوسروں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا ہے اور اس کو درست قرار دینے کا کوئی قابل اعتماد ذریعہ نہیں ہے تو عدالت یہ تصور کرے گی کہ یہ مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی عقائد کی توہین کرنے کے دانستہ اور بدخواہانہ ارادے سے کیا گیا تھا۔ یہی مفروضہ اس وقت لاگو ہوگا جب ان معاملات میں اس بات کے اشارے ملیں کہ ایک مذہب کے حق میں دلیل دراصل دوسرے مذہب کے ساتھ بدسلوکی کی سطح تک جاتی ہو۔ لیکن اس سوال پر فیصلہ سناتے ہوئے کہ آیا وہ چیز جو کسی کے مذہبی عقیدے کی توہین کرتی ہے، اس مذہب یا اس مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی عقائد کی توہین کرنے کے دانستہ اور بدخواہانہ ارادے سے کہی گئی یا نہیں، عدالت کو بذات خود ایک غیر جانبدار فرد کی جگہ پر رکھنا ہوگا، یعنی وہ شخص جس کا تعلق نہ تو اس شخص کے مذہب سے ہے جس پر الزام ہے کہ اس نے کسی کے مذہبی جذبات کو مشتعل کیا ہے اور نہ ہی اس شخص یا افراد کے ساتھ جو مذہبی جذبات کو بھڑکاتا ہے، جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مشتعل ہے۔ عدالت کو اس معاملے پر اس شخص کی طرح غور کرنا ہوگا جو بہت ایسے معاملات میں زیادہ حساس نہ ہو بلکہ عام حساسیت کا شکار شخص ہو۔''

21- اکثر ملزمان دفعہ 295۔اے تعزیرات پاکستان کے تحت قانونی چارہ جوئی کے دفاع کے لیے آزادی اظہار کا بہانہ بناتے ہیں۔ کتاب "Jesus in Heaven on Earth" کے معاملے میں ورکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور اور سول اینڈ ملٹری گزٹ لمیٹڈ لاہور بنام دی کراؤن (PLD 1954 Lahore 724) کے مقدمہ میں عدالت کے ایک فل بنچ نے کہا کہ اس آزادی کی بھی ایک حد ہے۔ کسی کی بے سروپا تقریر یا تحریر کی تشہیر کو روک دینا چاہیے۔ اس عدالت نے کہا: ''بہرحال، ایک شخص جو خلوص نیت سے یقین رکھتا ہے کہ ایک مسلک کی ایماندارانہ تبلیغ جو انسانیت کی نجات کا باعث بنے، کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اگر چہ ایسی تبلیغ کسی کے دکھ کا باعث ہو۔ مگر وہ بحث ایک حد سے آگے نہیں جانی چاہیے۔ یہ وہ حد

ہے جہاں جھگڑا ختم ہوتا ہے اور بدنیتی شروع ہوتی ہے، یعنی جہاں تقریر یا تحریر تنازعہ کی انتہا کو مزید نہیں بڑھاتے اور ایسی بات کی جائے جو جھگڑے (اختلاف) میں اضافہ نہ کرے، جیسے 'مٹھاس کے ساتھ' کچھ کڑواہٹ شامل کی جا سکتی ہے۔

-22 اس تجویز کی مزید وضاحت کے لیے فل بنچ نے **Starkie's Law of Libel and Slander (1897)** سے ایک اقتباس کا حوالہ دیا:

"The law visits not the honest errors, but the malice of mankind. A willful intention to pervert, insult, and mislead others, by means of licentious and contumelious abuse applied to sacred subjects, or by willful misrepresentations or, artful sophistry, calculated to mislead the ignorant and unwary, is the criterion and test of guilt. A malicious and mischievous intention or what is equivalent to such an intention, in law, as well as morals, a state of apathy and indifference to the interest of society, is the broad boundary between right and wrong."

دفعہ 295۔بی تعزیرات پاکستان

-23 اس دفعہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ''جو کوئی جان بوجھ کر قرآن پاک کی نقل یا اس سے کسی اقتباس کی بے حرمتی کرے یا اسے توہین آمیز طریقے سے استعمال کرے یا کسی غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرے تو اسے عمر قید کی سزا دی جائے۔''

درخواست گزاروں کا مؤقف ہے کہ یہ سیکشن صرف جسمانی عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس تنازعہ کی تعریف کے لیے ضروری ہے کہ اس دفعہ میں استعمال ہونے والے تین افعال کے مطالب کو دیکھا جائے۔

-24 **Defile**: میریم ویبسٹر آن لائن ڈکشنری کے مطابق، **"Defile"** کی اصطلاح کا مطلب ہے:

"to make unclean or impure such as (a) to corrupt the purity or perfection of; (b) to violate the chastity or virginity of; (c) to make physically unclean especially with something unpleasant or contaminating; (d) to violate the sanctity of; (e) sully, dishonour"

چیمبرز انگلش ڈکشنری مذکورہ اصطلاح کو یوں بیان کرتا ہے:

"to make foul or filthy; to pollute or corrupt; and to violate."

بلیک کی قانونی لغت میں کہا گیا ہے کہ بے حرمتی **"defile"** کا مطلب ہے:

"make dirty; to physically soil; to make less pure and good, especially by showing disrespect; to dishonor; to make ceremonially unclean; to desecrate; to morally corrupt (someone); Archaic to debauch (a person); to deprive (a person) of chastity."

-25 Damage: میریم وبیسٹر آن لائن ڈکشنری کے مطابق، **"Damage"** کی اصطلاح کا مطلب ہے:

"loss or harm resulting from injury to person, property, or reputation."

''آکسفورڈ ایڈوانسڈ لرنرز ڈکشنری مذکورہ اصطلاح کو یوں بیان کرتی ہے:''

"(a) physical harm caused to sth which makes it less attractive, useful or valuable; (b) harmful effects on sb sth: emotional damage resulting from divorce, damage to a person's reputation."

بلیک کی لاڈکشنری میں کہا گیا ہے کہ ''نقصان'' کا مطلب ہے:

"loss or injury to person or property; esp., physical harm that is done to something or to part of someone's body<actionable damage resulting from negligence>; by

extension, any bad effect on something."

26- **Desecrate**: میریم ویبسٹر آن لائن ڈکشنری کے مطابق ''بے حرمتی'' کی اصطلاح کا مطلب ہے:

"(a) to violate the sanctity of, profane; (b) to treat disrespectfully, irreverently or outrageously."

آکسفورڈ ایڈوانسڈ لرنرز ڈکشنری کا کہنا ہے کہ ''بے حرمتی'' کا مطلب ہے۔

"to damage a holy thing or place or treat it without respect."

بلیک کی لا ڈکشنری مذکورہ اصطلاح کو اس طرح بیان کرتی ہے:

"to divest (a thing) of its sacred character; to spoil, defile, or profane (a sacred thing)."

27- بامقصد نظریہ تشریح قانون سازی کے ارادے کی نیت جاننے کا ایک اہم طریقہ ہے اور عدالتیں تیزی سے قوانین کی تشریح کے لیے اس اصول کا اطلاق کر رہی ہیں۔

Carter بنام **Brad Bear (1975 3 All ER 158, 161)** کیس میں لارڈ ڈپلاک نے کہا:

"If one looks back to the actual decisions of the House of Lords on question of statutory construction over the last 30 years one cannot fail to be struck by evidence of a trend away from the purely literal towards the purposive construction of statutory provisions."

28- شیلیش دھیریاوان بنام موہن بالکرشنا لولا **(2016 3 SCC 619)** میں ہندوستان کی سپریم کورٹ نے **purposive** کے تصور کو درج ذیل طور پر واضح کیا:

"The principle of 'purposive interpretation' or 'purposive construction' is based on the understanding that the court is supposed to attach that meaning to the provisions which serve the 'purpose' behind such a

provision. The basic approach is to ascertain what is it designed to accomplish. To put it otherwise, by interpretative process the court is supposed to realize the goal that the legal text is designed to realize. As Aharon Barak puts it:

'Purposive interpretation is based on three components: language, purpose, and discretion. Language shapes the range of semantic possibilities within which the interpreter acts as a linguist. Once the interpreter defines the range, he or she chooses the legal meaning of the text from among the (express or implied) semantic possibilities. The semantic component thus sets the limits of interpretation by restricting the interpreter to a legal meaning that the text can bear in its (public or private) language.'

"Of the aforesaid three components, namely, language, purpose and discretion 'of the court', insofar as purposive component is concerned, this is the ratio juris, the purpose at the core of the text. This purpose is the values, goals, interests, policies and aims that the text is designed to actualize. It is the function that the text is designed to fulfil."

29- جے ایس بینک لمیٹڈ کراچی اور دیگر بنام صوبہ پنجاب کے مقدمہ (2021 SCMR 1617) میں سیکرٹری فوڈ، لاہور اور دیگر کے ذریعے عزت مآب سپریم کورٹ آف پاکستان نے کہا:

''مزید برآں قانونی متن کی تشریح اس کے مقصد کے تناظر میں کی جانی چاہیے۔ اس عدالت نے مستقل طور پر فیصلہ دیا ہے کہ قوانین کی تشریح کرتے وقت لفظی نقطہ نظر کی بجائے ایک بامقصد تشریح کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ ایک تشریح جو ایکٹ

کے مقصد کو آگے بڑھاتی ہے، اسے اس تشریح پر ترجیح دی جائے جو اس کے مقصد کو شکست دیتی ہے۔ اس سلسلہ میں سیف الرحمٰن بنام ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج ٹوبہ ٹیک سنگھ اور 2 دوسرے کے مقدمہ (2018 SCMR 1885) اور رب نواز ڈھڈ وانی ایڈووکیٹ اور دیگر بنام رانا محمد اکرم ایڈووکیٹ اور دیگر (PLD 2014 Lahore 591) کے طور پر رپورٹ کیے گئے فیصلوں کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔

30- آئین کے آرٹیکل 31 کو اوپر مکمل طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس آرٹیکل کے تحت ریاست پاکستان کا اہم فرض ہے کہ وہ نہ صرف قرآن پاک کی صحیح اور درست چھپائی اور اشاعت کو محفوظ بنائے بلکہ غلط (ترجمہ یا) تشریح کے ذریعے اسے ہر قسم کی تحریف سے محفوظ بنائے۔ لہٰذا اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دفعہ 295-بی تعزیرات پاکستان میں استعمال ہونے والے ہر لفظ کی تشریح کی جانی چاہیے۔ اس میں ''بے حرمتی'' کی اصطلاح نہ صرف قرآن پاک کی ظاہری بے حرمتی کی طرف اشارہ کرتی ہے بلکہ وہ تمام عوامل شامل ہیں جو ظاہر کریں کہ اس کے معنی یا تعلیمات کو (تحریف سے) آلودہ کیا جارہا ہے۔ امریکی قانونی فقہ میں کہا گیا ہے:

"A strict construction of penal statute does not require the words to be construed so narrowly as to exclude cases that may be said to be fairly covered by them. The words used need to be given their narrowest meaning, or the less extended of two meanings, or their primary meaning, or indeed, any meaning other than their full meaning. Mere verbal nicety, or forced construction, is not to be resorted to in order to exonerate persons plainly within the terms of the statute. Although the statute is penal, courts may disregard captions and even the demands of exact grammatical propriety. In short, although criminal statutes are to be strictly construed in favour of the defendant, the courts are

not authorized so to interpret them as to emasculate the statutes."

دفعہ 295۔سی تعزیرات پاکستان

-31 ''جو کوئی الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے، یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلا واسطہ، اشارتاً یا کنایتاً حضرت محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے، وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جائے گی''۔

-32 درخواست گزاروں کے وکلاء کا مؤقف ہے کہ دفعہ 295۔اے اور 295۔سی تعزیرات پاکستان میں استعمال ہونے والے ''الفاظ، یا تو بولے یا لکھے گئے، یا ظاہری نمائندگی کے ذریعے'' اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ناپسندیدہ مواد کا مقرر، مصنف یا موجد ہے تو اس پر مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ صرف ٹرانسمیشن (ترسیل یا آگے پھیلانے) کے سلسلے کا حصہ ہے تو اسے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس طرح کی تشریح نہ صرف قانون کے مقاصد بلکہ قانون سازی کے ارادے سے متصادم ہوگی۔ مذہب دنیا میں تقریبا ہر جگہ لوگوں کے ہر طبقے کے لیے ایک حساس معاملہ ہے۔ تعزیرات پاکستان کے باب پندرہ کا مقصد ہر کمیونٹی کو قابو اور معاشرے میں امن وامان کو برقرار رکھنا ہے۔ یہ کہنا کہ اگر کوئی جو خود کسی مواد کا مصنف نہیں ہے، وہ کوئی بھی ایسا جارحانہ مواد ترسیل کرسکتا ہے، تباہی کا راستہ ہوگا۔

پی ای سی اے کی دفعہ 11

-33 ''نفرت انگیز تقریر'' کی کوئی متفقہ تعریف نہیں ہے۔ تاہم شہری اور سیاسی حقوق سے متعلق بین الاقوامی عہد (ICCPR) جیسے کچھ کثیر الجہتی معاہدوں میں اس کے خدوخال کی وضاحت کی گئی ہے جس میں ریاستوں کو گھریلو قانون سازی کے ذریعے اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے جبکہ ''وقار، مساوات اور تحفظ کے حقوق کے ساتھ اظہار رائے کی آزادی کے حقوق میں توازن قائم کیا گیا ہے''۔ حکومت

پاکستان نے نفرت انگیز تقریروں کو روکنے کے لیے مختلف قوانین نافذ کیے ہیں۔ پی ای سی اے کی دفعہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

34- پی ای سی اے کی دفعہ 11 میں حکم دیا گیا ہے کہ جو کوئی بھی معلوماتی نظام یا آلہ کے ذریعے معلومات تیار کرتا ہے یا پھیلاتا ہے، جو بین المذاہب، فرقہ وارانہ یا نسلی نفرت کو آگے بڑھائے یا اس کا امکان پیدا کرے، اسے قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ پی ای سی اے ''پھیلاؤ'' کی اصطلاح کی وضاحت نہیں کرتا، لہٰذا اس سلسلہ میں دوسرے ذرائع کا حوالہ دینا پڑتا ہے۔ میریم ویبسٹر آن لائن ڈکشنری کا کہنا ہے کہ ''پھیلاؤ'' کا مطلب ہے:

(a) to spread abroad as though sowing seed :(b) to disperse throughout seed.

بلیک لاء ڈکشنری کے مطابق لفظ ''پھیلاؤ'' کا مطلب ہے:

(a) the act of spreading, diffusing, or dispersing; esp., the circulation of defamatory matter; (b) the extension of the influence or establishment of a thing, such as an idea, book, or document.

یہ بتانا ضروری ہے کہ پی ای سی اے کی دفعہ میں لوگوں کی تعداد کے بارے میں کوئی شرط نہیں رکھی گئی ہے۔ لہٰذا یہ جرم اس جگہ تشکیل دیا جائے گا جہاں ملزم چاہے ایک فرد کو بھی قابل اعتراض مواد منتقل کرتا ہے۔

35- یہ سوال بھی قابل غور ہے کہ کیا گروپ کے ارکان کی طرف سے پوسٹ کردہ قابل اعتراض مواد کے لیے کسی منتظم/ ایڈمن کو مجرمانہ طور پر ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ غالب رائے یہ ہے کہ گروپ منتظم افراد کے انتخاب کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے اور پوسٹیں شیئر کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اگر وہ قابل اعتراض مواد کی اشاعت میں براہ راست حصہ نہیں ڈالتا یا اس میں براہ راست ملوث نہیں ہے تو اس پر مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا جب تک کہ کوئی مخصوص تعزیری دفعہ نہ ہو۔

اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ مشترکہ ارادہ یا پہلے سے طے شدہ منصوبہ تھا اور گروپ کے منتظم اور اراکین مل کر کام کر رہے تھے۔ کشور بنام ریاست مہاراشٹر کے مقدمہ (2021) 2 AIR Bombay R (Criminal) 574 میں بمبئی ہائی کورٹ نے کہا:

"مخصوص تعزیری دفعہ کی عدم موجودگی میں جس سے مشترکہ ذمہ داری پیدا ہوتی ہے، واٹس ایپ گروپ کے منتظم کو کسی گروپ کے رکن کی طرف سے پوسٹ کردہ قابل اعتراض مواد کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ گروپ کے منتظم کو گروپ کے کسی رکن کے عمل کے لئے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا، جو قابل اعتراض مواد پوسٹ کرتا ہے، جب تک کہ یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ منصوبہ بندی کا مشترکہ ارادہ یا پہلے سے انتظام تھا اور ایسا رکن اور واٹس ایپ گروپ کا منتظم اس طرح کے منصوبے کے مطابق مل کر کام کر رہا تھا۔ واٹس ایپ سروس صارف کے محض گروپ ایڈمنسٹریٹر کے طور پر کام کرنے کے معاملے میں مشترکہ ارادہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔ جب کوئی شخص واٹس ایپ گروپ بناتا ہے تو اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ گروپ کے رکن کی مجرمانہ کارروائیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے یا اس کے بارے میں پیشگی معلومات رکھتا ہے۔ اگر کوئی منتظم قابل اعتراض مواد کا خالق ہے تو ہم اس کی ذمہ داری کے معاملے کا جائزہ نہیں لے رہے ہیں، کیونکہ یہ موجودہ معاملے کے حقائق میں پیدا نہیں ہو رہا ہے"۔

-36 اس موڑ پر یہ بتانا ضروری ہے کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 195 سے 199 میں بعض جرائم کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے لیے خصوصی دفعات شامل ہیں۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196 ہمارے موجودہ مقصد کے لیے متعلقہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کوئی بھی عدالت تعزیرات پاکستان کے باب VI یا IX-A کے تحت قابل سزا کسی جرم کا نوٹس نہیں لے گی (سوائے دفعہ 127 کے) یا مذکورہ ضابطہ کی دفعات 108-اے، 153-اے، 294-اے، 295-اے یا دفعہ 505 کے تحت جب تک کہ حکم کے ذریعہ کی گئی شکایت پر نہ ہو۔ یا وفاقی حکومت یا متعلقہ صوبائی حکومت کے

اختیار میں ہو یا دونوں حکومتوں میں سے کسی ایک کی طرف سے اس میں بااختیار کوئی افسر ہو۔ قانون اچھی طرح طے شدہ ہے کہ دفعہ 196 ضابطہ فوجداری ایف آئی آر کے اندراج پر پابندی نہیں لگاتی ہے۔ یہ صرف عدالت کو اس جرم کا نوٹس لینے سے روکتا ہے جب تک کہ وفاقی یا صوبائی حکومت کی طرف سے شکایت نہ ہو۔ انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بینک آف پاکستان اور دیگر بنام میاں قاسم فرید اور دیگر (2006 SCMR 483) میں معزز سپریم کورٹ نے وضاحت کی:

''یہ اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایف آئی آر کا اندراج اور مقدمات کا نوٹس لینا دو مختلف اور آزاد تصورات ہیں جو فوجداری قانون کو ختم نہیں کرتے ہیں۔ اگر قانون ساز کا ارادہ ایف آئی آر کے اندراج پر کوئی روک لگانا ہوتا تو مقنّنہ خاص طور پر یہ کہتی اور اگر قانون صرف نوٹس لینے پر شرط لگاتا ہے تو اسے کبھی نہیں پڑھا جاسکتا کہ ایف آئی آر کے اندراج پر پابندی عائد کی جائے۔

مزید حوالہ حق نواز اور دیگر بنام حکومت کے حوالے سے دیا جاسکتا ہے۔ (2000 SCMR 785)؛ محمد نذیر بنام فضل کریم اور دیگر (PLD 2012 SC 892) اور علی گوہر اور دیگر بنام پرویز احمد اور دیگر (PLD 2020 SC 427) اس طرح حنا جیلانی کی رجسٹریشن کے وقت ایف آئی آر نمبر 88/2019 میں دفعہ 295۔اے تعزیرات پاکستان کو شامل کرنے کے بارے میں اعتراض کو رد کر دیا گیا ہے۔

موجودہ مقدمات

37- یہ مفروضہ ہے کہ ضمانت کے مرحلے پر عدالت کو تفتیشی ایجنسی کے ذریعہ جمع کردہ شواہد کا صرف عارضی جائزہ لینا چاہیے۔ (خالد جاوید گیلان بنام سرکار پی ایل ڈی 1978 سپریم کورٹ 256 اور ریاض احمد اور تین دوسرے بنام سرکار پی ایل ڈی 1994 لاہور 485)۔ لہٰذا میں تفصیلی جائزہ لینے سے گریز کروں گا تاکہ اس سے مقدمے کو ضرر نہ پہنچے۔

38- درخواست گزاروں نے ''سندھ سلامت'' کے نام سے واٹس ایپ گروپ بنایا۔ ان کے اور دیگر اراکین کے درمیان ہونے والی گفتگو کے سکرین شاٹس کا مطالعہ

اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ ان کا مقصد قادیانی مذہب کی تشہیر کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرنا تھا۔ تفتیش کے دوران معلوم ہوا کہ محمود ہاشمی نے ترجمہ قرآن (قادیانی خلیفہ مرزا طاہر کا تحریر کردہ) شیئر کیا جبکہ شیراز احمد نے گروپ میں قرآن شریف کی تیس آیات اور خطبہ جمعہ شیئر کیا۔ 9 مئی 2019ء کو ظہیر احمد نے محمود ہاشمی کو مسئلہ ختم نبوت فارورڈ کیا۔ اس کے علاوہ ظہیر احمد نے شیراز احمد کو پی ڈی ایف میں چار کتابیں بھیجی تھیں۔ (الف) نصاب وقف نو (ب) اسلامی اصول کی فلاسفی (ج) روحانی خزائن کے مطالعے کا چارٹ اور (د) محمود کی آمین۔

-39 قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں (ممانعت اور سزا آرڈیننس 1984ء نمبر 20 کے سلسلہ میں) کی اسلام مخالف سرگرمیوں نے تعزیرات پاکستان کے باب پندرہ میں کچھ نئے جرائم متعارف کرائے جن میں دیگر دفعات 298۔بی اور 298۔سی تعزیرات پاکستان کے تحت شامل ہیں جن میں ان گروہوں کو خود کو مسلمان ظاہر کرنے، اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے یا تشہیر سے منع کیا گیا ہے۔ ظہیر الدین بنام ریاست (1993 SCMR 1718) کے مقدمہ میں عزت مآب سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ مذکورہ آرڈیننس آئینی طور پر درست (intra vires) ہے۔ لہٰذا اس تناظر میں (prima facie) ''سندھ سلامت'' (واٹس ایپ) گروپ بنانا غیر قانونی تھا۔

-40 محمود ہاشمی اور شیراز احمد نے درخواست کی کہ وہ اس گروپ کے محض منتظم ہیں، لہٰذا وہ اس میں کسی غیر قانونی سرگرمی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ معاملے کو غلط طور پر سمجھا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ درخواست گزاروں نے مشترکہ ارادے سے آگے پھیلانے کے لیے سندھ سلامت گروپ بنایا۔ ان کے پاس پہلے سے طے شدہ منصوبہ تھا اور وہ باہمی اتفاق سے کام کر رہے تھے، لہٰذا وہ مشترکہ طور پر ذمہ دار ہیں۔ مزید یہ کہ دوران تفتیش یہ بھی پتہ چلا ہے کہ محمود ہاشمی اور شیراز احمد نے بالترتیب اپنے سیل نمبر 03009468153 اور 03048955230 سے ممنوعہ مواد بھی شیئر کیا تھا۔

41- ڈپٹی اٹارنی جنرل کے مطابق حکومت نے (قادیانی خلیفہ) مرزا طاہر کے ترجمہ قرآن اور اوپر بیان کردہ ان کی دیگر کتابوں پر پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ قرآن بورڈ نے 24 جنوری 2017ء کو منعقدہ اپنے ایک اجلاس میں یہ رائے دی کہ قادیانی قرآن پاک کی غلط تشریح کرتے ہیں اور اس کی ''بے حرمتی'' کرتے ہیں۔ ریکارڈ پر دستیاب شواہد سے بادی النظر میں ظاہر ہوتا ہے کہ درخواست گزار اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ کئی طریقوں سے اس جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں جو نفرت کو بھڑکائے گا اور فرقہ وارانہ امن کو خراب کرے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ انہوں نے بار بار ایک دوسرے کو سفر کے دوران پرنٹس آؤٹ/ ہارڈ کاپیاں لے جانے سے منع کیا۔ تمام تر آگاہی کے باوجود انہوں نے اسے پھیلانے کا (مجرمانہ) انتخاب کیا۔

42- استغاثہ نے درخواست گزاروں پر متعدد جرائم کا الزام عائد کیا ہے۔ میں نے قانونی دفعات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا ہے اور اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ ہر جرم کے اپنے اجزاء ہوتے ہیں اگرچہ کچھ متجاوز بھی ہو سکتے ہے۔ ریکارڈ پر دستیاب شواہد کو مدنظر رکھتے ہوئے، تعزیرات پاکستان کی دفعات 295-بی، 295-سی اور 298-سی اور پی ای سی اے کے سیکشن 11 کی دفعہ کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 109/34 کے ساتھ پڑھا جائے تو جرائم سے بری ہونے کا امکان کم ہے۔ تاہم تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-اے کا ایک مختلف مفہوم ہے اور درخواست گزار کے جرم کا اس حد تک تعین کرنے کے لیے مزید تفتیش کی ضرورت ہے۔

43- یہ مقدمہ ممنوعہ (مجرمانہ) دفعات کی زد میں آتا ہے۔ لہٰذا درخواست گزار ضمانت کی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔ چنانچہ یہ تمام درخواستیں خارج کی جاتی ہیں۔

دستخط
جسٹس طارق سلیم شیخ

تاریخ فیصلہ
24 دسمبر 2021ء

(2022 P Cr. L J 259)

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

روحان احمد بنام حکومت پاکستان

۞...... جناب جسٹس محمد امجد رفیق

کوئی قادیانی سوشل میڈیا (واٹس ایپ، فیس بک، انسٹا گرام، ٹویٹر وغیرہ) پر اپنے مذہب کی کوئی ممنوعہ، گستاخانہ یا دل آزار مواد پر مبنی کتاب یا اس کا کوئی صفحہ یا پیرا شیئر نہیں کرسکتا۔

لاہور ہائی کورٹ کا نہایت اہم فیصلہ

’’کوئی قادیانی سوشل میڈیا (واٹس ایپ، فیس بک، انسٹا گرام، ٹویٹر وغیرہ) پر اپنے مذہب کی کوئی ممنوعہ، گستاخانہ یا دل آزار مواد پر مبنی کتاب یا اس کا کوئی صفحہ یا پیرا شیئر نہیں کرسکتا۔ خلاف ورزی کی صورت میں ملزم کے خلاف تعزیرات پاکستان کی متعلقہ دفعات کے علاوہ الیکٹرانک سائبر جرائم کی روک تھام (PECA) ایکٹ 2016ء کی دفعہ 11 کے تحت مقدمہ درج ہوگا۔‘‘

دل کی بات
(مقدمہ کا پس منظر، احوال، نتیجہ)

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

مئی 2020ء میں لاہور کے ایک قادیانی روحان احمد نے اپنے فون پر اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی غرض سے ایک واٹس ایپ گروپ بنایا۔ یہاں اس نے ''سلطان القلم'' کے نام سے ایک مضمون نویسی اور کوئز (سوالاً جواباً) مقابلہ منعقد کروانے کا اعلان کیا اور بذریعہ واٹس ایپ میسیج کر کے مختلف لوگوں کو اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ (یاد رہے کہ قادیانی حضرات جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کو ''سلطان القلم'' کہتے ہیں۔ جبکہ سلطان القلم کا حال یہ ہے کہ اس کی کتابیں گستاخانہ، دل آزار اور فحش لٹریچر کا نادر نمونہ ہیں۔ اس سلسلہ میں ملزم نے ایک ویب سائٹ کا لنک بھی شیئر کیا۔ جب اس لنک کو کھولا گیا تو اس پر نہایت متنازعہ اور گستاخانہ قادیانی کتب موجود تھیں۔ اس سلسلہ میں شکایت کنندہ (جسے مقابلہ میں شامل ہونے کے لیے اس کے فون پر واٹس ایپ پیغام کے ذریعے دعوت دی گئی تھی) نے لنک میں موجود قادیانی کتابوں میں توہین آمیز مواد کو ہائی لائٹ کر کے اس کے سکرین شاٹ لیے۔ اس گروپ کے تمام دعوتی پیغامات کے پرنٹ نکالے۔ پھر ان تمام شواہد کے ساتھ ایک درخواست تھانہ ایف آئی اے سائبر کرائم رپورٹنگ سنٹر لاہور میں جمع کرائی۔ ابتدائی ضروری تحقیقات کے بعد ایف آئی اے کی ٹیم اس نتیجہ پر پہنچی کہ ان مجرمانہ اور منفی سرگرمیوں میں روحان احمد کے ساتھ ساتھ مرزا فضل احمد، ملک خالد مسعود، خالد احمد شاہ، عثمان اور طارق وغیرہ برابر کے شریک ہیں۔ چنانچہ 26 مئی 2020ء کو ان ملزمان کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعات 295-B ، 298-C، 120-B، 34، 109 اور الیکٹرانک سائبر جرائم کی

روک تھام ایکٹ 2016ء کی دفعہ 11 کے تحت مقدمہ درج کرلیا۔ بعد ازاں گستاخانہ مواد کی چھان بین کے بعد تعزیرات پاکستان کی دفعات 295-A اور 295-C کا بھی اضافہ کیا گیا۔ پھر ایک سرچ وارنٹ کے ذریعے مرکزی ملزم روحان کے گھر چھاپہ مارا گیا۔ گھر کی تلاشی لینے پر ایک کمرے سے ممنوعہ قادیانی کتب برآمد ہوئیں۔ ملزم کا فون تحویل میں لیا گیا۔ فون کے فرانزک ٹیسٹ میں تمام متنازعہ مواد کی تصدیق ہوگئی۔

مکمل تحقیقات کے بعد مقدمہ کا چالان عدالت میں پیش کیا گیا۔ ملزمان نے ٹرائل کورٹ میں درخواست ضمانت دائر کی۔ عدالت نے دونوں فریقوں کے دلائل سننے اور ریکارڈ کا مکمل ملاحظہ کرنے کے بعد ملزمان کی درخواست ضمانت خارج کردی۔ اس کے بعد ملزمان نے اپنی ضمانتوں کے لیے لاہور ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ عزت مآب جناب جسٹس محمد امجد رفیق نے ان درخواستوں کی سماعت کی اور انہیں میرٹ پر خارج کر دیا۔ جناب جسٹس صاحب کا یہ فیصلہ نہایت علمی اور ثقہ ہے جسے قانونی حلقوں میں ہمیشہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اس کے بعد ملزمان نے اپنی ضمانتوں کے لیے سپریم کورٹ آف پاکستان سے رجوع کیا۔ عزت مآب جناب جسٹس مظہر عالم خان میاں خیل اور جناب جسٹس جمال خان مندوخیل پر مشتمل دو رکنی بنچ نے 21 اپریل 2022ء کو ان درخواستوں کی سماعت کی۔ دونوں فریقوں کے دلائل اور ریکارڈ کے عمیق مطالعہ کے بعد 29 اپریل 2022ء کو معزز عدالت نے ملزمان کی ضمانت کی درخواستیں خارج کردیں۔ عدالت عظمیٰ کا یہ فیصلہ 2022 SCMR 1511 میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اس اہم فیصلہ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ قادیانی جماعت کا کوئی فرد سوشل میڈیا پر اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر نہیں کرسکتا اور اگر وہ ایسا کرے گا تو جرم کی نوعیت کے اعتبار سے اُس پر فوجداری دفعات کا اطلاق ہوگا۔ نہایت جامع اور مؤثر فیصلہ جاری کرنے پر جناب جسٹس محمد امجد رفیق صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

طالب شفاعت محمدی ﷺ بروز محشر

محمد متین خالد

لاہور

(2022 P Cr. L J 259)

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

روحان احمد بنام حکومت پاکستان

فیصلے کا اہم نکتہ:

-1 کوئی قادیانی سوشل میڈیا (واٹس ایپ، فیس بک، انسٹاگرام، ٹویٹر وغیرہ) پر اپنے مذہب کی کوئی ممنوعہ، گستاخانہ یا دل آزار مواد پر مبنی کتاب یا اس کا کوئی صفحہ یا پیرا شیئر نہیں کرسکتا۔ خلاف ورزی کی صورت میں ملزم کے خلاف تعزیرات پاکستان کی متعلقہ دفعات کے علاوہ الیکٹرانک سائبر جرائم کی روک تھام (PECA) ایکٹ 2016ء کی دفعہ 11 کے تحت مقدمہ درج ہوگا۔

(2022 P Cr. L J 259)

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی معلومات)

بعدالت جناب جسٹس محمد امجد رفیق

عنوان مقدمہ	......	روحان احمد اور دوسرے بنام حکومت پاکستان
مقدمہ نمبر	......	متفرق فوجداری مقدمہ نمبر 18739-B اور 18744-B سال 2021
وکیل درخواست گزار	......	شیخ عثمان کریم الدین ایڈووکیٹ
وکیل شکایت کنندہ	......	محمد شاہد تصور راؤ ایڈووکیٹ
حکومتی وکلاء	......	محمد مطلوب سندھو اسسٹنٹ اٹارنی جنرل، نوید اسلم ایس آئی ایف آئی اے سائبر کرائمز لاہور کے ہمراہ

تاریخ ہائے سماعت:	......	26 اگست 2021ء
تاریخ فیصلہ	......	26 اگست 2021ء

فیصلہ

جسٹس محمد امجد رفیق

اس فیصلے کے ذریعے میں ضمانت کی دو درخواستوں کا فیصلہ کر رہا ہوں یعنی متفرق فوجداری درخواست نمبر Crl. Misc. No. 18739-B/2021 بعنوان ''روحان احمد بنام ریاست و دیگر'' اور متفرق فوجداری درخواست نمبر Crl. Misc. No. 18744-B/2021 بعنوان ''عثمان احمد اور طارق احمد شہزاد بنام ریاست و دیگر''۔ ان میں درخواست گزاروں نے تھانہ ایف آئی اے، سائبر کرائم رپورٹنگ سنٹر، لاہور میں درج ایف آئی آر نمبر C-29/2020 مورخہ 26 مئی 2020ء زیر تحت الیکٹرونک سائبر جرائم کی روک تھام ایکٹ 2016ء کی دفعہ 11، اور تعزیراتِ پاکستان کی دفعات 295 بی، 298 سی، 120 بی، 34 اور 109 میں بعد از گرفتاری ضمانت کی استدعا کی ہے۔

2۔ مختصر طور پر استغاثہ کے حقائق یہ ہیں کہ شکایت کنندہ کو اس کے فون نمبر 03360639147 پر نامعلوم وٹس ایپ (Whats App) نمبر 03224374750 کے ذریعے مضمون نویسی اور کوئز سوالاً جواباً (مقابلہ جاتی) پروگرام کے متعلق ایک پیغام موصول ہوتا ہے اور بعد ازاں اسی نوعیت کے چار مزید پیغامات اس کے وٹس ایپ انباکس میں آتے ہیں۔ شکایت کنندہ پیغامات بھیجنے والے کے بارے میں جاننے کے لیے اس نمبر پر واپس کال کرنے پر مجبور ہوگیا؛ دوسری طرف فون اٹھانے والے نے اسے ایک کوئز مقابلہ بعنوان 'سلطان القلمؑ' کے متعلق آگاہ کیا اور شکایت کنندہ سے کہا کہ وہ ویب سائٹ پر دیے گئے لنک کے ذریعے شامل ہو جائے اور یہ لنک اس

نے ایک دوسرے وٹس ایپ پیغام کے ذریعے شیئر کیا جو یہ http://bit.ly/Sultan-ul-Qalam تھا۔ مذکورہ لنک میں ایک مزید لنک تھا جسے جب کھولا گیا تو انٹرنیٹ پر بعض کتابیں بشمول ''تفسیر صغیر'' کے نام سے قرآن پاک (ممنوعہ ترجمہ اور تفسیر) موجود تھا۔ شکایت کنندہ نے تمام کتابیں ڈاؤن لوڈ کیں اور ان کے پرنٹ لے لیے۔ روحانی خزائن نامی کتب (جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کی کتابوں کا مجموعہ) کا مطالعہ کرنے پر اس میں گستاخانہ مواد پایا گیا۔ مزید برآں، قرآن پاک (کی قادیانی) تفسیر صغیر میں بھی توہین آمیز ترجمہ تھا۔ شکایت کنندہ نے مذکورہ کتابوں میں گستاخانہ مواد نمایاں (ہائی لائٹ) کیا، تمام کتابوں کے لنک اور وٹس ایپ پر پیغامات کے اسکرین شارٹ لیے اور درخواست شکایت کے ساتھ انہیں لف کر دیا۔ جمع شدہ معلومات کی بنیاد پر شکایت کنندہ ایک گروہ (قادیانیوں) کے گھناؤنے عزائم سے آگاہ ہوا جو معاشرے میں تباہ کن اور فتنہ پرور اثرات پیدا کرنے کے لیے حکومت پنجاب کی طرف سے ممنوعہ، نفرت انگیز اور واضح طور پر تحریف شدہ کتابیں پھیلا رہا تھا۔ یہ (منفی) سرگرمیاں خالد احمد شاہ، ملک خالد مسعود اور مرزا فضل احمد کی نگرانی میں ہو رہی تھیں۔ تفتیش کے دوران پیغام بھیجنے والے (فون) نمبر کی ملکیت درخواست گزار روحان احمد کی نکلی۔ ایف آئی اے کی ٹیم نے سرچ وارنٹ کے مطابق درخواست گزار کے گھر چھاپہ مارا اور موبائل نمبر 03224374750 برآمد کر لیا۔ گھر کی تلاشی لینے پر ایک کمرے سے قرآن مجید (کی قادیانی) تفسیر صغیر، روحانی خزائن (آنجہانی مرزا قادیانی کی کتب کا مجموعہ) اور دیگر ممنوعہ کتب برآمد ہوئیں۔ یہ تمام چیزیں (فون اور کتب) نمبر اور ناموں کے ساتھ اندراج کر کے تحویل میں لے لی گئیں۔ درخواست گزار کو موقع پر گرفتار کر لیا گیا اور وٹس ایپ نمبر 03224374750 والے تحویل شدہ موبائل پر ای میل اکاؤنٹس mnizamtaleem@gmail.com اور tames.rohan@gmail.com فعال پائے گئے۔ ان دونوں ای میلز کی ایف آئی اے فرانزک سائنس لیبارٹری کی تکنیکی تجزیہ رپورٹ میں

mnizamtaleem@gmail.com کی ڈرائیو کے ذریعے ممنوعہ تفسیر صغیر (تحریف شدہ قرآن مجید) اور روحانی خزائن (متنازعہ کتب) وغیرہ عوامی طور پر http://bit.ly/Sultan-ul-Qalam پر شیئر کی ہوئی پائی گئیں۔ ایک دوسرا ویب سائٹ لنک http:drive.google.com/drive/ folders.1UDAT2O5RzUm2/pdycNt3whTJx72x9HI?usp:sharing بھی اس میں دیا گیا تھا جس کے ذریعے ممنوعہ کتابیں تفسیر صغیر تحریف شدہ ترجمہ قرآن مجید اور دیگر (ممنوعہ کتب) کو آن لائن دیکھا اور پڑھا جا سکتا تھا۔ اسی طرح ڈیجیٹل میڈیا/ لیپ ٹاپ بھی برآمد کیے گئے جن میں گستاخانہ کتب محفوظ تھیں اور مذکورہ بالا ای میل اکاؤنٹس کے ذریعے وہ شیئر کی گئی تھیں۔ تفتیش کے دوران روحان احمد نے تسلیم کیا کہ ناظم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ ہونے کی حیثیت سے یہ اس کی ذمہ داری تھی کہ مقابلہ جات کا انعقاد کروائے اور مواد اپلوڈ کرے۔ مزید انکشاف ہوا کہ یہ سب کچھ صدر سالک مجلس، خدام الاحمدیہ کی سرپرستی اور قائد عثمان (درخواست گزار) کی نگرانی اور حافظ طارق احمد (درخواست گزار) کی معاونت کے ساتھ ہو رہا تھا اور ان تمام معاملات میں یہ لوگ بالترتیب اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کام کر رہے تھے۔ مذکورہ بالا چھاپے کے بعد ایک ایف آئی آر درج کی گئی۔ ملزمان/ درخواست گزاران عثمان احمد اور طارق احمد بعد ازاں 29 ستمبر 2020ء کو گرفتار کر لیے گئے جنہیں شاملِ تفتیش کیا گیا اور معلوم ہوا کہ ایسی ہی کتابیں ان کی ای میل آئی ڈیز کے ذریعے بھی پوری دنیا میں شیئر کی گئی تھیں اور دورانِ تفتیش انہیں ملزم/ درخواست گزار روحان احمد کے ساتھ منسلک پایا گیا۔ لہٰذا تمام ملزمان/ درخواست گزاران پر کم وبیش ایک جیسے الزامات ہیں اور فرق صرف یہ ہے کہ روحان احمد پہلے گرفتار کیا گیا۔

3۔ درخواست گزاروں کے فاضل وکیل نے دلائل کے ساتھ مذکورہ الزامات کی تردید کی۔ پہلی دلیل اس موقف کے ساتھ مجرم نہ ہونے کی یہ تھی کہ درخواست گزاروں کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے، شکایت کنندہ نے منصوبے سے یہ کام کیا ہے، تحویل

میں لیے گئے فونز کا کسی مستند لیب سے فرانزک تجزیہ نہیں کروایا گیا، درخواست گزاروں کے خلاف کوئی براہ راست ملحقہ ثبوت موجود نہیں۔ ایف آئی آر کے مندرجات سے موازنہ کرنے پر درخواست گزاروں کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 بی کا اطلاق بہت بڑا سوال پیدا کرتا ہے۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری دفعہ 173 کے تحت ایف آئی آر کے ساتھ ساتھ رپورٹ میں تعزیرات پاکستان کی دفعات 295 اے اور 295 سی کا ذکر نہیں اور عدالت کا انہیں ان الزامات کی فہرست میں شامل کرنا کسی بھی طرح سے درخواست گزاروں کو ان دفعات میں ضمانت لینے کا متقاضی نہیں بناتا۔ درخواست گزاروں کو غلط طور پر اس مجرمانہ عمل میں نامزد کیا گیا ہے۔ درخواست گزاروں کے فاضل وکیل نے متبادل طور پر یہ موقف اختیار کیا کہ بالفرض اگر درخواست گزار یہ قبول کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ترجمہ یا تفسیر والے قرآن مجید پر مشتمل لنک شیئر کیا ہے تو ایسا فعل انہیں پنجاب قرآن مجید (پرنٹنگ اینڈ ریکارڈنگ) ایکٹ 2011ء کی دفعہ 9 کے تحت مجرم بناتا ہے۔ اس میں کم تر ذمہ داری یا فوجداری بوجھ پایا جاتا ہے کیوں کہ اس قانونی خلاف ورزی کی سزا صرف تین سال قید ہے۔ دوسری قانونی خلاف ورزی زیادہ سے زیادہ فوجداری قانون ترمیم شدہ ایکٹ 1932ء کی دفعہ 5 کے تحت استغاثہ میں آتی ہے جس میں 6 ماہ قید کی سزا ہے۔ اس سلسلے میں ''محمد حسن معاویہ بنام انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب اور دیگر'' (پی ایل ڈی 2019 لاہور 448) پر انحصار کیا گیا۔ مزید بحث کی گئی کہ مذکورہ بالا خلاف ورزیاں ممنوعہ دفعات کے ذیل میں نہیں آتیں۔ لہٰذا اس قسم کی خلاف ورزیوں اور محولہ بالا دونوں قوانین کی روشنی میں ضمانت ایک قاعدہ ہے۔ درخواست گزاروں پر کسی بھی دوسرے قانون کے تحت مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا، اس لیے تمام الزامات بے بنیاد ہیں۔

5۔ دوسری طرف شکایت کنندہ کے فاضل وکیل نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ ایف آئی آر کے مندرجات ہی سے دفعات 295 اے اور 295 سی لگائی گئی ہیں اور ٹرائل کورٹ نے قانون کی ان دفعات کے تحت ملزمان پر درست الزام عائد کیا ہے،

اس لیے ضمانت کی درخواستیں نئے سرے سے فیصلے کے لیے ٹرائل کورٹ کو واپس بھیجی جائیں۔ انہوں نے اس دلیل کے لیے مقدمہ ''امتیاز بنام اعظم خان اور دیگر'' (2021 ایس سی ایم آر 111) پر انحصار کیا۔ مقدمہ ''مظہر علی بنام ریاست اور دیگر'' (2020 PCr. LJ 1571) کا حوالہ دیتے ہوئے اس نے کہا کہ ضمانت کسی خلاف ورزی میں مانگی اور دی جاتی ہے، کسی مقدمے میں نہیں۔ مزید کہا کہ جو عدالت ضمانت دیتی یا مسترد کرتی ہے، وہی شامل شدہ خلاف ورزیوں کا فیصلہ کرسکتی ہے، اس دلیل کے لیے ''طلعت حسین بنام عاقب محمود اور دیگر'' (2020 YLR 356) پر انحصار کیا گیا۔ مزید کہا کہ متحدہ علما بورڈ (پنجاب) کی رپورٹ موجود ہے جو واضح کرتی ہے کہ جو کتابیں درخواست گزاروں نے انٹرنیٹ پر ایک لنک کے ذریعے شیئر کی ہیں، حکومت پنجاب کے ایک آرڈر کے ذریعے وہ ممنوعہ قرار دی گئی ہیں۔ ریکارڈ سے یہ بالکل واضح ہے کہ ایسی کتابیں گستاخانہ مواد پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا لگائے گئے الزامات زیادہ سے زیادہ سزا کے متقاضی ہیں، اس لیے درخواست گزار ضمانت کے مستحق نہیں۔

6۔ پنجاب قرآن مجید (پرنٹنگ اینڈ ریکارڈنگ) ایکٹ 2011ء کی شقوں پر بات کرتے ہوئے فاضل اسسٹنٹ اٹارنی جنرل نے بیان دیا کہ اس قانون سازی کا مقصد اس قانون کی شقوں سے واضح ہوتا ہے جو قرآن مجید کے مستند متن کی شفافیت اور تقدس کو محفوظ رکھنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔ اس کا اطلاق عام مجرموں پر نہیں ہوتا بلکہ یہ صرف رجسٹرڈ ناشرین کی تک محدود ہے اور اس کا اطلاق انہی پر ہوتا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ قرآن مجید کے ناشرین پر طباعت اور اشاعت کے لیے ایک ذمہ داری عائد کرتا ہے تاکہ طباعت میں تصحیح یقینی بنائی جائے اور اگر اس قانون کی خلاف ورزی ہو تو ناشرین کی شناخت ہو سکے۔ اس قانون کی شقوں کا اطلاق کسی دوسرے شخص پر نہیں ہو سکتا جسے متعلقہ عام قوانین کے تحت نمٹا جا سکے۔ مزید کہا کہ یہ پرانا قانون ہے کہ اگر صریح طور پر مختلف خلاف ورزیاں کسی ایک ہی قانون یا مختلف قوانین کے تحت الزامات کے بیان سے ثابت ہوں اور انہیں کسی قانون میں واضح طور پر معاف نہ کیا گیا ہو تو

صریح طور پر ایف آئی آر میں مذکورہ خلاف ورزیاں ہوئی ہیں۔ فاضل وکیل نے ضمانت کی درخواستیں مسترد کرنے کی استدعا کی۔

7۔ مخالفین کے دلائل سنے گئے، ریکارڈ کا مطالعہ کیا گیا۔ فریقین کے بعض حقائق اور دلائل متقاضی ہیں کہ مذکورہ بالا ضمانت کی درخواستوں کے فیصلے کے لیے کچھ دعووں کو تفصیل سے دیکھا جائے۔

8۔ ملزم کے قبضے سے ملنے والی اور لنک کے ذریعے شیئر کی گئی کتب مسلمہ طور پر حکومت پنجاب کے 2014ء اور 2016ء کے مختلف نوٹیفیکیشنز کے ذریعہ ممنوعہ تھیں اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 99 اے کے تحت ایسی کتب کی ضبطگی کا حکم ہے اور ان کی ضبطگی فی نفسہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسی کتابیں ایسے (گستاخانہ) مواد پر مشتمل ہیں جن کی اشاعت تعزیراتِ پاکستان کی دفعات 295 اے، 295 بی، 298 اے اور 298 سی کے علاوہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 99 اے کے تحت دوسری خلاف ورزیوں کی طرح قانونی خلاف ورزی ہے، اس لیے درخواست گزاروں پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 بی، 298 سی، 120 بی، 109، 34 اور الیکٹرانک کرائمز کی روک تھام کے ایکٹ 2016ء کی دفعہ 11 کے تحت درست الزام عائد کیا گیا ہے۔ درخواست گزاروں کے فاضل وکیل کا اس مقدمے میں میں تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298 سی کے اطلاق پر کوئی اختلاف نہیں۔ تاہم اس نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 بی پر اعتراض کیا۔ اس کا موقف تھا کہ اس دفعہ میں ''خراب کرنا، نقصان پہنچانا اور بے حرمتی کرنا'' کے الفاظ کو قرآن مجید کے ورقی نسخے کو پھاڑنے یا نقصان پہنچانے کے طبیعی عمل کے ذریعے دیکھا جائے۔ اس کا متن میں تبدیلی یا مختلف ترجمہ یا من پسند تفسیر کرنے سے کوئی لینا دینا نہیں۔ فاضل وکیل کی دلیل نے اس دفعہ کو صرف محدود دائرہ اطلاق میں لیا ہے ورنہ اس کا مفہوم وسیع تر ہے۔ لفظ ''خراب کرنا'' کی تعریف مقدمہ ''ریاض احمد اور تین دیگر بنام ریاست'' (PLD 1994 Lahore 845) میں درج ذیل ہے:

''خراب کرنے'' کا مطلب ہے خالص پن کو خراب کرنا یا کمال کو نقصان

پہنچانا، بگاڑنا، ناپاک کرنا، آلودہ کرنا، داغ دار کرنا، تقدیس یا تکریم کی خلاف ورزی کرنا، بے ادبی کرنا، غیر متبرک کرنا، وقار خراب کرنا اور بے عزت کرنا''

درج بالا تعریف سے یہ واضح ہے کہ قرآن مجید کے کسی نسخے میں متن اور ورژن تبدیل کرنے کی کوئی بھی کوشش اگر دانستہ طور پر کی جائے تو ''خراب کرنا'' کے زمرے میں آئے گی۔ درخواست گزاروں کا قرآن مجید کے نسخے کو ناپاک کرنے یا اسلامی تاریخی تعلیمات (کو مسخ کرنے) پر کوئز پروگرام شروع کرنے کا ارادہ انہیں دانستہ طور پر کیے گئے فعل کے زمرے میں داخل کرتا ہے۔

Halsbury کی کتاب Laws of England کے چوتھے ایڈیشن، جلد نمبر 11 پیرا 1252 پر دانستہ کا مطلب ہے جان بوجھ کر اور ارادتاً کرنا نہ کہ حادثاتی طور یا خواہی نخواہی کرنا۔ Frank R. Prassel نے اپنی کتاب Criminal Law, Justice and Society, 1979 Edition کے صفحہ 150 پر کہا ہے کہ ''کم از کم بڑی روایتی خلاف ورزیوں میں ارادہ غالباً سب سے عام ہے لیکن کچھ ضابطوں میں دانستہ کا ثبوت رضا کارانہ، بری نیت سے، بدعنوانی سے یا پر مقصد نتیجہ مانتے ہیں''۔ ان اصطلاحوں کا قانونی مفہوم میں عمومی طور پر یہی مطلب لیا جاتا ہے، البتہ دائرہ کار کے لحاظ سے ان میں محدود تغیر پایا جاتا ہے۔

Black کی Law Dictionary کے پانچویں ایڈیشن میں ہے کہ ''کوئی کام ارادتاً یا جانتے ہوئے کیا جاتا ہے جب کرنے والا اس کے کرنے کا ارادہ رکھتا اور اس فعل کی نوعیت جانتا ہو۔ مزید یہ کہ کوئی کام یا اس کا ترک کرنا ارادتاً ہوتا ہے۔ اگر اسے رضا کارانہ اور ارادے کے ساتھ اور قانون کی منع کی ہوئی کسی بات کو خاص مقصد سے سرانجام دیا جائے یا جہاں قانون متقاضی ہو، وہاں خاص ارادے کے ساتھ کیا جائے؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ برے مقصد سے قانون کی نافرمانی کرنا یا اسے بالائے طاق رکھنا۔ بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا گیا کہ جب اسے تعزیراتی تناظر میں استعمال کیا جائے تو عام طور پر اس کا مطلب ایسا فعل ہوتا ہے جسے بری نیت سے

اور بغیر کسی قابل قبول عذر کے کیا جائے، ضد میں آ کر یا ڈھیٹ بن کر یا کج روی میں۔
اس لفظ کا اطلاق کسی ایسی بات کی تخصیص میں بھی استعمال ہوتا ہے جسے اس طرح کیا
جائے کہ اس کے قانونی ہونے کی کوئی بنیاد نہ ہو یا لاپرواہی والے رویے سے کیا جائے
خواہ کوئی ایسا فعل کرنے کا حق رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔''

Stroud کی Judicial Dictionary جلد چہارم ایڈیشن سوم
میں ہے'' کہ دانستہ کا قانونی مفہوم یہ ہے کہ ارادے سے کیا جائے، سچائی کا خیال نہ رکھا
جائے یا متصادم اور جانتے بوجھتے ہوئے اور ارادے کے ساتھ کیا جائے لیکن اس میں
دست اندازی قسم کی ہٹ دھرمی شامل نہیں اور اس کا مطلب ہے جان بوجھ کر نافرمانی کرنا۔
Law Terms and Phrases Judicially Interpreted میں
سردار محمد اقبال خان موکل کہتے ہیں کہ اصطلاح ''دانستہ طور پر'' اس سے زیادہ کچھ معنی نہیں
رکھتی کہ جس شخص کا فعل زیر بحث ہے، وہ جانتا ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے اور وہ جو کر رہا ہے،
اسے کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ آزاد فاعل ہو۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ دانستہ کا مطلب ہے
شوخی سے، ارادے سے، جان بوجھ کر اور شعوری طور پر نہ کہ حادثاتی طور پر یا غفلت سے
کرنا۔ یہاں مدراس سٹیٹ وقف بورڈ بنام تجمل حسین (AIR 1968 Mad. 332)
اور کیدار ناتھ بنام ریاست (AIR 1965 All. 233) کا حوالہ دیا گیا ہے۔''

درج بالا مثالوں سے یہ واضح ہے کہ درخواست گزاروں نے بظاہر ایسی کتب
دانستہ طور پر پھیلائیں اور یہ بات حالات و واقعات سے ماخوذ ہے۔

9۔ درخواست گزار روحان کے خلاف الزام تھا کہ اس نے شکایت کنندہ کو وٹس
ایپ پیغامات اور بعد ازاں ایک لنک شیئر کرنے کے ذریعے کوئز پروگرام میں شامل
ہونے کی دعوت دی تھی۔ شکایت کنندہ یہ معاملہ ایف آئی اے میں لے گیا جس کی
انکوائری کے بعد روحان کو اس کے گھر سے 26 مئی 2020ء کو گرفتار کر لیا گیا جب
ایسی (خلاف قانون) سرگرمیوں کا ثبوت ملا تو بالآخر یہ معاملہ ایف آئی آر پر منتج ہوا۔
جبکہ ملزمان عثمان اور طارق کے خلاف مقدمے کا اندراج درخواست گزار روحان کے

اس انکشاف پر ہوا کہ وہ اس کوئز مقابلے میں بالترتیب نگران اور معاون تھے۔ انہیں گرفتار نہیں کیا جا سکا، لہٰذا انہیں مفرور قرار دیا گیا۔ انہیں بعد ازاں 29 ستمبر 2020ء کو گرفتار کیا گیا۔ ان کی ای میل آئی ڈیز کی کھوج لگائی گئی جن میں وہ کوئز پروگرام کے انتظامات کے لیے درخواست گزار ملزم روحان سے رابطے میں پائے گئے۔ ان کے بتانے پر پولیس نے ان کی بتائی ہوئی جگہ سے مزید ثبوت اکٹھے کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب پولیس نے سرچ وارنٹ حاصل کرنے کے بعد اس جگہ میں داخل ہونے کی کوشش کی تو قادیانی کمیونٹی نے ان سے مزاحمت کی۔ یہ ظاہر ہے کہ ملزمان/ درخواست گزاران بڑے پیمانے پر مجرمانہ سازش کے تحت کام کر رہے تھے؛ لہٰذا درخواست گزاران بھی اس خلاف ورزی کے لیے جواب دہ ہیں۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 120بی بھی ایف آئی آر کا حصہ ہے جو اس قسم کی مجرمانہ سازش سے متعلق ہے۔ مقدمہ ''عمران اشرف اور سات دیگر بنام ریاست'' (2001 SCMR 424) میں درج ذیل فیصلہ دیا گیا کہ:

''جہاں تک کسی خلاف ورزی وغیرہ میں باہم مل کر سازش کرنے کے لیے دو یا زائد اشخاص کے درمیان قول وقرار کی بات ہے، یہ ہر اس شخص کے خلاف متعلقہ حقیقت کا معاملہ ہے جن کے بارے میں یقین ہو کہ وہ سازش کر رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ایسی سازش کا وجود ثابت کرنے کے لیے بھی، جہاں تک یہ ثابت کرنا مقصود ہو کہ ایسا شخص اس میں فریق تھا، اس کے لیے قانون شہادت آرڈر 1984 کی شق 23 کے مفہوم کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ سہولت کے لیے یہ درج ذیل میں بیان کی جاتی ہے:

''23۔ مشترکہ عزائم کے حوالے سے سازشی کی کہی یا کی گئی باتیں۔۔۔ جہاں کہیں بھی یہ ماننے کی معقول وجہ ہو کہ دو یا زائد اشخاص نے مل کر کوئی خلاف ورزی کرنے کی سازش کی ہے یا کوئی قابل عمل غلط بات کہی ہے، ایسے اشخاص میں سے کسی ایک کا کیا گیا عمل یا تحریر جو اُن کے مشترکہ ارادے کے حوالے سے ہو، بعد اس کے کہ جب ایسا ارادہ ان میں سے کسی نے پہلے ظاہر کیا ہو، یہ بات ان میں سے ہر شخص کے خلاف ایک

متعلقہ حقیقت ہے جن کے بارے میں یقین کیا جارہا ہے کہ وہ ایسی سازش کر رہے تھے اوراس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ ایسی سازش موجود ہے اور اس بات کا ثبوت بھی کہ ایسا کوئی شخص اس میں فریق ہے۔''

قانون شہادت آرڈر کی درج بالا شق کا مطالعہ اشارہ دیتا ہے کہ معاملہ کی چھان بین کرنے والی عدالت کا فرض ہے کہ وہ اس بات پر مطمئن ہو کہ کسی غیر قانونی فعل وغیرہ کا ارتکاب کرنے کے لیے ان کے درمیان معاہدے کی پیروی میں سازش کا وجود مان لینے کے لیے معقول بنیاد موجود ہے۔ لہٰذا یہ استغاثہ پر فرض ہے کہ وہ ثابت کرے کہ دو یا زائد اشخاص نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کسی جرم کا ارتکاب کرنے کی سازش کی ہے یا معاہدہ کر کے کوئی غیر قانونی کام کرنے اور اسے پورا کرنے کا عزم کیا ہے۔ اگر استغاثہ یہ ثابت کرنے کے لیے کوئی ثبوت سامنے نہ لا سکا کہ خلاف ورزی کے واقعی ارتکاب سے پہلے دو یا زائد اشخاص کے درمیان خلاف ورزی کے ارتکاب کے لیے کوئی زبانی یا تحریری معاہدہ ہوا تھا تو پھر یہ نتیجہ اخذ کرنا ممکن نہیں ہوگا کہ کسی خلاف ورزی کے ارتکاب سے قبل کوئی ایسی مجرمانہ سازش بنائی گئی تھی جس پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 120 بی کا اطلاق ہوتا ہو۔''

''محمد جواد حامد اور دیگر بنام میاں محمد نواز شریف اور دیگر'' **(2019 P.Cr. LJ 665)** کے مقدمہ میں عدالت ہٰذا کے فل بنچ نے سازش ثابت کرنے کے تقاضوں کے متعلق بعض مشہور فیصلوں کا حوالہ دیا ہے، اس کا ایک حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''چونکہ سازش خفیہ طور پر رچائی جاتی ہے اس لیے سازش کا الزام سامنے لانے کے لیے ملزم کے خلاف عائد الزامات اور مقدمے کے حقائق سے اس سازش کا مقصد نتیجہ خیز طور پر سامنے لانے کا فیصلہ کرنا مناسب ہے۔ سازش کے پیچھے حتمی مقصد ہی اس کا اصل مقصود ہے۔ مزید، اس حتمی مقصد کے حصول کے لیے بہت سے ذرائع اختیار کیے گئے ہوں گے۔ یہ ذرائع اپنے طور پر مختلف خلاف ورزیوں کا موجب ہو سکتے

ہیں، لیکن جب انہیں سازش کے حتمی مقصد کے حصول کے لیے اختیار کیا جاتا ہے تو وہ بھی سازش کا حصہ شمار ہوتے ہیں''۔

درج بالا مشاہدات اور ماقبل فیصلے میں مذکور کسوٹی پر جسٹس محمد قاسم خان (جب وہ چیف جسٹس تھے) نے درج ذیل موقف اختیار کیا تھا:

''استغاثہ پر یہ ثابت کرنا لازمی نہیں ہے کہ سازشیوں نے ظاہری طور پر کوئی غیر قانونی فعل کرنے یا اس کا باعث بننے پر اتفاق کیا تھا۔ معاہدہ کا ثبوت لازمی نتیجہ کے طور پر ماخوذ ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ سازش میں شریک ہر رکن سازش کی تمام تفصیلات جانتا ہو۔ ان سب کا پاکستان میں موجود ہونا یا پاکستان میں بستے رہنا ضروری نہیں۔ پورے معاہدے کو مکمل طور پر دیکھا جائے اور یہ یقینی بنایا جائے کہ سازشی اصل میں کیا کرنا چاہتے تھے یا وہ کون سا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ سازش کے لیے منعقدہ ہر اجلاس میں ملزم کا موجود ہونا ضروری نہیں۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ سازش کا ہر رکن سازش کی تمام تفصیلات سے واقف ہو۔ سازش ایک جاری (مسلسل) خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی کام یا غلطی جو خلاف ورزی شمار ہوتی ہے، پاکستان کے اندر یا اس کے جغرافیے سے باہر کیا گیا ہے تو سازش کرنے والے سازش کا فریق شمار ہوں گے۔ سازش عمومی قسم کی بھی ہوسکتی ہے اور چھوٹی بھی ہوسکتی ہے جو تدریجی مراحل میں بڑی ہوسکتی ہے۔ معاہدے کی تکمیل نہیں بلکہ غیر قانونی معاہدہ ہی سازش کے جرم کا جوہر ہے۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ آیا سازش رچائی گئی ہے یا نہیں، عدالت پورے معاہدے کو سامنے رکھنے اور یہ معلوم کرنے کی متقاضی ہے کہ سازش کرنے والے درحقیقت کیا کرنا چاہتے تھے۔''

مجرمانہ سازش کا ارتکاب بھی اس ارتکاب کے لیے مجوزہ سزا کے مساوی ہے، اس لیے اس مقدمے میں، یہ خلاف ورزی بھی ممنوعہ دفعات میں شمار ہوتی ہے۔

10۔ اس تسلسل میں مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 34 بھی درخواست گزاروں پر عائد کی گئی تھی، بلاشبہ یہ ٹرائل کے دوران متعین ہوگا۔ تاہم تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ

35 اور 37 الگ الگ طور پر خلاف ورزی کرنے والوں کو اس ساری مہم میں ذمہ دار ٹھہراتی ہیں۔ حوالے کے لیے یہ دفعات یہاں نقل کی جاتی ہیں:

دفعہ 35: جب ایسا فعل اس بنا پر جرم ہو کہ اسے مجرمانہ علم یا ارادہ سے کیا گیا ہو

جب کبھی کسی فعل جو صرف اس بنا پر جرم ہو کہ اسے مجرمانہ علم یا ارادہ سے کیا گیا ہو، کا ارتکاب متعدد اشخاص نے کیا ہو تو ان اشخاص میں سے ہر ایک، جو ایسے علم یا ارادہ سے اس فعل میں شریک ہوں، اس فعل کا اسی طریقہ سے مستوجب ہوگا گویا کہ وہ فعل اس اکیلے نے، اس علم یا ارادہ کے ساتھ کیا ہو۔

درخواست گزاروں کے وکیل کا موقف کہ کوئز مقابلہ کا اہتمام صرف اور صرف قادیانی کمیونٹی کے لیے کیا گیا تھا، ریکارڈ سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے کیونکہ تجزیاتی رپورٹ کے مطابق وہ لنک وسیع تر پھیلاؤ کے لیے تھا۔ تفتیش کے دوران مقدمے کی ڈائری میں وہ نقل کیا گیا ہے۔ ملزم/ درخواست گزار عثمان کے ای میل ایڈریس تک رسائی کی گئی جس میں تقریباً 46 دستاویزات بشمول گوگل ڈاکومنٹس اور کوئز پروگرام ڈاکومنٹس ہیں، جن پر دنیا بھر سے لوگوں نے ردعمل ظاہر کیا اور تبصرے کیے ہیں۔ اسی طرح ملزم/ درخواست گزار طارق کی ای میل آئی ڈی سے اسی نوعیت کی 10 دستاویزات شیئر کی ہوئی پائی گئیں ہیں۔ یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ ایسا کام مجرمانہ ارادے اور علم سے کیا گیا۔

دفعہ 37: کسی جرم کی تشکیل کرنے والے متعدد افعال میں سے ایک کے کرنے میں تعاون

جب متعدد افعال سے کسی جرم کا ارتکاب ہوتا ہو تو جو کوئی ان افعال میں سے کوئی ایک کر کے، چاہے منفرداً یا کسی دیگر شخص سے مشترکاً، عمداً اس جرم کے ارتکاب میں تعاون کرتا ہے، اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔

اگر برائے بحث ملزمان/ درخواست گزاران کا مشترکہ ارادہ چھوڑ بھی دیا جائے تب بھی جرم کے ارتکاب میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون (ملی بھگت) انہیں (مذکورہ) دفعہ 37 کے تحت اسی ارتکاب کا مستوجب بناتا ہے۔

11۔ الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ 2016ء (PECA) کی

دفعہ 11 بھی ظاہری طور پر درخواست گزاروں پر لگائی گئی ہے۔ اگرچہ اس کا اطلاق براہ راست ہوتا ہے، تاہم مذکورہ ایکٹ کی دفعہ 28 کے ذریعے وہ اکیلے ارتکاب کیے گئے فعل کے لیے مشترکہ طور پر مستوجب ہیں۔ PECA کی دفعہ 28 کے مطابق تعزیرات پاکستان کی شقیں اگر متصادم نہ ہوں تو PECA کی شق پر لاگو ہوں گی اور اس اطلاق کا مطلب ہے کہ مجرمانہ سوچ کے لیے تعزیراتِ پاکستان میں استعمال کیے گئے الفاظ جیسا کہ چاہتے ہوئے، بے ایمانی سے، فراڈ سے، ارادتاً، بدنیتی سے وغیرہ PECA کی خلاف ورزیوں پر بھی لاگو ہوں گے اور مزید طور پر مشترکہ ارادے، مجرمانہ سازش، مشترکہ مقصد اور جرم میں معاونت سے متعلقہ شقیں بشمول عمومی استثنات بھی قابل اطلاق ہیں۔ درخواست گزاروں کے فاضل وکیل کا یہ موقف کہ فرانزک رپورٹ کسی مستند لیب سے حاصل نہیں کی گئی جیسا کہ PECA کی دفعہ 40 میں مذکور ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ حکومت تفتیشی ایجنسی کے لیے ایک آزاد لیب قائم کرے۔ میں نے رپورٹس ملاحظہ کی ہیں؛ رپورٹ کا پہلا صفحہ اس طرح پیش کیا گیا تھا:

فرانزک تجزیہ رپورٹ

فائنل رپورٹ

(ورژن: 1.0)

ایف آئی آر: 2020/29

سی سی ڈبلیو-لاہور

اسسٹنٹ ڈائریکٹر فرانزک

رپورٹ کی تاریخ

کُل صفحات

رپورٹ+ضمیمہ جات

مونوگرام

ڈیجیٹل فرانزک لیب

سائبر کرائم زون
فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی، لاہور

PECA کی دفعہ 51 کی شق 2 کی ذیلی شق (n) اور (o) فرانزک لیب کے اختیارات افعال اور ذمہ داریوں کے لیے قواعد وضوابط کی تشکیل اور تفتیشی ایجنسی سے تعامل کے لیے فرانزک لیب کے لیے معیاری طریقہ عمل (ایس او پیز) سے متعلق ہے۔ ان قواعد وضوابط کی تشکیل "Prevention of Electronic Crimes Investigation Rules, 2018" کے طور پر ہو چکی ہے اور پاکستان غیر معمولی گزٹ(Gazette of Pakistan Extraordinary)، حصہ دوم میں 7 اگست 2018ء میں نوٹیفیکیشن بھی ہو چکا ہے۔ متعلقہ قواعد وضوابط درج ذیل ہیں:

قاعدہ نمبر 11: فرانزک اہلیت:

(1) سائبر کرائم وِنگ طریقہ کار کے اعلیٰ ترین معیارات کے مطابق فرانزک صلاحیتیں حاصل اور قائم کرے گا تا کہ کسی بھی عدالت میں ثبوت کے طور پر پیش کرنے کے لیے ڈیجیٹل رپورٹ حاصل کی جائے اور اس تک رسائی پائی جائے۔

(2) سائبر کرائم ونگ معلوماتی نظاموں، ڈیٹا اور آلات کے تجزیے کی استعداد حاصل کرے گا، اس انداز میں کہ ثبوت اکٹھا کرنے میں مددگار ہو اور ثبوت محفوظ و مامون رہے۔

(3) فرانزک ماہرین کے ذریعے حاصل کیا گیا ڈیجیٹل ثبوت مقدمہ کی نوعیت کے اعتبار سے مکمل طور پر جانچا جائے گا تا کہ موزوں لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔

(4) ڈیجیٹل ثبوت کا معائنہ کرنے والے فرانزک ماہرین ڈیجیٹل ثبوت کے نتائج کی مکمل اور درست رپورٹنگ بشمول معائنہ کے دوران کیے گئے اقدامات کی ریکارڈنگ کے لیے اہلیت یافتہ اور ذمہ دار ہوں گے۔

(5) ڈیجیٹل فرانزک لیبارٹری کا انتظام اور طریقہ عمل شیڈول پنجم میں مخصوص کردہ صریحاً متعین طریقوں کی رہنمائی میں ہوگا۔

درج بالا ضابطہ صاف طور پر واضح کرتا ہے کہ سائبر کرائم ونگ تجزیہ کی استعداد پیدا کرے گا اور موجودہ مقدمے میں تکنیکی تجزیہ کی رپورٹس اوپر نمایاں کیے گئے ایسے ہی ونگ کی تیار کردہ ہیں۔ چنانچہ درج بالا رپورٹ واضح طور پر PECA 2016 کی دفعہ 40 کے تقاضے پورے کرتی ہے اور مزید تفصیل فاضل ٹرائل عدالت سے مل سکتی ہے۔

اسی طرح درج بالا ضابطہ کا قاعدہ نمبر 12 ماہرانہ رائے کے متعلق ہے۔ قاعدہ نمبر 13 ڈیجیٹل فرانزک کی دوبارہ معائنے کے بارے میں ہے اور قاعدہ نمبر 14 معیاری طریقہ کار اور ہدایات کے بارے میں بات کرتا ہے۔ تاہم درخواست گزاروں نے نہ تو ایسی رپورٹس کو چیلنج کیا ہے اور نہ ہی ابھی تک دوبارہ معائنے کی درخواست کی ہے۔

12۔ جہاں تک ایسی خلاف ورزیوں پر پنجاب قرآن پاک (پرنٹنگ اینڈ ریکارڈنگ) ایکٹ 2011 کی شقوں کے اطلاق کے بارے میں درخواست گزار کے فاضل وکیل کے موقف کی بات ہے تو مناسب ہوگا کہ آگے بڑھنے سے پہلے مقدمہ ''محمد حسن معاویہ بنام انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب اور دیگر'' (PLD 2019 Lahore 448) میں عدالت عالیہ کی دی گئی ہدایات کا حوالہ دیا جائے۔ چند متعلقہ ہدایات درج ذیل ہیں:

(vi) تحریف شدہ متن یا مسخ شدہ ترجمہ کے ساتھ شائع شدہ قرآن مجید کو فوری ضبط کیا جائے اور اس کی اشاعت میں ملوث افراد/ جماعتوں یا کارپوریٹ باڈیز/ کمپنیز کے خلاف ایکٹ 2011 کی شقوں اور اس کے تحت بنے ہوئے قواعد کے مطابق کارروائی کی جائے۔

(xi) قانون نافذ کرنے والے اداروں کے تمام شعبہ جات کو غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے ممنوعہ مواد کی طباعت/ اشاعت کی روک تھام کے لیے متحرک کیا جائے۔

(xiv) قرآن بورڈ، صوبائی کابینہ کی ذیلی کمیٹی برائے امن و امان، کمیٹی متحدہ علما بورڈ پنجاب، محکمہ پولیس، محکمہ اوقاف و مذہبی امور صوبہ پنجاب، مذہبی کتب کے ناشران و تاجران کی پنجاب ایسوسی ایشن اور محکمہ انفارمیشن ٹیکنالوجی آپس میں باقاعدہ رابطہ رکھیں اور ممنوعہ مذہبی مواد کی طباعت و اشاعت کی روک تھام کے لیے ملکی سطح پر ایک یکساں حکمت عملی تشکیل دینے کے لیے اپنی سفارشات وزارت مذہبی امور و ہم آہنگی بین

المذاہب حکومت پاکستان بھجوائیں۔

ہدایت نمبر 6 انتہائی واضح ہے کہ ایسے تمام افراد کو ایکٹ 2011ء اور اس کے قواعد وضوابط کے تحت ماخوذ کیا جاسکتا ہے۔ عدالت عالیہ کی ہدایت اور حکم یہ تھا کہ اس ایکٹ کی شقوں پر عمل کیا جائے۔ یہ ایکٹ سب سے پہلے تو ناشران وغیرہ کی رجسٹریشن کا تقاضا کرتا ہے اور پھر صرف اُن رجسٹرڈ ناشروں کی طرف سے خلاف ورزیوں پر اقدامات کرنے کا حکم دیتا ہے۔ حوالہ کے لیے متعلقہ شقیں یہاں نقل کی جاتی ہیں:

3۔ ناشرین اور ریکارڈنگ کمپنیوں کی رجسٹریشن

مجوزہ طریقہ کار، مجوزہ فیس کی ادائیگی اور مجوزہ شرائط وضوابط پر پورا اترنے پر حکومت کسی ناشر یا ریکارڈنگ کمپنی کو قرآن مجید کی اشاعت یا ریکارڈنگ کے مقصد کے لیے رجسٹر کرسکتی ہے۔

مذکورہ ایکٹ کی دفعہ 4 کے مطابق اس ایکٹ کے تحت تمام امور قرآن بورڈ دیکھے گا۔ دفعہ 5 کا تعلق رجسٹریشن کے طریقے اور انداز سے ہے؛ جبکہ دفعہ 6، 7 اور 8 کا تعلق کچھ خلاف ورزیوں سے ہے۔ ان دفعات میں سے درج ذیل اس مقدمے سے متعلق ہے؛

7۔ مسلمانوں کے عقائد کے برخلاف قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر

جہاں بھی، مسلمانوں کے عقیدے کے برخلاف ایک غیر مسلم کی طرف سے قرآن پاک کے نسخے یا ریکارڈ میں یا کسی نصابی کتاب، نماز کی کتاب، مذہبی مقالے یا کسی دوسری کتاب میں کوئی اقتباس شائع کیا جاتا ہے، کوئی آیت ترجمہ کی جاتی ہے، اس کی تفسیر یا اس پر حاشیہ لکھتا ہے تو مصنف، طابع یا ناشر یا ریکارڈ تیار کرنے والا شخص خواہ اس ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہو یا نہ ہو جب تک یہ ثابت نہ کرے کہ ایسا ترجمہ، تفسیر یا حاشیہ صرف اور صرف طباعت یا مشینی غلطی کی وجہ سے ہوا، دفعہ 9 میں بتائی گئی سزا کا مستوجب ہوگا۔

یہ قانون درج ذیل الفاظ میں سزائیں تجویز کرتا ہے:

9۔ سزا

(1) ایک ریکارڈنگ کمپنی کا طابع، ناشر یا پروپرائٹر جو اس ایکٹ کی کسی بھی شق یا اس کے تحت قواعد وضوابط سے انحراف کرتا ہے یا کوئی ایسا شخص جس کی آواز میں ریکارڈنگ تیار کی جاتی ہے یا کوئی ایسا شخص جو شق 5 کی ذیلی شق 3 کے تحت مستند ہو، قرآن مجید کا ایسا نسخہ یا ریکارڈ جو اس ایکٹ کی شقوں سے ہم آہنگ نہ ہو، تین سال تک کی مدت کے لیے سزائے قید یا بیس ہزار روپے جرمانہ یا دونوں کا مستوجب ہوگا۔

(خط کشیدہ الفاظ تاکید کے لیے ہیں)

(2) دفعہ 3 کے تحت حکومت کسی ایسے ناشر یا ریکارڈنگ کمپنی کی رجسٹریشن منسوخ کرسکتی ہے جو ذیلی دفعہ (1) کے تحت کسی خلاف ورزی کی مرتکب ہو۔

10۔ کارپوریشنز کی خلاف ورزیاں

اگر دفعہ 9 کی ذیلی دفعہ (I) کے تحت خلاف ورزی کا مرتکب شخص کوئی کمپنی یا دوسری کارپوریٹ باڈی ہے تو کمپنی یا کارپوریٹ باڈی کا ہر پروپرائیٹر، ڈائریکٹر، منیجر، سیکریٹری یا دوسرا افسر، جب تک وہ یہ ثابت نہ کر دے کہ خلاف ورزی اس کے علم کے بغیر ہوئی یا یہ کہ اس نے خلاف ورزی کو روکنے کے لیے پوری دلجمعی سے کام کیا، اس خلاف ورزی کا مرتکب تصور کیا جائے گا۔

درج بالا شقوں کا معائنہ واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ وہ عام شخص/فرد پر لاگو نہیں ہوتیں۔ چنانچہ فاضل اسسٹنٹ اٹارنی جنرل کا موقف اس قانون کی روح سے مطابقت رکھتا ہے۔ درخواست گزاران ایسی شقوں سے فائدہ اٹھانے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

13۔ اطلاق کی دوسری حالت فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ 1932 کی دفعہ 5 زیر غور ہے، اس پر غور کرنے سے قبل اسے یہاں حوالہ کے لیے نقل کیا جاتا ہے:

5۔ ممنوعہ دستاویز کے مندرجات کی تشہیر

(1)۔ جو کوئی بھی عوام میں کسی اخبار کے پیرا، کتاب یا دوسری دستاویز میں

شائع کرتا، تشہیر کرتا یا دہراتا ہے جس کے نسخے اس وقت نافذ العمل کسی بھی قانون کے تحت حکومت نے جعلی قرار دیے ہوں، 6 ماہ تک کی سزائے قید یا جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔

(خط کشیدہ الفاظ تاکید کے لیے ہیں)

اس دفعہ کے سرسری مطالعہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ اخبار کے کسی پیرے، کتاب یا دستاویز وغیرہ کی بات کرتا ہے اوران کے کل کی بات نہیں کرتا، لہٰذا یہ لاگو نہیں ہوتا۔ مزید برآں، اس دفعہ کے تحت اور ایکٹ 2011 کی شقوں کے تحت خلاف ورزیاں ضابطے کی خلاف ورزیاں ہیں جن کے لیے کوئی خاص نیت ضروری نہیں۔ جب نیت شامل ہوجائے تو وہ یکسر طور پر ایک مختلف خلاف ورزی بن جاتی ہے۔

ضابطے کی خلاف ورزی یا نیم مجرمانہ خلاف ورزی جرم وہ قسم ہے جس میں سزاواری کا معیار اتنا کم کر دیا جاتا ہے کہ مجرمانہ ذہنیت کا عنصر ضروری نہیں رہتا۔ اس قسم کی خلاف ورزیاں ممکنہ مجرموں کو خطرناک رویے سے ڈرانے کے لیے کی جاتی ہیں نہ کہ اخلاقی غلط کاریوں کے لیے سزا دینے کے لیے۔

اس قسم کی خلاف ورزیاں سخت ذمہ داری کی خلاف ورزی یا مطلق ذمہ داری کی خلاف ورزی بھی کہلاتی ہیں جو مجرمانہ خلاف ورزی کی ایک قسم ہے جس میں جرم ثابت کرنے کے لیے ذہنی کیفیت کا عنصر ضروری نہیں ہوتا۔ استغاثہ کو محض یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ ملزم نے ممنوعہ عمل کیا ہے۔ اس طرح مطلق ذمہ داری کی خلاف ورزیاں حقیقت میں غلطی کے دفاع کی اجازت نہیں دیتیں۔

درج بالا کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ درخواست گزاران صرف فوجداری قانون ترمیم شدہ 1932ء کی دفعہ 5 کے تحت ذمہ دار نہیں۔ اس کے برعکس تمہید کے مطابق یہ قانون بعنوان پریس (ایمرجنسی پاورز) ایکٹ 1931ء میں اضافے کے طور پر متعارف کروایا گیا تھا اور یہ ایکٹ دفعہ 66 کے ذریعے پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس 1960 (Ordinance XV of 1960) سے کالعدم ہو چکا ہے۔

14۔ بعض اشاعتوں کا کنٹرول کسی حد تک **West Pakistan Maintenance of Public Order Ordinance 1960** کی دفعہ **6** کے تحت کیا جاتا ہے اور اس کی خلاف ورزی اس آرڈیننس کی دفعہ **13** کے تحت قابل سزا ہے جس کی سزا تین سال قید ہے۔ انسداد دہشت گردی ایکٹ **1997** کی دفعہ **11W** کے مزید ملاحظہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ برقی ذرائع کے ذریعے بھی کسی مواد کا پھیلاؤ جو مذہبی انتشار یا نفرت کا باعث بنتا ہو، اس دفعہ کے تحت پانچ سال تک کے لیے قابل سزا ہے۔

15۔ شکایت کنندہ کے فاضل وکیل کا اٹھایا گیا سوال کہ ٹرائل کورٹ نے مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعات **295**اے اور **295** سی درست طور پر لگائی ہیں؛ لہٰذا ''امتیاز بنام اعظم خان و دیگر'' (**2021 SCMR 111**) کے فیصلے کی روشنی میں معاملہ واپس ٹرائل کورٹ کو بھیجا جا سکتا ہے کیوں کہ درخواست گزاروں نے ان دفعات کے تحت ضمانت کی استدعا نہیں کی۔ ایسی دلیل غلط ہے کیوں کہ معزز عدالت عظمیٰ نے مذکورہ مقدمہ میں تازہ فیصلے کے لیے درخواست واپس ہائی کورٹ بھیجنے پر تبصرہ نہیں کیا بلکہ اس معاملے میں ہائی کورٹ کے فیصلے کی توثیق کیے بغیر ایک سابقہ حقیقت کو نمایاں کیا ہے۔ جہاں تک تعزیراتِ پاکستان کی دفعات **295** اے اور **295** سی کے اطلاق کا سوال ہے، وہ اب تک پولیس ریکارڈ کا حصہ نہیں ہیں۔ تاہم ضمانت مسترد کرنے کے حکم کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ٹرائل کورٹ نے پہلے تعزیرات پاکستان کی دفعہ **295**اے کے اطلاق پر غور کیا ہے۔ فاضل ٹرائل کورٹ نے الزام کو اضافی طور پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ **295** سی کے تحت لگایا ہے؛ اس لیے عدالت کی نظر میں درخواست گزاروں کے فاضل وکیل نے بادل نخواستہ اس دفعہ کو درخواست کے عنوان میں داخل کیا ہے۔ عدالت ہٰذا دیکھ سکتی ہے کہ ایسا جرم واضح طور پر ہوا ہے یا نہیں، لیکن اس کے لیے تمام دستاویزات کا نئے سرے سے مطالعہ کرنا پڑے گا جو ٹرائل کورٹ کا کام ہے اور ایسا پہلے ہی ہو چکا ہے، اس لیے یہ تصور کیا جائے گا کہ عدلیہ کا کام باقاعدگی سے ہوا ہے جیسا کہ

قانون شہادت آرڈر 1984ء کی دفعہ (e)129 پر غور و خوض کیا گیا ہے۔ اس مرحلے پر کوئی بھی تبصرہ ہر فریق کے لیے مقدمے کو جانبدارانہ بنا دے گا۔

16۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 344 کا ضابطہ فوجداری کی دفعہ 497 سے بہت گہرا تعلق ہے جو کہتی ہے کہ اگر کسی معقول وجہ کی بنا پر یہ ضروری یا تاکیدی ہو جاتا ہے کہ کسی تفتیش یا ٹرائل کو ملتوی کیا جائے تو عدالت وقتاً فوقتاً ایسا کر سکتی ہے اور ملزم کو تحویل میں ریمانڈ کر سکتی ہے۔ اس دفعہ کے ساتھ ملحقہ وضاحت ملزم کو تحویل میں ریمانڈ کرنے کے تصور کو سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے؛ وہ وضاحت یہاں نقل کی جاتی ہے:

وضاحت: ریمانڈ کے لیے معقول وجہ: اگر یہ شک پیدا کرنے کے لیے کافی ثبوت حاصل کر لیا گیا ہو کہ ملزم نے جرم کا ارتکاب کیا ہوگا اور اگر یہ امکان ظاہر ہو کہ ریمانڈ کے ذریعے مزید ثبوت حاصل کیا جا سکتا ہے تو یہ ریمانڈ کے لیے معقول وجہ ہوگی۔

ملزم کو تحویل میں ریمانڈ کرنا اس بات کا اشارہ ہے کہ ریکارڈ میں کافی ثبوت میسر ہے اور یہ امکان موجود ہے کہ ریمانڈ کے ذریعے مزید ثبوت حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اگر عدالت سمجھے کہ مزید ثبوت متوقع نہیں اور ابھی تک ریکارڈ میں کافی ثبوت حاصل نہیں کیا گیا تو بالآخر ملزم کو ضمانت پر رہا کر سکتی ہے۔ یہی وہ وجہ ہے جو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 497 میں ہے۔ اسے درج ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

''جب کوئی ملزم ناقابل ضمانت جرم میں گرفتار ہو یا تھانے کے انچارج نے اسے بغیر وارنٹ کے قید کر رکھا ہو یا ایسا لگتا ہو یا عدالت کے سامنے لایا جائے تو وہ ضمانت پر رہا ہو سکتا ہے..........''

''لگتا ہو'' کے الفاظ کا مطلب ہے کہ عدالت کے سمن کے جواب میں اور ''لایا جائے'' کا مطلب ہے تحویل سے لایا جائے۔ چنانچہ اگر کوئی ملزم تحویل سے لایا جائے تو اسے یا تو ریمانڈ پر واپس تحویل میں بھیجا جاتا ہے یا کافی ثبوت کی دستیابی یا عدم دستیابی کی کسوٹی پر اسے ضمانت پر رہا کر دیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں John Sprack کی کتاب A Practical Approach to Criminal

Procedure کے دسویں ایڈیشن سے بھی راہنمائی لی جاسکتی ہے، متعلقہ حصہ یہاں ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''کسی ملزم کو ریمانڈ کرنے کے لیے عدالتوں کی طاقت بڑے گہرے طور پر ضمانت دینے کی طاقت سے مربوط ہے۔ ریمانڈ تب ہوتا ہے جب عدالت کسی مقدمے کو ملتوی کرتی ہے اور مدتِ التوا کے لیے ملزم کو یا تو ضمانت پر رہا کرتی ہے یا تاریخ التوا ختم ہونے پر عدالت کے سامنے لائے جانے کے لیے اسے تحویل میں بھیجتی ہے۔ جیسا کہ درج بالا سے معلوم ہوتا ہے، ریمانڈ یا تو ضمانت پر ہوتے ہیں یا تحویل میں''۔

یہی وجہ ہے کہ معزز عدالت عظمیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی مقدمہ ٹرائل میں ہو، سوائے غیر معمولی مقدموں کے، عدالت نہ تو ضمانت دے اور نہ ضمانت منسوخ کرے۔ اس کا انحصار مقدمہ ''رحمت اللہ بنام ریاست اور ایک دوسرا'' (2011 SCMR 1332) پر کیا گیا ہے۔ لہٰذا ملزمان/ درخواست گزاران کارروائی کے اس مرحلے پر ضمانت کے مستحق نہیں ہیں، کیوں کہ ان کے خلاف الزامات ضابطہ فوجداری کی دفعہ 497 کی ممنوعہ دفعہ میں آتے ہیں۔ ظاہری طور پر درخواست گزاروں کا جرائم کے ارتکاب میں ملوث ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ مقدمہ ٹرائل میں ہے اور ٹرائل عدالت نے پہلے ہی ملزمان/ درخواست گزاران کے حق میں انہیں ضمانت پر رہا کرنے کے لیے صوابدیدی اختیار استعمال کرنے سے انکار کر دیا ہے اور یہ دیکھنے کے بعد کہ (جرم کے ارتکاب کا) کافی ثبوت موجود ہے، انہیں تحویل میں ریمانڈ کر دیا ہے۔ نتیجتاً ضمانت کی دونوں درخواستیں ناکام ہیں اور اس طرح خارج کی جاتی ہیں۔

دستخط
جسٹس محمد امجد رفیق

تاریخ فیصلہ
26 اگست 2021ء

(2022 P Cr. L J 259)

فتنۂ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے

- وہ **محکم فیصلے** جن کا ہر لفظ قولِ فیصل، ہر سطر برہانِ قاطع اور ہر جملہ شاہد عدل ہے۔
- وہ **تاریخ ساز فیصلے** جنہوں نے ملت کی بے زمامِ ناقہ کو منزل تک پہنچانے میں رہبر کا کردار ادا کیا۔
- وہ **شفاف فیصلے** جو کذب کو صداقت کا آئینہ دکھاتے ہیں۔
- وہ **عہد آفریں فیصلے** جنہوں نے حق وباطل کے مابین خط امتیاز کھینچ کر رکھ دیا۔
- وہ **واضح فیصلے** جنہوں نے جعلی نبوت کے پیروکاروں کے چہروں پر پڑے تقدیس کے ہر نقاب کو اُلٹ دیا۔
- وہ **آئینہ صفت فیصلے** جس میں قادیانی گروہ کا سربراہ اور اس کے پیروکار اپنا اصل چہرہ دیکھ کر بلبلا اُٹھے۔
- وہ **دوٹوک فیصلے** جنہیں تحریر کرتے ہوئے فاضل منصفین کے قلم شمشیرِ صدیقیؓ اور دُرہِ فاروقیؓ کا روپ دھار گئے۔
- وہ **مبنی برحق فیصلے** جو باطل کے ہر نشیمن کے لیے برق خاطف ثابت ہوئے۔
- وہ **ایمان پرور فیصلے** جو ہر مسلمان کے رگ و پے میں عشقِ رسالتِ مآب ﷺ کی چنگاریاں رخشندہ کرتے ہیں۔
- وہ **جرأت مندانہ فیصلے** جو وطن عزیز میں دہشت گردی کے مرتکب ''قادیانی مافیا'' کے لیے احتساب کے کٹہرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عدالتی فیصلے

- قادیانیوں کی زہریلی سازشوں اور تخریبی کارروائیوں کی لرزہ خیز روداد ہیں۔
- قادیانیوں کی طرف سے شانِ رسالت ﷺ میں توہین، قرآن مجید اور کلمہ طیبہ میں تحریف، شعائر اسلامی کا تمسخر، آئین کا مذاق اور قانون کی خلاف ورزیوں کا وہ حقائق نامہ ہے جس نے ہر قادیانی کو رسوائے زمانہ گستاخِ رسول **''سلمان رشدی''** قرار دیا ہے۔
- ججوں، سیاستدانوں، آئین شناسوں، وکیلوں، صحافیوں، دانشوروں، علماء اور طالب علموں کے لیے ایک راہنما کتاب کا کام دیں گے۔

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486